مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان
ماھنامہ

انصار اللہ

ربوہ
نومبر، دسمبر ۱۹۸۵ء
(ایڈیٹر)
سیّد عبدالحی

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان نمبر

ایک نادر اور یادگار لمحہ
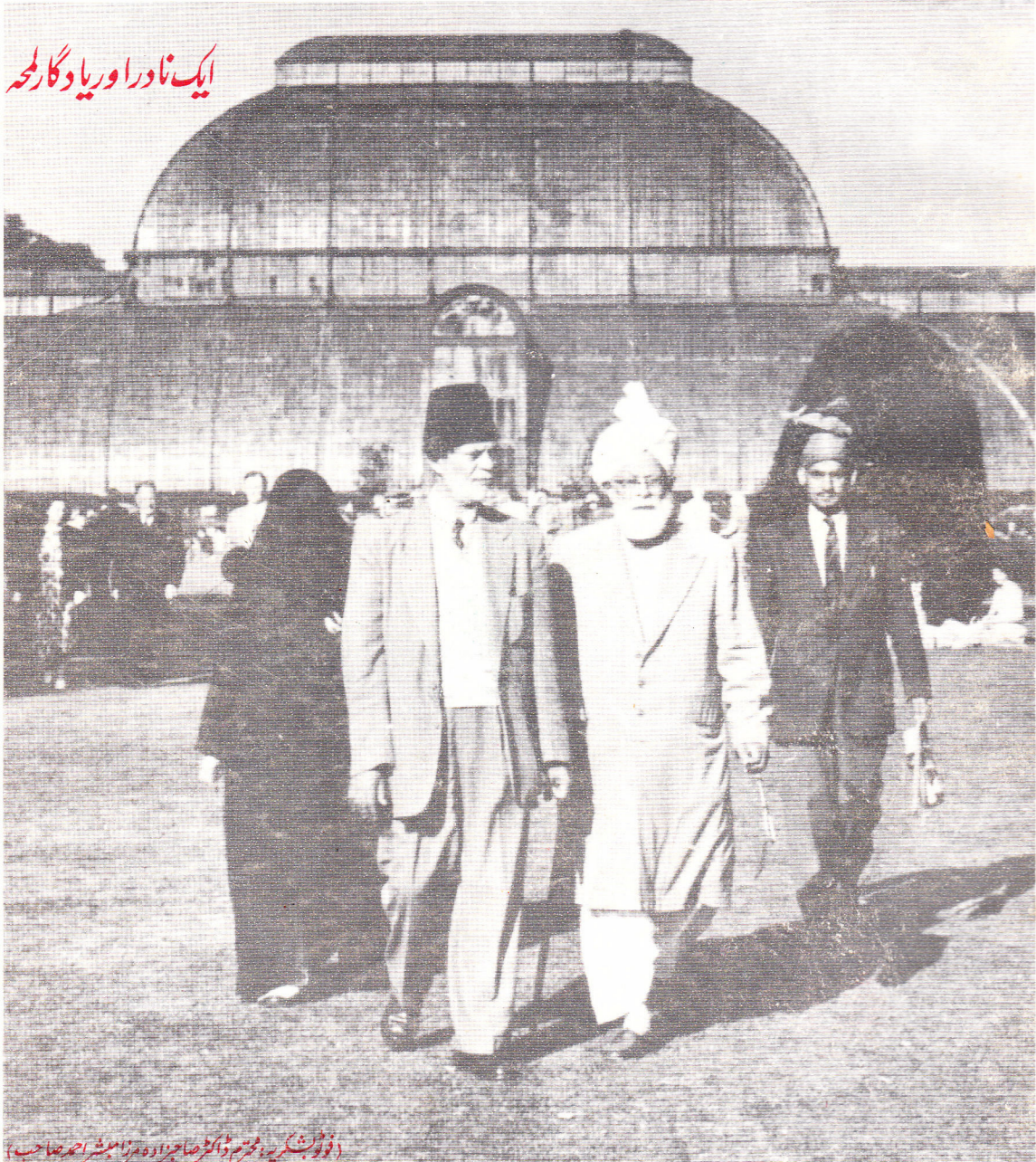
(فوٹو بشکریہ: محترم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا مبشر احمد صاحب)

حضرت فضلِ عمر اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب لندن کے کیو گارڈن میں چہل قدمی فرما رہے ہیں (دورۂ یورپ ۱۹۵۵ء)

۱۹۵۵ء کے دَورۂ لندن کے دَوران ایک پارک میں (فوٹو بشکریہ: محترم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا مبشر احمد صاحب)

۱۹۵۳ء میں کراچی کی ایک محفل (فوٹو بشکریہ: مخزن تصاویر مرکزیہ)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ
نومبر، دسمبر ۱۹۸۵ء

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان نمبر

جلد نمبر ۲۶ —— شمارہ نمبر ۱۱، ۱۲

ایڈیٹر
سیّد عبد الحی

مدیرانِ اعزازی
● ملک صلاح الدین صاحب بھارت
● مبارک احمد صاحب ساقی ۔ لندن
● کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

فہرست مضامین

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم ☆ پرنٹر: سید عبد الحی ☆ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ☆ مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے ارشادات

حضرت چوہدری ظفراللہ خاں کو تقویٰ کا عظیم الشان مقام حاصل ہوا تھا

مَیں یقین رکھتا ہُوں کہ آپ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک کلمہ تھے

حضرت چوہدری صاحب سے حضرت امام جماعتِ احمدیہ کے ذاتی تعلق کی ایک لطیف مثال

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ نے ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو بیت الفضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کے بارے میں فرمایا مَیں یقین رکھتا ہوں کہ آپ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک کلمہ تھے اور آپ کو تقویٰ کا عظیم الشان مقام حاصل ہوا تھا حضور نے فرمایا کہ مَیں نے جیسا کہ ان کو دُور و نزدیک سے دیکھا اور ہر زاویۂ نگاہ سے ان کی زندگی پر نظر ڈالی اس جائزہ کے مطابق مَیں یقین کرتا ہوں اور خدا کے حضور مجسّم دعا ہو کر کہتا ہوں کہ حضرت چوہدری صاحب جو ہم کو حزیں بنا کر رخصت ہوئے ہیں راضیۃً مرضیّۃ کی حالت میں خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہوئے ہوں گے۔

حضور نے حضرت چوہدری صاحب کے ساتھ اپنے ذاتی تعلق کے مختلف واقعات بیان فرمائے اور آپ کے تقویٰ، نماز میں لذّت اور خشوع و خضوع وغیرہ کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ ذاتی تعلق کی یہ عجیب مثال ہے کہ خلافت کے بعد جب خدا تعالیٰ نے مجھے پہلا کشف دکھایا تو اس میں حضرت چوہدری صاحب کو خدا تعالیٰ سے باتیں کرتے دکھایا۔

آخر میں حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر بےشمار رحمتیں نازل فرمائے۔ ان کی اولاد نسلوں، عزیزوں اور پیاروں کو بھی رحمتیں عطا فرمائے اور ہر ایک کو ان کی خوبیاں اپنانے کی توفیق بخشے۔ حضور نے فرمایا یہ گہرا صدمہ ہے مگر یہ صدمہ مایوسی پیدا کرنے والا نہیں بلکہ مہمیز کی شکل میں ہونا چاہیئے کیونکہ خدا تعالیٰ کی رحمتیں بہت وسیع ہیں۔

(ضمیمہ ماہنامہ انصاراللہ شمارہ ستمبر ۱۹۸۵ء)

ہزار سال کے بڑے آدمی چوہدری ظفر اللہ پر رشک کریں گے

اللہ نے ان کو میرے لئے فرشتۂ رحمت بنا دیا

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے بارے میں حضرت فضل عمر کے ارشادات

مکرم قمر الزمان مرزا صاحب ربوہ

افغانستان میں احمدیوں کے قتل کے واقعات کے سلسلے میں ایک بار جب حضرت مولوی نعمت اللہ صاحب کے قتل کی اطلاع پہنچی تو حضرت فضل عمر نے کابل میں احمدیت کا نام پھیلانے کا ذکر کیا۔ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے از خود یہ پیشکش کی کہ میں کابل جا کر احمدیت پھیلانے اور اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ حضور اجازت دیں۔ حضرت فضل عمر نے احباب جماعت کے نام رقم فرمودہ خط مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۲۴ء میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"میں نہایت خوشی سے اعلان کرتا ہوں کہ بغیر اس تجویز کے علم کے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے اپنے نام کو اس لیے پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں صرف نام دینے کے لیے ایسا نہیں کرتا بلکہ پورا غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مجھے اس کام کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا چاہیئے۔"

(الفضل ۱۴ر اکتوبر ۱۹۲۴ء)

حضرت فضل عمر نے مجلس شاورت ۱۹۲۷ء میں امیر جماعت لاہور کی حیثیت سے حضرت چوہدری صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"اس کا امیر بھی ایک ایسا شخص ہے جس سے مجھے تین وجہ سے محبت ہے ایک تو ان کے والد کی وجہ سے جو نہایت مخلص احمدی تھے۔ میں نے دیکھا ہے انہوں نے دین کی محبت میں اپنی نفسانیت اور "میں" کو بالکل ذبح کر دیا تھا۔ اور ان کا اپنا قطعاً کچھ نہ رہا تھا سوائے اس کے کہ خدا راضی ہو جائے ایسے مخلص انسان کی اولاد سے مجھے خاص محبت ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ ان میں ذاتی طور پر بھی اخلاص ہے اور آثار قرائن سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو دین کی خاطر ہر وقت قربانی کے لیے تیار رکھتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں علم۔ عقل اور ہوشیاری دی ہے اور وہ اور زیادہ ترقی کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔"

(رپورٹ مجلس شاورت ۱۹۲۷ء صفحہ ۱۴، ۱۵)

جلسہ سالانہ کے موقع پر مکانیت کی تنگی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت فضل عمر نے فرمایا:

"ہمارے گھر میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب اترا کرتے ہیں وہ اچھے امیر آدمی ہیں دو تین ہزار روپیہ ماہوار آمدنی رکھتے ہیں۔ مگر ان کے خاندان کے دس بارہ آدمی ایک ہی چھوٹی سی کوٹھڑی میں گذارہ کر لیتے ہیں۔"

(الفضل ۲۵ر دسمبر ۱۹۳۰ء)

حضرت فضل عمر نے ایک بار فرمایا:۔

"بعض لوگ مالی لحاظ سے غریب ہوتے ہیں اور بعض دل کے

غریب ہوتے ہیں اور دل کے غریب وہ ہوتے ہیں جو کہ محسوس نہ کریں
میں نے بیسیوں تحریکیں اپنی خلافت کے زمانہ میں کی ہیں مگر کئی امراء
اور علماء ہماری جماعت کے ایسے ہیں کہ انھوں نے ان میں بہت ہی
کم حصہ لیا ہے اس لیے جو امراء دینی تحریکات میں حصہ لیتے
ہیں ان کو بھی میں غرباء میں ہی شامل کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ دل کے
غریب ہیں تحدیثِ نعمت کے طور پر میں چوہدری نصراللہ خان
صاحب مرحوم کی اکثر اولاد بالخصوص چوہدری ظفراللہ خانصاحب
کا ذکر کرتا ہوتا ہوں۔ میں نے آج تک کوئی تحریک ایسی نہیں
کی جس میں انہوں نے حصہ نہ لیا ہو۔ خواہ وہ تحریک علمی تھی یا جسمانی
یا مالی یا سلوک کی خدمت تھی۔ انھوں نے فوراً اپنا نام اس میں
پیش کیا اور پھر خلوص کے ساتھ اسے نباہا۔ جب میں نے ریزرو فنڈ
کی تحریک کی تھی تو کئی لوگوں نے اپنے نام دیئے۔ مگر ان میں سے
صرف چوہدری ظفراللہ خان صاحب ہی ہیں جنھوں نے اسے پوری
طرح نباہا اور ہزاروں روپیہ جمع کر کے دیا۔ حالانکہ اس وقت ان
کی پوزیشن ایسی نہ تھی جیسی اب ہے کوئی خیال کرے کہ اپنے
اثر سے روپیہ جمع کر لیا ہوگا۔"

(الفضل ۱۳ر دسمبر ۱۹۳۴ء)

حضور نے جلسہ سالانہ ۱۹۴۶ء پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

" مولوی محمد علی صاحب (سربراہ غیر مبائعین) مطالبۂ مباہلہ
کے متعلق بہت پراپیگنڈا کر رہے ہیں میں شرائط مباہلہ کے طے
کرنے کے لیے چوہدری ظفراللہ خاں صاحب کو اپنا نمائندہ مقرر
کرتا ہوں ممکن ہے اس طریق سے جلد کوئی فیصلہ کی راہ نکل آئے۔"

(الفضل ۳ر مئی ۱۹۴۷ء)

حضرت فضل عمر نے ۲۵ر جون ۱۹۵۴ء کو کراچی میں
خطبہ جمعہ میں بیان فرمایا:

" یہاں کی جماعت اپنی جدوجہد اور قربانی کے لحاظ سے بڑی
اہمیت رکھتی ہے کچھ اس میں اس بات کا بھی دخل ہے کہ اللہ
تعالیٰ اپنے فضل سے بعض خاندانوں کو دین کی خدمت کا موقع عطا
فرما دیتا ہے اور ان کی وجہ سے جماعت ترقی کر جاتی ہے۔ سترہ
اٹھارہ سال کی بات ہے میں نے رویاء میں دیکھا کہ میں اپنے
دفتر میں بیٹھا ہوں اور میرے سامنے چوہدری ظفراللہ خانصاحب
بیٹھے ہوتے ہیں اور گیارہ بارہ سال کی عمر کے معلوم ہوتے ہیں ان کے
دائیں بائیں چوہدری عبداللہ خاں صاحب اور چوہدری اسداللہ خانصاحب
بیٹھے ہیں اور ان کی عمریں بھی آٹھ آٹھ نو نو سال کے بچوں کی سی
معلوم ہوتی ہیں۔ تینوں کے منہ میری طرف ہیں اور تینوں مجھ سے باتیں
کر رہے ہیں اور بڑی محبت سے میری باتیں سن رہے ہیں۔ اس
وقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں میرے بیٹے ہیں اسی طرح میں
ان سے باتیں کر رہا ہوں۔۔۔۔۔

چنانچہ اس رویاء کے بعد اللہ تعالیٰ نے چوہدری ظفراللہ خانصاحب
کو جماعت کا کام کرنے کا بڑا موقع دیا اور لاہور کی جماعت نے
ان کی وجہ سے خوب ترقی کی۔ اس کے بعد چوہدری عبداللہ خانصاحب
کو اللہ تعالیٰ نے کراچی میں کام کرنے کی توفیق دی اور چوہدری اسداللہ
خان صاحب آج کل لاہور کی جماعت کے امیر ہیں۔"

(الفضل ۶ر اپریل ۱۹۶۰ء ص۴)

۱۹۵۵ء میں حضرت فضل عمر علاج کے لیے یورپ تشریف
لے گئے۔ اسی سفر کے دوران حضرت چوہدری صاحب کی خدمت کا ذکر
کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے نام خط میں حضرت
فضل عمر نے تحریر فرمایا:

" چوہدری صاحب ساری رات مجھے کمبلوں سے ڈھانکتے
رہے۔۔۔۔۔ میں نے چوہدری صاحب کی طرف دیکھا تو ان کا چہرہ
مجھے بہت نڈھال نظر آیا۔۔۔۔۔"

(الفضل ۱۰ر مئی ۱۹۵۵ء)

حضور نے ۱۹۵۵ء کے سفر یورپ پر جانے سے قبل جماعت
کے نام پیغام مورخہ ۱۱ر مارچ ۱۹۵۵ء میں فرمایا:

" یورپ جانے میں مشکلات بہت کم ہیں۔ میں نے عزیزم
چوہدری ظفراللہ خاں صاحب کو مشورہ کے لیے تار دی تو انھوں
نے تار میں جواب دیا ہے کہ خدا کے فضل سے یورپ کے بعض
ممالک میں علاج کی بہت سی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں اور کامل سامان
مل سکتا ہے اس لیے بہتر اس کے کہ تکلیف بڑھ جائے میں
یورپ چلا جاؤں اور وہاں کے ڈاکٹروں سے علاج کراؤں۔"

(الفضل ۱۱ر مئی ۱۹۵۵ء ص۳)

حضرت فضل عمر نے اپنے تار میں کئی بار چوہدری صاحب کے
سلسلہ میں فرمایا:۔

"(چوہدری صاحب) روم تک ہمارے ساتھ آئے۔۔۔۔۔ ان کا
ساتھ خدا کے فضل سے ایک نعمت ثابت ہوا۔"

(الفضل ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۸، ۱۹ر مئی و ۱۵ر جون ۱۹۵۵ء)

حضرت مصلح موعود نے ۲۲ر مئی ۱۹۵۵ء کو زیورچ سے جو
پیغام جماعت کے نام ارسال فرمایا اس میں حضور نے حضرت چوہدری
صاحب کے متعلق تحریر فرمایا:

"سالہا سال کی بات ہے میں نے خواب دیکھی تھی اور وہ
اخبار میں کئی بار چھپ بھی چکی ہے میں نے دیکھا کہ میں کرسی پر بیٹھا
ہوں اور سامنے بڑا قالین ہے اور اس قالین پر عزیزم چوہدری
محمد ظفر اللہ خاں صاحب عزیزم چوہدری عبداللہ خاں صاحب اور
عزیزم چوہدری اسد اللہ خان صاحب لیٹے ہوئے ہیں اور میں
دل میں کہتا ہوں کہ یہ تینوں میرے بیٹے ہیں - عزیزم چوہدری
ظفر اللہ خاں صاحب نے ساری عمر دین کی خدمت میں لگائی ہے
اور اس طرح میرا بیٹا ہونے کا ثبوت دیا - میری بیماری کے موقعہ
پر تو اللہ تعالیٰ نے صرف ان کو اپنے بیٹا ہونے کو ثابت کرنے
کا موقعہ دیا بلکہ میرے لیے فرشتۂ رحمت بنا دیا وہ میری محبت
میں یورپ سے چل کر کراچی آئے اور میرے ساتھ چلنے اور
میری صحت کا خیال رکھنے کے ارادے سے آئے چنانچہ ان
کی وجہ سے سفر بہت اچھی طرح کٹا اور بہت سی باتوں میں
آرام رہا -

آخر کوئی انسان پندرہ بیس سال پہلے تین نوجوانوں
کے متعلق اپنے پاس سے کس طرح ایسی خبر دے سکتا تھا -
دنیا کا کونسا ایسا مذہبی انسان ہے جس کے ساتھ محض مذہبی تعلق
کی وجہ سے کسی شخص نے جو اتنی بڑی پوزیشن رکھتا ہو جو چوہدری
ظفر اللہ خاں صاحب رکھتے ہیں اس اخلاص کا ثبوت دیا ہو - کیا یہ
نشان نہیں ؟ مخالف مولوی اور پیر گالیاں تو مجھے دیتے ہیں
مگر کیا وہ اس قسم کے نشان کی مثال بھی پیش کر سکتے ہیں کیا
کسی مخالف اور پیر نے ۲۰ سال پہلے کسی ایسے مولوی اور
پیر کی خدمت کا موقعہ خدا تعالیٰ نے کسی ایسے شخص کو دیا جو چوہدری
ظفر اللہ خان صاحب کی پوزیشن رکھتا تھا اللہ تعالیٰ ان کی خدمت
کو بغیر معاوضہ کے نہیں چھوڑے گا اور ان کی محبت کو قبول کرے
گا اور اس دنیا اور اگلی دنیا میں اس کا ایسا معاوضہ دے گا
کہ پچھلے ہزار سال کے بڑے بڑے آدمی اس پر رشک کریں گے کیونکہ
وہ خدا شکور ہے اور کسی کا احسان نہیں اٹھاتا - اس نے ایک
عاجز بندہ کی محبت کا اظہار کیا اور اس کا بوجھ خود اٹھانے کا
وعدہ کیا - اب یقیناً جو اس کی خدمت کرے گا - خدا تعالیٰ اس کی
خدمت قبول کرے گا - خدا تعالیٰ اس کی خدمت کو قبول کرے گا اور
دین و دنیا میں اس کو ترقی دے گا وہ صادق الوعد ہے اور رحمان
و رحیم ہے"

(الفضل ۲۹ر مئی ۱۹۵۵ء ص۱)

۱۹۵۶ء میں خلافتِ ثانیہ کے خلاف بعض لوگوں نے فتنہ بپا
کرنے کی کوشش کی اور اسی دوران حضرت فضل عمر اور چوہدری
صاحب کے اختلاف کی خبریں بڑے تواتر کے ساتھ شائع کرائی
گئیں جس کے جواب سے حضور نے اس بارہ میں تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادران

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

فتنہ پرداز لوگ عزیزم ظفر اللہ خاں صاحب پر ان کے خاندان پر
کیچڑ اچھالنے کی کوشش کر رہے ہیں مگر چوہدری صاحب کو خصوصاً اور
ان کے خاندان کی عموماً خدمات ایسی شاندار ہیں کہ مجھے یا کسی اور کو اس
بارے میں لکھنے کی ضرورت نہ تھی لیکن ہر احمدی چونکہ نہ چوہدری صاحب
سے واقف ہے نہ ان کے خاندان سے اور چونکہ ایک مخلص
دوست نے کراچی سے لکھا ہے کہ چوہدری صاحب کے بارے میں
جلدی اعلان ہونا چاہیئے تھا دیر ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں
کے دلوں میں شبہات پیدا ہو رہے ہیں اس لیے میں عزیزم
چوہدری صاحب کا خط با دل نخواستہ الفضل میں شائع کرتا ہوں -
بادل نخواستہ اس لیے کہ چوہدری صاحب اور ان کے والدِ
مرحوم کی قربانیاں خلافت کے بارہ میں ایسی ہیں کہ ان کی برأت کا اعلان
خواہ ان ہی کے قلم سے ہو - مجھ پر گراں گزرتا تھا، لیکن دشمن چونکہ
اوچھے ہتھیاروں پر اتر آیا ہے اور جھوٹ اور سچ میں تمیز کرنے
کے لیے بالکل تیار نہیں - اس لیے میں چوہدری صاحب کا خط الفضل
میں شائع کرواتا ہوں -

جن لوگوں کے دلوں میں منافقوں کے جھوٹے پراپیگنڈے کی وجہ
سے چوہدری صاحب کے بارے میں کوئی شک یا تردد پیدا ہوا تھا -
وہ استغفار کریں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں -

چوہدری صاحب کا یہ شکوہ بجا ہے کہ کیوں نہ میں نے عہد وفاداری
کے طلب کرتے ہی خود اپنی طرف سے لکھ دیا کہ میں چوہدری صاحب
کے پوچھے بغیر ہی ان کی وفاداری کا اعلان کرتا ہوں بے شک
ان کا حق یہی تھا کہ میں ان کی طرف سے ایسا اعلان کر دیتا لیکن منافق

اس پر پروپیگنڈا کرتا کہ چوہدری صاحب اتنی دور بیٹھے ہیں پھر بھی یہ شخص جھوٹ بول کر ان کے منہ میں الفاظ ڈال رہا ہے اور ہم لوگ اس جھوٹ کا جواب دینے کی مشکل میں مبتلا ہو جاتے۔

چوہدری صاحب دُور بیٹھے ہیں ان کو معلوم نہیں کہ اس وقت جس دشمن سے ہمارا واسطہ پڑا ہے وہ کتنا جھوٹا ہے ہزاروں آدمیوں کی طرف سے وفاداری کا اعلان ہو رہا ہے مگر "نوائے پاکستان" یہی لکھے جا رہا ہے کہ ہمیں معتبر ذرائع سے خبر ملی ہے کہ مرزا محمود کی جماعت زیادہ سے زیادہ متحارب ہوتی جا رہی ہے کہ ان کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پیش کرے۔

پس چوہدری صاحب کا اپنا خط چھپنا ہی مناسب تھا اس خط سے جتنے دشمن کے دانت کھٹے ہونگے میرے اعلان سے اتنے کھٹے نہ ہوتے بلکہ وہ شور مچاتا کہ اپنے پاس سے بنا کر جھوٹے اعلان کر رہے ہیں۔

خاکسار

مرزا محمود احمد۔۔۔۔

(الفضل ۲۶ راگست ۱۹۵۶ء)

حضور کو ستمبر ۱۹۵۶ء میں ذیل کے رویاء سے اللہ تعالیٰ نے چوہدری صاحب کے جذبہ احترام وحفاظت احمدیت سے مطلع فرمایا حضور نے بیان فرمایا:

"خواب میں دیکھا کہ میں ایک شہر میں ہوں جس میں ایک بڑی عمارت کے سامنے ایک چوک ہے جس میں بہت سی سڑکیں آکر ملتی ہیں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ میری طرف آ رہا ہے اور میں نے اس کے آنے کو بُرا محسوس کیا۔ اس وقت میرے ساتھ کوئی پہرہ دار نہیں میں فوراً پاس والی عمارت کے پھاٹک کی طرف مُڑا اور پھاٹک میں سے ہو کر اندر چلا گیا اس عمارت کے چاروں طرف لوہے کی مضبوط چپٹی چپٹی سلاخوں کا کٹہرہ ہے جیسا کہ اہم سرکاری عمارتوں میں ہوتا ہے جب میں اندر آگیا تو میں نے دیکھا کہ اس عمارت کے وسطی حصہ کے سامنے جو مسقف ہے (حضرت بانی سلسلہ۔ناقل) بیٹھے ہیں آپ نے مہندی لگائی ہوئی ہے اور آپ کا چہرہ کا رنگ اور مہندی کا رنگ خوب روشن ہے جو اب تک میری آنکھوں کے سامنے پھرتا ہے میرے اندر جانے پر آپ کٹہرے کی طرف آئے گویا یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ باہر کون کون لوگ ہیں۔ میں وسطی حصہ کے گرد چکر لگا کر پیچھے کی طرف چلا گیا اور میں نے دیکھا کہ جہاں (حضرت بانی سلسلہ۔ناقل) کرسی پر بیٹھتے تھے اس کی پشت کی عمارت کے پیچھے چوہدری ظفر اللہ خان کھڑے ہیں جیسے کوئی احترام یا حفاظت کے لیے کھڑا ہوتا ہے اتنے میں حضرت (بانی سلسلہ ناقل) کٹہرے کے پاس جا کر تسلی کر کے واپس آگئے اور یوں معلوم ہوا جیسے کوئی خطرہ یا تو تھا ہی نہیں یا جاتا رہا۔"

(الفضل ۴ر اکتوبر ۱۹۵۶ء)

حضرت فضل عمر فرماتے ہیں:۔

"کسی زمانہ میں چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب لاہور کی جماعت کے امیر تھے اور میں جب کبھی یہاں آتا تھا تو انہی کے گھر ٹھہرتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ان دنوں جب بھی میں یہاں آتا تھا۔ ملنے والوں کا برابر تانتا بندھا رہتا تھا۔ لوگ میری باتیں سننے کے لیے آجاتے تھے اور یہ بہرحال چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی سنجیدگی کا اثر تھا کہ لوگ ان کی باتیں سنتے تھے اور جب کبھی میں یہاں آتا تھا تو ان کے دوستوں کو خیال آتا تھا کہ وہ مجھ سے مل لیں۔"

(الفضل ۲۸ر جنوری ۱۹۵۶ء)

ٹائم ٹیبل

محترم مولوی محمد اسمٰعیل منیر صاحب سابق مربی مارشیس۔ سیرالیون، سری لنکا تحریر فرماتے ہیں:۔

ایک بار میں مارشیس کے چند طلباء کو لیکر حضرت چوہدری صاحب کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ باتوں باتوں میں آپ کے روزانہ کے پروگرام کا ذکر آگیا آپ نے فرمایا صبح تہجد کے بعد تلاوت قرآن کریم پھر فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد ترجمۃ القرآن کا کام کرتا ہوں۔ ناشتہ خود تیار کرتا ہوں ساتھ دو تین سینڈوچ دوپہر کے کھانے کیلئے تیار کر کے جیب میں ڈال لیتا ہوں اور دو تین میل پیدل چل کر اپنے دفتر عالمی عدالت انصاف میں پہنچ جاتا ہوں دوپہر کو وقفہ میں دفتر ہی میں دودھ کی پیالی کیساتھ سینڈوچ کھا کر لنچ کرتا ہوں پھر نماز پڑھکر باقی وقت ترجمۃ القرآن کا کام کرتا ہوں وقفہ کے بعد دفتری کام پھر سے شروع ہو جاتا ہے شام کو عدالت کا رجسٹرار مجھے اپنی کار میں میرے مکان پر چھوڑ جاتا ہے رات کا کھانا تیار مل جاتا ہے عشاء کی نماز کے بعد اندازاً نو بجے سو جاتا ہوں تاکہ تہجد کے وقت بیداری میں مشکل نہ ہو۔ سب طلباء اس ٹائم ٹیبل کو سنکر حیران رہ گئے۔

جلالۃ الملک شاہ حسین ـــ شاہ اردن

مجھے اپنے پیارے دوست سر ظفر اللہ خان کی وفات کی خبر سن کر گہرا صدمہ پہنچا ہے ۔ ان کو عالم انسانیت کی خدمت دنیا بھر کے عوام کے جائز اور اصولی مؤقف کی تائید، خصوصاً فلسطینیوں کے بارے میں عظیم خدمات کی وجہ سے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا ۔ یقیناً وہ عرب مفادات کی تائید کے چمپئن تھے ۔ چاہے مسلمان ہوں یا غیر جانبدار ممالک یا عالمی عدالت انصاف ان کی کبھی نہ ختم ہونے والی جدوجہد ایک عظیم آدمی کی زندگی کی تابناک مثالیں ہیں جو ہمارے عقیدے اور تہذیب کے اعلیٰ اصولوں کی پاسداری کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہا ۔
براہ کرم میری طرف سے مخلصانہ جذبات تعزیت قبول کیجئے اللہ تعالیٰ انکی روح پر رحمت کی نظر کرے اور ابدی سکون سے نوازے آمین

پاکستان میں اُردن کے سفیر نے تعزیتی کتاب میں تحریر کیا :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
والصلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد المرسلین

ازطرف ہز میجسٹی شاہ حسین بن طلال فرمانروائے مملکت ہاشمی اردن و ہز ہائی نیس ولی عہد معظم وحکومت مملکت ہاشمی اُردن، مَیں غم سے چھلکتے ہوئے جذبات تعزیت یہ دعا کرتے ہوئے پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُس (مرحوم ہستی) کو اپنی رحمت و رضامندی کی چادر سے ڈھانپ لے ۔ اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون ۔

سفیر اُردن متعینہ پاکستان
(عربی سے ترجمہ)　　جنرل ماجد الحاج الحسن　　۲-۹-۸۵

شام کے صدر حافظ الاسد

شامی سفارت خانہ کے چارج ڈی افیئرز نے تعزیتی کتاب میں تحریر کیا :-

ازطرف جناب صدر حافظ الاسد صدر جمہوریہ عربیہ شام
مَیں اُس وفات یافتہ عظیم شخصیت کے تمام خاندان کے افراد کی خدمت میں غم سے چھلکتے ہوئے جذبات تعزیت پیش کرتا ہوں جس کی وفات تمام اُمّت مسلمہ کے لئے ایک عظیم ترین نقصان کی حیثیت رکھتی ہے اور خاص طور پر اُس شام کے ملک کے لئے یہ صدمہ انتہائی شدید ہے جو کہ مرحوم کے اُن کارہائے نمایاں کو انتہائی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو انہوں نے عربوں کے حقوق سے متعلق معاملات کا دفاع کرتے ہوئے اور خصوصاً قضیۂ فلسطین کی حمایت کرتے ہوئے سرانجام دیئے، ہاں وہ قضیۂ فلسطین جس کا دفاع کرتے ہوئے مرحوم عظیم شخصیت نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ وقف کئے رکھا اللہ تعالیٰ اُس عظیم مرحوم محمد ظفر اللہ خان کو اپنی خاص رحمت کے زیرِ سایہ رکھے اور اپنی فراخ جنتوں میں مقام عطا فرمائے ۔ وَ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

چارج ڈی افیئرز ۔ سفارتخانہ شام اسلام آباد
(عربی سے ترجمہ)　　دستخط

مصر کے صدر جناب حسنی مبارک

میں نے محمد ظفر اللہ خان صاحب کی وفات کی المناک خبر گہرے دکھ اور غم سے سنی ۔ انہوں نے اپنی زندگی اپنے ملک اور عوام کی خدمت

کیلئے وقف رکھی۔ مرحوم کے اہلِ خاندان سے تعزیت اور گہری ہمدردی کے جذبات عرض کرتے ہوئے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکی روح کو ابدی سکون سے نوازے اور آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔

لیبیا کے صدر جناب معمر القذافی

ہم برادر کرنل معمر قذافی کی طرف سے سر ظفراللہ خان کی المناک وفات پر دلی تعزیت کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ بلاشک وشبہ وہ عربوں کی زبردست تائید وحمایت اور متعدد دیگر بین الاقوامی معاملات پر مضبوط اور مستحکم مؤقف اختیار کرنے کی وجہ سے زبردست تعریف کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ اور دیگر اہل خانہ کو انکی وفات کا عظیم صدمہ برداشت کرنے کی طاقت عطا فرمائے۔ آمین

گہرے مخلصانہ جذبات کے ساتھ۔ آپکا مخلص

فراج آئی ناس۔ رکن کمیٹی برائے ثقافتی امور

برطانیہ کی ملکہ ایلزبتھ ثانی

میں نے سر محمد ظفراللہ خاں کی وفات کی خبر گہرے دُکھ سے سنی۔ آپ کے اس عظیم نقصان پر میری گہری ہمدردی آپ اور آپ کے افراد خانہ کے ساتھ ہے۔

ہالینڈ کی ملکہ بیٹرکس

پاکستان کے سابق وزیر خارجہ، صدر (ریٹائرڈ) انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس سر محمد ظفراللہ خان کی وفات پر میری طرف سے تعزیت اور دلی ہمدردی کے جذبات قبول فرمائیں۔

نائب وزیر اعظم اُردن

اُردن کے نائب وزیر اعظم کو حضرت چوہدری صاحب کی وفات پر اظہارِ تعزیت کے لئے بطورِ خاص شاہ حسین نے لاہور بھیجا۔ انہوں نے تعزیتی کتاب میں لکھا:۔

ازطرف ہزمیجسٹی شاہ حسین وہ ہز ہائی نیس ولی عہد شہزادہ حسن اور حکومتِ اُردن، میں تمام عالمِ اسلام کو اپنی موت سے صدمہ پہنچانے والے مسلمانوں کے نہایت ہی ممتاز اور بلند پایہ لیڈر کی وفات پر غم سے چھلکتے ہوئے تعزیت کے جذبات پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی وسیع رحمت کے زیر سایہ جگہ دے اور اپنی نہایت فراخ جنتوں میں قیام سے نوازے۔

نائب وزیر اعظم
و وزیر تربیت و تعلیم   ۴/۹/۸۵
دستخط   (عربی سے ترجمہ)

اسماعیلی فرقے کے سربراہ جناب آغا خان

محترمہ بیگم صاحبہ چوہدری حمید نصراللہ خان صاحب کے نام اپنے برقیہ میں اسماعیلی فرقے کے روحانی پیشوا جناب محترم آغا خان صاحب نے فرمایا:۔

"آپ کے والد محترم سر محمد ظفراللہ خان کی وفات کی خبر میں نے گہرے دکھ سے سنی۔ قیامِ پاکستان اور ملک کے لیے مرحوم کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ ان کی وفات سے پاکستان ایک ممتاز سیاسی مفکر سے محروم ہو گیا ہے۔ مجھے اپنے دادا اور والد محترم کے ساتھ ایک نمایاں مسلم لیگی کے طور پر سر ظفراللہ کا قریبی تعلق یاد ہے۔ مجھے یہ بہت خوشی حاصل ہوتی رہی ہے کہ میں پاکستان کے بعض دوروں پر مرحوم سے ملاقات کرتا رہا ہوں۔ میری دعائیں اور جذبات اس صدمے کے موقع پر آپکے اور آپکے اہلِ خانہ کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سے جدا ہونے والے کی روح کو ابدی سکون سے نوازے۔ آمین۔

مخلص
آغا خان

پرتگال کے سفیر اوئے جی ڈی بریٹو کنہا

میں نے سر ظفراللہ خان کی وفات کی خبر گہرے دُکھ سے سنی۔ میں اپنے سفارتی کیرئیر کے آغاز میں ان سے اس وقت متعارف ہوا جب وہ جنرل اسمبلی کے صدر تھے۔ وہ عالمی عدالتِ انصاف کے جج ہوتے کے دوران ایک دفعہ پرتگال آئے میرے گھر میں ابھی تک انکی میرے ساتھ تصویر آویزاں ہے۔ یہ تصویر ان کے ایک دورے کے دوران کھینچی گئی۔ میری خواہش تھی

کہ میں لاہور حاضر ہوتا مگر بدقسمتی سے میں ایسا نہ کر سکا۔
براہ کرم میری طرف سے تمام اہل خانہ کو دلی تعزیت کا اظہار کر دیں وہ ایک لائق و ذہین مگر سادہ آدمی تھے۔ انہوں نے اپنی شخصیت کی چھاپ ساری عالمی برادری پر لگا دی۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا ایک خط

ٹریسٹے ۔ اٹلی
۱۹ ستمبر ۱۹۸۵ء　　میرے پیارے حمید نصراللہ خان

مجھے امید ہے کہ آپکو میری ۲ ستمبر کی نصف شب ارسال کی گئی ٹیلیگرام مل گئی ہوگی جو میں (حضرت چوہدری صاحب کی وفات کی) خبر ملنے پر ارسال کی تھی۔ میں اسوقت استنبول میں تھا اور اردن کے ولی عہد بھی وہیں موجود تھے ان کو شاہ حسین نے ہدایت کی کہ اگر ممکن ہو سکے تو وہ فوری طور پر لاہور جائیں۔ چنانچہ میں پرنس کے ہمراہ عمان پہنچا۔ بدقسمتی سے شہزادے کا طیارہ ایران کے اوپر سے پرواز نہیں کر سکتا تھا لہذا ہم جنازے پر بروقت نہیں پہنچ سکتے تھے۔
میں اس خط کے ساتھ جناب آئی جی پٹیل کے خط کی ایک کاپی منسلک کر رہا ہوں جو ماضی میں انڈیا ریزرو بنک کے گورنر رہے ہیں اور آجکل لندن سکول آف اکنامکس اینڈ پولیٹیکل سائنس کے ڈائریکٹر ہیں ......

بہترین خواہشات کے ساتھ
آپ کا مخلص
محمد عبدالسلام

لندن سکول آف اکنامکس کے ڈائریکٹر کا خط

لندن سکول آف اکنامکس
اینڈ پولیٹیکل سائنس
(یونیورسٹی آف لندن)
۶ ستمبر ۱۹۸۵ء　　پیارے پروفیسر سلام

اس ماہ کے شروع میں ہم نے سر محمد ظفراللہ خان کی وفات کی خبر انتہائی دکھ سے سنی۔ چونکہ مجھے علم تھا کہ آپ خصوصی طور پر ان کے بہت قریب تھے میں نے محسوس کیا کہ میں آپکو انکی وفات پر سکول کا اظہار غم پہنچا دوں۔
جب میں گزشتہ سال لندن سکول آف اکنامکس کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے یہاں آیا تو مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ چوہدری ظفراللہ خان صاحب کا نام سکول کے اعزازی فیلوز کی فہرست میں موجود تھا اور وہ اس عہدے پر ۱۹۴۷ء میں منتخب ہوئے تھے اس سکول کو اپنے آنریری فیلوز کے ساتھ ایک خصوصی تعلق ہوتا ہے۔ اور چوہدری صاحب کو نہ صرف انکی بین الاقوامی سطح کی غیر معمولی کامیابیوں کی بناء پر بلکہ اس بناء پر بھی کہ انکی وجہ سے فیلوشپ کی عزت و شہرت اور وقار میں اضافہ ہو گیا تھا، ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔
میں آپ کو چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کے پرانے دوست ہونے کی حیثیت میں انتہائی مخلصانہ ہمدردی کے جذبات پہنچاتا ہوں۔

.... 　　آپ کا مخلص
آئی۔ جی۔ پٹیل

جناب جسٹس سردار اقبال کا پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Chief Justice (Retd) Sardar Muhammad Iqbal　　OMBUDSMAN

پیغام

مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ ماہنامہ "انصاراللہ" چوہدری ظفراللہ خان مرحوم کے بارے میں ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک قومی فریضہ ہے کہ مقتدر ہستیوں کے کارناموں کی یاد کو تازہ رکھا جائے۔ چوہدری صاحب مرحوم ایک نہایت بلند پایہ قانون دان تھے۔ جنہوں نے اپنے وقت میں بڑے اہم اور اثر انگیز عدالتی فیصلے بھی دیئے۔ بعد میں بین الاقوامی عدالت کے جج کی حیثیت سے ان کا جوہر اور بھی چمکا۔ اور انہوں نے وہاں دنیا بھر کے مانے ہوئے منصفوں کی موجودگی میں اپنا لوہا منوایا۔ اور پاکستان کا نام روشن کیا۔ بین الاقوامی سیاست کے میدان میں ان کی خدمات اس کے علاوہ ہیں۔ اور ضرورت ہے کہ کوئی دردمند پاکستانی ان کی اقوام متحدہ کے زمانے کی تقاریر اور کارکردگی پر الگ کتاب لکھے۔ تاکہ یہ تاریخ کا حصہ بن جائیں اور پاکستان کا تعلیم یافتہ طبقہ ان سے مستفید ہو سکے۔

محمد اقبال
چیف جسٹس (ریٹائرڈ) سردار محمد اقبال

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی

پیدائش سے وفات تک کے حالات ترتیب وار

۱۸۹۳ء ۶ر فروری کو سیالکوٹ کے محلہ نخاس میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۷ء ۱ر جون یعنی چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر میں میونسپل بورڈ سکول جانا شروع کیا۔ چھٹی کلاس تک یہیں تعلیم پائی۔ ساتویں کلاس میں امریکن مشن سکول میں داخل ہوئے۔ ۱۹۰۴ء ۳ر ستمبر کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۰۷ء میں امریکن مشن سکول سے فرسٹ ڈویژن میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور مزید تعلیم کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ ۱۶ر ستمبر کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہاتھ پر دستی بیعت سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۰۸ء ۲۶ مئی کو حضرت بانی سلسلہ کے جنازہ کے ساتھ لاہور سے قادیان گئے۔ ۲۷ر مئی کو قدرت ثانیہ کے مظہر اول حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کی بیعت کی۔ ۱۹۰۹ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف۔ اے کیا۔

۱۹۱۱ء میں گورنمنٹ کالج لاہور ہی سے فرسٹ ڈویژن میں بی۔ اے کیا۔ اور تقسیم انعامات کے موقع پر لفٹیننٹ گورنر سر لوئی ڈین نے اپنی تقریر میں چوہدری صاحب کا نام لے کر ہر مضمون میں اول آنے پر مبارک باد دی۔ یکم ستمبر کو قانون کی تعلیم کے سلسلہ میں انگلستان جانے کے لیے بمبئی سے روانہ ہوئے۔ ۱۹۱۳ء جولائی میں کالج میں موسم گرما کی تعطیلات میں روس، فن لینڈ اور سویڈن کی سیر کی اور روس کے حالات کی بنا پر اور ڈاکٹر آرنلڈ کی تحریک پر آپ نے یہ پروگرام بنایا کہ ہم روس جائیں اور کئی ماہ قیام کرکے وہاں کے اعلیٰ مسلم طبقہ سے رابطہ پیدا کریں، لیکن جنگ عظیم شروع ہو جانے کے باعث اس میں روک پیدا ہو گئی۔ ۱۹۱۴ء مارچ میں قدرت ثانیہ کے مظہر ثانی حضرت فضل عمر کی بیعت بذریعہ خط کی۔ کالج میں موسم گرما کی تعطیلات میں فرانس، بلجیم، ہالینڈ اور جرمنی کی سیر کی۔ جون میں لنکنز اِن سے بیرسٹری کی سند لی۔ اکتوبر میں کنگز کالج لندن سے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا اور لندن یونیورسٹی میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی۔ یکم نومبر کو انگلستان سے واپس بمبئی تشریف لائے۔ واپسی پر حج کرنے کی خواہش تھی مگر جنگ عظیم شروع ہو جانے کی وجہ سے سفر کرنا مشکل ہو گیا۔ دسمبر میں پریکٹس کا لائسنس ملا اور چیف کورٹ کے ایڈووکیٹ ہو گئے۔ ۱۹۱۵ء جنوری میں آپ نے اپنے والد چوہدری نصراللہ خاں صاحب جو سیالکوٹ کے مشہور وکیل تھے، کے ساتھ پریکٹس شروع کی۔ مارچ میں مبلغین کی اعلیٰ کلاس میں عورتوں کے حقوق کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ ۱۹۱۶ء ۳ر مارچ کو دارالسلطنت دہلی میں عظیم الشان جلسہ میں انگریزی میں تقریر کی۔ ۱۲ر اگست

مرتبہ :- مکرم مرزا خلیل احمد صاحب قمر وقف جدید - ربوہ

کو لاہور منتقل ہوگئے اور قانون کے رسالہ انڈین کیسیز کے اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ آپ کی رہائش ریلوے روڈ پر سید ممتاز علی ایڈیٹر
تہذیبِ نسواں کے ہاں تھی۔ دسمبر میں پٹنہ ہائی کورٹ میں پہلے کیس کی پیروی کی جو مونگھیر میں جماعتِ احمدیہ کی بیت الذکر کے قبضہ کا
کیس تھا۔ چیف جسٹس نے آپ کی نسبت بہت تعریفی کلمات کہے تھے جن کو اخبارات نے بھی شائع کیا۔ مقدمہ آپ نے جیت لیا۔ دسمبر میں
آپ کو مہاراجہ محمود آباد نے کھانے پر مدعو کیا اور ملاقات کا شرف بخشا۔ دسمبر میں آپ لکھنؤ میں ڈاکٹر علی نقی صاحب ولد شمس العلماء
مولوی میر حسن صاحب (جو علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے استاد تھے) کے ہاں ٹھہرے۔ ۱۹۱۷ء فروری میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب
اور آپ نے لاہور میں "کامیاب تقادیر" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ لاہور میں قانونی پریکٹس کا آغاز کیا اور چیف کورٹ بار ایسوسی ایشن
کے ممبر بنے اور ۱۹۱۷ء تا ۱۹۳۵ء لاہور چیف کورٹ میں پریکٹس کی۔ اپریل میں پہلی دفعہ چیف کورٹ میں پیش ہوئے۔
۱۵ر نومبر کو وزیر ہند مانٹیگو سے جماعتِ احمدیہ کے وفد نے ملاقات کی اس موقع پر آپ نے وفد کی طرف سے ایڈریس پیش کیا۔ امرتسر میں
ایک شخص سراج الدین کے احمدی ہونے پر اس کی بیوی نے فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا۔ اس مقدمہ کی آپ نے پیروی کی۔ یہ مقدمہ بھی آپ
نے جیت لیا۔ ۱۵ر نومبر کی شام کو حضرت فضل عمر نے وزیر ہند مانٹیگو سے ملاقات کی اس موقع پر آپ نے ترجمانی کے فرائض انجام دیئے۔
حکومت پنجاب کی قائم کردہ پبلسٹی کمیٹی کے اجلاس میں جماعت احمدیہ کی نمائندگی کی۔ ۱۹۱۸ء اپریل میں جماعتِ احمدیہ لاہور کی امارت
آپ کے سپرد ہوئی اس کے ساتھ ساتھ آپ صدر انجمن احمدیہ کے مشیر قانونی تھے اور جماعتی مقدمات میں بھی اکثر جایا کرتے تھے۔
۱۹۱۹ء ۲۲ر فروری کو آپ کی صدارت میں حضرت فضل عمر نے "اسلام اور تعلقات بین الاقوام" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ یکم اپریل
کو ڈلوس روڈ لاہور پر رہائش اختیار کی۔ مارشل لاء ٹربیونلز میں سردار حبیب اللہ اور سید محسن شاہ کے مقدمات کی پیروی کی۔ موسم گرما کی
تعطیلات کے بعد ۱۹۲۴ء تک لاء کالج لاہور میں بطور لیکچرار ضابطہ فوجداری اور رومن لاء پڑھاتے رہے۔ اکتوبر میں لاہور میں بازار
جج محمد لطیف کی حویلی نواب محبوب سبحانی میں رہائش اختیار کی۔ ۱۶ر دسمبر کو حضرت مصلح موعود کی ہدایت پر جماعت احمدیہ کا ایک وفد گورنر
پنجاب سر ایڈورڈ میکلیگن سے ملا آپ نے وفد کی طرف سے خیر مقدم کا ایڈریس پیش کیا۔ ۱۹۲۰ء ۱۳ر فروری تا ۲۷ر فروری حضرت فضل
عمر کے قیام لاہور اور تقاریر کے موقعہ پر انتظامات کئے۔ یکم جون کو الہ آباد میں خلافت کمیٹی کے اجلاس میں حضرت فضل عمر کا مضمون
"معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ" تقسیم کرنے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔ ۱۹۲۱ء ۴ر مارچ کو حضرت فضل عمر کی لاہور
تشریف آوری اور قیام طعام کے انتظامات انجام دیئے۔ ۲۳ر جون کو جماعت کا ایک وفد جس میں آپ شامل تھے وائسرائے ہند لارڈ
ریڈنگ سے شملہ میں ملا جس میں ترکی اور حجاز کے حقوق کی حفاظت کی طرف حکومت کو توجہ دلائی گئی۔ ۱۹۲۲ء ۲۴ر فروری تا ۲ر مارچ
حضرت فضل عمر کے قیام لاہور کے موقعہ پر آپ کو قیام طعام و دیگر انتظامات کی سعادت ملی۔ ۲۷ر فروری کو جماعت احمدیہ کی طرف سے شہزادہ
ویلز کی خدمت میں حضرت فضل عمر کی کتاب "تحفہ شہزادہ ویلز" پیش کی گئی جس کا انگریزی ترجمہ آپ نے کیا تھا۔ ۲۷ر فروری کو لاہور میں آپ کی
زیر صدارت حضرت فضل عمر نے روحانی نشاۃ ثانیہ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ ۲۸ر فروری کو حضرت فضل عمر کی دیال سنگھ کالج کے پرنسپل
سے گفتگو کے موقع پر ترجمانی کے فرائض انجام دیئے۔ اسی سال آپ نے قانون کے ایک رسالہ انڈین کیسیز کی ادارت سے علیحدگی اختیار
کر لی۔ آپ نے اپنی رہائش نسبت روڈ مجیٹھہ ہاؤس میں منتقل کر لی۔ ۱۹۲۳ء تحریک شدھی میں آپ نے اپنی خدمات پیش کیں۔
ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کے انتخاب میں کامیاب نہ ہو سکے۔ پہلی مرتبہ جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت میں شرکت کی۔ نومبر میں حضرت فضل
عمر کے لاہور کے قیام اور انتظامات کی توفیق ملی۔ آپ نے اخبار پیغام صلح کے مقدمہ کی رضاکارانہ پیروی کی۔ ۱۹۲۴ء ۶ر جون تا
۲ر جولائی ویمبلے کانفرنس کے لیے لکھے جانے والے حضرت فضل عمر کے مضمون "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" کا انگریزی ترجمہ کیا۔
۱۲ر جولائی کو انگلستان جانے کے لیے حضرت فضل عمر کے ساتھ قادیان سے روانہ ہوئے ۲۳ر اگست تا ۲۵ر اکتوبر حضرت فضل عمر
اور ساتھیوں کے قیام لندن کے انتظامات آپ کے سپرد تھے۔ ۴ر ستمبر کو مولوی نعمت اللہ کی کابل میں شہادت کے بعد آپ نے کابل
جاکر دین کی خاطر جان قربان کرنے کی پیشکش کی۔ ۵ر ستمبر کو افغان سفیر متعینہ فرانس کو اس شرمناک واقعہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے
خدا تعالیٰ سے ڈرنے کے متعلق قرآنی آیات پر مشتمل خط لکھے۔ اکتوبر میں پہلی دفعہ ہوائی جہاز پر سفر کیا۔ ۳۱ر اکتوبر تا ۱۸ر نومبر

پیرس سے بمبئی تک سفر کے انتظامات حضرت فضل عمر نے آپ کے سپرد فرمائے ۔ آپ کی امارت میں بیت الذکر دہلی دروازہ کی تعمیر شروع ہوئی اور 1925ء میں مکمل ہوئی ۔ 1925ء 16 - 17 جون کو امرتسر میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں حضرت فضل عمر کا مضمون تقسیم کیا ۔ گرمیوں میں کشمیر کا پہلا سفر کیا 1926ء آپ پنجاب کونسل کے ممبر منتخب ہوئے ۔ 1927ء 5 فروری کو جماعت احمدیہ کا ایک وفد جداگانہ نیابت کی تائید میں وائسرائے ہند سے ملا ۔ آپ نے وفد کی طرف سے ایڈریس پیش کیا ۔

26 فروری تا 5 مارچ کے حضرت فضل عمر کے قیام لاہور کے انتظامات اور اہم شخصیات کی ملاقات کا انتظام کیا ۔ فسادات لاہور کے موقعہ پر مسلمانوں کی امداد کے سلسلہ میں نمایاں کام کیا ۔ ورتمان کے مضمون پر مسلم آؤٹ لک کے احتجاج کے مقدمہ کی آپ نے نہایت شاندار پیروی کی جس کو ملک بھر کے مسلمان اخبارات نے سراہا ۔ اکتوبر ۔ برطانوی ارکان پارلیمنٹ کے سامنے مسلمانوں کا نقطہ نگاہ پیش کرنے کے لیے آپ انگلستان گئے ۔ 1928ء مارچ میں سائمن کمیشن کے سامنے جماعت احمدیہ کا وفد پیش ہوا ۔ آپ اس کے رکن تھے ۔

17 جون کو حضرت فضل عمر کی سیرت النبی کے جلسوں کی تحریک پر ایک جلسہ میں آپ نے تقریر کی ۔ نومبر میں آپ نے سائمن کمیشن کے سامنے پیش ہو کر پنجاب کونسل کے رکن کی حیثیت سے شہادتوں پر جرح کی ۔ الفضل کے مقدمہ کی پیروی کی 1929ء 15 جنوری کو آپ نے حضرت فضل عمر کے اعزاز میں سٹفل ہوٹل لاہور میں چائے کی دعوت دی جس میں معززین لاہور کثیر تعداد میں شامل ہوئے ۔ 1930ء 25 جون کو آپ نے سردار سکندر حیات کے ایما پر حضرت فضل عمر کو شملہ میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں شرکت کی درخواست کی ۔ آپ پنجاب کونسل کے بلا مقابلہ ممبر منتخب ہوئے ۔ گورنر پنجاب سر جیفرے کی طرف سے آپ کو ہائی کورٹ کی ججی کی پیشکش کی گئی ۔ پنجاب میں وزارت کی پیشکش کی گئی ۔ 12 نومبر تا جنوری 1931ء پہلی گول میز کانفرنس میں آپ بطور مسلمان نمائندہ شریک ہوئے ۔ 1931ء پریوی کونسل میں پہلی دفعہ کیس کی پیروی کی ۔ اپریل تا 1932ء آپ نے دہلی سازش کیس میں سینئر وکیل سرکار کے فرائض انجام دیئے ۔ ستمبر تا دسمبر آپ نے دوسری گول میز کانفرنس میں بحیثیت مسلمان نمائندہ شرکت کی ۔ 26 ، 27 دسمبر مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی کی بحیثیت صدر مسلم لیگ صدارت کی ۔ 1932ء یکم جنوری کو ایک حادثہ میں زخمی ہوئے ۔ گول میز کانفرنس کی مشاورتی کمیٹی میں شمولیت ۔ مارچ مجلس مشاورت میں تجویز کہ نظارت تعلیم و تربیت احمدیہ یونیورسٹی کا ڈھانچہ پیش کرے اور آپ کو اس کمیٹی کا ممبر نامزد کیا گیا ۔ وسط جون تا اکتوبر سر فضل حسین کی جگہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں عارضی تقرر ۔ وائسرائے کی کونسل میں عارضی تقرر کے وقت آپ پنجاب کونسل سے مستعفی ہو گئے تھے ۔ پھر آپ دوبارہ بلا مقابلہ پنجاب کونسل کے ممبر منتخب ہو گئے 17 نومبر تا دسمبر تیسری گول میز کانفرنس میں مسلمان نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے ۔ 1933ء 19 جنوری کو آپ تیسری گول میز کانفرنس سے واپس بمبئی پہنچے ۔ اپریل تا جولائی گول میز کانفرنس کے نتیجہ میں ہندوستانی آئین کی اصلاحات کی تجاویز کے سلسلہ میں کمیٹی میں آپکی شمولیت 2 ستمبر تا 7 ستمبر ٹورنٹو میں ہونے والی برٹش کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی وفد کی قیادت کی ۔ 9 دسمبر ۔ برطانیہ کی پارلیمنٹ کی مشترکہ کمیٹی کے سامنے شہادت دے کر واپس دہلی تشریف لائے ۔ 1934ء چیف جسٹس پنجاب ہائی کورٹ سر شادی لال کی طرف سے ہائی کورٹ کی ججی کی پیشکش ۔ سر شادی لال کی ریٹائرمنٹ پر وائسرائے ہند کی طرف سے پنجاب ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدہ کی پیشکش کی گئی ۔ 26 مارچ کو جماعت احمدیہ کے وفد کے رکن کی حیثیت سے وائسرائے ہند لارڈ ولنگڈن سے ملاقات کی ۔ جولائی تا نومبر اپنے خرچ پر لندن گئے تاکہ مسلمانوں کے مطالبات انگلستان کے اراکین پارلیمنٹ کے سامنے رکھے جائیں ۔ 1935ء مئی وائسرائے ہند کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر تجارت اور ریلوے بنے اور ستمبر ۔ ہاؤسنگ کنگ ایڈورڈ روڈ دہلی میں اختیار کی ۔ 12 اپریل کو قادیان میں اپنی کوٹھی بیت الظفر کی بنیاد حضرت فضل عمر سے رکھوائی ۔ 1936ء 4 دسمبر کو حضرت فضل عمر نے آپ سے گفتگو کر کے قادیان میں ٹیلیفون کا افتتاح کیا ۔ 1937ء مئی میں شاہ جارج ششم کی تخت نشینی کی تقریبات میں برطانوی ہند کی نمائندگی کی ۔ کامن ویلتھ وزرائے اعظم کی کانفرنس میں شمولیت ۔ اٹاوہ ٹریڈ ایگریمنٹ کے سلسلہ میں انگلستان اور دیگر یورپی ممالک کا دورہ کیا ۔ دسمبر جلسہ سالانہ کے موقعہ احمدیہ خلافت جوبلی منانے کی تحریک کی ۔

1938ء اٹاوہ تجارتی معاہدہ کے سلسلہ میں انگلستان اور یورپی وزرائے تجارت سے مذاکرات ۔ آخر میں پریوی کونسل میں ججی کی پیشکش ہوئی مگر ملکی آزادی کی خاطر جدوجہد کرنے کے مواقع سے محروم ہو جانے کے خدشہ سے معذرت کر دی ۔ 23 اپریل کو جماعت احمدیہ کے سامنے

خلافت جوبلی کی تحریک کی خصوصیت اور اہمیت واضح کی۔ ۱۹۳۹ء کے دوران قادیان کے ماحول میں تبلیغی مہم میں حصہ لیا اور مالی امداد بھی دی۔ ۲۷ مارچ کو ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں قائد اعظم نے آپ کے کام کی تعریف کرتے ہوئے آپ کو اپنا بیٹا قرار دیا۔ اپریل مشاورت میں خلافت جوبلی کے انتظامات کرنے والی کمیٹی کا صدر آپ کو مقرر کیا گیا۔ مئی میں قانون کی وزارت بھی آپ کو سونپی گئی۔ محکمہ وار سپلائی بھی آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ نومبر ڈومینین منسٹرز کانفرنس میں ہندوستان کی نمائندگی کی۔ لیگ آف نیشنز کی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کی۔ ۲۸ دسمبر حضرت فضل عمر کی خدمت میں خلافت جوبلی کے موقعہ پر جماعتہائے ہندوستان کی طرف سے ایڈریس پیش کیا۔ ۲۹ دسمبر کو ۲ لاکھ ستر ہزار کی رقم کا جوبلی فنڈ کا چیک حضرت فضل عمر کی خدمت میں پیش کیا۔ ۱۹۴۰ء ۵ فروری تا ۷ فروری آپ کو دہلی میں حضرت فضل عمر کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوا۔ فروری وائسرائے ہند کی ایگزیکٹو کونسل میں دوبارہ تقرر۔ ۲۲ فروری۔ وائسرائے ہند لارڈ لنلتھگو کے نام خط میں تقسیم ہندوستان کی تفصیل پہلی بار بیان کی۔ ۱۹ مارچ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تقسیم انعامات کی تقریب کی صدارت۔ ۲۹ مارچ آپ نے نواب بہادر یار جنگ کی قادیان میں مہمان نوازی کی۔ ۱۶ اپریل فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے چیف جسٹس سر مارس گوائر آپ کے ہاں قادیان آکر ٹھہرے۔ تفسیر کبیر جلد سوم کی اشاعت میں نمایاں حصہ لینے والوں میں آپ سر فہرست تھے۔ ۱۹۴۱ء ستمبر تا ۱ جون ۱۹۴۷ء فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج رہے۔ ۱۹۴۲ء جون تا اکتوبر چین میں انڈیا کے ایجنٹ جنرل کے فرائض انجام دیئے۔ چین سے ہی وائسرائے ہند کو آزادی ہند کی تجویز بھجوائی۔ پیسیفک ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستان کی نمائندگی کی۔ صدر امریکہ روزویلٹ سے ملاقات میں ہندوستان کو آزادی دینے کے لیے چرچل پر زور دینے کی ترغیب۔ ۱۹۴۳ء لنڈن میں بیماری کی وجہ سے دو ماہ قیام۔ شاہ جارج ششم کی والدہ ملکہ میری کے ہاں دعوت اور قصر بیڈمنٹن میں ایک روز قیام۔ لندن سے ہندوستان کو آزادی دینے کے سلسلہ میں وائسرائے ہند کو ایک تجویز۔ برطانوی وزیر اعظم چرچل سے وائسرائے ہند لارڈ لنلتھگو کے جانشین کے بارہ میں گفتگو۔ ۱۲ مارچ بروز جمعہ بعد نماز عصر جامع احمدیہ لیگوس کا سنگ بنیاد رکھا۔ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل افیئرز کا قیام اور اس کی صدارت۔ ۱۹۴۴ء ۲۳ مارچ کو لدھیانہ کے جلسہ فضل عمر میں تقریر کی۔ ۲۷ اکتوبر کو حضرت فضل عمر کی تحریک پر ایک زبان میں ترجمہ قرآن کا خرچ اپنے ذمہ لیا۔ ۱۹۴۵ء ۱۷ فروری کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستان کی آزادی کے حق میں تقریر۔ ۲۲ فروری انگلستان میں ہندوستان سٹینڈرڈ کے نمائندہ کو انٹرویو مارچ میں برطانوی ریڈیو پر ہندوستان کی آزادی کے لیے اہم تقریر فرمائی۔ ۱۵ مارچ رائل انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل کانفرنس کے مندوبین کی دعوت کے موقعہ آزادی ہند کی تائید میں زبردست تقریر کی۔ مئی میں ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد کے لیے انگلستان تشریف لے گئے۔ مئی میں پنڈت نہرو کی طرف سے اقوام متحدہ کے اجلاس میں ہندوستان کی نمائندگی کرنے کی پیشکش۔ ۱۹۴۶ء جنوری حکومت ہند کی طرف سے عدالت انصاف میں نامزدگی مگر آپ منتخب نہ ہو سکے۔ ۱۵ اپریل کو تعلیم الاسلام کالج قادیان کی لیبارٹری کی بنیادی اینٹ رکھی۔ ۱۹۴۷ء ۵ مارچ کو آپ کی کوششوں سے وزیر اعظم پنجاب خضر حیات نے مسلم لیگ کی راہ ہموار کرنے کے لیے استعفیٰ دیدیا ۱۰ جون کو انڈیا کی فیڈرل کورٹ کے جج کے منصب سے مستعفی ہو گئے۔ جون تا ۲۲ دسمبر تک نواب آف بھوپال سر حمید اللہ کے آئینی مشیر رہے۔ جون میں قائد اعظم نے آپ کو پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کو کہا۔ وسط جون تا ۱۷ جولائی بھوپال کے کیس کے سلسلہ میں انگلستان رہے۔ ۲۰ تا ۳۱ جولائی پنجاب باؤنڈری کمیشن ریڈکلف ایوارڈ کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کیا۔ اگست تا وسط ستمبر بھوپال میں رہے۔ ۲۲ ستمبر تا ۸ دسمبر قائد اعظم کی ہدایت پر اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کی قیادت کی اور فلسطین کے مسئلہ پر عالم اسلام کی تاریخی خدمات انجام دیں۔ ۹ دسمبر وزیر اعظم لیاقت خان نے آپ کو وزیر اعلیٰ پنجاب سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور وزیر خارجہ پاکستان کے عہدوں کی پیشکش کی اور ساتھ ہی کہا کہ قائد اعظم آپ کو وزیر خارجہ بنانا چاہتے ہیں۔ ۲۵ دسمبر کو وزیر خارجہ پاکستان کے عہدے کا حلف اٹھایا۔ ۱۹۴۸ء ۴ جنوری کو برما کے جشن آزادی میں پاکستانی نمائندے کے طور پر شرکت کی۔

۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۴ء وزارت خارجہ کے دوران لیبیا۔ اریٹریا۔ مالی۔ سینیا۔ صومالیہ۔ سوڈان۔ تونس۔ مراکش۔ الجزائر وغیرہ ممالک کی آزادی کے لیے نمایاں جدوجہد کی۔ ۱۹۵۱ء ترکی، لبنان اور شام کے ممالک کا دورہ کیا۔ ۱۹۵۲ء ۲ مارچ مصر اور عراق کے ممالک کا دورہ کر کے واپس کراچی پہنچے۔ ۱۹۵۲ء مئی میں وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے کہا کہ آپ جماعت احمدیہ کراچی کے جلسہ میں تقریر

نہ کریں۔ آپ نے کہا میں وعدہ کر چکا ہوں۔ آپ کو پسند نہ ہو تو میرا استعفیٰ حاضر ہے۔ ۱۸ مئی کو کراچی میں جماعت احمدیہ کے جلسہ میں
"اسلام زندہ مذہب ہے" کے عنوان پر تقریر کی۔ ۱۹۵۳ء دمشق ایران اور اردن کے ممالک کا دورہ کیا اور سربراہوں سے ملاقات کی۔
۱۹۵۴ء ۲۰ جنوری کو کراچی سے لاہور آتے ہوئے ریل کے حادثہ میں زخمی ہوگئے۔ حادثہ کے وقت آپ تہجد کی نماز ادا کر رہے تھے۔
۱۹۵۴ء ۲۸ فروری تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی تقسیم انعامات کی تقریب کے مہمان خصوصی بنے۔ مئی میں سندطاس کے منصوبہ کے سلسلہ میں
عالمی بنک سے کامیاب مذاکرات کئے۔ ستمبر سیٹو کانفرنس میں پاکستان کی طرف سے نمائندگی کی۔ ۷ راکتوبر بین الاقوامی عدالت انصاف
کے جج منتخب ہوئے جس کے نتیجے میں آپ نے وزیر خارجہ کے منصب سے استعفیٰ دیدیا۔ ۷ راکتوبر ۱۹۵۴ء تا ۵ فروری ۱۹۶۱ء تک بین الاقوامی
عدالت انصاف کے جج رہے۔ ۱۹۵۵ء ۳۰ راپریل کو حضرت فضل عمر کے سفر یورپ بسلسلہ علاج کے موقعہ پر خدمت کی سعادت حاصل کی۔
۹ ردسمبر کو ہیگ ہالینڈ میں جماعت احمدیہ کے تعمیر کردہ خانہ خدا کا افتتاح کیا۔ ۱۹۵۷ء ۲۲ جون ہمبرگ جرمنی میں خانہ خدا کا افتتاح کیا۔
۱۹۵۸ء بین الاقوامی عدالت انصاف کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ ۸ ارمارچ کو عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۲ رمارچ کو سعودی
عرب کے شاہ سعود سے ملاقات ہوئی۔ ۱۹۶۰ء ۱۰ راکتوبر کو تفسیر صغیر کا انگریزی ترجمہ تقریباً ۹ ماہ کی مدت میں مکمل کیا۔ آخر میں
ہیگ سے کیمبرج میں رہائش اختیار کی۔ وزیر خارجہ پاکستان کی طرف سے صومالیہ میں اقوام متحدہ کے نمائندہ کے عہدہ کی پیشکش
۱۹۶۱ء بین الاقوامی عدالت انصاف کے جج کے انتخاب میں کامیاب نہ ہوسکے۔ ۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۲ء مجلس افتاء کے صدر رہے
بعد میں تا وفات اعزازی رکن رہے۔ ۱۹۶۱ء مارچ حکومت سپین کے ایک تنازعہ کے سلسلہ میں قانونی مشورہ کے واسطے میڈرڈ گئے
جولائی میں فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر پاکستان کی طرف سے اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندے کے عہدے کی پیشکش۔
۱۲ اگست کو نیویارک میں پاکستان کے مستقل نمائندے کا چارج سنبھال لیا۔ ٹرینیڈاڈ کے جشن آزادی میں بطور نمائندہ پاکستان شرکت کی
۱۹۶۲ء ۱۹ ستمبر کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے سترھویں اجلاس کے صدر ہوئے۔ نومبر امریکی صدر کینیڈی سے ملاقات اور مسئلہ کشمیر
پر بات چیت۔ ۱۹۶۳ء صومالیہ۔ کینیا۔ ٹانگانیکا۔ یوگنڈا۔ سوڈان۔ طرابلس۔ تونس۔ الجزائر۔ مراکش وغیرہ ممالک کا دورہ کیا۔ جون
میں روس کا دورہ کیا اور روسی لیڈر خروشیف سے ملاقات کی اور مسئلہ کشمیر کے حل پر زور دیا۔ ۱۲ جون کو بیت محمود زیورچ کا افتتاح
کیا۔ ۱۹۶۴ء ۵ فروری اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب کے عہدے سے مستعفیٰ ہوئے۔ ۶ رفروری کو عالمی عدالت
انصاف کے دوسری بار جج منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۵ء نومبر جزائر فجی اور نیوزی لینڈ کا دورہ کیا۔ ۹ رنومبر کی رات کو جماعت احمدیہ
کے تیسرے نومنتخب امام کی عمر خواب میں بتائی گئی۔ آپ نے بذریعہ خط حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی بیعت کی ۱۹۶۶ء آپ
کو فضل عمر فاونڈیشن کا تاحیات صدر مقرر کیا گیا ۱۹۶۷ء مارچ میں حج بیت اللہ کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۷۰ء ۱۸ فروری کو عالمی
عدالت انصاف کے چیف جسٹس منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۳ء ۵ فروری کو عالمی عدالت انصاف کی صدارت سے سبکدوش ہوئے۔
۶ رفروری کو ایک مبشر خواب کی بنا پر تمام دنیاوی امور ترک کر کے بقیہ زندگی خدمت دین میں صرف کرنے کی غرض سے ہیگ سے
احمدیہ مشن ہاؤس لندن میں منتقل ہوگئے اور ۱۹۸۳ء تک کے عرصے میں متعدد کتب و تراجم کا کام کیا۔ جس میں ایک اہم ترین کام
حضرت بانی سلسلہ کی منتخب تحریرات کا تین جلدوں میں انگریزی ترجمہ ہے۔ ۱۹۷۴ء کے پرآشوب دور میں قدرت ثانیہ کے مظہر
ثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے آپ کو بیرون پاکستان کی جماعتوں کا نگران مقرر فرمایا۔ ۱۹۷۸ء لنڈن میں کسر صلیب کانفرنس
میں مقالہ پڑھا اور ایک اجلاس کی صدارت کی۔ ۱۹۸۰ء ۲۷ ردسمبر جلسہ سالانہ پر آخری تقریر "حضرت مصلح موعود کے متعلق میری یادیں"
کے موضوع پر کی۔ ۱۹۸۲ء ۱۰ جون قدرت ثانیہ کے مظہر ثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی وفات پر پاکستان آئے اور نئے امام جماعت کے
انتخاب کی کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کی۔ نئے امام کے انتخاب کے بعد جماعت احمدیہ کے چوتھے امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے آپ کے
ہاتھ کو جماعت کے درمیان واسطہ بنا کر جماعت احمدیہ سے بیعت لی۔ ۱۰ ستمبر بیت البشارت سپین کی افتتاحی تقریب میں شامل
ہوئے۔ ۱۹۸۳ء لنڈن سے مستقل طور پر لاہور منتقل ہوئے اور وفات تک صاحب فراش رہے۔
۱۹۸۵ء یکم ستمبر آپ ایک کامیاب زندگی گزار کر تقریباً ساڑھے بانوے سال کی عمر میں صبح پونے نو بجے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوگئے۔

نوٹ: یہ انٹرویو محترم ملک صلاح الدین صاحب مؤلف اصحابِ احمد نے لاہور میں ۶ جنوری ۱۹۸۳ء کو حاصل کیا تھا۔ یہ انٹرویو حضرت چوہدری صاحب نے بعد تحریر خود ملاحظہ فرمایا اور بعض ترامیم فرمائیں۔ اب تک یہ انٹرویو شائع نہیں ہوا۔ ادارہ انصاراللہ یہ انٹرویو پہلی دفعہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ غالباً یہ حضرت چوہدری صاحب مرحوم کا آخری انٹرویو بھی ہے۔ اِس کی اشاعت کے لئے ہم ملک صاحب کے ممنون ہیں۔ (تکرار سے بچنے کیلئے بعض حصّے حذف کر دیئے گئے ہیں)

سوال خاندانی حالات کے بارے میں کچھ تذکرہ فرمائیں۔

جواب ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میرے وطن میں آباد ہماری ساری برادری ایک ہی مورثِ اعلیٰ کی اولاد ہے جس میں سے ایک حصّہ سکھ ہو گیا اور ایک حصّہ حسبِ سابق ہندو ہی رہا۔ برادری کے اس ہندو حصّہ میں سے ہمارے کسی بزرگ نے بھی دس بارہ پُشت پہلے اسلام قبول کر لیا۔ معلوم نہیں قبولِ اسلام کس کی تبلیغ سے یا کس طرح ہوا اس کی تفصیل کسی کو معلوم نہیں۔ میرے ہوش کے وقت ابھی ایک دو خاندان ہندو موجود تھے۔

سوال آپ کے خاندان کا دینی ماحول کیسا تھا۔

جواب میرے دا دا جان اور میرے والد صاحب دونوں وہابی تھے۔ پابند صوم و صلوٰۃ تھے سو شرک و بدعت کا ہمارے ہاں کوئی شائبہ تک نہ تھا۔

سوال آپ کا نام ظفراللہ خان کس کی طرف سے رکھا گیا تھا۔

جواب میرے والدین کے ہاں مجھ سے پہلے تین چار بچے چھوٹی عمر میں وفات پا چکے تھے سو غالباً بطور تفاول میرا نام نہ معلوم کس نے "اللہ رکھا" رکھا لیکن میرا حقیقی نام شروع سے ہی ظفراللہ خاں ہے جو والدین نے نہیں بلکہ ممکن ہے کہ میرے دادا جان نے رکھا ہو۔

سوال بچپن میں آپ نے کس کس سکول میں تعلیم پائی۔

جواب میں سیالکوٹ میں ڈسٹرکٹ بورڈ سکول میں تعلیم پا رہا تھا جب والد صاحب نے احمدیت قبول کر لی تو اس وقت امریکن مشن سکول کے ایک احمدی ٹیچر کی تحریک پر والد صاحب نے اِس سکول میں مجھے داخل کرا دیا۔ اِس مشن سکول میں پانچ چھ اساتذہ احمدی تھے مثلاً منشی کرم دین صاحب، سید امیر علی صاحب، سید نواب شاہ صاحب، ماسٹر غلام محمد صاحب اور عزیز دین صاحب۔ ماسٹر غلام محمد صاحب احمدیہ جماعت کے نائب صدر تھے۔ وہ کئی مضامین پڑھاتے تھے اور میری طرف بہت توجہ دیتے تھے۔ ان کے بیٹے عبدالحمید صاحب میرے ہم جماعت تھے۔ بعد میں ڈائریکٹر آف ہیلتھ کی حیثیت سے قادیان بھی دَورہ پر آتے رہے تھے اور حضرت فضلِ عمر سے رابطہ رکھتے تھے اور ملاقات کرتے تھے اور میرے ساتھ بھی تعلقات رکھتے تھے اور شملہ آنے پر میرے ہاں ہی ان کا قیام ہوتا تھا۔ ماسٹر غلام محمد صاحب بعد میں غیر مبائع ہو گئے تھے۔ عزیز دین صاحب مرحوم بعد میں ملازمت ترک کرکے مرکز کی طرف سے انگلستان میں تجارت کے سلسلہ میں کام کرتے رہے اور اب ۱۹۸۲ء کے اواخر میں ان کے بیٹے عبدالعزیز دین صاحب نے وفات پائی ہے جو انگلستان کے نیشنل پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ رہے ہیں۔

سوال آپ کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے آپ کے والد ماجد نے کیا انتظام کیا۔

جواب جیسا کہ مَیں ذکر کر چکا ہوں قرآن مجید ناظرہ پڑھانے کا آپ نے اہتمام کیا۔ مجھے بھی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ موسمی تعطیلات میں اپنے ننھیال چلا گیا اور ساتھ ہی اپنے ہم سبق لڑکوں کے سیپارے بھی لے گیا جو کہ وہ میرے جزدان میں ہی رکھ دیتے تھے۔ مَیں ساتھ اِس لئے لے گیا تاکہ وہ میری غیر حاضری میں آگے سبق نہ پڑھ لیں۔

والد ماجد اِس بات کو سمجھتے تھے کہ قرآن مجید کی تعلیم سے واقفیت کی کتنی اہمیت ہے۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ نے مولوی فیض الدین صاحب امام بیت کبوتراں والی سے قرآن مجید باترجمہ میرے پڑھنے کا انتظام کیا۔ مولوی صاحب نے بھی والد صاحب کی طرح حضور کے ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ تشریف لانے کے موقع پر ہی بیعت کی تھی۔ چونکہ میری آنکھوں میں ککرے ہو گئے تھے اور موسمِ گرما میں آنکھوں میں تکلیف کی شدّت کی وجہ سے مجھے اندھیرے کمرے میں وقت گزارنا پڑتا تھا اِس لئے ترجمہ قرآن مجید پڑھنے کی رفتار بھی بہت کم ہوتی تھی۔

میٹرک کے امتحان میں چھ ماہ باقی تھے کہ والد صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ کتنا ترجمہ پڑھ لیا ہے۔ مَیں نے عرض کی کہ ساڑھے سات پارے۔ فرمایا کہ امتحان تک تو زیادہ سے زیادہ تم نو پارے پڑھ سکو گے میری خواہش ہے کہ تم اس امتحان سے پہلے سارے ترجمہ سے گذر جاؤ سو تم مترجم قرآن مجید سے خود ترجمہ پڑھ لیا کرو اور شام کو غیر مترجم قرآن مجید سے مجھے سُنا دیا کرو۔ شام کو آپ گھر ہوتے تھے۔ سو صبح دو رکوع کے قریب ترجمہ دیکھ لیتا تھا شام کو آپ کو سُنا دیتا تھا۔ سو مَیں نے سارا ترجمہ پڑھ لیا۔ یہ آپ کا مجھ پر بڑا بھاری احسان ہے۔ اِس طرح مجھے قرآن مجید سے محبت ہو گئی جو کلامِ الٰہی ہے اور اسلام کی بنیاد ہے۔

مجھے بھی دینی بہتری میں شامل رکھنے کے لئے والد صاحب ۱۹۰۴ء میں اپنے ساتھ لاہور لے گئے تھے جہاں حضرت بانئ سلسلہ کی تقریر ہونا تھی۔ والد صاحب نے ابھی احمدیت قبول نہ کی تھی اور میری عمر ابھی صرف ساڑھے گیارہ سال کی تھی۔

سوال حضرت بانئ سلسلہ کا ذکر آپ نے کتنی عمر میں اور کیسے سُنا۔

ع خدائے پاک کا کلمہ تھا ایک۔ ظفراللہ

(تصویر بشکریہ مخزن تصاویر مرکزیہ)

(بائیں سے دائیں) مفتئ لبنان۔ حضرت چوہدری صاحب۔ لبنان کے وزیر اعظم جناب السیّد سمیع الصلح۔ پارلیمنٹ کے سپیکر السیّد احمد الاسعد۔ بیروت کے دارالافتاء میں ۲۲ فروری ۱۹۵۲ء کو چوہدری صاحب کے اعزاز میں تقریبِ استقبالیہ۔ (تصویر بشکریہ: مخزنِ تصاویر مرکزیہ)

(فوٹو بشکریہ بشیر رفیق خان صاحب)

لائبیریا کے صدر آنجہانی ولیم ٹب مین (انتہائی بائیں جانب) کی بیت الفضل لندن میں تشریف آوری۔ ۱۹۶۶ء

اپنے آقا کے ساتھ عقیدت اور محبت کا ایک انداز - ۱۹۷۸ء لندن ائرپورٹ (فوٹو بشکریہ: محترم بشیر رفیق خان صاحب)

جماعت احمدیہ دمشق کے ساتھ یکم ستمبر ۱۹۵۵ء

(دائیں سے بائیں) مکرم مولوی رشید احمد چغتائی صاحب مربی سلسلہ، الحاج محمد الحصنی، السید منیر الحصنی امیر جماعت، حضرت چوہدری صاحب، الحاج بدرالدین الحصنی

(فوٹو بشکریہ مولوی رشید احمد چغتائی صاحب)

جلسہ سالانہ ۱۹۸۰ء میں آخری تقریر کے بعد باہر تشریف لا رہے ہیں

فضلِ عمر فاؤنڈیشن
کے پہلے بورڈ آف ڈائریکٹرز
کے اراکین

(دائیں سے بائیں بیٹھے ہوئے) محترم شیخ محمد احمد مظہر صاحب۔ محترم کرنل عطاء اللہ صاحب مرحوم۔ حضور۔ حضرت چوہدری صاحب تاحیات صدر۔ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب۔ (کھڑے ہوئے) محترم شیخ مبارک احمد صاحب۔ محترم میر محمد بخش صاحب مرحوم۔ محترم شیخ محمد حنیف صاحب۔ محترم چوہدری انور احمد کاہلوں صاحب۔ محترم میر داؤد احمد صاحب مرحوم۔
(فوٹو بشکریہ: مخزن تصاویر مرکزیہ)

کسرِ صلیب کانفرنس ۱۹۷۸ء۔
قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث کے ساتھ
(فوٹو بشکریہ: مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب)

مجلس عاملہ جماعتِ احمدیہ انگلستان کے ساتھ ۱۹۷۶ء میں (فوٹو بشکریہ: بشیر رفیق خان صاحب)

ملائشیا سنگاپور کی جماعت کے ساتھ (فوٹو بشکریہ: مخزن تصاویر مرکزیہ)

جماعتِ احمدیہ
لندن کے چند
احباب کے ساتھ
بیت الفضل
کے دروازے پر

(فوٹو بشکریہ: بشیر رفیق خان صاحب)

ع ذہانتوں کی علامت بصیرتوں کا امیں

برطانیہ کا دارالعوام ۱۹۷۸ء (دائیں سے بائیں) محترم حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب مرحوم، حضرت چوہدری صاحب، محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب
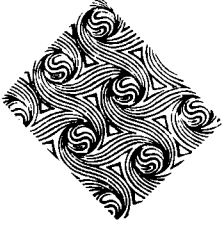
اکتوبر ۱۹۴۷ء میں شامی یونیورسٹی میں خطاب کے بعد مشاہیرِ شام کے ساتھ۔ بائیں سے دوسرے مشہور اخوان لیڈر ڈاکٹر مصطفٰے السباعی ہیں۔ (فوٹو بشکریہ: شیخ نور احمد منیر صاحب)

دمشق ۲۳ مارچ ۱۹۵۰ء۔ افرادِ جماعتِ احمدیہ شام کے ساتھ (فوٹو بشکریہ: مخزن تصاویر مرکزیہ)

(بشکریہ بشیر رفیق خان صاحب)

۱۹۵۴ء میں لاہور میں تعلیم الاسلام کالج کی کانووکیشن کے موقع پر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کالج کے پرنسپل تھے

جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۵۷ء کا ایک یادگار منظر۔ صدارت چوہدری عبداللہ خاں صاحب برادرِ اصغر حضرت چوہدری صاحب۔ مقرر چوہدری صاحب موصوف۔

جواب میں مدرسہ میں زیر تعلیم تھا اور بچہ ہی تھا کہ وہاں حضور کے بارے میں علم ہوا۔
میری عمر سات آٹھ سال کی ہوگی کہ ڈسٹرکٹ بورڈ ہائی سکول سیالکوٹ کے ایک مدرس مولوی عبد الکریم یا عبد الحکیم صاحب سے قرآن مجید ناظرہ پڑھنے کا انتظام والد صاحب کی طرف سے کیا گیا۔ وہ احمدی نہیں تھے۔ عمر کے لحاظ سے بزرگ ہونے کی وجہ سے انہوں نے مجھ سے احمدیت کا کیا ذکر کرنا تھا لیکن وہ تین چار لڑکے جو میرے ساتھ اس سبق میں شامل ہو گئے تھے مذاق وغیرہ کے رنگ میں حضور کا ذکر مجھ سے کرتے رہتے تھے۔ ان میں سے ایک نے مجھے کہا کہ تمہارے والد مرزائی ہو گئے ہیں یا ہونے والے ہیں تمہارا کیا خیال ہے چونکہ مولوی صاحب موصوف دینی لحاظ سے میرے استاد تھے یعنی قرآن مجید پڑھانے والے تھے اس لئے میں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کی مذہبی رائے صائب ہوگی یہ جواب دیا کہ دینی معاملہ میں مولوی صاحب کی بات میں قبول کروں گا لیکن حضرت بانیٔ سلسلہ کی اوّلین زیارت کے بعد میرا تعلق حضور سے ہمیشہ کے لئے قائم ہو گیا۔

سوال حضرت بانیٔ سلسلہ کی اوّلین زیارت کا شرف آپ کو کب اور کہاں حاصل ہوا اور اس کا کیا اثر آپ نے محسوس کیا۔

جواب لاہور میں حضرت بانیٔ سلسلہ کی تقریر جو ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو ہوئی تھی اس کے سننے کے لئے والد صاحب مجھے بھی اپنے ساتھ سیالکوٹ سے لے گئے تھے۔

سوال آپ کی والدہ ماجدہ کی بیعت کی کیا تفصیل ہے۔

جواب والدہ صاحبہ بالکل ان پڑھ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے احمدیت قبول کرنے سے پہلے ان کی روحانی تربیت کا سامان رؤیا ہائے صالحہ کے ذریعہ کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے آپ نے شرک بکلّی ترک کر دیا اور آپ کا ایمان اللہ تعالیٰ پر قوی ہو گیا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ کے بارے آپ رؤیا دیکھ چکی تھیں۔ حضور ۱۹۰۴ء میں لاہور سے سیالکوٹ تشریف لائے آپ زیارت کے لئے جانے لگیں تو والد صاحب چونکہ بیعت کرنے کے بارے غور کر رہے تھے آپ نے والدہ صاحبہ سے کہا کہ میرے فیصلہ سے پہلے بیعت نہ کریں لیکن والدہ صاحبہ اس محکم یقین پر قائم تھیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کی رہبری کرتا ہے اس لئے کہنے لگیں کہ اگر مرزا صاحب وہی ہیں جو مجھے رؤیا میں دکھائے گئے ہیں پھر میں نہیں رکوں گی۔ چنانچہ حضور کو رؤیا والا پا کر آپ نے بیعت کے لئے عرض کیا اور حضور نے بیعت قبول فرمائی اور والد صاحب کو آ کر بیعت کر لینے کا بتایا اس پر والد صاحب ناراض ہوئے۔

سوال آپ کے والد ماجد بیت کبوتراں والی کے مقدمہ میں مولوی مبارک علی صاحب کے وکیل تھے اور اس میں جماعت احمدیہ کے دفاع کے لئے آپ حضرت بانیٔ سلسلہ کی کتب کا مطالعہ کر چکے تھے اور حضور سے متاثر تھے اور پھر کرم دین والے مقدمہ میں حضور کی طرف سے گواہ صفائی کے طور پر پیش ہوئے تھے اور حضور کی وہاں ملاقات سے اور حضور کو قریب سے دیکھنے پر حضور کی صداقت کے آپ قائل ہو چکے تھے ان حالات میں انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کو بیعت سے اپنے فیصلہ تک رکنے کے لئے کیوں کہا تھا؟

جواب میں نے اس بارے میں غور کیا ہے میرے نزدیک بے شک والد صاحب حضور کی صداقت کے قائل ہو چکے تھے لیکن اس وقت شدید مخالفت تھی وہ چاہتے تھے کہ کوئی اور شخص بھی ان کے دوستوں میں سے احمدیت قبول کر لے تاکہ ایک ساتھی میسر آ جائے چنانچہ حضور کے سیالکوٹ تشریف لانے پر خواجہ محمد امین صاحب وکیل کو بھی حضور کی ملاقات کے لئے آپ لے گئے اور پھر پوچھا تو خواجہ صاحب نے بیعت کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور آپ سے کہا کہ نماز فجر کے لئے مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔ میں بھی ساتھ ہی تھا۔ راستہ میں خواجہ صاحب کو اطلاع دی کہ وہ ساتھ چلیں لیکن انہوں نے معذرت کر دی۔ اس پر والد صاحب نے اپنے عزم کے مطابق بیعت کر لی مزید انتظار کرنے سے احتراز کیا۔
خواجہ صاحب موصوف گو عمر بھر احمدیت کے مدّاح رہے

لیکن انہوں نے احمدیت قبول نہ کی۔ ان کی اکلوتی بیٹی محترمہ احمد اللہ بیگم صاحبہ ہیں جو چوہدری بشیر احمد صاحب کاہلوں کی اہلیہ ہیں اور عرصہ دراز تک وہ لاہور میں صدر لجنہ اماء اللہ رہیں۔

سیالکوٹ میں عام طور پر بھی احمدیت کی مخالفت تھی اور مخالفانہ وعظ ہوتے رہتے تھے لیکن حضور کی ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ میں تشریف آوری پر مخالفت کا شدید جوش تھا جس کا اس سے علم ہوتا ہے کہ حضور کی آمد پر حنفی مولویوں نے فتویٰ دیا کہ جو کوئی (حضرت) مرزا صاحب کو دیکھنے بھی گیا تو اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ چنانچہ بعض لوگوں نے چونکہ حضور کو دیکھا اس لئے انہوں نے دوبارہ اپنے نکاح پڑھوائے۔ یہ عجیب بات ہوئی کہ حنفیوں کی مخالفت کی وجہ سے وہابی علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ جنہوں نے دوبارہ نکاح پڑھوائے ہیں ان کے نکاح دوبارہ نکاح پڑھوانے کی وجہ سے ٹوٹ گئے ہیں۔

ایک مولوی عبدالحکیم نامی کسی سرکاری محکمہ میں ناظر تھے ان کے متعلق کسی نے حضرت بانیٔ سلسلہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی صاحب موصوف نے بیان کیا ہے کہ مجھے آواز آئی ہے کہ

"زلزلہ کا دھکا مرزا سچا"

حضور نے دریافت فرمایا آیا ان مولوی صاحب نے مجھے قبول کر لیا ہے۔ تو عرض کیا گیا کہ اس نے قبول نہیں کیا۔ حضور نے یہ سنکر فرمایا کہ وہ شقی ازلی ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنے واضح طور پر بتایا گیا پھر بھی وہ قبول نہیں کرتا۔

سوال آپ نے کب بیعت کی اور کیا منصب سمجھ کر بیعت کی تھی۔

جواب مَیں نے ۱۶ ستمبر ۱۹۰۴ء کو جب حضرت بانیٔ سلسلہ کو دیکھا تو اسی وقت ایمان لے آیا اور مجھے حضور کی صداقت کے بارے بفضلہ تعالیٰ کبھی تذبذب نہیں ہوا چنانچہ مَیں والدہ صاحبہ سے کہا کرتا تھا کہ مَیں آپ سے پہلے ایمان لے آیا تھا۔ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ حضور کی صداقت کے بارے مجھے خوابیں اس سے پہلے آچکی تھیں اور مَیں اس وقت ہی ایمان لے آئی تھی۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ۱۹۰۷ء میں والد صاحب کو تحریر فرمایا کہ ظفر اللہ خاں کو اب بیعت کر لینی چاہیئے۔ مَیں نے یہ خط پڑھا اور جب تعطیلات موسم گرما ہوئیں تو والد صاحب کے ساتھ قادیان آ گیا اور حضرت بانیٔ سلسلہ کی دستی بیعت بیت المبارک میں کر لی۔ مَیں شروع سے ہی حضور کو صادق اور مامور من اللہ یقین کرتا تھا اور حضور کے تمام دعاوی پر ایمان رکھتا تھا۔

سوال ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کے استاد شمس العلماء میر حسن صاحب کے تأثرات حضرت بانیٔ سلسلہ کے بارے میں کیا تھے۔

جواب مَیں ان کو بچپن میں جانتا تھا۔ میر حامد شاہ والی مسجد میں وہ نماز ادا کیا کرتے تھے اور ان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ نے جب اپنی جوانی میں سیالکوٹ میں ملازمت کی تھی تو اسی محلہ میں قیام تھا جس میں میر حسن صاحب رہائش رکھتے تھے اور اُس زمانہ سے حضور سے متاثر تھے اور حضور کا بہت ادب کرتے تھے۔

سوال ڈاکٹر محمد اقبال صاحب اور ان کے والد صاحب اور ڈاکٹر صاحب کے بڑے بھائی کے متعلق اپنی کچھ معلومات مہربانی کر کے بیان فرمائیں۔

جواب ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کے والد صاحب کو مَیں بچپن میں ہی جانتا تھا۔ وہ ٹوپی دوزی کا کام کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی طالب علمی کے زمانہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ کی مدافعت میں سعد اللہ لدھیانوی کے خلاف نظم لکھی تھی اور ایک نکاح کے بارے میں حضرت مولوی نورالدین صاحب سے فتویٰ حاصل کیا تھا۔ اپنی پہلی بیوی کے بیٹے آفتاب اقبال کو قادیان میں تعلیم دلوائی تھی جو چند سال پہلے اپنے ایک بیٹے کو بیت الفضل لندن میں میرے پاس لائے تھے کہ اسے احمدی بنا لیں۔ مَیں نے بتایا کہ پہلے اسے تعلیم احمدیت سے واقف ہونا چاہیئے احمدیت کا قبول کرنا کسی ایسوسی ایشن کی ممبری قبول کرنا نہیں۔

ڈاکٹر صاحب کو ولایت میں تعلیم ان کے بڑے بھائی

نے دلائی تھی اور ڈاکٹر صاحب ان کے ممنون اور قدر دان
تھے۔ بھائی احمدیت میں پختہ تھے۔ ڈاکٹر صاحب جس وقت
اپنے بھائی کے گھر میں رہائش رکھتے تھے تو ڈاکٹر صاحب کے
بعض ساتھیوں نے احمدیت کے خلاف کسی موقع پر نامناسب
بات کہی تو آپ کے بھائی نے کہا کہ میں آپ لوگوں کو گھر سے
نکال دوں گا۔ ڈاکٹر صاحب نے معذرت خواہی کے رنگ
میں کہا کہ میں نے تو (حضرت) مرزا صاحب کے خلاف کبھی کوئی
بات نہیں کہی۔ بھائی نے کہا کہ آپ سے میل جول والے ایسی
باتیں کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے بھائی نے قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثانی
کی بیعت نہیں کی تھی۔ پھر ایک دفعہ میں سیالکوٹ گیا اور ان کو
آمادہ کیا تو انہوں نے حضرت فضلِ عمر کی بیعت کرتے وقت
عرض کیا کہ میں نے حضرت بانیٔ سلسلہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی
اور میں ہمیشہ اس پر قائم رہا ہوں میں اب آپ کی بیعت کرتا
ہوں۔ ان کے بیٹے شیخ اعجاز احمد صاحب نے غالباً ۱۹۳۶ء
میں حضور کی بیعت کی تھی اور ہمیشہ جلسہ سالانہ پر قادیان میرے
ساتھ جاتے تھے۔

گو ڈاکٹر صاحب اور خواجہ حسن نظامی صاحب نے بہت
اصرار کے ساتھ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی تشکیل پر اس کی صدارت
حضرت فضلِ عمر کو دلائی تھی اور پھر دوسرے سال بھی۔ لیکن
احمدیت کا ایک شدید معاند ڈاکٹر صاحب کا ہم جلیس تھا اُسکے
احمدیت کے خلاف متواتر کان بھرنے کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب
بالآخر مخالف ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے بچوں کا
گارڈین اپنے بھتیجے شیخ اعجاز احمد صاحب کو مقرر کرنا چاہا لیکن
پھر بتایا کہ علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ایک کافر کسی مسلمان کا
گارڈین نہیں بن سکتا لیکن پھر اپنی وصیّت میں جو تین گارڈین
افراد کی کمیٹی مقرر کی ان میں شیخ صاحب کا بھی نام تھا۔ شیخ
صاحب نے حضرت فضلِ عمر کی خدمت میں عرض کیا کہ میں تین میں
سے ایک ہوں باقی دو میں سے ایک شدید مخالفِ احمدیت ہے۔
طے تو وہی ہؤا کرے گا جو باقی دو چاہیں گے میرا تو یونہی نام
ہو گا۔ کیا میں مستعفی ہو جاؤں؟ حضور نے یہ مشورہ دیا کہ آپکے
چچا کے آپ پر بہت احسان ہیں اور آپ اب ان کی یہی خدمت
کر سکتے ہیں کہ آپ مشورہ کے وقت نیک نیّتی سے اپنی رائے
دے دیا کریں چنانچہ انہوں نے استعفیٰ نہیں دیا اور عملاً اس
کمیٹی میں کبھی اختلاف نہیں ہؤا۔

ڈاکٹر صاحب کے بھائی چندہ دینے میں وسیع حوصلہ تھے
ایک عید کے موقع پر بعض احباب نے آٹھ آٹھ آنے کے قریب
عید فنڈ ادا کیا جو کہ ایک روپیہ ہوتا ہے تو بھائی صاحب نے
عہدہ دار سے کہا کہ ان سب کی کمی مجھ سے لے لیں۔

سوال قدرتِ ثانیہ کے مظہر اوّل کی آپ سے
شفقت وغیرہ کے بارے میں مہربانی کرکے
کچھ بیان فرمائیں۔

جواب حضرت مولوی نورالدین صاحب گھوڑے
سے گرنے کی وجہ سے چہرہ پر زخم آنے سے
بیمار تھے۔ جب میں بی۔ اے کا امتحان دے کر قادیان چلا
گیا سارا دن حضور کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ آپ کی ایسی
حالت میں عیادت کرنے کے لئے احباب آتے تھے۔ آپ قرآن مجید
کا درس بھی دیتے تھے۔ مریضوں کو بھی دیکھ لیتے تھے اور
صدر انجمن احمدیہ کے کاغذات آنے پر انہیں بھی ملاحظہ
فرماتے اور پھر درس و وعظ جاری رہتا۔ ایک دفعہ اذان ہوئی
تو آپ نے فرمایا کہ سب دوست خانۂ خدا میں جائیں۔ میں
بھی جانے لگا تو مجھے آپ نے روک لیا۔ وہیں چھ سات افراد
کی معیّت میں آپ نماز ادا فرما لیتے تھے اور چارپائی پر ہی
کعبہ رُخ ہو جاتے اور شیخ محمد تیمور صاحب امامت کراتے
تھے۔ ایک روز غالباً نماز عصر کے وقت شیخ صاحب موجود
نہ تھے تو شفقت سے حضور نے مجھے فرمایا: میاں تم نے بھی
تو قرآن مجید پڑھ لیا ہؤا ہے تم نماز پڑھاؤ۔ میں نے شکر
کیا کہ یہ نماز جہری قرأت والی نہیں اور تعمیلِ ارشاد میں
نماز پڑھائی۔

عصر کے وقت صحن میں سایہ ہو جانے پر حضور صحن میں
چلے جاتے تھے اور مغرب تک وہاں ٹھہرتے تھے۔ چونکہ
عصر کے بعد مدرسہ کے طلباء کھیل کے لئے جاتے تھے
ایک روز حضور نے مجھ سے پوچھا تم کھیل کے لئے نہیں جاتے
میں نے عرض کیا کہ میں جہاں ہوں اچھا ہوں۔

ایک دن ایندھن کی لکڑیاں آئیں آپ کے شاگردوں
نے ڈیوڑھی سے اندر پہنچانی شروع کیں اس وقت میں

بہت کمزور تھا۔ میں نے بھی ایک لکڑی اُٹھائی لیکن حضور نے مجھے روک دیا اور فرمایا چھوڑ دیں یہ آپ کا کام نہیں۔

دریافت کرنے پر میں نے عرض کیا کہ میرے امتحان کے پرچے اچھے ہوگئے ہیں۔ مبارک اسمٰعیل صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ میں کامیاب ہوگیا ہوں تو اسی وقت میں حضور کی خدمت میں واپس گیا اور یہ خط دکھایا۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد جو بھی اس روز آپ کے پاس آیا آپ اس سے ذکر کرتے کہ ہمیں آج بہت خوشی ہے ظفر اللہ خاں کامیاب ہوگیا ہے اور ان کو پہلے ہی پاس ہو جانے کی امید تھی۔

سوال کیا کبھی آپ نے کوئی کھیل تعلیمی زندگی میں کھیلی ہے۔

جواب میٹرک تک مجھے کئی سال تک آشوبِ چشم کی تکلیف رہی اس لئے مجھے موسمِ گرما میں اندھیرے کمرے میں رہنا پڑتا تھا اور میں پڑھائی ان دنوں بہت کم کرتا تھا۔ ایف۔ اے کی تعلیم کے وقت میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اگر میں اس میں کامیاب نہ ہوا تو تعلیم ترک کر دوں گا۔ میرے مضامین بھی زیادہ محنت والے تھے یعنی سائنس، عربی اور انگریزی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے آرام آگیا اور میں روزانہ بارہ گھنٹے پڑھائی کرتا تھا اور پھر اب تک آنکھوں کی کوئی تکلیف مجھے نہیں ہوئی۔

سوال کیا قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل حضرت مولوی نورالدین صاحب نے آپ کو قانون کی تعلیم پانے کے لئے ولایت جانے کی اجازت دی تھی۔

جواب والد صاحب کا ایک خط حضور کی خدمت میں کئی باتوں کے بارے میں میں نے پیش کیا۔ حضور مختصر گو اور مختصر نویس تھے ہر ایک بات کا جواب آپ نے حاشیہ پر دیا۔ ولایت جانے کے بارے میں تحریر فرمایا کہ والد صاحب اور میں دونوں استخارہ کریں اگر اطمینان ہو تو اجازت ہے۔ ایک خاص بات یہ تھی کہ کئی طلباء نے اس دفعہ ولایت جانے کی اجازت چاہی تھی لیکن آپ نے ان کو اجازت نہیں دی تھی۔

سوال مہربانی کر کے حضرت فضلِ عمر کی قبولیتِ دعا کے ایک دو واقعات بیان فرمائیں۔

جواب (۱) میں نے دیکھا ہے کہ دُعا کے لئے عرض کرنے پر بعض دفعہ حضرت فضلِ عمر ایسی طرز سے جواب دیتے تھے کہ میں دعا کروں گا کہ میں سمجھتا تھا کہ یہ دعا قبول ہو جائے گی۔

مثلاً شیخ اعجاز احمد صاحب برادر زادہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کی خواہش پر ۱۹۲۴ء میں میں نے حضور کی خدمت میں لندن میں ان کے لئے دعا کی درخواست کی۔ غالباً سب ججی کا معاملہ تھا۔ حضور کے جواب کی طرز سے ہی میں نے سمجھ لیا کہ یہ دعا قبول ہو گی۔ بعد ازاں وہ اس ملازمت کے حصول میں کامیاب ہو گئے تھے۔

(۲) گوجرانوالہ کے شیخ صاحب دین صاحب اور ان کے ملازم پر جعلی نوٹ بنانے کے الزام میں سرکاری طور پر الگ الگ فوجداری مقدمات دائر ہوئے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور کے عزا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مجسٹریٹ نے ملازم کا بیان اس کے مقدمہ میں قلمبند کیا تھا۔ چونکہ الزام کے بارے میں اور تو کوئی شہادت نہ تھی اس ملازم کی گواہی پر بنیاد رکھ کر شیخ صاحب دین صاحب کو پانچ سال قید کی سزا دی گئی۔

> یہ دُعا عجیب رنگ اور غیر معمولی حالات میں پوری ہوئی۔

اِس مقدمہ کے فیصلہ کے بارے میں قانوناً براہِ راست ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی۔ ظاہر ہے کہ یہ جُرم شدید نوعیت کا تھا۔ حضرت فضلِ عمر کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ میں دعا کروں گا اور یہ دعا عجیب رنگ میں غیر معمولی حالات میں پوری ہوئی۔

اپیل میں شیخ صاحب دین صاحب کے وکیل نے یہ نکتہ پیش کیا کہ دوسرے ملزم کا بیان بطور ثبوت شیخ صاحب کے خلاف قبول نہیں کیا جا سکتا تھا چنانچہ ہائی کورٹ کے جج نے اِس نکتہ کو قبول کرتے ہوئے اپیل منظور کر لی اور عدالتِ ماتحت کا فیصلہ کالعدم کر دیا اور شیخ صاحب بَری ہو گئے۔ بعد میں ایک اور مقدمہ میں اِس نکتہ کے بارے میں

شیخ صاحب والے مقدمہ کا فیصلہ ایک اور جج ہائی کورٹ کے سامنے پیش کیا گیا اُس نے فُل بنچ سے اس کا فیصلہ کروانا چاہا جس نے اس نکتہ کو رَدّ کر دیا لیکن شیخ صاحب تو بَری ہو چکے تھے۔ گویا جو کھڑکی شیخ صاحب کی بریّت کی کھلی تھی وہ حضور کی دعا کا غیر معمولی نتیجہ تھی ورنہ یہ کھڑکی دوسروں کیلئے ہمیشہ کے لئے بند کر دی گئی۔

سوال حضرت فضلِ عمر کا آپ سے جو مشفقانہ سلوک رہا اس کا مختصراً ذکر فرمائیں۔

جواب ولایت سے تعلیم حاصل کر کے مَیں واپس آیا تو جنوری تا اگست ۱۹۱۵ء والد صاحب کے ساتھ سیالکوٹ میں پریکٹس کی اور کام سیکھا لیکن مَیں اِس عرصہ میں اس کام سے اُکتا گیا تھا۔ پھر مَیں لاہور چلا آیا اور رسالہ انڈین کیسز کے نائب ایڈیٹر کے طور پر کام کرنے لگا۔ ۱۹۱۶ء میں بیت احمدیہ مونگھیر کے مقدمہ کی پیروی کے لئے حضرت فضلِ عمر نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مَیں اس کی پیروی کروں حالانکہ مَیں نے لاہور میں ہائی کورٹ اور ماتحت عدالتوں میں اِس عرصہ میں ایک کیس بھی نہیں لیا تھا۔ میرے لئے اِس مقدمہ کی پیروی ایک انوکھی چیز تھی کیونکہ مَیں اس کے حالات سے بالکل ناواقف اور خالی الذہن تھا۔ مَیں پٹنہ پہنچا تو سیّد وزارت حسین صاحب مرحوم نے فقہی لحاظ سے مطلوبہ تمام حوالہ جات مہیّا کر رکھے تھے مَیں نے یہ تمام کچھ اور مقدمہ کے حالات کے مطابق قانونی کام ایک ہی روز میں کر لیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مقدمہ میں کامیابی ہوئی۔

یہ کامیابی محض حضرت فضلِ عمر کی دعاؤں کا نتیجہ تھی۔

اپریل ۱۹۱۵ء میں دہلی میں جماعتِ احمدیہ کا جلسہ سالانہ منعقد ہونا تھا اور اس میں اردو اور انگریزی میں تقریریں ہونی تھیں مجھے حضور کی طرف سے ارشاد ہوُا کہ NEED OF RELIGION کے موضوع پر انگریزی میں اِس جلسہ میں تقریر کروں مَیں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے پبلک سپیکنگ کا ذرّہ بھر تجربہ نہیں۔ فرمایا مَیں نوٹ لکھوا دیتا ہوں چنانچہ ان نوٹوں کو مَیں نے پھیلایا۔ پھر ہمیشہ یہی طریق رہا کہ جب بھی ضرورت پیش آتی حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کر کے نوٹ لے لیتا اور مضمون تیار کر لیتا تھا اور آپ کی برکات، توجہ اور دعاؤں سے کامیابی ہوتی تھی۔

۱۹۱۷ء میں ہندوستان میں آئینی اصلاحات کے لئے وزیرِ ہند مسٹر مانٹیگو ہندوستان آئے تو جماعتِ احمدیہ کا ایک وفد بھی ان سے ملا۔ وفد کے لیڈر حضرت نواب محمد علی خاں صاحب تھے۔ ایڈریس مَیں نے پڑھا تھا۔ پھر مسٹر مانٹیگو سے حضرت فضلِ عمر کی ملاقات ہوئی اُس ملاقات میں حضرت فضلِ عمر کا مَیں ترجمان تھا حضور کے منشاء کے مطابق مَیں نے ایک ایک فقرہ کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ آپ نے ساری بات اُردو میں کر لی تو اس کا ترجمہ کیا۔ اِس میں یہ مشکل تھی کہ ترتیب بھی وہی قائم رکھنی ہوتی تھی اور مفہوم بھی۔ پھر حضور خود بھی انگریزی پوری طرح سمجھتے تھے۔ گویا کہ ساتھ ہی نگرانی ہو رہی ہوتی تھی کہ صحیح ترجمانی ہوئی ہے یا نہیں مَیں حسبِ ضرورت اپنی طرف سے آپ کے منشاء کی وضاحت بھی کر دیتا تھا آپ میری ترجمانی سے خوش ہوئے۔

مَیں حضرت فضلِ عمر کا ترجمان تھا

حضرت فضلِ عمر سے میرا تعارف ۱۹۰۴ء میں ہوُا تھا جبکہ حضرت بانیٔ سلسلہ سیالکوٹ تشریف لائے تھے۔ آپ ۱۹۱۴ء میں امام جماعتِ احمدیہ بنے۔ ۱۹۱۵ء سے ہی آپ کی مشفقانہ توجہ مجھ پر ہوئی جو ہمیشہ بڑھتی رہی اور وہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر مرحلہ پر میرے لئے برکات کا موجب بنی ورنہ من آنم کہ من دانم۔

سوال حضرت فضلِ عمر کا کوئی ارشاد خاص طور پر قابلِ توجہ ہو اور صرف آپ ہی کو اس کا علم ہو مہربانی کر کے بیان فرمائیں۔

جواب جب مَیں نے حضرت فضلِ عمر کی خدمت میں آپ کی پچیس ۲۵ سالہ خلافت جوبلی منانے کی تجویز پیش کی تو فرمایا کہ اپنے بارے میں جوبلی منانے میں مجھے انقباض ہے۔ البتہ چونکہ سلسلہ احمدیہ کے قیام پر پچاس سال پورے ہوتے ہیں اِس وجہ سے مَیں جوبلی منانے کی اجازت دیتا ہوں لیکن ساتھ ہی تاکیداً فرمایا کہ سلسلہ احمدیہ کی صد سالہ جوبلی بڑی شان سے منانا۔ استفسار پر مَیں نے یہ بات قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی خدمت میں بیان کر دی تھی۔

سوال حضرت امّاں جان کی شفقت کا کوئی واقعہ آپ بیان فرما سکتے ہیں۔

جواب انگلستان میرے روانہ ہونے سے پہلے میرے والد صاحب اور میرے ماموں چوہدری عبداللہ خان صاحب مجھے لے کر قادیان حاضر ہوئے۔ خاندانی اراضیات کے منتظم میاں جُمّاں بھی ساتھ تھے تو حضرت امّاں جان نے ازراہِ شفقت غالباً دوپہر کے کھانے کے لئے ہمیں بُلایا۔ یہ کھانا آپ نے اپنے ہاتھ سے تیار کیا تھا۔ والدہ صاحبہ کا حضرت امّاں جان سے بہت جوڑ تھا۔

سوال بعض بزرگوں کے متعلق آپ کچھ بتا سکیں تو مَیں ممنون ہوں گا۔

جواب (۱) حضرت ڈاکٹر سیّد عبدالستار شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ فخر بخشا کہ ان کو حضرت سیّدہ اُمِّ طاہر صاحبہ جیسا وجود عطا کیا۔ ان کو حضرت بانیٔ سلسلہ نے جب کہ وہ گود میں تھیں بہو کے طور پر منتخب کیا لیکن محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات جلد ہی ہو گئی پھر اسی تعلق کی بناء پر حضرت فضلِ عمر نے انہیں اپنی زوجیت میں لے لیا اور ہر دو کے اکلوتے فرزند کو اللہ تعالیٰ نے قدرتِ ثانیہ کا مظہرِ رابع بنایا ہے۔ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

(۲) حضرت سیّدہ امۃ الحی صاحبہ: حضرت بانیٔ سلسلہ نے ایک لڑکی کا رشتہ تجویز کیا تو لڑکی کے والد نے یہ تجویز منظور نہ کی۔ یہ سُنکر حضرت مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا کہ حضرت صاحب مجھے اپنی بیٹی امۃ الحی کے متعلق فرمائیں کہ اس کا رشتہ متابی چوڑھی کے لڑکے سے کر دو تو کر دوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس جذبہ کو قبول کیا اور حضرت فضلِ عمر جیسے وجود کی زوجیت ان کو میسّر فرمائی۔

(خاکسار انٹرویو لینے والے کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کو یہ یقین کامل تھا کہ ان کی یہ بیٹی ایسی سعادتمند ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ کی طرف سے ایسی تجویز ہونے پر اسے قبول کر لیں گی اور قبول نہ کر کے اپنے والد کے لئے تکلیف کا موجب نہ بنیں گی۔ حضرت چوہدری صاحب کو اس نظریہ سے اتفاق ہے۔)

(۳) حضرت بانیٔ سلسلہ کی ولادت ۱۸۳۵ء میں ہوئی ۱۹۸۲ء میں آپ کی دختر حضرت سیّدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ زندہ ہیں گویا تقریباً ڈیڑھ سو سال کا طویل رابطہ حضرت بانیٔ سلسلہ کے وجود سے قائم ہے۔

سوال بزرگوں کے ادب کی برکات اور بے ادبی کے بُرے نتائج کے بارے میں اپنا تجربہ بیان فرمائیں۔

جواب شیخ محمد تیمور صاحب کے والد شیخ عبدالوہاب صاحب جموں میں وکیل تھے۔ ان کا وطن پسرور ضلع سیالکوٹ تھا۔ وہ دہریہ تھے۔ ان کے بیٹے شیخ محمد تیمور صاحب کو حضرت مولوی نورالدین صاحب نے اپنی نگرانی اور تربیت میں لے لیا تھا۔ انہوں نے علی گڑھ میں تعلیم پائی۔ اپنی علالت میں قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل حضرت مولوی نورالدین صاحب نے خلافت کے بارے میں جو مختصر وصیّت فرمائی تھی وہ شیخ محمد تیمور صاحب کے پاس ہی رکھوائی تھی۔ اس وقت حضور کی ایسی حالت تھی کہ زیادہ لکھنے کا وقت نہیں تھا اس میں صرف "محمود" لکھا تھا۔ کچھ صحت یاب ہونے پر حضور نے اسے تلف فرما دیا تھا۔

میرے ولایت تعلیم کے لئے جانے سے پہلے مَیں قادیان میں ٹھہرا تو شیخ صاحب بھی وہاں تھے۔ ہمارا باہمی میل جول بہت زیادہ تھا۔ ان کو فٹ بال کھیلنے کا بہت شوق تھا۔ مَیں بیت المبارک میں مغرب کی نماز کے لئے ان کے لئے جگہ رکھتا تھا اور وہ نماز میں شریک ہوتے تھے۔

اِس قیام کے دَوران سیّد بشارت احمد صاحب وکیل اور میر محمد سعید صاحب حیدر آباد دکن سے آئے ہوئے تھے۔ سیّد صاحب سُناتے تھے کہ مجھے حضرت مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا تھا کہ مَیں ان کے ساتھ کھانا کھایا کروں۔ ایک روز کھانا آیا تو حضور نے فرمایا کہ شیخ صاحب آلیں تو ہم کھانا شروع کریں۔ لیکن مَیں نے کہا کہ آپ ان کا انتظار کر لیں ہم تو کھانا کھاتے ہیں سیّد صاحب نے کہا کہ مجھ پر حقیقت کُھل چکی تھی کہ شیخ صاحب آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں۔

شیخ صاحب کا واقعہ انہی ایّام کا ہے کہ ان کو قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل حضرت مولوی نورالدین صاحب بخاری شریف پڑھا رہے تھے اور انہوں نے سبق کے دَوران کئی بار کوئی بات

ایک حدیث کے بارے میں پوچھی جس کا جواب حضور نے غالباً نہ سننے کی وجہ سے نہ دیا۔ وہ آگے بڑھنے لگے تو حضور کی توجہ اس حدیث کی طرف ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ اس کے متعلق بات بتائی تھی تو شیخ صاحب نے کہا کہ میں نے تو کئی بار پوچھا تھا آپ نے جواب نہ دیا تو میں آگے بڑھنے لگا۔ حضور نے یہ سنکر فرمایا کہ شیخ آج ناراض ہو گیا ہے۔ گویا حضور تو ہر طرح دلداری سے پیش آتے تھے لیکن شیخ صاحب میں کبر کی کوئی رمق تھی۔

اس وقت شیخ محمد تیمور صاحب کا یہ حال تھا کہ بظاہر ان میں کوئی خرابی معلوم نہ ہوتی تھی اور وہ حضرت فضل عمر سے محبت رکھنے والوں میں تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ابھی آپ (حضرت فضل عمر) کی بیعت کرنے کو تیار ہوں تو حضرت فضل عمر نے فرمایا تھا کہ ایک خلیفہ کی زندگی میں ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے لیکن جب خلافت ثانیہ پر حضور کا انتخاب ہوا تو جماعتِ مبائعین سے الگ ہی ہو گئے بلکہ دہریہ ہو گئے۔

میں جب ۱۹۱۴ء میں قانون کی تعلیم پا کر سیالکوٹ واپس آیا تو میں بیت سے باہر نکلا تو وہ سامنے سے گذر رہے تھے تو میں نے ان کی اس دینی حالت کے مدّنظر دوسری طرف منہ پھیر کر مصافحہ کیا تو انہوں نے میرے بارے میں کسی سے شکوہ کیا کہ اتنا گہرا دوستانہ رہا ہے اور اب ایسی بے رُخی دکھائی ہے۔

تقسیم ملک کے بعد ان سے ایک پرانے دوست نے ان کے اکلوتے بیٹے کے بارے دریافت کیا جو انگلستان میں مقیم تھا تو کہنے لگے کہ میں اسے ہستی باری تعالیٰ کے دلائل تحریر کرتا رہتا ہوں۔

وزیر اعلیٰ فرنٹیئر عبدالقیوم خاں نے شیخ صاحب کو پشاور یونیورسٹی کا وائس چانسلر مقرر کرنا چاہا تو لیاقت علی صاحب وزیر اعظم کو اپنی سفارش میں لکھا کہ اس منصب کے لئے یہ بہترین شخص ہیں اور میرے متعلق لکھا کہ ان سے بھی دریافت کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ لیاقت علی صاحب نے مجھے یہ سفارش دکھائی اور میں نے اس کی تصدیق کی۔ اس پر وہ وائس چانسلر مقرر کر دیئے گئے۔

سوال

آپ کے پیغامات مطلوب ہیں

- احمدی بچوں کے لئے۔
- احمدی نوجوانوں کے لئے۔
- احمدی خواتین کے لئے۔

جواب

ہمارے بچوں کو یوروپین رسوم و اقدار کی پیروی بلاوجہ کرنے سے محترز رہنا چاہیئے۔

ہماری اپنی دینی اقدار ہیں جو کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہیں ہمیں ان پر قائم رہنا چاہیئے۔ میں ہمیشہ اس امر کی تلقین کرتا ہوں محض اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ سے وابستگی کی وجہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ غلبۂ دینِ حق کا باعث بنانے والا ہے۔ سو بچوں کو جن پر کل سارا بوجھ پڑنے والا ہے قرآن مجید کی تعلیم دینی چاہیئے تاکہ وہ اپنی ذمّہ داریوں کو ادا کرنے کے قابل ہو سکیں۔

اگر ہم پوری توجہ دیں تو ہر ملک کے حتّٰی کہ یورپ و امریکہ کے احمدی بچے بھی تربیت پا کر معیاری احمدی بن سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر میں ایک نوجوان کا ذکر کرتا ہوں وہ انگلستان میں رہائش پذیر ہے۔ اس کی بیوی انگریز ہے۔ اس نوجوان کو دعوت الی اللہ کا بہت شوق ہے۔ چھ سات انگریز اس کے ذریعہ احمدیت قبول کر چکے ہیں۔ اس خاندان کی تربیت کا یہ حال ہے کہ میں نے اس نوجوان کو حضرت بانیٔ سلسلہ کی وہ دعائیں پڑھائیں جو آپ نے جلسہ سالانہ پر آنے والوں کے لئے کی ہیں اور کہا کہ جلسہ سالانہ پر اس دفعہ کم از کم دو بچوں کو ربوہ بھجوا دیں۔ پاسپورٹ اکٹھا تھا الگ الگ کرانے میں دقت تھی وقت صرف ہوتا عزم کر لینے پر یہ مشکل بھی جلد حل ہو گئی۔ پھر اس دفعہ فلائٹ ساری پُر تھیں یہ مشکل بھی حل ہو گئی۔ ۲۱۔ دسمبر کو ایک سپیشل فلائٹ کا انتظام ہوا۔ یہ خاندان ہمارے ہاں ٹھہرا۔ تیرہ اور چودہ سال کے یہ بچے نمازِ تہجد کے لئے اُٹھتے تھے اور میرے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ بیت المبارک کی باجماعت نمازِ تہجد میں شریک ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک جب دس سال کا تھا تو امتحان میں اپنی جماعت میں اوّل آیا۔ اس نے اپنے خط میں لکھا کہ استاد نے میرے اوّل آنے پر تعجب کا اظہار کیا ہے لیکن وہ دعاؤں کی قوّت سے ناواقف ہے۔

ایسی مثالیں ہمارے بچوں اور نوجوانوں کے لئے نمونہ ہیں اور قابلِ تقلید ہیں۔ میں ہمیشہ بچوں اور نوجوانوں کو محبت سے ان کی تربیت کی خاطر دینی باتیں سمجھاتا ہوں۔

احمدی نوجوانوں کیلئے پیغام

پیدرو آباد (سپین) کی اوّلین بیت یعنی بیت بشارت کی افتتاحی تقریب میں مَیں نے اپنی تقریر میں دو بڑی نعمتوں کا ذکر کیا تھا جو اُمّتِ محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ وہ ہیں ایک سلسلۂ مجدّدین اور ایک نظام قدرتِ ثانیہ۔ اِس صدی کا مجدّد اور خلیفہ ایک ہی وجود میں موجود ہیں اور یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے جو جماعتِ احمدیہ کو حاصل ہے جس سے دوسرے محروم ہیں۔

امام جماعت کی اپنی اپنی خصوصیّت ہے :-

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خصوصیّت یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ استحکامِ خلافت ہُوا۔

حضرت فضلِ عمر کی خصوصیّت یہ ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ کا الہام

"مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

توسیعِ پیغامِ احمدیت کے رنگ میں پورا ہُوا۔

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے خصائص نصرت جہاں سکیم، فضلِ عمر فاؤنڈیشن اور صد سالہ جوبلی منصوبہ ہیں جو اشاعتِ دین میں بھاری توسیع کا موجب ہوئے اور ہوں گے۔

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ رابع حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کا انتخاب ہی بہت بڑا نشان ہے۔ آجکل تو میونسپل کمیٹی کا انتخاب بغیر جوت پیزار کے نہیں ہوتا۔ جماعتِ احمدیہ جو تمام دُنیا میں پھیل چکی ہے اس کے چوتھے امام جماعت کا انتخاب چالیس منٹ میں ہو گیا۔ یہ فعلی شہادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اس جماعت پر ہے۔

اے احمدی نونہالو اور پیارے نوجوانو! نظامِ قدرتِ ثانیہ ایک عظیم نعمت ہے اس کا دامن مضبوطی سے تھام لو۔ اِس نعمت کی قدر کرو۔ تمام دینی و دنیوی نعماء اس کی برکت سے پاؤ گے اور اپنی نسلوں کی ایسی تربیت کرتے چلے جاؤ کہ ان کے دل نظامِ قدرتِ ثانیہ کی محبت سے معمور رہیں اور وہ ہمیشہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ کی شرائطِ ایمان اور عملِ صالح کو پورا کرتے رہیں اور اِس بارے میں ہمیشہ دعائیں بھی کرتے رہو۔

احمدی خواتین کیلئے پیغام

حضرت بانیٔ سلسلہ کے مبعوث ہونے کی غرض اللہ تعالےٰ نے آپ کے الہام میں یہ بتائی ہے

يُحْيِ الدِّيْنَ وَيُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ

کہ آپ دینِ حق کا احیاء کریں گے اور شریعت کو قائم کریں گے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت امّاں جان سختی سے پردہ کی پابند تھیں۔ گو وہ گھر سے باہر بھی تشریف لے جاتی تھیں اور بعض افراد کو بُلوا کر کام کے لئے بھی کہتی تھیں۔ سو آپ کی تقلید میں احمدی خواتین بھی پردہ کی پوری پابندی کریں۔ عدمِ پابندی کے شدید نقصانات کے بارے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ نے جماعت کو متنبّہ فرما دیا ہے۔

عام جماعت کیلئے پیغام

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ارشادِ خداوندی سے انحراف کی وجہ سے مسلمان رُو بہ انحطاط ہوئے۔ اب جماعتِ احمدیہ کا فرض ہے کہ وہ اِس فریضہ کو ادا کرے اور وہ ادا کر رہی ہے اور یہ امر مثمر ثمراتِ حسنہ ہو رہا ہے۔ میرا پیغام یہی ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ اور جماعت احمدیہ کے ائمہ کے ارشادات کے تتبّع میں ہمیں اِس طرف پوری توجہ کرنی چاہیئے تاکہ دوسری صدی کامل غلبۂ دینِ حق کی صدی بنے۔

احباب کو یہ امر مستحضر رہے کہ ہمارا کام احسن طریق سے پیغامِ حق پہنچانا ہے۔ ہمیں تو علم نہیں ہوتا کہ سُننے والوں میں سے کون اس سے نیک اثر لے گا لیکن تجربہ بتاتا ہے کہ سعید رُوحیں اثر لیتی ہیں۔

مَیں نے دہلی میں ایک دفعہ اسلام کے بارے میں لیکچر دیا۔ سامعین میں سے ایک ہندو طالبعلم نے موٹر کے پاس آ کر مجھے کہا کہ مَیں آپ سے پھر ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ مَیں نے کہا جب چاہیں آپ آ جائیں۔ وہ جب آئے تو میرے سیکرٹری نے پوچھا کہ کیا آپ کا یہ نام ہے۔ انہوں نے تصدیق کی۔ ملاقات میں انہوں نے پوچھا کہ آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہو گیا مَیں نے کہا کہ سٹوڈنٹس یونین کا پریذیڈنٹ مجھے واپس چھوڑنے جا رہا تھا اس سے مَیں نے معلوم کر لیا تھا۔

انہوں نے مجھے دعا کے لئے کہا۔ مَیں نے کہا کہ ہندو مذہب میں تو دعا کی گنجائش نہیں۔ اس میں تو کرم کی فلاسفی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مَیں صرف پیدائشی ہندو ہوں مذہبًا نہیں۔

سو انہوں نے مجھ سے رابطہ رکھا۔ قرآن مجید اور ریاض الصالحین منگوائیں۔ جوانی سے ہی وہ بہت متاثر ہوئے۔ ایک دفعہ انکی ڈیوٹی بمبئی ڈاک پر تھی۔ ایک دن رات کو ان کو تاخیر ہوگئی اور وہ پریشان تھے کہ کیسے واپس پہنچیں۔ اتنے میں ایک انگریز موٹر میں جا رہے تھے کہ آپ کے پاس موٹر لے آئے۔ یہ بشپ آف بمبئی تھے۔ پوچھنے پر بتایا کہ مَیں پیدائش کے لحاظ سے ہندو ہوں۔ قابلِ قبول مذہب اسلام ہے اور قرآن مجید کی رُو سے میرے نزدیک مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ تو بشپ صاحب نے کہا کہ THIS IS AN OLD HERESAY (یہ پُرانی باتیں ہیں)۔

ایک دفعہ ان کے مسلمان افسر سے انہوں نے ذکر کیا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف توحید پر اس قدر پختہ تھا اور آپؐ نے اس کی اِس قدر تاکید کی تھی مگر اگرچہ مسلمان قبر پرستی وغیرہ بدعتوں میں ملوّث ہوگئے تاہم وہ حضورؐ پر درود شریف پڑھتے ہیں اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ان سے دعا مانگتے نہیں۔ اس ہندو دوست نے تو صحیح بات کہی لیکن وہ مسلمان اسلامی تعلیم سے ایسا غافل تھا کہ کہنے لگا کہ ہم حضور سے دعا مانگتے ہیں۔ کون کہتا ہے کہ نہیں مانگتے۔

اس نوجوان نے مجھ سے رابطہ رکھا اور اسلامی کتب کا مطالعہ کرتے رہے۔ وہ مسلمانوں سے محبت رکھتے تھے۔ تقسیمِ ملک کے وقت وہ ایک بڑے عہدہ پر تھے اور انہوں نے اپنا نام پاکستان میں ملازمت میں رہنے کے لئے دے دیا تھا لیکن ان کے مسلمان احباب نے ان سے کہا کہ یہاں حالات خراب ہیں ہم آپ کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لے سکتے اور ہمدردی سے ان کو مجبور کر کے ہندوستان بھجوا دیا۔ پھر وہ ایک بہت بڑے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ ملازمت میں تقسیمِ ملک کے بعد انہوں نے امریکہ میں اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کی۔

جب ان کی شادی ہوگئی تو انہوں نے کہا کہ دنیوی لحاظ سے میرا سسرال خوشحال اور اچھا ہے لیکن دینی لحاظ سے مَیں نے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی ماری ہے یعنی اب مَیں اس ماحول میں اِس وجہ سے جکڑا گیا ہوں۔ انہوں نے قرآن مجید اور ریاض الصالحین منگوائیں۔ ان کا بیٹا ان کی ہدایت پر مجھے بیرونِ ملک آنے پر مجھے ملا۔

دعوت الی اللہ کے بارے میں یہ بات قابلِ توجہ ہے۔ اب زیادہ گھبرا جانے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت صداقتِ احمدیت کے بارے میں ایک قطعی دلیل ہے جو ناقابلِ تردید ہے مثلاً غیر مبایعین کے سامنے یہ بات بیان کی جائے کہ بشیر اوّل کی وفات ہوگئی۔ بشیر ثانی کی وفات سے پہلے حضرت بانیٔ سلسلہ کو یہ بتایا گیا کہ وہ اپنی والدہ کو کہہ رہا ہے لا افارقك بسرعة کہ مَیں آپ سے جلدی جُدا نہ ہوں گا۔ اس میں دونوں کی مشترکہ لمبی عمر ہونے کی بشارت ہے چنانچہ ۱۸۸۹ء میں حضرت فضلِ عمر کی ولادت ہوئی اور ۱۹۵۲ء میں حضرت امّاں جان کی وفات ہوئی۔ گویا چونسٹھ سال کا طویل عرصہ دونوں کا مشترکہ گذرا۔

پھر الہام "مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" اس کا مفہوم ظاہر ہے کہ زمین کے کناروں تک صحیح پیغامِ احمدیت پہنچے گا۔ دیکھو مبایعین وغیر مبایعین کس فریق کے ذریعہ یہ الہام پورا ہوُا۔ وہی فریق صادق ہے۔

پھر ایک بنیادی بات یہ ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ کا جو مقام آپ کے الہامات میں بیان ہوُا ہے ہمیں اس پر ایمان لانا چاہیئے۔ اس میں کسی شُبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

صداقتِ احمدیت کے بارے میں زیادہ پیچیدہ باتیں بیان کرنیکی ضرورت نہیں بعض بنیادی باتیں پیش کی جانی چاہئیں۔ ایک دفعہ کراچی میں ہائی کورٹ کے کئی جج مدعو تھے۔ مَیں نے ان سے ذکر کیا کہ آیت لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ میں ایک مفتری علی اللہ کے بارے میں ہلاکت کا معیار بیان کیا گیا ہے کہ اسے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جتنی مُہلت نہیں ملتی لیکن حضرت بانیٔ سلسلہ کو اتنی مُہلت دعوائے الہام کے بعد ملی جو ان کی صداقت کی دلیل ہے۔

ایک جج کہنے لگا یہ آیت نبی کریم کے بارے میں ہے مَیں نے کہا پھر اس سے آنحضرتؐ کی صداقت ثابت نہیں ہوسکتی۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا

ویڈیو پر ریکارڈ شدہ واحد انٹرویو

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا ایک نادر انٹرویو محترم ائر مارشل (ریٹائرڈ) ظفر چوہدری صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ یہ انٹرویو محترم ظفر چوہدری صاحب نے فروری ۱۹۸۲ء کو لیا تھا۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ سارا انٹرویو ویڈیو کیسٹ پر ریکارڈ شدہ ہے۔ اس انٹرویو کا کوئی حصہ آج تک شائع نہیں ہوا۔ ادارہ انصار اللہ محترم ظفر چوہدری صاحب کا احسان مند ہے کہ انہوں نے اس انٹرویو کو اشاعت کے لئے مرحمت فرمایا ہے۔ اصل انٹرویو انگریزی میں ہے۔ محترم ظفر چوہدری صاحب سوال کرتے تھے اور حضرت چوہدری صاحب اس کا جواب عنایت فرماتے تھے۔ اس انٹرویو کا ترجمہ اور تلخیص اپنی زبان میں پیش خدمت ہے۔ (ایڈیٹر)

حِصّہ اوّل

سوال محترم چوہدری صاحب آپ کی پبلک لائف کا آغاز کب ہوا؟

جواب پبلک لائف سے نجانے آپ کی کیا مراد ہے۔ مَیں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز وکالت کی پریکٹس سے کیا۔ پھر ۱۹۲۶ء میں مَیں صوبائی کونسل کا رکن منتخب ہوا اور اِس طرح سے پنجاب کی سیاست میں میرا عمل دخل شروع ہوا اور ایک لحاظ سے پہلا پبلک عہدہ ۱۹۳۲ء کے موسم سرما میں حاصل کیا جبکہ مَیں میاں سر فضل حسین کی جگہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں عارضی طور پر رکن مقرر ہوا۔ اِس کے بعد ۱۹۳۵ء میں مَیں ایگزیکٹو کونسل کا مستقل ممبر بنا۔ میرے اِس عہدہ کی میعاد مئی ۱۹۴۰ء میں ختم ہونی تھی لیکن میرے عہدہ کی میعاد ختم ہونے سے پہلے سپیشل وارنٹ آف کنگ کے ذریعہ مجھے پانچ سال کے ایک اَور عرصہ کے لئے وائسرائے کی کونسل کا رکن مقرر کر دیا گیا۔ اِس عہدہ پر کام کرتے ہوئے مجھے ایک سال پانچ ماہ ہوئے تھے جبکہ

جج کی ایک آسامی فیڈرل کورٹ آف انڈیا میں، جو بعد میں سپریم کورٹ آف انڈیا ہوئی، سرشاہ سلیمان کی وفات سے خالی ہوئی اس عہدے پر مجھے فیڈرل کورٹ کا جج مقرر کیا گیا چنانچہ مَیں وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر کے عہدے سے مستعفی ہو گیا۔

سوال آپ نے فیڈرل کورٹ کے جج کے عہدہ سے کب اور کیوں استعفیٰ دیا؟

جواب برطانوی وزیراعظم مسٹر اٹیلی نے ۳ جون ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی تقسیم کا اعلان کیا۔ مَیں نے یہ فیصلہ کیا کہ تقسیم کے بعد مَیں پاکستان چلا جاؤں گا چنانچہ مَیں نے ایک ہفتہ کا نوٹس دے کر فیڈرل کورٹ کے جج کے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔

سوال قائدِ اعظم محمد علی جناح سے آپ پہلی بار کب ملے؟

جواب مَیں قائدِ اعظم سے سب سے پہلے پہلی گول میز کانفرنس ۱۹۳۰ء میں ملا۔ اس سے پہلے بھی کبھی کبھار ملاقات ہوتی رہتی تھی لیکن ان ملاقاتوں کی کوئی خاص بات یاد نہیں تاہم اس کے بعد میری قائدِ اعظم سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جو ان کی وفات تک جاری رہا۔ یہ عرصہ قریباً ۱۸ سال پر محیط ہے۔ آہستہ آہستہ ہماری دوستی گہری ہوتی گئی اور مَیں سمجھتا ہوں کہ مجھے ہمیشہ ہی قائدِ اعظم کا مکمل اور بھرپور اعتماد حاصل رہا۔

سوال باؤنڈری کمیشن میں آپ نے مسلم لیگ کا کیس کس طرح پیش کیا؟

جواب مَیں نے ۳ جون ۱۹۴۷ء کو ایک ہفتہ کے نوٹس پر فیڈرل کورٹ کے جج کے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ اس دَوران میں ریاست بھوپال کے نواب سر حمیداللہ خان جو چیمبر آف پرنسس کے چانسلر بھی تھے کی تجویز پر ان کے آئینی مشیر کے طور پر کام کرنے کے لئے ریاست بھوپال چلا گیا۔ مَیں بھوپال میں ہی تھا جب جون کے آخر میں مجھے قائدِ اعظم نے طلب کیا اور ہدایت فرمائی کہ مَیں پنجاب باؤنڈری کمیشن کے رُوبرو مسلم لیگ کا کیس پیش کروں۔ اس کی سماعت دراصل جولائی کے نصف میں شروع ہوئی۔

سوال اقوامِ متحدہ میں پاکستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے آپ کب گئے؟

جواب قائدِ اعظم کی ہدایت پر جب مَیں نے باؤنڈری کمیشن میں کیس کا کام ختم کر لیا تو ستمبر ۱۹۴۷ء میں اقوامِ متحدہ میں پاکستان کے وفد کی قیادت کرنے کے لئے روانہ ہو گیا۔ اقوامِ متحدہ کے اجلاس سے فارغ ہو کر جب مَیں نیویارک سے کراچی پہنچا تو مجھے بتایا گیا کہ قائدِ اعظم مجھے اپنی حکومت میں شامل کرنا چاہتے ہیں چنانچہ مجھے ۲۵ دسمبر کو وزیرِ خارجہ بنا دیا گیا اور مَیں وزیرِ اعظم کے بعد کابینہ کا سینئر ترین وزیر قرار پایا۔

سوال جب کابینہ کے اکثر عہدے پہلے ہی پُر ہو چکے تھے تو آپ سینئر ترین وزیر کیسے قرار پائے؟

جواب مَیں نہیں جانتا کہ مَیں کس طرح سینئر ترین وزیر بنا۔ جب مَیں نے حلف اُٹھایا تو میری سیٹ وزیرِ اعظم کے بعد پہلے نمبر پر تھی اِس طرح سے مجھے میرے دیگر ساتھیوں پر فوقیت دی گئی۔

سوال کیا آپ کا مطلب ہے کہ قائدِ اعظم نے خود آپ کو سینئر ترین وزیر قرار دیا؟

جواب یقیناً یہی بات ہے کہ یہ قائدِ اعظم کی ہدایت پر ہوا۔ سیٹوں کی یہ ترتیب قائدِ اعظم ہی کے حکم پر مقرر کی جاتی تھی۔ حسبِ معمول اس اجلاس کی صدارت بھی قائدِ اعظم خود فرما رہے تھے۔

سوال جناب لیاقت علی خاں سے آپ کے تعلقات کس قسم کے تھے؟

جواب نوابزادہ لیاقت علی خان سے سب سے پہلے مَیں ۱۹۳۷ء میں ملا۔ وہ میرے ساتھ اُس پینل آف ایڈوائزرز کے رُکن تھے جب مَیں آٹوا ٹریڈ ایگریمنٹ کی جگہ پر برطانیہ کے ساتھ نیا تجارتی معاہدہ کرنے کے لئے برطانیہ گیا۔ مَیں اس وقت حکومتِ ہند کے وزیرِ تجارت کے طور پر اس وفد کا سربراہ تھا۔ اس معاہدے پر بحث ۳۸-۱۹۳۷ء تک جاری رہی۔ اس کے بعد وہ ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور قائدِ اعظم کے دستِ راست شمار ہونے لگے۔ قائدِ اعظم اس وقت ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں مسلم لیگ کے لیڈر تھے۔

سوال آپ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر کب منتخب ہوئے؟

جواب ستمبر ۱۹۶۲ء میں۔

سوال یہ انتخاب کس طرح ہؤا؟

جواب اگست ۱۹۶۱ء میں مجھے اقوامِ متحدہ میں پاکستان کا مستقل مندوب مقرر کیا گیا۔ یہ جنرل اسمبلی کا سولھواں اجلاس تھا جو ستمبر ۱۹۶۱ء میں شروع ہؤا۔ اس سیشن میں جنرل اسمبلی کے صدر تیونس کے سفیر متعیّنہ اقوامِ متحدہ السیّد منجی سلیم صاحب تھے۔ اگلے سال ۱۹۶۲ء کے موسمِ خزاں میں انڈونیشیا کے نمائندے نے جنرل اسمبلی کا صدر ہونا تھا لیکن ان کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ دستیاب نہ ہوسکیں گے۔ اب سوال ہؤا کہ کوئی ایشیائی جنرل اسمبلی کا صدر ہو یا صدارت کسی اَور گروپ کو ملے۔ میرا ذاتی خیال یہ تھا کہ فوری طور پر کوئی ایشیائی جنرل اسمبلی کا صدر نہیں ہونا چاہیئے۔ جنرل اسمبلی میں افرو ایشیائی ممالک کی اکثریت تھی اور بعض حلقوں کی طرف سے یہ خیال ظاہر کیا جا رہا تھا کہ افریقی ایشیائی ممالک اپنی عددی برتری کے بَل پر اسمبلی میں من مانے فیصلے کروائیں گے۔ مَیں چاہتا تھا کہ اِس تاثر کو تقویت نہ ملے بلکہ ایسا انتظام کیا جاسکے کہ مختلف گروہوں کے افراد باری باری صدر بنا کریں لیکن میری یہ رائے قابلِ قبول نہ ہوسکی۔ دوسرے گروپ نے جو فیصلہ کیا اس کے نتیجے میں ارجنٹائن کے سفیر نے صدر کے عہدہ کا امیدوار بننے کا اعلان کیا۔ اب صدر کے عہدہ کے انتخاب کا مسئلہ دوبارہ اُٹھ کھڑا ہؤا۔ اس کے نتیجہ میں مجھے صدارت کا امیدوار بنایا گیا چنانچہ ۶۳-۱۹۶۲ء کے سال کے لئے مَیں جنرل اسمبلی کا صدر منتخب ہوگیا۔

سوال آپ نے روس کا بھی دَورہ کیا کیا اِس بارے میں آپ کو وزیرِ اعظم خروشچیف کی طرف سے دعوت ملی تھی؟

جواب مجھے اِس دَورے کی دعوت روس کے وزیرِ خارجہ مسٹر گرومیکو نے دی تھی۔ مَیں ۱۹۶۳ء کے موسمِ گرما میں ماسکو گیا تھا۔ مسٹر خروشچیف سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔

سوال کیا مسٹر خروشچیف سے پاک روس تعلقات کے مسئلے پر بھی بات ہوئی تھی؟

جواب مَیں روس جنرل اسمبلی کے صدر کی حیثیت سے گیا تھا پاکستان کے نمائندہ کے طور پر نہیں۔ لیکن اس کے باوجود پاک روس تعلقات زیرِ بحث آئے۔ مسٹر خروشچیف کا کہنا تھا کہ آپ کے ملک کا ایک وزیر (ذوالفقار علی بھٹو۔ ناقل) روس آیا تھا۔ ہم نے اس کا استقبال کیا۔ ہر طرح سے تعاون کی پیشکش کی لیکن جب وہ منسٹر واپس گیا تو سب کچھ یخ بستہ ہوکر رہ گیا۔ مسٹر خروشچیف نے اِس امر پر اپنی مایوسی کا اظہار کیا اور کہا کہ شاید یہ سلسلہ امریکن دباؤ کے تحت ختم کر دیا گیا ہو۔ مجھے اِس بارے میں یقین نہیں تھا تاہم مَیں نے کہا کہ مَیں اِس سلسلے میں کوئی کوشش کروں گا۔ مسٹر خروشچیف نے کہا کہ ہاں تم کرسکتے ہو مجھے تمہاری بات کا اعتبار ہے۔ انہوں نے "تم" اور "تمہارے" کے لفظوں پر خاص زور دیا۔

سوال کیا آپ امریکہ کے صدر کینیڈی سے بھی کبھی ملے؟

جواب مَیں نیویارک میں اُن سے اُس وقت ملا جب وہ جنرل اسمبلی کو خطاب کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اس کے بعد جب مَیں بطور صدر جنرل اسمبلی واشنگٹن گیا تو پھر بھی ملاقات ہوئی۔ پروٹوکول یہ ہے کہ جب اقوامِ متحدہ کا صدر امریکہ کے صدر سے ملنے آئے تو صدرِ امریکہ اس کا وائٹ ہاؤس میں استقبال کرتا ہے جہاں پر سربراہانِ مملکت کا استقبال کیا جاتا ہے۔

سوال آپ چرچل سے کبھی ملے ہوں گے؟

جواب کئی بار۔ سابق وزیرِ اعظم برطانیہ مسٹر چرچل گول میز کانفرنس کے تو رکن نہیں تھے لیکن جو جوائنٹ سلیکٹ کمیٹی، گول میز کانفرنسوں کے بارے میں حکومتِ برطانیہ کے قرطاسِ ابیض پر غور کرنے کے لئے قائم کی گئی تھی اس کے رُوبرو شہادت دینے کے لئے مسٹر چرچل بھی آتے تھے۔ یہ ۱۹۳۳ء کے موسمِ سرما کی بات ہے۔ مسٹر چرچل پر چار دن جرح ہوتی رہی۔ وہ تمام ایّام ہندوستان کو نوآبادیاتی درجہ دینے کی مخالفت کرتے رہے جس کا منطقی نتیجہ ہندوستان کی آزادی ہونا تھا۔

سوال آپ عالمی عدالتِ انصاف کے جج کب مقرر ہوئے؟

جواب پہلی بار اکتوبر ۱۹۵۴ء میں سر بی این راؤ کی وفات سے خالی ہونے والی نشست پر اس عہدے کی بقیہ مدت کے لئے جج منتخب ہوا۔ جب میرے عہدے کی میعاد ختم ہوئی تو میری عمر ۶۸ سال تھی اور میرا خیال تھا کہ یہ میری پبلک لائف کا اختتام ہوگا لیکن پھر فیلڈ مارشل ایوب خان نے کہا کہ میں اقوامِ متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندے کے طور پر کام کروں۔ یہاں کام کرنے کے بعد میں اکتوبر ۱۹۶۳ء میں دوبارہ عالمی عدالت کا جج منتخب ہوا۔ اس دفعہ میرے عہدے کی مدت پورے عرصہ کے لئے یعنی ۹ سال کے لئے تھی۔ اس عدالت میں جج کے عہدے کی میعاد ۹ سال اور صدرِ عدالت کے عہدے کی میعاد تین سال ہوتی تھی۔ چنانچہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ عدالت کے بنچ میں ایک یا دو سابق صدرِ عدالت عام جج کے طور پر کام کرتے تھے۔ میں اپنے عرصہ کے آخری تین سال عدالت کا صدر منتخب ہوا چونکہ میں آخری تین سال کے لئے صدر رہا اسلئے مجھے بطور سابق صدر عام جج کے طور پر کام کرنے کا اتفاق نہ ہوا۔ یہ میری پبلک لائف کا آخر تھا۔

سوال آپ نے ۱۹۴۰ء میں لارڈ لنلتھگو کو ایک نوٹ لکھا تھا براہِ کرم مختصر طور پر اس کی وضاحت فرمائیں کہ آپ نے اس میں کیا تجاویز پیش کی تھیں؟

جواب وہ نوٹ شائع ہو چکا ہے میں نے اس میں جو کہا تھا وہ مختصر طور پر یہ ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے سوال کا واحد قابلِ قبول حل یہ ہے کہ آزادی کے بعد ہندوؤں اور مسلمانوں کو الگ الگ کر دیا جائے اس کو علیحدگی کی سکیم کہا گیا۔ اس کے تحت شمال مشرقی اور شمال مغربی صوبوں جن میں مسلمانوں کی اکثریت تھی ان کو باقی ماندہ ملک سے علیحدہ کر دیا جائے۔ یہ نوٹ میں نے مسلمانوں کے بارے میں برطانیہ کی رائے عامہ کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے لکھا تھا میں نے اس میں یہ بتایا تھا کہ اس حقیقت کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ ہندوستان کے مسلمان محض ایک عام اقلیت نہیں ہیں بلکہ ایک علیحدہ قوم ہیں اور یہ وہی بات ہے جس کو "ٹو نیشن تھیوری" یعنی دو قومی نظریہ کہا جاتا ہے۔ اس لئے مسلمان قوم کو الگ کر دیا جائے۔ یہ سکیم صرف مسلمانوں کی طرف سے پیش کی گئی دیگر کمیونٹیز کی طرف سے نہیں۔ اس کے متبادل کے طور پر کہا جاتا تھا کہ ۱۹۳۵ء کے قانون میں ترمیم کرکے اس میں مسلمانوں کے مطالبات کو شامل کرنے کی غرض سے بعض تحفظات طے کر دیئے جائیں۔ میں نے اس پر بھی اصرار کیا تھا کہ یہ تحفظات قابلِ قبول نہیں ہوں گے۔

سوال یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی تھی۔ براہِ کرم اس کی وضاحت فرمائیں؟

جواب دراصل اُلجھاؤ ہے لفظ "پاکستان" کے مطلب کے بارے میں۔ اس وقت تک یعنی ۱۹۴۰-۴۱ء میں اِس لفظ سے مراد چوہدری رحمت علی کا نظریہ تھا اور اس نظریہ کا انحصار ملک میں بہت وسیع پیمانے پر آبادی کے تبادلہ پر تھا۔ اِس سکیم کے تحت یہ کہا گیا تھا کہ ہندوستان کے شمال مشرقی علاقوں میں ہندوستان کی تمام مسلمان آبادی کو مجتمع کر دیا جائے اور باقی ہندوستان میں ساری غیر مسلم آبادی کو جمع کر دیا جائے۔ اس سکیم کے بارے میں میرا نظریہ اور گول میز کانفرنس میں شامل مسلمان وفد کا نظریہ یہی تھا کہ یہ مکمل طور پر ناقابلِ عمل سکیم ہے جو بے بنیاد خیالات پر استوار کی گئی ہے اور اس پر کسی سنجیدہ فکر کی ضرورت نہیں۔ میں نے جس سکیم کی مخالفت کی تھی وہ یہی سکیم تھی۔ اور گول میز کانفرنس میں مسلمانوں کا جو وفد شامل تھا جس میں قائدِ اعظم بھی شامل تھے اُن سب نے متفقہ طور پر اس سکیم کو مسترد کر دیا تھا اور خود چوہدری رحمت علی نے بعد میں اپنی تجویز کی کمزوری کو بھانپ کر "پاکستان" کے ساتھ اور علاقوں کے نام بھی تجویز کئے مثلاً بنگستان بنگال کے لئے، عثمانستان حیدر آباد کے لئے وغیرہ۔ یہ رحمت علی سکیم وہ سکیم نہیں تھی جو بعد میں پاکستان کہلائی۔

سوال کیبنٹ مشن پلان کے بارے میں کچھ فرمائیے۔

جواب یہ پلان مسلم لیگ نے قائدِ اعظم کی ہدایت پر تسلیم کر لیا تھا۔ یہ اِس خیال سے تسلیم کیا گیا تھا کہ اس میں مسلمانوں کے مطالبات مان لئے گئے تھے۔ اگرچہ عملاً صرف چند سال کے لئے۔ میں اپنے نوٹ کا کوئی کریڈٹ نہیں لینا چاہتا بعض اور لوگ بھی اور قائدِ اعظم بھی ان دنوں انہی خطوط پر سوچ رہے تھے۔ ہاں یہ بات ہے کہ میں نے واضح طور پر بات کھول کر سامنے رکھ دی تھی میں نے یہی کہا تھا کہ مسلمانوں کے لئے واحد قابلِ قبول حل یہی ہے کہ تقسیم کر دی جائے بجائے

اس کے کہ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ میں بعض تبدیلیاں کر کے اسے قابلِ قبول بنانے کی کوشش کی جائے۔

سوال علامہ اقبال سے آپ کے تعلقات کیسے تھے؟

جواب مَیں اقبال کو دیر سے جانتا تھا۔ وہ سیالکوٹ سے تعلق رکھتے تھے تاہم میرا ان سے پہلا رابطہ اس وقت ہوا جب مَیں تھرڈ ائیر میں گورنمنٹ کالج میں پڑھتا تھا۔ وہ عارضی طور پر پروفیسر آف فلاسفی مقرر ہوئے لیکن پروفیسر آف فلاسفی کے مستقل طور پر ٹورانٹو چلے جانے کی وجہ سے انہیں اس عہدہ پر مستقل کر دیا گیا۔ اقبال ان دنوں نئے نئے یورپ سے آئے تھے۔ وہ بار ایٹ لاء بھی تھے اور لاہور میں قانون کی پریکٹس بھی کرتے تھے۔ انہیں انڈین ایجوکیشن سروس میں شمولیت کی دعوت دی گئی لیکن انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ میں قانون کی پریکٹس نہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ ان کی پریکٹس اور پروفیسری ساتھ ساتھ جاری رہی۔ وہ اپنے مضمون فلاسفی کے علاوہ انگریزی بھی پڑھاتے تھے چنانچہ مَیں انگریزی کی کلاس میں دو سال تک ان سے پڑھتا رہا پھر جب مَیں نے بار ایٹ لاء کیا تو پھر عدالتوں میں کبھی ان کے جونیئر کے طور پر اور کبھی ان کے مخالف کے طور پر پیش ہونے کا موقع ملتا رہا۔ اُن سے میرے ذاتی تعلقات ہمیشہ بہت خوشگوار رہے۔ گول میز کانفرنس میں بھی وہ ہمارے ساتھی رہے۔

سوال پاکستان اپنے قیام کے بعد ہی سے ایک بحران کے بعد دوسرے بحران میں مبتلا ہوتا رہا ہے۔ آپ کا خیال اِس بارے میں کیا ہے کہ وہ کیا بات غلط ہوئی ہے کہ ہمارے ملک سے بحران ہی ختم ہونے میں نہیں آتے؟

جواب یہ بہت مشکل سوال ہے۔ مَیں نہیں چاہتا کہ خود کو اتنا عقلمند سمجھنے کی ذمہ داری اٹھاؤں کہ اس بارے میں کوئی رائے دے سکوں۔

سوال کیا آپ بالکل کوئی رائے نہ دیں گے؟

جواب بالکل نہیں۔

سوال آپ کے خیال میں قائدِ اعظم مذہبی عقیدہ کے بارے میں کس قسم کا آئین چاہتے تھے۔ یعنی اِس بارے میں کہ کیا حکومت کو کسی کے عقیدہ کے بارے میں کوئی پالیسی طے کرنی چاہیئے؟

جواب قائدِ اعظم اِس معاملہ میں بہت واضح تھے۔ وہ کہتے تھے کہ مذہبی عقائد کے بارے میں کسی سے کوئی تفریق روا نہیں رکھنی چاہیئے۔ ان کے نزدیک عقیدہ کسی بھی شخص کا ذاتی معاملہ ہوتا ہے اور اس میں پاکستان کے شہری ہونے کے طور پر کسی حکومت کو کوئی دخل نہیں چاہیئے۔

سوال حکومت اور کاروبارِ مملکت چلانے کے بارے میں قائدِ اعظم کے نظریات پر کیا بعد میں عمل ہؤا؟

جواب اِس بارے میں قائدِ اعظم کے خیالات پر ان کی وفات کے بعد نہ صرف یہ کہ کوئی عمل نہیں ہؤا بلکہ مکمل طور پر انحراف کیا گیا۔

سوال آپ کی پبلک لائف میں غیر معمولی کامیابی کا راز کیا ہے؟

جواب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا رحم۔

حصّہ دوم

سوال آپ نے قرآن کریم کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے جبکہ قرآن کے بارے میں ایک خیال یہ ہے کہ اس کا حقیقی ترجمہ ممکن نہیں ہے۔ آپ کا اِس بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب مَیں نے یہ بات ترجمہ قرآن کے دیباچے میں بھی لکھی ہے کہ بنیادی اور اصولی طور پر یہ بات بالکل صحیح ہے کہ قرآن کریم کا حقیقی ترجمہ ممکن نہیں ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے کئی پہلو اور بطون ہیں جبکہ مترجم ایک ہی طرزِ فکر سے ترجمہ کرتا ہے۔ قرآن کریم کے مطالب اتنے وسیع اور متنوّع ہیں اور اس میں عالمی صداقتیں اتنی کثیر مقدار میں درج ہیں کہ ان کا صحیح طور پر ترجمہ کرنا بڑا مشکل کام ہے لیکن مَیں نے اِس خیال سے ترجمہ نہیں کیا کہ مَیں پورا اور مکمل ترجمہ کر رہا ہوں بلکہ اِس خیال سے ترجمہ کیا ہے کہ ایک مبتدی کے لئے قرآن کریم

کے وسیع مطالب اور اس کے علوم و معارف کے عظیم الشان خزانے کی ایک جھلک دکھا کر اسے قرآن کے مزید مطالب جاننے کی طرف راغب کیا جا سکے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ مَیں بھی اور دیگر مترجم بھی اسی خیال کو سامنے رکھ کر تراجم کرتے ہیں۔

سوال حضرت بانیٔ سلسلہ سے آپ کی پہلی ملاقات کب اور کیسے ہوئی؟

جواب حضرت بانیٔ سلسلہ کی زیارت پہلی بار مَیں نے ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو لاہور میں کی جب حضور ایک لیکچر دینے کے لئے لاہور تشریف لائے تھے۔ حضور کا لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا تھا حضور بھی تشریف فرما تھے۔ اس تقریب میں شامل ہونے کے لئے میرے والد محترم مجھے ساتھ لے گئے تھے۔ مَیں اس کو ملاقات نہیں کہتا کیونکہ اس میں کوئی گفتگو شامل نہیں تھی۔ پھر مَیں نے اپنی والدہ کے ہمراہ حضور کی زیارت کی۔ میری والدہ اپنی خوابوں کی تصدیق چاہتی تھیں کہ جس بزرگ کو انہوں نے خواب میں دیکھا ہے وہ حقیقی طور پر حضرت بانیٔ سلسلہ ہیں یا نہیں۔ اس کے بعد سیالکوٹ میں حضور کی تشریف آوری کے موقع پر مَیں نے کئی بار حضور کو دیکھنے کی سعادت حاصل کی۔

سوال آپ نے حضرت بانیٔ سلسلہ کی بیعت کب کی؟

جواب مَیں نے حضرت بانیٔ سلسلہ کی بیعت ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو کی۔ اگرچہ مَیں ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو حضور کو دیکھنے کے بعد ہی آپ پر ایمان لا چکا تھا تاہم بیعت کرنے کا خیال حضرت مولوی نورالدین کے خط سے آیا جو آپ نے میرے والد صاحب کے نام لکھا تھا۔ اس میں آپ نے لکھا تھا "اب آپ اپنے بچے کی بیعت کرا دیں"۔ چنانچہ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کے دن ظہر کی نماز کے بعد جب حضور خانۂ خدا میں تشریف فرما تھے مَیں نے بیعت کے لئے عرض کیا حضور نے بیعت قبول فرمائی۔

سوال حضرت بانیٔ سلسلہ کو دیکھنے کے بعد پہلا تاثر آپ کا کیا تھا؟

جواب اس وقت میری عمر ساڑھے گیارہ سال تھی مَیں آپ کو دیکھ کر اتنا متاثر ہوا کہ اس تقریب کا سارا وقت ٹکٹکی باندھ کر حضور کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ مَیں اُسی وقت سے بغیر کسی قسم کے دلائل کے پوری طرح حضور کے دعاوی کے بارے میں مطمئن تھا۔ اگرچہ جو لیکچر پڑھا جا رہا تھا اس کو بھی مَیں نے توجہ سے سُنا اور اس میں حضور کے جو الہامات درج تھے وہ بھی مجھے یاد رہے لیکن میری ساری توجہ دراصل حضور کے چہرۂ مبارک کی طرف تھی۔

سوال حضرت مولوی نورالدین صاحب کے بارے میں آپ کے تاثرات کیا ہیں؟

جواب کیپٹن ڈگلس جنہوں نے حضرت بانیٔ سلسلہ پر دائر شدہ مقدمہ سازشِ قتل کی سماعت کی تھی اور حضور کو باعزت بَری کر دیا تھا اُن سے مَیں انگلینڈ میں ملتا رہا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ جب مَیں نے حضرت مرزا صاحب کو کمرۂ عدالت میں داخل ہوتے دیکھا تو اُن کو دیکھتے ہی مَیں ان کی صداقت کا قائل ہو گیا تھا۔ وہ زمین کے آدمی نہیں تھے بلکہ وہ کوئی آسمانی ہستی تھے۔ اگرچہ حضور پر قتل کی سازش کا بڑا سخت الزام تھا لیکن اس کے باوجود کیپٹن ڈگلس نے آپ کو کرسی پیش کی اور اپنے ساتھ سٹیج پر آپ کو بٹھایا۔ وہ پوری طرح قائل تھا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعاوی میں سچے تھے اور وہ حضرت مرزا صاحب کی وساطت سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سچا خیال کرتا تھا۔

کیپٹن ڈگلس حضرت مولوی نورالدین کی شخصیت سے بھی بڑا متاثر تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اگر مولوی نورالدین صاحب بھی دعوٰی کرتے کہ مَیں مسیح و مہدی ہوں تو مَیں مان جاتا کہ وہ سچے ہیں۔ حضرت مولوی نورالدین بہت عظیم اور بہت متاثر کُن شخصیت تھے۔

جب مَیں بی۔اے کے امتحان میں کامیاب ہوا تو آپ نے میرے بارے میں فرمایا یہ پہلے سے جانتے تھے کہ یہ کامیاب ہو جائیں گے۔ اِس کی وجہ مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے والد صاحب نے فرمایا تھا کہ بی۔اے میں کامیابی کے بعد تم اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلینڈ چلے جانا اور اس کی اجازت حضرت مولوی نورالدین سے حاصل کر لینا۔ چنانچہ مَیں نے برطانیہ جانے کے بارے میں حضور سے پہلے ہی ذکر کر دیا تھا شاید اس وجہ سے ان کو خیال پیدا ہوا ہو۔

ایک دن آپ کے پاس اَور کوئی نہ تھا اکیلا مَیں تھا۔ ڈاکٹر جو آپ کی دائیں کنپٹی کے زخم کی ڈریسنگ کرنے آتا تھا وہ بھی ڈریسنگ کر کے جا چکا تھا۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد مَیں نے آپ کا

جسم دبانا شروع کیا۔ مجھے دبانا تو آتا نہیں تھا جیسے بھی سمجھ میں آیا دباتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد مَیں نے محسوس کیا کہ آپ شاید سو گئے ہیں اس لئے مَیں نے دبانا بند کر دیا اور آہستہ سے چارپائی سے اُٹھنے لگا۔ آپ دائیں کنپٹی کے زخم کی وجہ سے بائیں کروٹ لیٹے ہوئے تھے۔ مَیں اُٹھنے لگا تو آپ سوئے نہیں تھے بلکہ جاگ رہے تھے آپ نے اپنا دایاں بازو میرے سر کے گرد لپیٹ کر مجھے اپنے چہرے کے بالکل قریب کر لیا اور اسی حالت میں ایک دومنٹ تک رکھا۔ پھر فرمایا میاں ہم نے تمہارے لئے بہت بہت دعائیں کی ہیں۔

سوال آپ کے برطانیہ جانے کے سلسلہ میں کیا حضرت مولوی نورالدین صاحب نے کوئی نصیحت بھی فرمائی؟

جواب کئی نصیحتیں فرمائیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ انگلینڈ کا موسم اتنا سرد ہے کہ وہاں پر موسم سے بچاؤ کے لئے شراب پینا لازمی ہے اس کے بغیر چارہ نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بات بالکل غلط ہے ہم حکیم ہیں اور انسانی جسم کو جانتے ہیں اگر سردی کے اثر کا مقابلہ کرنا ہو تو کوکو استعمال کرنا چاہیئے شراب پینا ہرگز ضروری نہیں۔

"اپنے پیدا کرنے والے کے دَر کے منگتے ہی رہنا"

مجھے وائسرائے کا خط ملا۔ چونکہ معاملہ ابھی تک بصیغہ راز تھا اس لئے لازم تھا کہ جیسے انہوں نے مجھے اپنے ہاتھ سے خط لکھا تھا مَیں بھی انہیں اپنے ہاتھ سے جواب لکھوں اور پھر خود ہی ڈاکخانے جا کر خط کو بذریعہ رجسٹری بھیجنے کا انتظام کروں۔ اگر یہ کام کسی اَور کے سپرد کرتا تو اندیشہ تھا کہ بات ظاہر ہو جاتی۔ جواب لکھ کر مَیں نے گاڑی کے لئے آواز دی۔ دوپہر کا وقت تھا میری اہلیہ نے بھی میری آواز سُن لی اور پوچھا گرمی میں کہاں جا رہے ہو؟ مَیں نے کہا ذرا ڈاکخانے تک ایک خط رجسٹری کرانے جا رہا ہوں۔ کہا عبدالکریم کو کیوں نہیں دے دیتے؟ مَیں نے کہا یہ کام عبدالکریم کے کرنے کا نہیں۔ ان دنوں میڈنز ہوٹل کے پھاٹک کے بُرج میں ایک چھوٹا سا ڈاکخانہ تھا مَیں خط وہاں لے گیا اور رجسٹری کرنے کے لئے پیش کیا۔ مجھے رجسٹری کے قواعد کا علم تھا نہ خط رجسٹری کرانے کا تجربہ۔ بابو صاحب خط دیکھ کر برافروختہ ہوئے۔ شاید پتہ پڑھ کر خیال کیا ہو کہ یہ کوئی منگتا ہے جس کے بگڑے ہوئے دماغ میں خیال آیا ہے کہ چلو وائسرائے ہی سے کچھ مانگ لیں خط میری طرف واپس پھینک کر غصے کے لہجے میں کہا "آ جاتے ہیں کہیں کے نہ عقل نہ سمجھ یہ لو فارم اسے پُر کر کے لاؤ"۔ مَیں نے ان سے معذرت کی اور فارم پُر کر کے پیش کر دیا۔ کچھ دنوں بعد جب سرکاری اعلان ہو گیا تو درگا داس صاحب نے جو شملہ میں ٹریبیون کے نمائندے تھے اخبار میں لکھا "میاں صاحب کی جگہ ایک ادنیٰ درجے کے وکیل کا تقرر ہوا ہے"۔ ایسے واقعات بعد میں بھی کبھی کبھی ہوتے رہے اور ہر بار مَیں اپنے نفس کو تنبیہ کرتا دیکھنا کہیں گھمنڈ میں نہ آ جانا ہو تم منگتے ہی لیکن اپنے پیدا کرنے والے کے در کے منگتے ہی رہنا انسانوں سے کبھی حاجت روائی نہ چاہنا۔ تم تمیل رہو یا کچھ اَور بنو ہو تم ادنیٰ ہی اعلیٰ وہی ہے جسے اللہ بلند کرے، تم ادنیٰ ہو اور عاجز ہو اس کے آگے ہر وقت جھکے رہو۔ درگا داس صاحب کو مَیں اس سے پہلے بھی جانتا تھا بعد میں تو اکثر مجھ سے ملتے رہے۔ میرے مکان پر بھی کئی بار تشریف لاتے تھے مَیں نہایت اکرام اور تواضع سے ملتا اور وہ بھی میرے ساتھ خوش خلقی سے پیش آتے تنقید کے طور پر کچھ کہتے تو ہنس کر کہتے۔ کئی سال بعد جب مَیں فیڈرل کورٹ کا جج تھا ایک دن میڈنز ہوٹل کے ڈاکخانے والے بابو صاحب جو ملازمت کی میعاد پوری کر چکے تھے اپنی کسی ذاتی ضرورت کے سلسلے میں مجھے ملنے کے لئے میرے مکان پر تشریف لائے۔ مَیں کچھ خجل ہوا کہ انہیں یاد آتا ہو گا کہ اسے تو خط رجسٹری کرانے کا ڈھنگ بھی نہیں آتا تھا۔ وہ معمّر تھے مَیں ادب اور تواضع سے پیش آیا اور جو ارشاد انہوں نے فرمایا مَیں نے اس کی تعمیل کر دی۔

(تحدیثِ نعمت صفحہ ۳۰۶ طبع دوم)

اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے سترھویں اجلاس کے صدر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اسمبلی کا اجلاس شروع ہونے سے چند لمحے پیشتر

(فوٹو بشکریہ: اقوامِ متحدہ)

ماریطانیہ کے صدر جناب مختار الداداسے ملاقات

گنی کے صدر سیکوطورے کے ساتھ مصافحہ۔ دائیں طرف اقوامِ متحدہ کے قائمقام سیکرٹری جنرل مسٹر او تھانٹ

آزاد بھارت کے پہلے بھارتی گورنر جناب راج گوپال اچاریہ کے ساتھ (ہاتھ تھامے ہوئے)

مراکش کے وزیرِ اعظم السید بالا فریج۔
جن کو مراکش کی آزادی سے قبل
حضرت چوہدری صاحب نے پاکستانی
پاسپورٹ دلا کر فرانس کی حکومت کے
ظلم وستم سے بچا لیا تھا۔

الجزائر کی آزادی کے بعد پہلے وزیرِ خارجہ جناب محمد خمیستی کے ساتھ جنوری ۱۹۶۳ء میں دورۂ الجزائر کے موقع پر۔

اگست ۱۹۶۳ء میں امریکی ریاست اوہائیو کے
مقام ٹولیڈو پر فیڈریشن آف اسلامک
ایسوسی ایشن امریکہ و کینیڈا کے بارھویں سالانہ
کنونشن میں حضرت چوہدری صاحب نے
اختتامی خطاب ارشاد فرمایا جس میں شمالی
امریکہ کے علاقوں کے قریباً ایک ہزار مسلمان
شامل ہوئے۔

(اوپر) عرب ملکوں کے نمائندہ جناب کامل ابراہیم۔
نیچے (دائیں سے بائیں) جیمز خلیل ڈیٹرائٹ مشی گن
حضرت چوہدری صاحب، قاسم اولوان ٹولیڈو،
حسام (کراچی) نیاگرا فالز۔

اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے سترھویں اجلاس کے صدر حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے اعزاز میں ایک ضیافت ۔ اُوپر گھانا کے نمائندے مسٹر اوسی بانسو اور نیچے الجزائر کے نمائندے مسٹر طیب بلادر کے ساتھ ۔ درمیان میں اٹلی میں پاکستان کی سفیر محترمہ بیگم رعنا لیاقت علی خان ہیں ۔
(۲۹ جنوری ۱۹۶۳ء)

تاریخ ساز لمحات ——— ناقابلِ یقین باتیں

حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کے بارے میں

سرکردہ شخصیتوں کے تاثرات

اِس صدی کی نابغۂ روزگار عہد آفرین شخصیت حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کی زندگی کے بارے میں جاننے کے لئے ادارہ "انصاراللہ" نے اہم اور سرکردہ شخصیتوں سے رابطہ قائم کر کے خصوصی انٹرویوز حاصل کئے جن سے حضرت چوہدری صاحب کے بارے میں نہایت ہی اہم، دلچسپ اور حیران کُن باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ جملہ احباب کے شکریہ کے ساتھ یہ تاثرات و واقعات پیشِ خدمت ہیں۔ (ایڈیٹر)

ایس۔ ایم۔ ظفر صاحب

جنرل اسمبلی کے نئے صدر نے کہا ہم نے اقوامِ متحدہ میں معجزہ ہوتے دیکھا

مسلم لیگ (پگاڑہ گروپ) کے سیکرٹری جنرل ایس۔ ایم۔ ظفر صاحب مرکزی وزیرِ قانون رہ چکے ہیں۔ عالمی سطحوں پر پاکستان کی نمائندگی کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ قانون کے میدان میں بطورِ خاص ان کی اہمیت مسلّم ہے۔ لاہور کے چند چوٹی کے وکلاء میں شمار ہوتے ہیں۔ اعتدال پسند اور سنجیدہ فکر سیاسی رہنما ہیں۔ آپ نے حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کے متعلق فرمایا:۔

چوہدری ظفراللہ صاحب کو سب سے پہلے مَیں نے ہائی کورٹ میں ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے سُنا۔ وہ ۱۹۵۶/۵۷ء میں بطورِ مہمانِ خصوصی تشریف لائے تھے اور وکالت کے پیشہ کے متعلق اپنے تجربات بیان کر رہے تھے۔ مَیں ابھی نوجوان تھا اور وکالت کے ابتدائی مراحل میں سے گذر رہا تھا۔ چوہدری صاحب مسلسل بول رہے تھے اور مَیں حیران ہو رہا تھا کہ وہ بغیر کسی یادداشت کے بولتے چلے جا رہے تھے۔ مقدمات کے سال، نام، گواہوں کے نام، جج صاحب کا مقدمہ میں اہم بات کرنا غرضیکہ یوں لگا کہ جیسے انکے سامنے فلم کی ریل چل رہی ہے۔

پھر میری ملاقات نیویارک میں ہوئی جب مَیں کشمیر کے معاملہ کو سیکیورٹی کونسل میں پیش کرنے کے لئے گیا تھا۔ چوہدری صاحب نے ایک لنچ پر بڑی تفصیل سے مجھے کشمیر پر پاکستان کا موقف بیان کیا۔ اس دن بھی چوہدری صاحب کا دن تھا۔ وہ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور میرے خیال میں کشمیر کے مسئلہ پر اتنا واضح موقف شاید ہی کسی اور پاکستانی دانشور کا ہوا اور انہیں یقین تھا

کہ بھارت نے اصولوں کے مقابلہ میں مصلحت پسندی سے جو کام لیا ہے وہ ایک دن بھارت کو سخت نقصان پہنچائے گا۔

اِس کے بعد بھی چوہدری صاحب سے کئی بار ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنی یادداشتوں پر مبنی کتاب تحدیثِ نعمت بھی مجھے دی۔ آخری بار ان کی وفات سے تین ماہ قبل ان سے ملا۔ انہوں نے اپنی پابندیٔ وقت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یو۔ این۔ او کی صدارت کا عرصہ ختم ہونے پر جب انہیں رخصت کیا گیا تو اس وقت کے نئے صدر نے کہا کہ ہم معجزات پر یقین نہیں رکھتے لیکن ایک معجزہ چوہدری سر ظفر اللہ کے دورِ صدارت میں ضرور ہوا ہے کہ یہ ادارہ وقت کا پابند ہو گیا ہے۔

مسٹر جسٹس مولوی مشتاق حسین صاحب

سابق چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ

میں کسی کو انٹرویو نہیں دیتا مگر چوھدری صاحب کی وجہ سے انکار نہیں کرسکا ——

چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا نام میں نے پہلی بار اُس وقت سُنا جب میں چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا میں کپڑے سلوانے شہر لدھیانہ گیا یہ ۱۹۳۲ء کی بات ہے جب ان کا چرچا پہلی بار سُنا کہ چوہدری ظفر اللہ خان وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رُکن مقرر ہوئے ہیں۔ اس کے بعد اخبارات میں ان کا ذکر آتا رہا تقسیم ملک کے بعد یہ پاکستان کے وزیرِ خارجہ بنے اور انہوں نے پاکستان کے لئے اور عرب کاز کے لئے بہت کام کیا۔ اس سے پہلے فیڈرل کورٹ کے جج رہے اور اس سے بھی پہلے لاہور میں وکالت کرتے رہے اور دیوانی مقدمات میں بہت شہرت پائی۔ بہت لائق وکیل شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے اِس ملک میں بلکہ پریوی کونسل لندن میں بھی پریکٹس کی۔ ان کی قانونی قابلیت کا اُسی وقت اظہار ہو گیا تھا جبکہ یہ ولایت میں پڑھ رہے تھے اور ایل ایل بی کے امتحان میں فرسٹ آئے اور بار کے امتحان میں آنرز حاصل کیا۔

اپنی قانونی قابلیت ہی کی وجہ سے جج مقرر ہوئے اور جج کی حیثیت میں ان کے بعض فیصلے آج تک یاد کئے جاتے ہیں۔ اِنٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس میں جج اور اس کے صدر بھی رہے میری ملاقات عالمی عدالت کے کئی ججوں سے ہوئی ہے جو آپ کے ساتھی رہے تھے وہ سب چوہدری صاحب کی بہت تعریفیں کیا کرتے تھے۔ ان کی قانونی استعداد کی تعریفیں کرتے اور اِس بات کو خاص طور پر بیان کرتے کہ اپنے نقطۂ نگاہ کو اِس انداز سے پیش کرنے کا ملکہ حاصل تھا کہ دوسرے جج جو نقطۂ نگاہ رکھتے اس کو بھی پیش کر دیتے۔ چوہدری صاحب انٹرنیشنل لاء کمیشن کے ممبر بھی رہے اور انٹرنیشنل لاء بنانے میں کام کرتے رہے۔

چوہدری صاحب کی یادداشت کمال کی تھی۔ ابھی دو سال قبل تک ان کو ساٹھ ساٹھ ستر ستر سال پُرانے مقدمات کی تفاصیل یاد تھیں۔ بڑے بڑے پُرانے قوانین کے نام کے علاوہ اُن کے وہ نمبر بھی یاد تھے جو کسی کو یاد نہیں ہوتے۔ اُن سے کئی بار ملاقات ہوئی گفتگو ہوتی کافی عمر کے باوجود یادداشت اِتنی اچھی تھی جس کو انگریزی میں فوٹوگرافک میموری کہا جاتا ہے۔

میرے خیال میں پاکستان و ہندوستان تو ایک طرف رہے دُنیا بھر میں شاید کوئی شخص ایسا نہ ملے جس نے چوہدری صاحب کی طرح اتنے مختلف اداروں میں اور ان کی اعلیٰ ترین سطحوں پر کام کیا ہو۔ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۷۳ء تک وہ کسی نہ کسی بہت بڑے عہدے پر فائز رہے۔ بہت مُنکسر المزاج، شرافت کے پُتلے اور اصولوں کے سختی سے پابند آدمی تھے جس کی ایک مثال یہ ہے کہ ذیابیطس کی وجہ سے کھانے میں پرہیز کی شدت سے پابندی کرتے لگ بھگ پچاس سال کی عمر میں ذیابیطس کا مرض ہوا مگر طویل عمر کے باوجود ذیابیطس کے عام اثرات جسم پر کبھی نمایاں نہیں ہوئے۔

روزنامہ مُسلم کی ایک اشاعت میں قائدِ اعظم یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے یہ الزام عائد کیا ہے کہ چوہدری صاحب نے عالمی عدالت میں جنوبی افریقہ کے کیس میں اِس لئے شرکت نہ کی کہ آپ آئندہ سال عدالت کے صدر بننا چاہتے تھے۔ مضمون نگار نے خود ہی ذکر کیا ہے کہ عدالت کے چیف جسٹس نے آپ کو اس مقدمے کی سماعت سے روک دیا تھا۔ مسٹر جسٹس مشتاق حسین صاحب نے اس الزام کی طرف توجہ دلائے جانے پر کہا کہ جب ایسی صورت حال پیدا ہو جائے اور چیف جسٹس کسی جج کو کوئی مقدمہ نہ سُننے کا مشورہ دے تو جج کو از خود سماعت سے دستکش ہو جانا چاہیئے میں بھی ان کی جگہ پر ہوتا تو بنچ میں نہ بیٹھتا۔ باقی جہاں تک میں چوہدری صاحب کو جانتا ہوں کہ کسی آئندہ عہدہ کے خیال میں وہ اپنے فرضِ منصبی سے کوتاہی کر جائیں تو یہ بات میں ان کی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔ چوہدری صاحب ہمیشہ اعلیٰ ترین عہدوں پر

فائز رہے ایسے شخص کے بارے میں یہ کہنا کہ اِس نے ذاتی مفاد کو ترجیح دی یہ بالکل فضول بات ہے۔ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جج خود یہ فیصلہ کرنے کا مجاز ہوتا ہے کہ وہ کسی بنچ میں بیٹھے گا یا نہیں۔ اور چوہدری صاحب میں تو اتنا دم خم تھا کہ اگر وہ چاہتے کہ فلاں کے حق میں فیصلہ کرنا ہے تو وہ ضرور بنچ میں شامل ہو سکتے تھے اور کوئی اُنہیں نہ روک سکتا لیکن ایسی صورتِ حال پیدا ہو جانے پر اُن کا اس معاملے سے علیحدہ رہنا دراصل ان کی عظمت کی دلیل ہے۔

مسٹر جسٹس مولوی مشتاق حسین صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ مَیں نے ان کی میز پر ایک بڑا قیمتی سگریٹ کیس جو سونے کا تھا پڑا دیکھا۔ وہ ایک بہت بڑی برطانوی شخصیت کی طرف سے تھا اس پر لکھا تھا:

اس عظیم ماں کے لئے جس نے ایسے زبردست
متبحر عالم اور قابل و لائق فرزند کو جنم دیا۔

دراصل ہر بڑے آدمی کے پیچھے ایک بڑی ماں کا ہاتھ ہوتا ہے جو اس کا مقدر بنانے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے چوہدری صاحب بھی خوش قسمت تھے کہ ان کو ایک ایسی ہی عظیم ماں کی تربیت ملی۔

مسٹر جسٹس صاحب موصوف نے آخر میں کہا کہ مَیں کسی کو انٹرویو نہیں دیتا۔ شاید یہ میرا پہلا انٹرویو ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ چوہدری صاحب کا مقام ایسا ہے کہ مَیں آپ کو انکار نہیں کر سکا۔

○

سینکڑوں لوگوں میں آپ واحد شخص تھے جنھوں نے توجہ دلائی ....

سیّد بابر علی

جناب سیّد بابر علی شاہ صاحب سیّد مراتب علی شاہ صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ لاہور کے کاغذ سازی اور پیکیجنگ کے کارخانے پیکیجز کے مالکان میں شامل ہیں نیشنل فرٹیلائزر کارپوریشن کے سابق چیئرمین اور سابق رُکن مجلسِ شوریٰ رہے ہیں۔ پاکستان وائلڈ لائف کے صدر ہیں اور پاکستان میں سویڈن کے اعزازی قونصلر ہیں۔ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے ان کی زبردست صلاحیتوں کا اسی وقت اندازہ لگا لیا جب یہ امریکہ میں اعلیٰ تعلیم سے فارغ ہوئے۔ چنانچہ چوہدری صاحب نے ان کو پاکستان کی طرف سے اقوامِ متحدہ کے وفد میں شامل ہونے کی دعوت دی چنانچہ انہیں ایک ماہ کے قریب یہ قومی خدمت بجا لانے کی بھی سعادت ملی۔ مُلک کے کاروباری حلقوں کی معروف شخصیت ہیں اور پروگریسو صنعتکار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:-

مَیں نے جب سے ہوش سنبھالا چوہدری صاحب کو اپنے گھر آتے دیکھا۔ یہ ۱۹۳۴ء کی بات ہے جبکہ میری عمر آٹھ سال کی تھی اب میری عمر ۵۹ سال ہے گویا مَیں نے ۵۱ سال چوہدری صاحب کو دیکھا ہے ہمیشہ بڑی مہربانی اور محبّت سے ملتے۔ ایک خاص بات مَیں نے ان میں یہ دیکھی کہ جب بچّوں سے ملتے تو ان کی سطح پر اُتر آتے تھے اور صرف بچّوں سے ہی نہیں بلکہ ہر ملنے والے کی سطح پر آکے اس سے ملتے تھے۔ بچّوں سے ہمیشہ ان کی دلچسپی کی باتیں کرتے۔ کوئی سوال بھی ان سے پوچھا جاتا تو ہمیشہ بڑی تسلّی سے جواب دیتے اور کبھی کسی کے سوال کو فضول قرار نہیں دیا۔ اپنا تجربہ اور معلومات بڑی فراخدلی سے دوسروں کے سامنے بیان کرتے۔

مجھے اُن سے زیادہ ملنے کا موقع ۱۹۴۷ء میں ملا جب پاکستان بنا تو چوہدری صاحب اقوامِ متحدہ میں پاکستان کے نمائندے کے طور پر پیش ہوئے۔ اس وقت مَیں امریکہ میں تعلیم سے فارغ ہوا تھا۔ جب انہیں پتہ چلا کہ مَیں ابھی چند ہفتے امریکہ میں ہی ہوں تو مجھے نیویارک بلالیا اور پیشکش کی کہ مَیں ان کے ساتھ پاکستان کے وفد میں کام کروں چنانچہ مَیں نے قریباً ایک ماہ ان کے ساتھ کام کیا۔

اس کے بعد جب بھی ملتے بڑی مہربانی سے پیش آتے۔ پہلے تو یہ تھا کہ مجھے سیّد مراتب علی شاہ کے بیٹے یا سیّد امجد علی شاہ کے بھائی کی حیثیت سے ملتے تھے لیکن ۱۹۴۷ء کے بعد میرا آپ سے براہِ راست تعلق استوار ہو گیا۔ جب بھی لاہور آتے مجھے یاد فرماتے اور مَیں حاضر ہو جاتا۔

چوہدری صاحب کو علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔

ہمارے ادارے پیکیجز نے جو کتابیں چھپوائیں وہ میں انہیں بھجواتا رہتا ہمیشہ پسند کرتے۔ خاص طور پر صوفی غلام مصطفےٰ تبسّم صاحب کی ان کے اپنے ہاتھ سے کتابت کی ہوئی کتاب "یک ہزار و یک سخن" جو صوفی صاحب کے منتخب کردہ اشعار پر مشتمل تھی، جب چوہدری صاحب کو بھجوائی تو آپ نے اسے بے حد پسند فرمایا۔ میں نے اس کتاب کی سینکڑوں کاپیاں لوگوں کو بھجوائیں آپ واحد شخص تھے جنہوں نے توجہ دلائی کہ اس میں ایک شعر دو دفعہ لکھا گیا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتاب ہمیشہ میرے سرہانے پڑی رہتی ہے۔ ایک دفعہ پاکستان آئے تو مجھے فون کیا کہ میں صوفی غلام مصطفےٰ تبسّم صاحب سے ملنا چاہتا ہوں چنانچہ میں نے صوفی صاحب کو آپ سے ملوایا۔ کافی دیر تک اُن سے شاعری پر باتیں کرتے رہے۔

چوہدری صاحب سے میری آخری ملاقات مئی ۱۹۸۵ء میں ائرمارشل ظفر چوہدری صاحب کی وساطت سے ہوئی شام ۵ بجے ہم حاضر ہوئے۔ خیال تھا کہ دس پندرہ منٹ بیٹھیں گے لیکن آپ نے اُٹھنے ہی نہ دیا اور قریباً پون گھنٹہ تک یہ گفتگو جاری رہی۔ آپ نے نیو یارک کے کئی واقعات سنائے آپ کی حالت اس وقت یہ تھی کہ آپ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ دعا کرو میرا خاتمہ بالخیر ہو۔ ان کے آنسو تو بہہ رہے تھے مگر کیفیت یہ تھی کہ چہرے سے رونے کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ شاید انہیں یہ خیال ہو کہ یہ ان سے آخری ملاقات ہے۔ ویسے عام طور پر ان کو اپنے جذبات پر بڑا کنٹرول تھا اور ایسی کیفیت میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ چوہدری صاف نہایت مصفّا آدمی تھے۔ بڑی قناعت اور انکساری والے شخص تھے۔ اپنے پاس صرف ایک جُوتا رکھتے۔ کپڑے بھی بہت کم ہوتے لیکن ہمیشہ صاف ستھرے۔ جو رقم اس وجہ سے بچتی وہ ضرورت مند لوگوں میں تقسیم کر دیتے اتنے مخیّر آدمی میں نے بہت کم دیکھے ہیں۔

چوہدری صاحب کا ادبی ذوق بہت اعلیٰ تھا کسی ادبی شخصیت سے ان کی ملاقات کا تو مجھے علم نہیں لیکن میرے سامنے انہوں نے سینکڑوں شعر اُردو اور فارسی کے سنائے میں نے کبھی ان میں کوئی خود غرضی نہ دیکھی نہ سنی۔ باقی لوگوں کا کیا ہے جتنے منہ اُتنی باتیں۔

تحدیثِ نعمت میں ان کا ذکر ہے کہ انہوں نے طباعت کے ضمن میں تعاون پیش کیا۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ جب تحدیثِ نعمت شائع ہونے والی تھی تو چوہدری بشیر احمد صاحب اور شیخ اعجاز احمد صاحب نے ایک دن ٹیلیفون کر کے مجھ سے کاغذ کے بارے میں پوچھا میں نے پوچھا کہ کس کی کتاب چھپنی ہے تو انہوں نے بتایا کہ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی سوانح حیات چھاپ رہے ہیں تو میں نے عرض کیا کہ چوہدری صاحب کی کتاب کے لئے جتنا کاغذ چاہیئے میں فراہم کر دوں گا چنانچہ کاغذ میں نے پہنچا دیا کتاب انہوں نے خود کہیں سے چھپوائی۔

○

تیسری نسل کی گواہی ـــــ ان سے مِل کر سکون آجاتا تھا ـــــ

سیّد یاور علی

جنرل منیجر ملک پیک لمیٹڈ

جناب محترم سیّد یاور علی صاحب جنرل منیجر ملک پیک لمیٹڈ اقوامِ متحدہ میں پاکستان کے سابق مستقل مندوب پاکستان کے سابق وزیرِ خزانہ اور معروف سفارت کار جناب سیّد امجد علی صاحب کے صاحبزادے اور جناب سیّد مراتب علی شاہ صاحب کے پوتے ہیں۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب مرحوم و مغفور کے بارے میں آپ کا بیان اِس لحاظ سے خصوصی دلچسپی اور توجہ کا حامل ہے کہ آپ حضرت چوہدری صاحب کے جاننے والوں کی اس تیسری نسل سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے اپنے والد محترم اور دادا بزرگوار کی طرح حضرت چوہدری صاحب سے یکساں طور پر فیض حاصل کیا۔ ذرا یہ تحریر پڑھئے اور تاریخ کے اُس منفرد سپوت کے نام سلام بھیجئے جس نے اپنی تاریخ ساز طلسماتی شخصیت سے تین نسلوں کو یکساں طور پر متاثر کیا ـــــ

جناب سیّد یاور علی صاحب نے کہا: میری ہوش میں چوہدری صاحب سے پہلی ملاقات بیس سال قبل ۱۹۶۵ء میں ہوئی۔ جس چیز نے اس ملاقات میں مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھی کہ

مجھ پر ان کی توجہ بہت تھی حالانکہ اس وقت میری لڑکوں کی عمر تھی
مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی خاص صفت تھی کہ وہ ہر آدمی سے پوری
توجہ سے پیش آتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ ان کی یادداشت اتنی
اچھی تھی کہ ہر چیز کا TOTAL RECALLED تھا۔

چوہدری صاحب کے بارے میں بہت سی باتیں ہیں ایک سب
سے اہم بات جو ذہن میں آرہی ہے یہ ہے کہ مَیں نے ان کو ایک
دفعہ ایک خط لکھا جس میں وزڈم (عقل) کا ذکر تھا اس کے جواب
میں آپ نے مجھے لکھا:

THE SUM OF ALL WISDOM IS
IN SIMPLICITY AND HUMILITY.

یعنی عقل کا نچوڑ سادگی اور عاجزی میں ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ
یہی ان کی زندگی کے دو بنیادی اصول تھے۔ یہ وہ دو ستون ہیں جن
پر ان کی زندگی استوار رہے۔ ان کی زندگی سادگی اور عاجزی کی ایک
بڑی اچھی مثال تھی۔

دوسری چیز جو مَیں نے ان میں دیکھی وہ یہ تھی کہ جب بھی ان
سے کوئی مشورہ لینا ہوتا تو وہ ہمیشہ اس بات پر زور دیتے کہ اللہ
سے دعا کرو اور اسی سے راہنمائی حاصل کرو۔ تقریباً ہر خط میں
ان کا یہی پیغام ہوتا یا اسی نصیحت کی یاددہانی ہوتی تھی۔ مَیں نے
بھی ان کو کئی دفعہ دعا کے لئے کہا اور مجھے یقین ہے کہ میری زندگی
میں ان کی دعا کا اثر ضرور رہا ہے۔

اگرچہ پچھلے پانچ چھ سال سے میری ان سے خط و کتابت نہیں
رہی تھی لیکن اس سے پہلے ان کو لکھے گئے ہر خط کا جواب آتا تھا اور
جواب بھی فوراً آتا تھا یہ ان کی خاص چیز تھی۔ ہمیشہ بڑا واضح اور
ٹو دی پوائنٹ جواب ہوتا۔

چوہدری صاحب کی ایک اور بات مجھے بڑی اچھی طرح یاد
ہے کہ آپ اُن کو کوئی خط لکھیں یا اُن سے گفتگو کریں تو معلوم ہوتا
تھا کہ اُن کو مخاطب کی اندر کی بات کا پتہ ہے۔ مَیں نے ایک بار کہا
کہ آپ کی حسیات بڑی تیز ہیں آپ ہر بات کی تہہ تک فوراً پہنچ جاتے
ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ بڑی آسان
بات ہے

I PUT MYSELF IN THE SHOES
OF THE OTHERS.

مَیں اپنے آپ کو دوسرے کی جگہ پر رکھ کر سوچتا ہوں کہ اگر یہ
صورتِ حال مجھے درپیش ہو تو مَیں کیا کروں گا ـــــ اور دراصل
انسانوں کو سمجھنے کا بنیادی اصول یہی ہے۔

مَیں نے ایک دفعہ ایک حدیث پڑھی تھی کہ ہر کسی سے اس کی
عقل سمجھ کے مطابق گفتگو کرنی چاہئیے۔ چوہدری صاحب اپنی
ساری زندگی اس حدیث نبوی پر عامل رہے۔ آپ ہر شخص سے
اس کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

چوہدری صاحب کی زندگی میں وقت کی پابندی کا عنصر بڑا
حیران کن تھا۔ ان کا زندگی گزارنے کا طریق بڑا نپاتُلا اور طے شدہ
ہوتا تھا۔

دو باتیں ان کی زندگی میں بہت اہم تھیں۔ وہ ہیں وقت اور
دولت کی صحیح صحیح تقسیم۔ وہ اپنا وقت اس طرح استعمال کرتے
تھے کہ ان کا وقت ان کے اپنے لئے بہت کم ہوتا تھا اور دوسروں
کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت ان کے پاس ہوتا تھا۔ یُوں کہئیے
کہ ان کے پاس ہر وقت دوسروں کے لئے وقت نکل آتا تھا۔
جتنے بھی عظیم آدمی ہیں ان کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنے وقت
کی منصوبہ بندی بڑی احتیاط سے کرتے تھے اور وہ ایک دن میں
عام آدمی کی نسبت بہت سے کام زیادہ کر سکتے تھے اور درحقیقت
یہ ہم جیسے کاروباری لوگوں کے لئے زندگی کا بہت اہم اصول ہے
اسی طرح سے دولت کو استعمال کرنے کی منصوبہ بندی ایسی تھی کہ انکی
دولت ان کے اپنے لئے کم اور دوسروں کے لئے زیادہ ہوتی تھی۔

چوہدری صاحب کی ایک خوبی بڑی اہم تھی کہ ان سے مل کر
انسان کو سکون آجاتا تھا اور یہ خواہش ہوتی تھی کہ زیادہ سے
زیادہ وقت ان کے ساتھ گزارا جائے۔ ان کی کوشش یہ ہوتی تھی
کہ مَیں انہیں ظفراللہ کہہ کر پکاروں۔ دراصل وہ چاہتے تھے کہ دونوں
کے تعلقات کی سطح ایک ہی ہو۔ جیسے وہ میرے دادا سے تعلق رکھتے
تھے اسی طرح کا تعلق مجھ سے بھی رکھنا چاہتے تھے یُوں جیسے کہ وہ
میری عمر کے ہوں۔ ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ جس سے تعلق کی بناء
ڈالی جائے یہ خود اس کے مساوی سطح پر رہیں یا اس سے کم رہیں
یہ نہ ہو کہ مخاطب یہ محسوس کرے کہ وہ آپ سے کم تر ہے۔ یہ دراصل
وہی سادگی اور عاجزی کے اصول کا عملی اظہار ہے۔

وقت کی پابندی ان کا ایسا اصول تھا کہ بلا مبالغہ لوگ
ان کو دیکھ کر اپنی گھڑیاں درست کر لیا کرتے۔

میرا ان سے تعلق ہماری فیملی کی نسبت سے تھا۔ وہ لاہور

آکر اکثر ہمارے ہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ باؤنڈری کمیشن کے کیس کے دنوں میں وہ ڈیوس روڈ پر ہمارے گھر ٹھہرے پھر ہم کینال بنک آ گئے تو وہاں بھی آکر رہا کرتے۔ کراچی میں بھی ہماری رہائش گاہ تھی وہاں بھی آیا کرتے تھے۔

اَخلاقِ محمّدی کا بہترین نمونہ چوھدری صاحب تھے

ڈاکٹر سیّد ظفر حیدر

ڈاکٹر سیّد ظفر حیدر میو ہسپتال لاہور میں پروفیسر ہیں اور جناب سیّد افضل حیدر کے بھائی اور سیّد محمد شاہ صاحب ایڈووکیٹ مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے بارے میں فرمایا:۔

میرا نام "ظفر" چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے نام پر رکھا گیا چوہدری صاحب کو اپنے ہاں بیٹے کی خواہش تھی شاید اسی وجہ سے وہ اپنے دوستوں کو تحریک کرتے تھے کہ ان کے ہاں بیٹا ہو تو وہ اس کا نام اُن کے نام پر رکھیں چنانچہ میرا نام اور چوہدری بشیر احمد صاحب کے بیٹے ائر مارشل ظفر چوہدری کا نام اُن کے نام پر رکھا گیا۔

مجھے ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان بھجوانے کا انتظام آپ نے ہی کیا۔ یہ آپ کی غریب نوازی تھی۔ وہ جب بھی لاہور میں آتے تو میرے والد مرحوم سے ملنے ضرور آیا کرتے تھے۔ ان کی عظمت ان کے خلوص میں تھی۔ بڑی لگن سے سب کے بارے میں پوچھتے ہر اک کا نام ان کو یاد ہوتا اس کو سلام بھجواتے۔ وہ وائسرائے کونسل کے رکن تھے اور میرے والد ایک تحصیل کے معمولی وکیل تھے یعنی آدمی کہاں سے کہاں پہنچ گیا مگر وہ اپنے دیرینہ تعلق کو بھولتے نہیں تھے۔

جب آپ نے میرے انگلستان جانے کا انتظام کر دیا تو آپ لاہور سے کراچی جا رہے تھے مجھے اپنے ساتھ اپنے سیلون میں بٹھا لیا اور تمام راستہ انگلستان کے بارے میں ضروری باتیں بتاتے رہے۔ کراچی جا کر مَیں ان کے گھر ہی مقیم ہؤا۔ رات کے کھانے پر وہ میز پر بیٹھے تھے مَیں بھی ساتھ تھا ان کے گاؤں ڈسکہ کا ایک پٹواری بھی میز پر موجود تھا اور ٹھیٹھ پنجابی لہجہ میں آپ سے باتیں کر رہا تھا چوہدری صاحب بڑے انہماک سے اس کی باتیں سُن رہے تھے۔ اتنے میں سابق وزیرِ اعظم چوہدری محمد علی صاحب جو اُس وقت وزیرِ خزانہ تھے چوہدری صاحب سے ملنے تشریف لائے۔ چوہدری صاحب نے ان کو بھی میز پر بٹھا لیا۔ اُن کے آنے کی وجہ سے وہ پٹواری جو اپنی بات کر رہا تھا خاموش ہو گیا۔ چوہدری صاحب نے اسے کہا تم اپنی بات جاری رکھو۔ اُس نے کچھ ہچکچاہٹ کا اظہار کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ملک کا وزیرِ خزانہ محفل میں شامل ہو گیا ہے اب میرا خاموش رہنا بہتر ہے۔ چوہدری صاحب فوراً بھانپ گئے اور مسکراتے ہوئے بولے، جس طرح تم میرے مہمان اسی طرح چوہدری (محمد علی) صاحب میرے مہمان۔ یہ کہہ کر چوہدری محمد علی صاحب کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور پوچھا "کیوں جی چوہدری صاحب! مَیں نے درست کہا"۔ چوہدری محمد علی صاحب کیا بولتے؟ فوراً کہا "جی بالکل ٹھیک۔ بالکل ٹھیک"۔ چنانچہ اس پر اُس پٹواری نے اپنی گفتگو دوبارہ شروع کر دی۔ اِس چھوٹے سے واقعے سے ایک چیز واضح ہوتی ہے چوہدری صاحب کبھی بھی کسی شخص کو اسکے دنیاوی مقام کی وجہ سے کم تر نہیں سمجھتے تھے۔ ان کی عظمت کردار یہ بھی کہ کم مرتبہ لوگوں کو بلند کر کے خوش ہوتے تھے۔ ایک اَور بات یہ بھی ہے کہ جب لاہور سے چلنے لگے تو روانہ ہونے سے پہلے حضرت صاحب کی دعاؤں کی ایک کتاب کسی سے لی اور پھر سارا راستہ وہ دعائیں دوہراتے رہے۔

چوہدری صاحب قائدِ اعظم کے بڑے مدّاح تھے اسی سفر کے دَوران مَیں نے بات کی کہ ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں آپ لیڈر آف دی ہاؤس تھے جبکہ قائدِ اعظم اپوزیشن میں تھے اُس وقت اُن کا رویہ کیسا ہوتا تھا۔ چوہدری صاحب فرمانے لگے قائدِ اعظم بڑی صلاحیتوں کے مالک شخص تھے اُن کے ساتھ جب اختلاف بھی ہؤا تو بڑے معزز طریقے سے ہؤا اور اسی لئے ہم اُن کا احترام ہندو لیڈروں سے زیادہ کرتے تھے کیونکہ وہ جو بات کرتے وہ سچی ستھری اور کھری بات ہوتی۔ مَیں نے سوال پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر قائدِ اعظم اپنے اصولوں میں اتنے سخت اور غیر لچکدار رویہ اختیار کرنے والے نہ ہوتے تو پاکستان کے لئے بہت بہتر ہوتا۔ چوہدری صاحب کہنے لگے کہ قائدِ اعظم کا اپنے موقف پر سختی سے ڈٹا رہنا ہی پاکستان بننے کا سبب بنا۔ اگر

وہ اپنے موقف میں ذرا بھی نرمی دکھاتے تو پاکستان کبھی وجود میں نہ آسکتا۔

۱۹۷۶ء میں جب میں انگلستان گیا تو آپ اُس وقت بیت الفضل لندن کے اُوپر ایک فلیٹ میں قیام فرما تھے۔ آپ نے مجھے چائے پر مدعو فرمایا جیسے میں کوئی بہت بڑا آدمی ہوں اور میرے لئے خصوصی اہتمام کیا۔ یہ وہ چیز ہے جو آج کے انسان میں مفقود ہوگئی ہے۔ اگر کوئی شخص سیشن جج کے عہدے سے بھی ریٹائر ہوتا ہے تو توقع کرتا ہے کہ لوگ اسے سلام کریں۔ آپ وزیر خارجہ تھے مگر یہ یاد رکھتے تھے کہ اپنے دیرینہ دوست کے بچے کو بلوانا ہے۔ اس کے ساتھ چائے پیتے تھے اُسے سیر کو لیجاتے تھے

۱۹۵۷ء میں جب عالمی عدالت میں تھے تو میں وطن واپس آنے لگا تو مجھے کہا کہ مل کر جانا۔ پھر مجھے بتایا کہ میرے واپسی کے سفر میں کون کونسی جگہ دیکھنے کے قابل ہے۔ مجھے خاص تاکید کی کہ فلاں جھیل اور فلاں مقام ضرور دیکھنا۔

ساڑھے تین سال قبل جب آپ لاہور آئے تو میں ملنے نہ جاسکا اس پر آپ نے خط لکھا اور اس میں میری خامی کی بڑی ہی خوبصورتی سے پردہ پوشی کی کہ تم ایک مصروف سرجن ہو تمہیں وقت نہیں ملتا۔

اُن کے کردار میں COURTESY, NOBILITY POLITENESS یعنی عظمت و شرافت، دوسروں کا خیال رکھنا، نرمی اور پردہ پوشی جیسی صفات عروج پر تھیں اور یہ اخلاقِ محمدی کے وہ بنیادی اصول ہیں کہ جن کو جس عمدگی سے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے نبھایا میری ذاتی زندگی میں اب تک ایک بھی ایسی مثال سامنے نہیں آئی۔

میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ اُن کو ملنا ایک اعزاز ہوتا تھا اُن کی انسانیت اور حُسنِ اخلاق کا جوہر نمایاں تھا۔ کھوٹ نام کی بھی کوئی چیز ان میں نہ تھی۔ انہوں نے جن ججوں کو نا قابل سمجھا صاف طور پر اس کا اظہار کیا انہوں نے COURTESY یعنی دوسروں کا انتہائی خیال رکھنے کی صفت کے باوجود کبھی کسی نا اہل کو اہل نہیں کہا۔ ڈپلومیٹ ہوتے ہوئے بھی جھوٹ کو سچائی نہیں کہا۔ اور کبھی کسی انسان کو اس کی تنخواہ، غربت یا دنیاوی مقام سے نہیں ناپا تولا۔ یہ ناپ تول اُن کے ذہن میں تھا ہی نہیں ان کے ذہن میں تو انسانیت، خلوص اور غریب نوازی تھی ——!!

کیبنٹ میٹنگ چھوڑ کر مجھے ملنے کے لئے آ گئے ——

جناب افضل حیدر

رُکن پاکستان بار کونسل و
سابق صدر ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن لاہور

میں اُس طبقہ سے تعلق رکھتا ہوں جہاں بزرگوں کی عزّت کی جاتی ہے۔ ہمارے بزرگوں سے جن کے تعلقات تھے وہ ہم پر شفقت فرماتے تھے اور ہم بھی اسی اعتبار سے ان کی عزّت و احترام کرتے تھے۔ اِس پس منظر میں مَیں جب اپنے والد محترم سید محمد شاہ صاحب ایڈووکیٹ کے دوستوں کو یاد کرتا ہوں تو ان کے بہترین دوستوں میں جناب پطرس بخاری مرحوم، میر افضل علی مرحوم، خلیفہ عبد الحکیم مرحوم، سردار سکندر حیات مرحوم اور چوہدری ظفر اللہ خان صاحب مرحوم یاد آتے ہیں۔ ان میں سے میرے والد کے بعض دوستوں کی میرے بچپن ہی میں وفات ہوگئی تاہم میرے والد محترم کے دوستوں میں سے جنہوں نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب تھے جو میرے والد کی حیات میں اور ان کی وفات کے بعد بھی یکساں شفقت سے ہمیشہ ملتے رہے۔ یہ واحد شخص تھے جن کی شفقت میں مَیں نے کبھی فرق محسوس نہیں کیا اور جو ہمارے ساتھ باقاعدہ خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ بھی رکھتے تھے۔

میں آپ کو چوہدری صاحب موصوف کا ایک خط دکھاتا ہوں بطور مثال اس کی صرف دو سطریں سُن لیجئے۔ یہ ۲۳ جولائی ۱۹۷۱ء کا خط ہے جو آپ نے ہیگ (ہالینڈ) سے مجھے لکھا۔

لکھتے ہیں:-

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ MY DEAR AFZAL

A LETTER FROM YOU IS SO UNEXPECTED AND UNUSUAL A PLEASURE THAT I HASTEN TO SEND YOU A LINE IN

REPLY IMMEDIATELY ON
RECEIPT OF IT.

یعنی تمہارا خط میرے لئے ایسی غیر متوقع اور غیر معمولی
خوشی کا باعث بنا ہے کہ میں یہ خط وصول کرتے ہی
فوری طور پر تمہیں جواب دینے کے لئے چند سطریں
جلدی سے لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔

اب دیکھئے! یہ شفقت کا انداز تھا حالانکہ میں بہت چھوٹا آدمی تھا لیکن اس بات کو بھول کر وہ شفقت فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمہارا خط بھی میرے لئے بڑی خوشی کی بات ہے۔

چوہدری صاحب کی وہ تحریر جو میں نے جنگ میں چھپوائی اس کے بارے میں چوہدری صاحب کہا کرتے تھے کہ یہ میرا اہم ڈاکومنٹ تمہارے پاس ہے اسے مجھے دے دو۔ میں کہتا جناب یہ دستاویز میرے والد کو ایک دوست نے تحفہ میں دی اور میرے والد نے اپنے بچے کو تحفہ میں دی ہے آپ اسلامی قانون کی کس شق کے تحت مجھ سے واپس مانگتے ہیں۔ میری اس بات پر بہت ہنستے کہ اچھا تم مجھے قانون کی مار دے رہے ہو۔ پھر مجھے کہا کہ اس کی ایک نقل مجھے دے دو چنانچہ میں نے اس کی ایک فوٹوسٹیٹ نقل انہیں دے دی۔

جب تحدیث نعمت چھپی تو میں نے آپ سے گلہ کیا کہ تحدیث نعمت میں وہ بہت کچھ شائع نہ ہوا جو آپ نے ہمیں پڑھ کر سنایا تھا اس میں بہت ایڈیٹنگ کی گئی ہے۔ انہوں نے چوہدری بشیر صاحب کا نام لیا کہ ان کو یہ مسودہ دیا گیا تھا۔ اس کی ایڈیٹنگ کی ذمہ داری مجھ پر نہیں۔ پھر چوہدری صاحب نے فرمایا کہ اب میں کوشش کروں گا کہ نئے ایڈیشن میں اس کی تلافی ہو اور تحدیث نعمت DRASTIC EDITING سے بچ جائے۔

ایک واقعہ میں بیان کرتا ہوں جب آپ وزیر خارجہ تھے مجھے پتہ چلا کہ آپ آئے ہوئے ہیں میں اپنی کار میں بیٹھا اور ان کے گھر چلا گیا۔ جا کر دیکھا تو گھر کے باہر کوئی چوکیدار مالی وغیرہ نظر نہ آیا۔ خیر میں گیا گھنٹی بجائی چوہدری صاحب خود ہی باہر تشریف لائے اور مجھے دیکھتے ہی کہا بغیر ٹیلیفون کئے کیوں آئے ہو میرے گھر میں کابینہ کی میٹنگ ہو رہی ہے۔ یہ بات سنتے ہی میں شرمندہ بھی ہوا اور گھبرا بھی گیا۔ عرض کیا پھر معذرت چاہتا ہوں مجھے اجازت دیں۔ چوہدری صاحب بولے نہیں! اب تم آئے ہو تو چند منٹ یہاں بیٹھو میں کابینہ کی میٹنگ سے پانچ منٹ کی اجازت لے کر آتا ہوں۔ میں نے بہتیرا کہا کہ مجھے جانے دیں مگر فرمانے لگے نہیں! اب تم آئے ہو تو چند منٹ بیٹھو۔ پھر اندر جا کر کابینہ سے پانچ منٹ کی اجازت لی۔ کس کے لئے؟ مجھ ایک دوست کے بیٹے کے لئے۔ اور اس میں بھی کئی سبق پنہاں تھے مگر اس کے لئے جو ان کے دوست کا بیٹا تھا۔ چنانچہ واپس آئے مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ پھر یہ دیکھ کر کہ میں اس صورت حال سے نروس ہو چکا ہوں مجھے ایک کتاب دی کہ اس کا ایک صفحہ مجھے پڑھ کر سناؤ۔ اس طرح میری پریشانی دور کی۔ پانچ منٹ مکمل ہوئے تو مجھے جانے کی اجازت دی اور گاڑی تک چھوڑنے آئے۔ یہ ان کی شفقت کا مظاہرہ تھا۔

۱۹۸۳ء میں جب میں ہائی کورٹ بار کا صدر بنا تھا مجھے معلوم نہ تھا کہ چوہدری صاحب لاہور آئے ہوئے ہیں۔ میرے بڑے بھائی ڈاکٹر سید ظفر حیدر کے نام ان کا پیغام آیا تو میں حاضر ہوا۔ پنجابی میں فرمانے لگے:

"یار میں تیری تصویر اخبار وچ دیکھی سی۔ لگدا تے
افضل ای سی۔"

پھر مجھے بار کا صدر منتخب ہونے پر مبارکباد دی اور مجھے کھانے پر بلایا اور مجھے میز کے کونے پر بٹھایا کہ مسٹر پریذیڈنٹ یہاں بیٹھو۔ اس گفتگو کے دوران جو قریباً تین چار گھنٹے جاری رہی ہر قسم کے موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ چوہدری صاحب اس خادمہ کا بھی ذکر کرتے رہے جس کا کھانا وہ میرے نانا جان حکیم امین الدین بار ایٹ لاء کے گھر بازار حکیماں بھاٹی گیٹ لاہور میں بڑے شوق سے کھایا کرتے تھے۔ اس خادمہ کا نام اماں گل جان تھا۔ چوہدری صاحب بہت مختصر غذا کھاتے تھے مگر بہت اچھے کھانے کا ذوق رکھتے تھے یہ ان کی شفقت کے پہلو تھے کہ وہ چھوٹوں کے ساتھ تعلق کو اپنی طبعی انکساری کے ساتھ نبھاتے تھے اور کبھی کسی کو اندازہ نہیں ہونے دیتے تھے کہ دنیاوی طور پر یہ شخص اس جاہ و جلال کا مالک ہے۔

جب بھی ملاقات ہوتی پرانی یادوں میں سے ایک ایک کو یاد کرتے تھے۔ ہمارے خاندانی باغ کے ناگ پوری سنگترے اور واشنگٹن نیول مالٹے ہمارے گاؤں ضلع کمالیہ کے چک امیر علی شاہ سے ہر سال چوہدری صاحب کو جایا کرتے تھے۔ میرے چچا سید نوازش علی اس زمین کے انچارج ہوا کرتے تھے۔ ایک سال سیلاب آ گیا جس سے فصل تباہ ہو گئی اور مالٹے اور سنگترے چوہدری صاحب کو نہ بھیجے جا سکے تو آپ نے گلہ کیا کہ مجھے اس سال دوستی کا یہ

تحفہ نہیں آیا تو ہم نے عرض کیا کہ اس سال یہ تحفہ قدرت کی ستم ظریفی کا شکار ہوگیا۔ ہر سال جب بھی ملتے سنگتروں اور مالٹوں کے اس تحفے کا ذکر ضرور کرتے۔

ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی کے بھائی کے کیمبرج میں داخلے کے لئے چوہدری صاحب کو لکھا۔ چوہدری صاحب کو جب میرا خط ملا تو آپ امریکہ سے پاکستان آنے والے تھے اور آپ نے نیویارک سے سیدھے پاکستان آنا تھا۔ آپ نے شفقت فرمائی اور تکلیف کر کے لندن میں سفر کا تسلسل منقطع کیا اور میری بیوی کے بھائی کے داخلہ کا بندوبست فرمایا۔ پاکستان آئے تو مجھے یاد فرمایا میں حاضر ہوا تو میرا خط ہاتھ میں لئے ٹہل رہے تھے مجھے دیکھ کر علیک سلیک کے بعد فرمایا یہ اپنا خط پڑھو میں نے خط پڑھا کوئی بات سمجھ میں نہ آئی پھر فرمایا دوبارہ پڑھو اور اس میں سے غلطی نکالو میں پھر غلطی نکالنے سے معذور رہا تو مجھے بتایا کہ تمہارے خط میں یہ دو غلطیاں ہیں پھر مجھے بڑی سختی سے فرمایا دوبارہ تم یہ غلطی نہیں دوہراؤ گے۔ اس کے بعد مجھے مخاطب کر کے مصنوعی غصے سے پنجابی میں بولے

"اوئے میں تیرے سوریاں دا نوکر آں"

میں گڑبڑا گیا تو مسکرا کر فرمایا تمہاری بیوی کے بھائی کو داخلہ دلوا دیا ہے لندن بھجوا دو۔ چنانچہ اُسے لندن بھجوا دیا گیا۔

جناب سیّد افضل حیدر صاحب ایڈووکیٹ نے حضرت چوہدری صاحب کی وفات پر تعزیتی کتاب کے لئے مندرجہ ذیل تحریر رقم فرمائی:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لاہور
یکم ستمبر ۱۹۸۵ء

۱۹۴۷ء سے قبل اور اس کے بعد چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ بیرون ممالک میں قانونی، آئینی اور سیاسی سطح پر بھرپور کردار ادا کیا۔ اعلان تقسیم ہندوستان کے فوراً بعد قائد اعظم محمد علی جناح کے معتمد خاص کی حیثیت سے آپ نے مسلم لیگ کا موقف باؤنڈری کمیشن کے سامنے نامساعد حالات کے باوجود اپنی مخصوص قانونی مہارت اور جانفشانی سے پیش کیا۔ اسی طرح عالمی اداروں میں مسئلہ کشمیر پر پاکستان کی عمدہ نمائندگی کی۔ جمہوری اقدار، حقوق انسانی، شخصی آزادیوں اور حق خود ارادیت کے اصول سے وابستگی کی بناء پر فلسطین، لیبیا، الجیریا اور تیونس کی آزادی کے لئے بھی عالمی اداروں میں چوہدری صاحب کی مساعی تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں۔ عالمی عدالتِ انصاف کی صدارت اور جنرل اسمبلی کی صدارت کا ایک فرد میں اکٹھے ہونے کا منفرد اعزاز صرف چوہدری صاحب ہی کے حصہ آیا۔ عالمی سطح پر آپ کی صلاحیتوں کا اس سے بڑھ کر اور کیا اعتراف ہوسکتا ہے۔

خطہ پنجاب کے عظیم فرزند چوہدری محمد ظفر اللہ خان اپنی ذات میں انجمن اور ان کی شخصیت ایک عہد تھی۔ مجھے چوہدری صاحب کو قریب سے دیکھنے کا اعزاز حاصل ہے جرأت اور خود اعتمادی، انکساری، تقویٰ اور اللہ پر بھروسہ، حقوق العباد کا شدت سے احساس، دوسروں کی عزت نفس کو برقرار رکھنے کی خاصیت، بزرگوں کا احترام اور چھوٹوں کے ساتھ انتہائی شفقت اور قادر الکلامی چوہدری صاحب کی شخصیت کے اہم عناوین ہیں مرحوم نے زندگی کے انعام کو شعوری طور پر اس نظم و ضبط سے گذارا کہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ اپنے خالق کے حضور تحدیثِ نعمت بن گیا۔

موت کے متعلق ان کا نقطۂ نظر مثبت اور ROBUST تھا۔ ان کے نزدیک موت سب سے پیاری ہستی کی طرف سے بُلاوا تھا۔ آج ہم سب کی موجودگی میں موت سے ناطہ جوڑ کر اور سب ناطے توڑ کر اسی پیاری آواز پر لبیک کہتے ہوئے سفرِ آخرت پر روانہ ہوگئے ہیں۔ ع

بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کی آغوش میں جگہ دے۔ آمین

سیّد افضل حیدر

مسٹر جسٹس (ریٹائرڈ) شیخ شوکت علی صاحب

سابق جج لاہور ہائی کورٹ

مجھے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے ملنے کا ایک دوبار ہی اتفاق ہوا ہے تاہم میں نے ان کی لکھی ہوئی کئی کتابیں

پڑھی ہیں۔ ۶۹-۱۹۶۸ء میں مسٹر جسٹس افضل چیمہ نے
چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے اعزاز میں کھانے کی
ایک دعوت دی اس میں مَیں بھی شامل تھا۔ اس ملاقات میں
مجھے دو ڈھائی گھنٹے تک ان سے گفتگو کرنے کا موقع ملا۔
مَیں نے انہیں ویسا ہی پایا جیسے ان کے بارے میں سُنا اور
پڑھا تھا۔ وہ مجھے کسی ولی بزرگ کی طرح نظر آئے جن میں سادگی
اور سچائی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ چوہدری صاحب
کی یہی خصوصیات تھیں جن کی وجہ سے جناب قائدِ اعظم محمد علی جناح
نے انہیں باؤنڈری کمیشن کے سامنے پاکستان کا کیس پیش
کرنے کے لئے منتخب کیا۔ مَیں نے اس کیس کا جتنا مطالعہ کیا
ہے مَیں نے انہیں ایک حقیقی محبِ وطن اور حقیقی پاکستانی پایا
ہے۔

چوہدری صاحب کی سادگی اور عاجزی ان کی نمایاں خصوصیت
تھی باوجود اس کے کہ وہ اعلیٰ ترین عہدوں پر رہے وہ
نہایت ہی عاجز اور منکسر المزاج شخص تھے۔ اگر ہمارے ملک
کے تمام افسران اور اعلیٰ ترین عہدے رکھنے والوں میں یہ
خصوصیات پیدا ہو جائیں تو ہمارے ملک کا نقشہ ہی بدل سکتا
ہے۔ ایسے لوگ دُنیا میں بہت کم آتے ہیں اور بہت کم ہوتے
ہیں جو ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہوتے ہیں۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ نہ صرف پاکستان کے اعلیٰ ترین
قانون دان تھے بلکہ دُنیا بھر کے اعلیٰ ترین قانون دانوں میں
ان کا شمار ہوتا ہے۔ اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جو اللہ لوک
بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں جھوٹ جن کے قریب بھی نہیں گیا
ہوتا۔ مَیں ہمیشہ ان کی ذات سے متاثر رہا ہوں اور مَیں یہ بات
اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا ہوں کہ مَیں نے دو ایک دفعہ ان سے
ملاقات کی سعادت حاصل کی ہے۔

جہاں تک ان کی کتب کا تعلق ہے ان کی خود نوشت سوانح
حیات 'تحدیثِ نعمت' ایسی چیز ہے کہ ایک دفعہ اسے پڑھنا شروع
کر دو تو ہاتھ سے رکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ مَیں نے ان کی یہ کتاب
ایک ہفتہ کے اندر ختم کر دی تھی۔ اس کتاب نے مجھ پر نہ ختم ہونے
والا تاثر چھوڑا ہے۔ جس طرح انہوں نے واقعات بیان کئے
ہیں مثلاً اپنی والدہ کا ذکر، ان کی وفات کا ذکر بہت ہی متاثر
کرنے والے واقعات ہیں۔ انہوں نے اس میں صرف سچ لکھا
ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ اپنی کمزوریاں بھی بیان کی ہیں اور
اچھائیاں بھی گنوائی ہیں۔ یہ بات وہی کر سکتا ہے جو سرتا پا
سچائی کا مجسمہ ہو۔

○

فلسطین کے مسئلہ پر پانسہ پلٹ گیا

جناب میاں ارشد حسین صاحب

سابق وزیرِ خارجہ پاکستان

جناب میاں ارشد حسین صاحب مئی ۱۹۶۸ء سے اپریل
۱۹۶۹ء تک پاکستان کے وزیرِ خارجہ رہے۔ آپ برصغیر کے
پہلے مسلمان وائس چانسلر جناب میاں افضل حسین کے صاحبزادے
اور پنجاب کے نامور سیاسی فرزند جناب سر میاں فضل حسین کے
بھتیجے ہیں۔ آپ کو ایک لمبا عرصہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان
صاحب سے تعلق رہا ہے۔ آپ نے ہمارے نمائندے سے گفتگو
کرتے ہوئے کہا:

چوہدری صاحب کے کارنامے تو ایک پوری کتاب کے متقاضی
ہیں مَیں ان کے ساتھ اپنی چند یادوں کا ذکر کرتا ہوں۔

میرے والد مرحوم میاں افضل حسین چوہدری صاحب کے
ہم جماعت تھے۔ اِس تعلق سے جب مَیں کیمبرج میں زیرِ تعلیم تھا
میری چوہدری صاحب سے ملاقات ۱۹۳۰ء میں اُس وقت ہوئی
جبکہ آپ گول میز کانفرنس میں نمائندہ کے طور پر تشریف لائے
آپ میرے ساتھ بہت شفقت سے پیش آئے۔ اُس کے بعد
دوسری اور تیسری گول میز کانفرنس میں بھی آپ بطور نمائندہ شامل
تھے۔ اس کے بعد آپ گول میز کانفرنس کے بارے میں حکومت
برطانیہ کی طرف سے جاری کردہ قرطاس ابیض پر غور کرنے والی
جوائنٹ سلیکٹ کمیٹی میں بھی شامل ہوئے اور اس میں مسلمانوں
کی نمائندگی کی۔ چوہدری صاحب کی وہ تقریر جو انہوں نے غالباً
دوسری گول میز کانفرنس میں کی بہت معرکہ انگیز تھی۔ یہ مسلمانوں
کے حقوق کے بارے میں خطاب تھا جو مسلسل ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا

حکومت کی نمائندگی بطور ممبر وائسرائے ایگزیکٹو کونسل کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ اس سے پہلے جو کام چوہدری صاحب نے گول میز کانفرنسوں میں کیا تھا اس سے بھی قائد اعظم بخوبی آگاہ تھے۔ اِس لئے جب وزیر خارجہ کے عہدہ کے لئے ان کو موزوں شخص کی تلاش ہوئی تو اس عہدہ کے لئے پاکستان کا کوئی اَور شخص مناسب نہیں تھا چنانچہ چوہدری صاحب کو وزارتِ خارجہ کا چارج دیتے ہوئے قائد اعظم کو کوئی پس و پیش نہ ہوُا۔

جب چوہدری صاحب وزیر خارجہ مقرر ہوئے تو میرے والد بزرگوار میاں افضل حسین صاحب مبارکباد دینے گئے اور آپ نے چوہدری صاحب کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا:

PAKISTAN IS LUCKY TO HAVE YOU.

یعنی پاکستان خوش قسمت ہے کہ اسے آپ جیسا وزیر خارجہ ملا ہے۔

جب مَیں پاکستان کا وزیر خارجہ بنا تو چوہدری صاحب کے ساتھ میرے پہلے سے ہی خاندانی مراسم تھے انہوں نے مجھے مبارکباد کا خط لکھا اس میں انہوں نے مجھے ایک دعا پڑھنے کے لئے لکھی جناب میاں ارشد حسین صاحب چوہدری صاحب کی یاد میں بیان کرتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے۔ چند لمحے کے بعد انہوں نے اپنی حالت پر قابو پایا اور کہا کہ میری وزارت کے دَوران چوہدری صاحب ہیگ میں عالمی عدالتِ انصاف کے جج رہے تھے اِس لئے وزارت کے بارے میں امور پر مَیں اُن سے کوئی خاص رہنمائی نہ حاصل کر سکا۔ جب میرے والد صاحب کا انتقال ۱۹۷۰ء میں ہوُا تو چوہدری صاحب تعزیت کے لئے میرے گھر تشریف لائے اور کچھ نصیحتیں کیں لیکن ملک کے سیاسی حالات اس سُرعت سے بدل رہے تھے کہ مَیں ان کی نصیحتوں پر کوئی عمل نہ کر سکا۔

جناب میاں ارشد حسین صاحب سے سوال کیا گیا کہ سابق صدرِ پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب مرحوم چوہدری صاحب کے بارے میں کیسے تاثرات رکھتے تھے۔ میاں صاحب نے جواب دیا ایوب خان کا تاثر چوہدری صاحب کے بارے میں بہت اچھا تھا۔ جب چوہدری صاحب عالمی عدالت کی رکنیت کے عہدہ سے پہلی بار ریٹائر ہو کر آئے تو آپ نے ایوب خان سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں ایوب خان نے فوراً آپ کو اقوامِ متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی بطور سفیر کرنے کی پیشکش کی۔ ایوب خان نے کہا کہ مَیں جانتا ہوں کہ یہ عہدہ آپ کے لئے کوئی بڑا اعزاز نہیں لیکن مَیں آپ کو اس لئے تکلیف دے رہا ہوں کہ آپ کشمیر کا مسئلہ سلامتی کونسل میں دوبارہ اُٹھائیں کیونکہ ہمیں ہندوستان سے جو توقعات تھیں کہ پنڈت نہرو اس مسئلہ کو بات چیت کے ذریعہ طے کرنے پر راضی ہو جائے گا وہ توقعات پوری نہیں ہو رہیں۔ چنانچہ چوہدری صاحب نے بطور نمائندہ پاکستان ۱۹۶۱ء میں اس مسئلہ کو سلامتی کونسل میں دوبارہ اُٹھایا اور بہت مدلّل طریق سے یہ مسئلہ پیش کیا۔ اسی سیشن میں آپ کی ہندوستانی نمائندے مسٹر کرشنا مینن سے وہ تاریخی جھڑپیں ہوئیں جو برِصغیر میں بہت مشہور ہوئیں اور بچے بچے کی زبان پر چوہدری صاحب کا نام آگیا چوہدری صاحب کی کوشش کے نتیجہ میں اِس مسئلہ پر اقوامِ متحدہ کی اکثریت پاکستان کے حق میں تھی لیکن سوویت یونین نے ہر ریزولیوشن کو ویٹو کرنے کی دھمکی دی اِس لئے اقوامِ متحدہ کوئی کردار ادا نہ کر سکی۔ اِس مسئلہ پر چوہدری صاحب کی تقاریر بہت معرکہ انگیز تھیں۔ آپ نے اپنے زورِ بیان اور قوتِ استدلال سے اِس مسئلہ کو جو سو گیا تھا اور قریباً ختم ہو گیا تھا دوبارہ زندہ کر دیا۔

ایوب خان ہمیشہ چوہدری صاحب کی بہت تعریف کیا کرتا تھا۔ ۱۹۵۱ء کی بات ہے نہرو نے پاکستانی سرحدوں پر فوج اکٹھی کر دی تھی۔ یہ وہی دن تھے جب نوابزادہ لیاقت علی خان وزیرِ اعظم پاکستان نے اپنا مشہور مُکا دکھایا۔ ان دنوں افغانستان کی صورتِ حال پر غور کرنے کے لئے وزیرِ اعظم لیاقت علی خان نے ایک میٹنگ بلائی۔ اس وقت فارن آفس میں مَیں ڈپٹی سیکرٹری تھا اور افغانستان کا مسئلہ میری تحویل میں تھا اِس لحاظ سے مَیں بھی اس میٹنگ میں شامل ہوُا۔ مجھے یاد ہے کہ اس میٹنگ میں چوہدری صاحب نے جنرل ایوب خان کو جو اس وقت فوج کے کمانڈر انچیف تھے مخاطب ہوتے ہوئے کہا، جنرل صاحب! آپ کسی بھی صورت میں لاہور پر ہندوستان کا قبضہ نہ ہونے دیں۔ جنرل ایوب خاں نے فوراً جواب دیا "انشاءاللہ چوہدری صاحب ہم کبھی ایسا نہ ہونے دیں گے"۔ اگرچہ بعد میں نہرو نے سرحدوں سے فوجیں ہٹا لی تھیں لیکن چوہدری صاحب لاہور کی فوجی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے اور انہیں اس کی حفاظت کا غیر معمولی احساس تھا۔

بیاد:

حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان

(مکرم مرزا محمود احمد صاحب۔ دارالصدر غربی۔ ربوہ)

صفا و صدق کا آئینہ دار۔ ظفراللہ
خلوص و عشق و وفا کا نکھار۔ ظفراللہ

دماغ اُس کا عطا تھی خدائے برتر کی
برائے خلقتِ پروردگار۔ ظفراللہ

وکالت اور خطابت تھی اُس کی مانی ہوئی
تھا ان صفات میں بھی نامدار۔ ظفراللہ

تھا اُس پہ قائدِ اعظم کو اعتماد اور ناز
تھا ان کا درخورِ صد اعتبار۔ ظفراللہ

وزیرِ خارجہ اس کو بنایا قائد نے
یہ پا گیا تھا بہ قائد وقار۔ ظفراللہ

وطن کے واسطے ہر لمحہ جاں بہ کف تھا وہ
وطن کا مخلص و خدمت گذار۔ ظفراللہ

وطن کی عزّت و حُرمت بہ دل عزیز اُسے
وطن کی آن پہ جاں سے نثار۔ ظفراللہ

بہ ہر محاذ مقدّر تھا اُس کا فتح و ظفر
قدم قدم پہ رہا کامگار۔ ظفراللہ

بہ گام گام ظفر کے قدم ظفر نے لئے
تھا خود ظفر کے لئے افتخار۔ ظفراللہ

فلاحِ ملّت و قوم و وطن کے واسطے تھا
حضورِ دوست بہ ہر شب پکار۔ ظفراللہ

وہ رفعتوں کا تھا پیکر وہ عظمتوں کا نقیب
عزیمتوں کا تھا اِک شاہکار۔ ظفراللہ

وہ شفقتوں کا تھا مظہر نوازشوں کی دلیل
کہ سر بسر تھا خلوص اور پیار۔ ظفراللہ

ذہانتوں کی علامت بصیرتوں کا امین
بہ ہر لحاظ تھا عالی تبار۔ ظفراللہ

وہ غمزدوں کے لئے تھا سکون کا پیغام
الم رسیدوں کو وجہِ قرار۔ ظفراللہ

ہزاروں لوگ عطاؤں پہ اُس کی جیتے تھے
غریب و بےکس و بےبس کا یار۔ ظفراللہ

بہ ایں بلندئ منصب بہ ایں علوِّ مقام
سراپا عجز تھا اور اِنکسار۔ ظفراللہ

حضورِ دوست تضرّع کا یہ تعہّد تھا
سفر میں بھی تھا تہجّد گذار۔ ظفراللہ

بہ عشقِ احمدِ مختار و میرزا سرشار
رموزِ عشق کا تھا رازدار۔ ظفراللہ

بہ جان قلب، فدا تھا وہ احمدیت پر
بہ جان و قلب تھا دیں پر نثار۔ ظفراللہ

بہ قُربِ احمدِ مختار و میرزا۔ بہ جناں
ضرور پائے گا پیار و قرار۔ ظفراللہ

بلایا یارِ ازل نے۔ گیا۔ بہ لب لبّیک
رہِ حیات کا تھا شہسوار۔ ظفراللہ

وجاہتوں کا مرصّع چمن تھا وہ محمود
سراپا عفو مجسّم پیار۔ ظفراللہ

سابق سفیر پاکستان متعینہ مصر۔ سابق صوبائی وزیر خزانہ سابق صدر بار ہائی کورٹ لاہور جناب سید احمد سعید کرمانی کو حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے مختلف مواقع پر تاریخی تعلق رہا ہے جس کی ابتداء پاکستان باؤنڈری کمیشن کے تاریخ ساز کیس سے ہوتی ہے۔ جناب کرمانی تاریخ کے چھپے ہوئے گوشوں کی نقاب کشائی کرتے ہیں (ایڈیٹر)

تاریخ کے جھروکوں سے چوہدری ظفر اللہ خان کی باتیں

میں چھٹی ساتویں کلاس کا طالبعلم تھا چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب ۱۹۳۶ء میں ہندوستان کی مرکزی حکومت میں وزیر ریلوے تھے ان دنوں مرکزی وزراء کا عہدہ ممبر وائسرائے ایگزیکٹو کونسل کہلاتا تھا۔ چوہدری صاحب کی بھرپور صحت کے ایام تھے۔ میں بذریعہ ٹرین امرتسر سے لاہور جا رہا تھا۔ جبکہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب دہلی سے لاہور آرہے تھے۔ ان کی ٹرین امرتسر میں رکی اور بہت سے ضلعی افسران، مقامی معززین، خان بہادر رائے بہادر خانصاحبان چوہدری صاحب کے استقبال کیلئے موجود تھے پولیس نے گھیرا ڈال رکھا تھا اور کسی عام آدمی کو ادھر نہ جانے دیتی تھی۔ چوہدری صاحب کا نام سن کر عام آدمی بھی بڑی تعداد میں اکٹھے ہوگئے میں بھی اشتیاق کے مارے اس مجمع میں کھڑا چوہدری صاحب کو دیکھ رہا تھا۔ یکا یک میں نے دیکھا کہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے پولیس کے اس حلقے کو توڑا اور ریلوے کے ایک معمولی سے ملازم کی طرف بڑھے جو ذرا دور کھڑا تھا وہ شخص ٹکٹ ایگزامینر یا ٹکٹ کلکٹر قسم کا کوئی ملازم تھا اور سیالکوٹ میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا کلاس فیلو رہا تھا۔ آپ اس کی طرف گئے اسے ملے اور کہا کہ تم میرے دوست ہو مجھے دیکھ کر ملنے کیوں نہیں آئے؟ وہ شخص بولا کہ آپکے اردگرد اتنے بڑے بڑے افسران تھے کہ میں حاضر ہونے کی جرأت نہ کرسکا وہ چوہدری صاحب کی اس قدر افزائی پر حیران بھی تھا اور خوش بھی۔ ہم سب لوگ چوہدری صاحب کے اخلاق کی اس عظمت کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے کہ اتنا بڑا آدمی اور ایسے معمولی شخص سے ملنا بھی اسے کوئی عار محسوس نہ ہوا۔

یہ چوہدری صاحب کی عظمت کا پہلا تاثر تھا جو میرے دل پر نقش ہو گیا۔

باؤنڈری کمیشن

چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کو قائداعظم نے باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کیلئے مقرر فرمایا۔ میں ان دنوں نوجوان وکیل تھا اور خلیفہ شجاع الدین صاحب بیرسٹر کے ساتھ ان کے جونیئر کے طور پر وکالت کر رہا تھا۔ میں خلیفہ صاحب کیساتھ سید مراتب علی شاہ صاحب کی کوٹھی واقع ڈیوس روڈ پر حاضر ہوا۔ اس وقت میرا چوہدری صاحب سے باقاعدہ تعارف کرایا گیا۔ چوہدری صاحب نے خلیفہ شجاع الدین صاحب سے مختصر سی گفتگو پنجابی زبان میں کی۔ چوہدری صاحب کی شہرت سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے پیش نظر میرے ذہن نے نجانے کیسا خیالی پیکر تراشا ہوا تھا۔ مگر چوہدری صاحب کو بے تکلفی سے پنجابی بولتے دیکھ کر میرا یہ خیالی تصور پاش پاش ہوگیا۔ گھر آکر میں نے اپنی والدہ محترمہ سے جن کو ہم آپو جی کہا کرتے تھے کہا آپو جی! قائداعظم نے

نجانے کس آدمی کو اتنے اہم کیس کیلئے مقرر کر دیا ہے۔ مجھے تو وہ جٹ بوٹ معلوم ہوتا ہے۔ یہ اتنا بڑا مقدمہ ہے یہ شخص کیا بحث کرے گا" مجھے آج شرم محسوس ہوتی ہے یہ بات کہتے ہوئے تاہم میں نے جب والدہ محترمہ کو یہ بتایا تو وہ بڑی پریشان ہوئیں۔ والدہ محترمہ بڑی نمازی اور پرہیز گار خاتون تھیں۔ اس پریشانی میں وہ مصلے پر جا بیٹھیں اور ساری رات اس کیس کے بارے میں دعا کرتی رہیں۔

دوسرے دن میں کمیشن کے اجلاس میں شرکت کیلئے دوسرے وکلاء کے ساتھ سید مراتب علی کی کوٹھی پر پہنچا وکلاء کی ٹیم کو ایک ویگن میں سوار کرایا گیا جو سر مراتب علی مرحوم نے عطا کی تھی ان وکلاء میں شیخ نثار احمد جن کے صاحبزادے مسٹر جسٹس اعجاز نثار اس وقت ہائی کورٹ کے جج ہیں سید محمد شاہ ایڈووکیٹ جن کے صاحبزادے سید افضل حیدر ایڈووکیٹ سابق صدر ہائی کورٹ بار ہیں۔ چوہدری علی اکبر صاحب سابق مرکزی وزیر وسابق سفیر پاکستان متعینہ سعودی عرب۔ صاحبزادہ نوازش علی جن کے سگے بھتیجے صاحبزادہ فاروق علی خان قومی اسمبلی کے سابق سپیکر رہے ہیں ملک عبد العزیز ایڈووکیٹ اور میں شامل تھا۔ ہم چوہدری ظفر اللہ خان کے ساتھ گئے

وہاں جا کر چوہدری صاحب نے بحث کا آغاز کیا۔ جب میں نے چوہدری صاحب کو بولتے سنا تو پتہ چلا کہ وہ کیا چیز ہیں۔ انہوں نے سارے حاضرین کو مسحور کر کے رکھ دیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وقت رک گیا ہے۔ شاید وقت یہ عظیم تاریخی لمحات اپنے دامن میں سمونے کیلئے تھم ہی گیا تھا۔ جب وقفہ ہوا تو میری حالت یہ تھی اور جذبات ایسے ہو گئے تھے کہ میں بار بار چوہدری صاحب کے ہاتھ چومتا تھا۔ مختصر سے وقت میں وہ شخص میرے لیے عظمت اور ذہانت کا مینار بن گیا۔ مجھے اپنے کل کے ریمارکس پر رہ رہ کر ندامت محسوس ہو رہی تھی۔ چنانچہ جب شام چار بجے واپس گھر پہنچا تو میری والدہ محترمہ بے تابی سے میرا انتظار کر رہی تھیں انہوں نے فوراً پوچھا کہ بتاؤ آج کیسی کارروائی رہی۔ میرے منہ سے بے ساختہ نکلا وہ شخص تو جادوگر ہے والدہ بولیں تم نے تو کل مجھے ڈرا دیا تھا۔ میں بڑا شرمندہ ہوا بولا آپو جی نہیں نہیں وہ تو کوئی ما فوق البشر Super Human شخص ہے۔ میں حیران ہوں وہ کہاں سے الفاظ لاتا تھا، کوئی خیالات تھے، کوئی زبان تھی، کوئی روانی اور الفاظ کی کوئی شوکت تھی، کوئی ادائیگی تھی، کوئی منطق کا زور تھا غرض کیا کیا تھا میں کیا بتاؤں۔

باؤنڈری کمیشن کی کارروائی کے دوران امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود بھی تشریف فرما رہتے تھے۔ وہ ساری کارروائی کے دوران زیر لب دعائیں کرتے رہتے۔ اور اس میں وہ مسلسل مصروف رہتے اس سارے عرصے میں بحث کئی دن جاری رہی کبھی کبھی درمیان میں حضرت صاحب چوہدری صاحب کو کچھ ہدایات بھی دیتے رہے۔ جب کبھی ایسا موقعہ آتا چوہدری صاحب حضرت صاحب کی طرف جھک کر اپنا کان حضرت صاحب کی طرف لا کر بات سن لیتے اور پھر سیدھے کھڑے ہو کر دلائل جاری رکھتے حضرت صاحب کی کرسی چوہدری صاحب کے بالکل قریب تھی۔

پہلے دن کی ایک بات جو چوہدری صاحب کے کردار پر روشنی ڈالتی ہے یہ ہے کہ جب ہم لوگ اس وین میں سوار ہو کر ہائی کورٹ کی عمارت میں پہنچے تو ڈرائیور وین کو اس گیٹ کی طرف لے گیا جو ججوں کی آمدورفت کیلئے مخصوص ہے ابھی وین کے اگلے پہیے گیٹ میں داخل ہوئے تھے کہ چوہدری صاحب نے جو اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے ڈرائیور کو کہا کہ گاڑی روکو۔ ڈرائیور نے فوراً گاڑی روک دی۔ آپ نے ڈرائیور سے پوچھا کہ اس گیٹ سے کیوں اندر جا رہے ہو یہ صرف ججوں کیلئے مخصوص ہے دوسرے گیٹ سے لے کر جاؤ۔ ڈرائیور نے عرض کیا جناب آپ خود جج رہے ہیں وائسرائے کونسل کے ممبر رہے ہیں آپ اتنے بڑے آدمی ہیں میں نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ چوہدری صاحب بولے میں پوچھتا ہوں کیا اس وقت میں جج ہوں۔ ڈرائیور نے مکالمہ بازی شروع کر دی جناب آپ کا مقام بڑا بلند ہے۔ چوہدری صاحب نے فوراً اسے ٹوکا کہ میں نے یہ نہیں پوچھا کہ میں کتنا بڑا آدمی ہوں مجھے یہ بتاؤ کہ میں اس وقت جج ہوں یا وکیل ڈرائیور کوئی ضدی آدمی تھا۔ اس نے بحث کرنے کی کوشش کی مگر چوہدری صاحب نہ مانے آخر گاڑی واپس ہوئی اور اس گیٹ سے داخل ہوئی جو عام آدمیوں کے لیے مخصوص تھا۔ یہ بظاہر چھوٹی سی بات ہے لیکن اس سے آپکی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

چوہدری صاحب نے بحث کے پہلے روز اچکن اور شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ آپ نے جا کر اپنی ٹوپی اتاری اور بحث شروع کی۔ یہ درست ہے کہ وکلاء کا مخصوص لباس یہ نہیں تھا۔ مگر میں اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ لیکن جو لوگ آج زندہ ہیں اور جنہوں نے اس روز کی کارروائی سنی ہو وہ میری بات کی شہادت دیں گے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ کمیشن رسمی طور پر عدالت نہیں تھا۔

شیخ بشیر احمد صاحب جو بعد میں ہائی کورٹ کے جج بنے وہ بڑے ماہر وکیل تھے۔ اعلیٰ پائے کی انگریزی بولتے تھے ایسی مہارت سے انگریزی بولنے والے بہت کم ہوں گے۔ شیخ بشیر احمد صاحب جماعت احمدیہ کی طرف سے وکیل تھے اور اپنی جماعت کی طرف سے انہوں نے مسلم لیگ کی حمایت

صدرِ امریکہ جان ایف کینیڈی کے ساتھ۔ اقوامِ متحدہ میں امریکہ کے سفیر ایڈلائی سٹیونسن درمیان میں

اقوامِ متحدہ کے ادارے ایف۔ اے۔ او کے چارٹر پر دستخط کی تقریب۔ برطانیہ کے وزیرِ اعظم مسٹر ایٹلی حضرت چوہدری صاحب کے ساتھ بیٹھے ہیں

روسی وزیرِ اعظم مسٹر خروشیف کے ساتھ ۱۹۶۳ء میں بحیثیت صدر جنرل اسمبلی۔ روس میں پاکستان کے سفیر میاں ارشد حسین صاحب حضرت چوہدری صاحب کے دائیں بیٹھے ہیں۔

روس کے موجودہ صدر مسٹر گرومیکو کے ساتھ جب وہ وزیرِ خارجہ تھے۔ سفیرِ پاکستان میاں ارشد حسین کی طرف سے دعوتِ طعام۔ دورۂ روس ۱۹۶۳ء

سعودی عرب کے شاہ فیصل کے ساتھ ۔ گرمجوشی اور محبّت کا اظہار

مراکش کے شاہ حسن کے ساتھ ۔ مراکش میں آمد پر شاہ مراکش کی طرف سے بھرپور مُسکراہٹ کے ساتھ استقبال

سربراہان مملکت کے ساتھ ۔

مصر کے عظیم رہنما صدر جمال عبدالناصر کے ساتھ ۔ ساتھ ہیں مسٹر طیب حسین چارج ڈی افیئرز پاکستان متعینہ مصر

[illegible] عظیم حریت پسند ر[illegible] الجزائر کی آزادی کے بعد پہلے صدر احمد بن بیلا [illegible] کے ساتھ

حضرت فضلِ عمر کے ساتھ دائیں ہاتھ محترم چوہدری عبداللہ خان صاحب
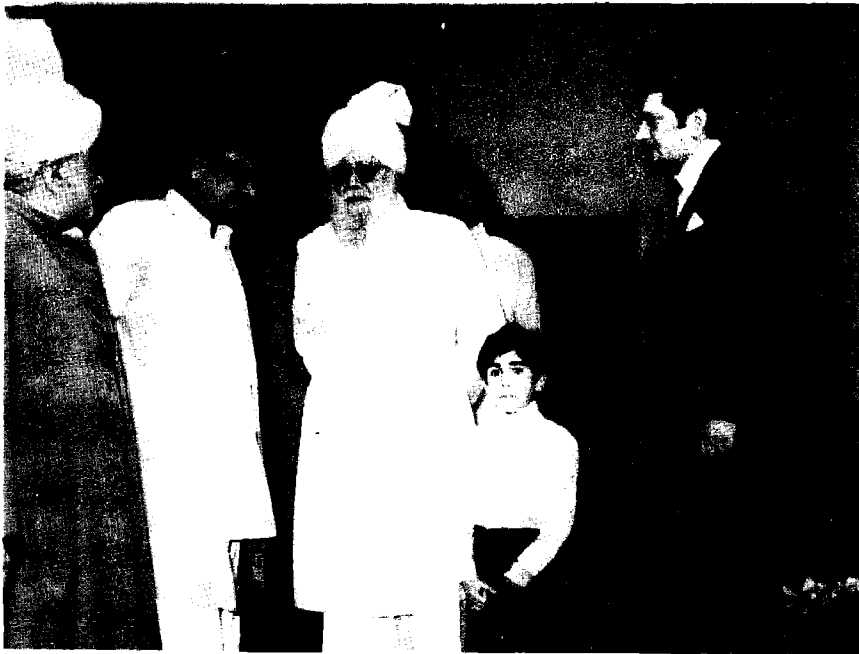
حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے ساتھ ۔ حضرت چوہدری صاحب کے نواسے عزیز ابراہیم نصراللہ خان بچپن میں ۔

اءِ احمدیت کے

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے ساتھ
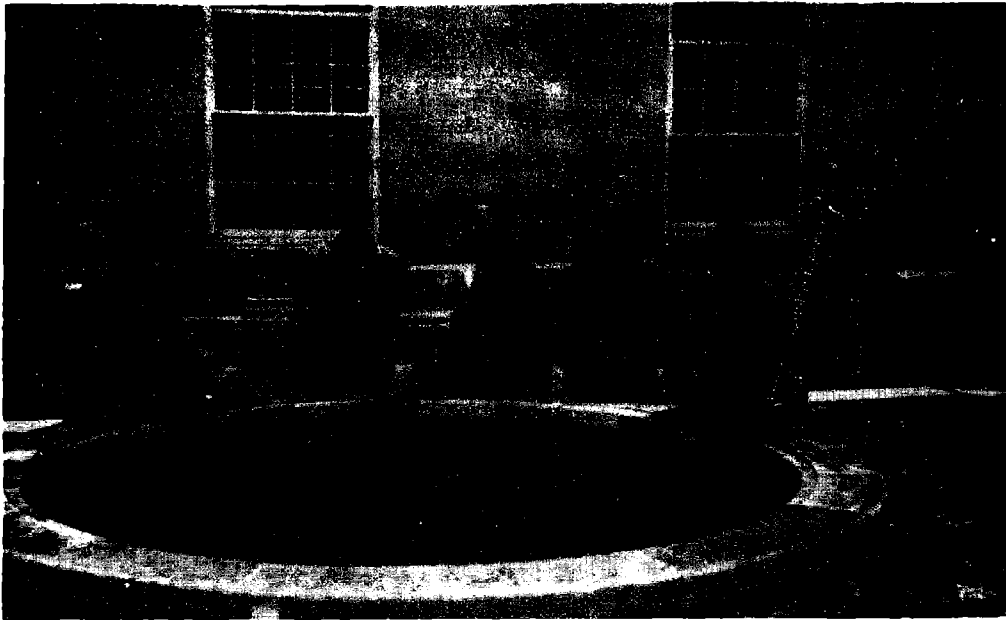
آکسفورڈ میں صاحبزادگان خاندان حضرت بانیٔ سلسلہ کے ساتھ۔ انتہائی دائیں صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب اور انتہائی بائیں صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب سے گفتگو کا ایک انداز

ہلٹن ہوٹل لاہور کی ایک تقریب میں

سربراہانِ مملکت کے ساتھ

صدرِ پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے ساتھ بے تکلفی اور گرمجوشی۔ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب بحیثیت صدر جنرل اسمبلی ۲۶ ستمبر ۱۹۶۲ء کو

نیویارک کے جان ایف کینیڈی ایئرپورٹ پر صدر کا استقبال کر رہے ہیں۔

میں میمورنڈم پیش کیا۔ یہ بڑی اہم بات ہے آج بعض لوگ الٹا الزام لگاتے ہیں کہ احمدیوں نے مخالفت کی۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ احمدیوں نے اپنا سارا وزن مسلم لیگ کے پلڑے میں ڈال دیا۔ اس کا ذکر سرکاری طور پر شائع ہونے والی کتاب " دی پارٹیشن آف پنجاب جلد دوم " میں جو تقسیم پنجاب کے وقت کی سرکاری دستاویزات کا مجموعہ ہے اور یہ حکومت کی طرف سے چند سال ہوئے شائع ہوئی ہے اسمیں ص۲۴۴ پر درج ہے کہ شیخ بشیر احمد صاحب نے واضح کیا کہ احمدی ..... اکثریت کا ایک حصہ ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ جماعت احمدیہ حنفی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتی ہے۔ صـ۲۵۰ پر درج ہے کہ شیخ بشیر احمد صاحب سے سوال کیا گیا کہ احمدی جماعت کا اسلام سے کیا تعلق ہے۔ شیخ صاحب نے جواب دیا ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم اوّل و آخر...... ہیں ہماری جماعت .... کا حصہ ہے۔ ص۲۵۱ پر درج ہے کہ شیخ بشیر احمد صاحب نے کہا کہ احمدی عالم .... کا حصہ ہیں ہم نے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ ہم پاکستان کے ساتھ رہیں یا ہندوستان کے ساتھ چنانچہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم پاکستان کے ساتھ شامل رہیں گے۔

(نوٹ ہم نے بعض قانونی پابندیوں کی بناء پر " دی پارٹیشن آف پنجاب (حصہ دوم) " میں مذکورہ بعض عبارتیں حذف کر دی ہیں۔ تاریخ اور حقائق سے دلچسپی رکھنے والے قارئین مذکورہ کتاب کے ص۲۴۴ سے ص۲۵۱ تک مطالعہ فرما سکتے ہیں)

احمدیہ جماعت نے اسوقت مسلم لیگ کے مؤقف کی پورے زور کے ساتھ تائید کی اور قائداعظم کے وہ مخالف جو قائداعظم اور پاکستان کو گندی گالیاں دیا کرتے تھے وہی لوگ آج جماعت احمدیہ پر جھوٹا الزام لگاتے ہیں کہ اس جماعت نے قادیان کو ہندوستان میں رکھنے کے لیے گورداسپور کا ضلع ہندوستان کے سپرد کر دیا۔

چوہدری ظفر اللہ خان صاحب قادیانیوں کی طرف سے نہیں بلکہ آپ مسلم لیگ کی طرف سے وکیل تھے اور آپ کو قائداعظم نے مقرر کیا تھا مسلم لیگ کے کیس کی تائید کے لیے قادیانیوں نے ایک اور وکیل مقرر کیا تھا یعنی شیخ بشیر احمد صاحب۔

تحدیثِ نعمت میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے لکھا ہے کہ انکو یہ بتایا گیا تھا کہ لاہور کے وکلاء ساری تیاری کر رکھیں گے اور ان کو صرف دلائل کو ترتیب دینا اور پیش کرنا ہوگا۔ لیکن جب وہ کمیشن کی کارروائی سے دو دن قبل لاہور پہنچے تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہیں یہ پتہ چلا کہ کسی قسم کی کوئی تیاری نہیں تھی۔ یہ بات بالکل صحیح ہے اس کی وجہ کیا تھی؟ وجہ یہ تھی مسلم لیگ کی قیادت زیادہ تر AGI-TATIONAL لوگوں پر مشتمل تھی جو پلاننگ سے کوئی کام کرنے کے اہل نہ تھے۔ چنانچہ جب چوہدری صاحب کی نواب ممدوٹ کی کوٹھی پر وکلاء سے ملاقات کرائی گئی اور بتایا گیا کہ اب تک کوئی کام نہیں ہوا تو چوہدری صاحب نے ممدوٹ کی طرف دیکھا۔ ممدوٹ صاحب گم سم بیٹھے رہے۔ میں بھی اس میٹنگ میں موجود تھا۔ یہ معلوم ہونے پر چوہدری صاحب مایوسی کے عالم میں میٹنگ سے اٹھ کر چلے گئے کیونکہ اس مرحلے پر کوئی وقت نہیں رہا تھا اور کام بہت بڑا کرنا تھا۔ اور یہ ایک عجوبہ ہے کہ اس محدود وقت میں بغیر کسی BASIC DATA یعنی بنیادی اعداد و شمار مہیا ہوئے بغیر چوہدری صاحب نے کس طرح تیاری کی اور کس طرح میمورنڈم تیار کرلیا۔ یہ ایک معجزہ ہے۔

اس کیس میں چوٹی کے مسلمان وکلاء جن میں خلیفہ شجاع الدین صاحب اور خورشید الزمان صاحب جو بعد میں ہائی کورٹ کے جج ہوئے جن کے صاحبزادے مسعود الزماں صاحب سندھ میں چیف سیکرٹری رہے — چوہدری صاحب کے ساتھ شامل تھے لیکن اس کیس میں اصل خدمت خواجہ عبدالرحیم صاحب آئی سی ایس نے انجام دی۔ چوہدری ظفر اللہ خان خواجہ صاحب کے بہت شکر گزار تھے۔ انہوں نے اپنے ہمراہ مسلمان سیکشن افسر، سول سیکرٹریٹ کے لوگوں پھر مسلمان پٹواری، قانون گو، تحصیلدار وغیرہ لوگوں کو شامل کیا۔ یہ بوڑھے بوڑھے لوگ عینکیں لگائے ساری ساری رات کام کرتے رہے ان کو ہدایت تھی کہ کوٹھی سے کہیں باہر نہ جائیں جب تک کام ختم نہ ہوجائے۔ اس طرح سے خواجہ عبدالرحیم صاحب نے اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کرکے بڑے کارآمد نقشے وغیرہ فراہم کئے۔ انکا گھر سر مراتب کی کوٹھی کے سامنے تھا۔ وہ دن بھر اپنی سرکاری ڈیوٹی انجام دیتے وہ باؤنڈری کمیشن کے سیکرٹری تھے۔ ایک دلچسپ بات اس کیس کی یہ بھی تھی کہ میں اکثر دیکھتا تھا کہ اس کمیشن کے مسلمان جج مسٹر جسٹس دین محمد صاحب قریباً روزانہ شام کو آتے تھے مغرب کے قریب جسٹس منیر صاحب بھی چند بار آئے۔ جسٹس دین محمد صاحب آکر پہلے تو چند منٹ چوہدری ظفر اللہ کی تعریف پر صرف کرتے اور کہتے ظفر اللہ آج تو تم نے کمال کر دیا فلاں پوائنٹ بہت اعلیٰ تھا۔ پھر بات یوں شروع کرتے کہ میرا خیال ہے کہ ہندو اس کا یوں جواب دیں گے۔ یہ کہیں گے۔ اس طرح سے نکات سمجھاتے تھے۔

اس کیس کے دوران میں نے خاص طور پر نوٹ کیا کہ چوہدری صاحب کی صحت اچھی نہیں تھی۔ وہ خاصے کمزور سے دکھائی دیتے تھے شاید

مسلسل کام اور سفر کی وجہ سے ایسا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ذمہ داری اتنی اہم تھی اور وہ اکیلے اس کے ذمہ دار تھے۔ کہ ان کی صحت کا معیار معمول سے گر گیا۔

جب دلائل ختم ہوئے تو کانگریس کے وکیل سر ستیلواڈ نے جو بڑا ماہر اور مشہور وکیل تھا چوہدری صاحب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ مجھے پتہ نہیں کہ کیا فیصلہ ہوگا لیکن ایک فیصلہ میں ابھی کر جاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر صرف دلائل سے فیصلہ ہونا ہے تو میں فیصلہ دیتا ہوں کہ ظفر اللہ خان کیس جیت گیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے بڑی غیر معمولی قابلیت سے یہ کیس پیش کیا ہے۔ یہ باتیں انہوں نے کمیشن کے اجلاس میں سب لوگوں کے روبرو کہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میرا دوسرا ساتھی سر ٹیک چند (سابق جج لاہور ہائی کورٹ) بھی میرے خیالات سے متفق ہے۔

لیکن چوہدری ظفر اللہ خان کو جسٹس دین محمد نے یہ بتا دیا کہ "ریڈ کلف" کانگرس سے مل گیا ہے۔ اور قائداعظم کے علم میں بھی یہ بات لائی گئی تھی۔ یہ درست ہے کہ ان دنوں یہ افواہ عام تھی کہ ریڈ کلف نے اس کیس میں ہندوؤں سے بھاری رشوت لی تھی۔

ایک چیز میں نے اس کیس کے دوران نوٹ کی کہ غیر مسلم وکلاء عموماً ہم کو نفرت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔ لیکن ظفر اللہ خان کی غیر معمولی قابلیت کی وجہ سے مرعوب ہو کر وہ ہمارا بھی احترام کیا کرتے تھے۔

میرے ایک دوست قاضی سید محمد اسلم ایڈووکیٹ (حال فیصل آباد) نے ایک بار مجھے بتایا کہ بھارت کے سابق وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ نے ایک بار جالندھر کی بار میں ہندو مسلم وکلاء کی موجودگی میں کہا کہ اگر تو دلائل سے فیصلہ ہونا ہے۔ تو فیصلہ کانگرس کے حق میں نہیں ہوگا۔ لیکن یہ سیاسی مسئلہ ہے اس میں اور بھی کئی محرکات فیصلہ کرنے کا موجب بنتے ہیں اس طرح انہوں نے چوہدری صاحب کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔

باؤنڈری کمیشن کی کارروائی اختتام کو پہنچی تو خواجہ عبدالرحیم صاحب نے وکلاء کے اعزاز میں کھانا کیا۔ اب کارروائی ختم ہو چکی تھی چوہدری صاحب اب RELAX تھے۔ اب تقریب میں انہوں نے ایک لطیفہ بھی سنایا۔ انہوں نے کہا جب میں نیا نیا وکیل ہوا تو قتل کا ایک کیس جہلم کا میرے پاس آیا۔ وہاں کا ایک لوکل رائے بہادر وکیل بھی میرے ساتھ تھا اس کیس کے واقعات یہ تھے کہ ملزم نے اپنے حقیقی باپ کو قتل کر دیا تھا۔ سماعت کے دوران ایسی صورتِ حال پیدا ہوگئی کہ سیشن جج نے اچانک ایک دن ملزم کو کہہ دیا کہ بیان دو۔ میں نے اور رائے بہادر نے یہ بات غلط سمجھی کہ عدالت کے سامنے ملزم کو کسی قسم کی ہدایت دی جائے کہ یوں بیان دو گویا کہ اب ملزم پر منحصر تھا کہ وہ اپنی عقل استعمال کرے۔ چنانچہ ملزم بولا کہ آپ بادشاہ ہیں میں نے کیا کہنا ہے۔ یہی کہہ سکتا ہوں کہ مجھ پر رحم کیا جائے میں یتیم ہوں۔ اس پر زبردست قہقہہ پڑا۔

باؤنڈری کمیشن کے بعد مجھے چوہدری صاحب کے زیادہ قریب ہونے کا موقعہ ملا۔ جب بھی آپ لاہور تشریف لاتے میں سلام کیلئے حاضر ہوتا۔ آپ ازراہِ کرم میری باتیں توجہ سے سنتے اور مختلف سیاسی وغیر سیاسی باتیں ہوتیں۔

اقوامِ متحدہ

پاکستان سے باہر چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کا کیا مقام تھا اسکا اندازہ مجھے ۱۹۵۸ء میں اس وقت ہوا جب کہ میں اقوامِ متحدہ کے اجلاس میں شامل ہوا۔ سلامتی کونسل کے سامنے لبنان نے شکایت کی تھی اس مسئلے پر بحث ہو رہی تھی۔ لبنان کا نمائندہ چارلس ملک تھا اس نے بڑی ہی شاندار اور مدلل تقریر کی وہ اپنے ملک کا وزیر خارجہ تھا۔ جب اجلاس ملتوی ہوا تو میں چارلس ملک کے پاس پہنچا اور اسے کہا جناب میں اپنے اس جذبہ کو روک نہیں سکتا کہ آپ کی اعلیٰ کارکردگی پر آپ کو مبارکباد دوں چارلس ملک نے رسمی شکریہ ادا کیا اور پھر پوچھا کہ آپ یہاں اقوامِ متحدہ میں ایک نیا چہرہ معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کس ملک سے تشریف لائے ہیں۔ میں نے کہا میں پاکستان سے آیا ہوں۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ چارلس ملک کا چہرہ کسی خوش رنگ پھول کی طرح کھل اٹھا۔ آہا! آپ ظفر اللہ کے ملک سے آئے ہیں۔ وہ بار بار یہ جملہ دہراتا رہا اور خوشی کا اظہار کرتا رہا۔

ان دنوں میں اقوامِ متحدہ میں تین نام گونجا کرتے تھے ایک چوہدری ظفر اللہ کا دوسرا چارلس ملک اور تیسرا روس کا ایک شخص تھا اور ظفر اللہ اس میں اس طرح نمایاں ترین تھے کہ اقوام متحدہ کا جو بھی شخص تین نمایاں نام بیان کرتا اس میں ظفر اللہ خان کا نام ہر بار مشترک ہوتا تھا باقی نام لوگ اپنی اپنی پسند کے مطابق تبدیل کر لیتے تھے۔

امریکن کہتے ہیں کہ خارجہ امور میں ان کے پاس جان فاسٹر ڈلس سے بڑا کوئی آدمی نہیں آیا اور یہ ۱۹۵۸ء کی بات ہے کہ فاسٹر ڈلس خود وقت لے کر ظفر اللہ سے ملنے آیا کرتا تھا اور عالمی معاملات زیرِ بحث لایا

کرتا تھا۔

جب کبھی ظفر اللہ اقوام متحدہ کی لابی میں داخل ہوتے تو دونوں طرف عرب کھڑے ہو جاتے اور اپنے مخصوص لباس میں باآواز بلند اَھْلاً وَّسَھْلاً کہتے تھے۔ عربوں میں ان سے سب سے زیادہ مرعوب اور متاثر شاہ فیصل تھے۔ وہ سالہاسال سعودی عرب کے وزیر خارجہ متعینہ نیویارک رہے تھے۔ اس لحاظ سے وہ چوہدری صاحب کو بہت اچھی طرح جانتے تھے اور انکی خدمات سے بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ جب چوہدری صاحب ۱۹۵۸ء میں عمرہ کرنے تشریف لے گئے تو شاہ فیصل کی ہدایت پر خانہ کعبہ کا دروازہ خاص آپ کے لیے کھلوایا گیا۔ اور آپ اس عرصہ میں شاہ فیصل کے ذاتی مہمان رہے

چوہدری صاحب نہایت سادہ اور منکسر المزاج آدمی تھے۔ ایک دفعہ ہم تین پاکستانی ان سے ملنے چلے گئے۔ ملاقات طویل ہو گئی ملاقاتی اٹھنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ چوہدری صاحب نے صبح کہیں جانا تھا۔ آپ اٹھے اور کل کیلئے کپڑے سیٹ کرنے شروع کیے۔ اور ہمارے سامنے ہی اپنے بوٹ پالش کرنے بیٹھ گئے۔ ہم تینوں حیران رہ گئے۔ ہم نے درخواست کی کہ ہم آپ کے جوتے پالش کر دیتے ہیں مگر چوہدری صاحب نے ہمیں ہاتھ بھی نہ لگانے دیا۔ ذرا غور کیجئے کہ میرے جیسے کتنے آدمی ہیں کہ پانی بھی پینا ہو تو خود اٹھکر پینا کسرِ شان سمجھتے ہیں میں نے بہت لوگوں سے سنا ہے کہ اتنی اونچی پوزیشن رکھنے کے باوجود چوہدری صاحب معمولی سے معمولی ریستوران میں بھی کھانا کھا لیتے تھے حالانکہ جتنی دولت ساری عمر انہوں نے کمائی اس سے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہوٹل میں کھانا کھا سکتے تھے اور کھایا کرتے تھے لیکن کسی ضرورت کے وقت عام ہوٹل میں کھانا کھانے میں کبھی عار محسوس نہ کرتے تھے

میرا قیام مصر

میں ۱۹۷۴ء میں سفیر مقرر ہو کر مصر گیا۔ چوہدری صاحب اس سال کے شروع میں جب لاہور آئے تو مجھے یاد فرمایا اور کھانے کی دعوت دی میں حاضر ہوا اس ملاقات میں میرے علاوہ شیخ اعجاز احمد صاحب ایس ایم ظفر صاحب۔ جسٹس کرم الٰہی چوہان صاحب مرحوم۔ شیخ عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ مرحوم بھی شامل تھے۔ چوہدری صاحب نے مجھے کہا کہ عربوں میں پاکستان کیلئے بہت خیر سگالی کے جذبات موجود ہیں۔ لیکن اب بھارت اپنا اثر و رسوخ بڑھا رہا ہے اس کا مقابلہ کرنا پڑیگا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ فلاں فلاں شخص سے جا کر ملنا وہ پاکستان کا دوست ہے اور وہاں پر پاکستان کے دوستوں کا دائرہ وسیع کرنے کی کوشش کرنا۔ جب میں روانہ ہوا تو چوہدری صاحب نے میری گاڑی کا دروازہ کھولا۔ میں بڑا شرمندہ ہوا۔ ہماری گاڑی روانہ ہوئی تو ڈرائیور نے عقب نما شیشے میں دیکھ کر مجھے بتایا کہ جب تک گاڑی کوٹھی کے مین گیٹ سے باہر نہیں نکل گئی چوہدری صاحب برآمدے میں کھڑے رہے۔ یہ انکی عظمت کے وہ نشان ہیں جو بھلائے بھی نہیں بھول سکتے

میں مصر گیا تو میں نے چوہدری صاحب کی ہدایت کے مطابق صدر ناصر کے وقت وزیر خارجہ محمود فوزی سے ملاقات کی اس نے میری بڑی آؤ بھگت کی اور آدھ پون گھنٹہ صرف چوہدری صاحب کی قابلیت کے بارے میں باتیں کرتا رہا۔ مجھے ایک گونہ اطمینان ہوا کہ مصر میں پاکستان کے کسی شخص کو اچھے الفاظ میں یاد کیا جاتا ہے۔

بھٹو کے زمانے میں جس وقت ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے بارے میں بحث ہو رہی تھی اس وقت مجھے پاکستانی سفارتخانے کے تہ خانے سے چوہدری صاحب کا ایک مجسمہ ملا۔ میں نے اسے نکلوایا اور اسے دھلا کر صاف کیا۔ یہ کالے پتھر کا بڑا خوبصورت سلیٹی رنگ کا مجسمہ تھا۔ یہ مجسمہ دو اڑھائی فٹ اونچا تھا۔ اور یہ ۵۱-۱۹۵۰ء میں بنایا گیا تھا اس پر درج تھا

" عربوں کے مفادات کیلئے چوہدری ظفر اللہ خان کی خدمات کے اعتراف میں "

یہ مجسمہ میں نے اپنی میز پر رکھوا دیا اس پر سفارت خانے کے بعض لوگوں نے گھبراہٹ کا اظہار کیا کہ پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف مہم چل رہی ہے اور آپ نے یہ مجسمہ یہاں رکھوا دیا ہے۔ میں نے کہا یہ مجسمہ یہاں کی حکومت نے چوہدری صاحب کی خدمات کے اعزاز میں دیا ہے اور اس بات سے عربوں کے دلوں میں پاکستان کی محبت ظاہر ہوتی ہے اس لیے اسے میں یہیں رکھوں گا چاہے کوئی کچھ کہے میں مصر میں تین سوا تین سال رہا میری آمد تک یہ مجسمہ محفوظ تھا بعد کا مجھے پتہ نہیں۔

مصر میں قیام کے دوران میں نے دیکھا کہ جب بھی مختلف ممالک کے سفیروں سے ملاقات ہوتی ان میں سے اکثریت پاکستان کا نام چوہدری ظفر اللہ کے نام کی وساطت سے جانتی تھی۔ نہ صرف عرب بلکہ جاپانی اور ایرانی سفراء بھی چوہدری صاحب کے بڑے مداح تھے ایک سفیر نے مجھے بتایا کہ اقوام متحدہ میں ہم چوہدری صاحب کے آنے پر اپنی گھڑیاں ٹھیک کر لیتے تھے۔

وسطی افریقہ کے ملک کے سفیر برائے پاکستان مسٹر مراد ایک دفعہ قاہرہ سے کراچی تک ہوائی جہاز میں میرے ہمسفر تھے۔ انہوں نے اس سفر کے دوران مجھے چوہدری صاحب کی بہت سی باتیں بتائیں۔ اس نے بتایا کہ مراکش کے شاہ حسن ثانی کے والد محترم شاہ حسن اوّل نے چوہدری صاحب کو بڑا زور لگایا کہ آپ میرے ملک کا دورہ کریں اور مجھے مہمان نوازی کا شرف بخشیں۔ ان کی وفات کے بعد موجودہ شاہ نے بھی بار بار باصرار چوہدری صاحب کو کہا کہ وہ ان کے ملک کا دورہ کریں۔ آخر شاہ حسن ثانی کی باصرار درخواست پر چوہدری صاحب موصوف نے مراکش کا دورہ کیا۔ جب شاہ سے ملاقات کے لیے گئے تو چوہدری صاحب کے ساتھ حسب دستور مراکش کے فارن آفس کا بھی ایک عہدیدار تھا۔ شاہ کا دستور تھا کہ جب اس سے کوئی ملاقاتی ملنے آتا تو وہ دربار میں آکر شاہ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا۔ جب چوہدری صاحب ملنے کیلئے آئے تو دیکھا کہ شاہ کا تخت خالی پڑا ہے۔ آپ کو حیرانی ہوئی کہ شاہ کہاں ہیں۔ پتہ چلا کہ شاہ اپنے دربار کے پیچھے واقع گولڈن روم میں جو ان کا ریٹائرنگ روم تھا بیٹھے ہوئے ہیں۔ چوہدری صاحب ابھی دربار کے دروازے پر کھڑے مراکش کے وزیر خارجہ سے باتیں کر رہے تھے کہ ایک غیر معمولی بات ہوئی۔ شاہ اپنے گولڈن روم سے برآمد ہوئے اور سارا دربار پیدل طے کر کے سیدھا چوہدری صاحب کے پاس پہنچے اور آپ کو اھلاً و سھلاً کہا۔ یہ ایک غیر معمولی اعزاز تھا جو شاید صرف چوہدری صاحب کو شاہ نے دیا۔ شاہ نے چوہدری صاحب کے ساتھ معانقہ کیا اور مراکش کیلئے چوہدری صاحب کی عظیم خدمات کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ مراکش کے لوگ آپ کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

ایک اور بات مجھے سردار بہادر خان نے بتائی تھی۔ میاں امیرالدین صاحب نے اپنے گھر میں بعض مہمانوں کو مدعو کیا ہوا تھا ان میں سردار بہادر خان کے علاوہ - خواجہ عبدالرحیم - راجہ حسن اختر اور میرے علاوہ ایک وکیل سردار ظفراللہ ایڈووکیٹ بھی تھے - جو مولوی انشاء اللہ خان صاحب ایڈیٹر " وطن " اخبار کے صاحبزادے تھے - سردار بہادر خان نے اس تقریب میں بتایا کہ جنیوا میں ایک بین الاقوامی تقریب تھی - سردار بہادر خان نے بتایا کہ وہ چوہدری صاحب کے ساتھ بطور ڈپٹی فارن منسٹر منسلک تھے جنیوا میں ایک احمدی جوڑے کے درمیان کوئی تنازعہ ہو گیا جس روز چوہدری صاحب نے جانا تھا اس روز مصروفیات سے فارغ ہو کر چوہدری صاحب اس جوڑے کی صلح کرانے کیلئے گئے - چوہدری صاحب کو وہاں دیر ہو گئی - یہاں سے فارغ ہو کر چوہدری صاحب نے سیدھا ائیرپورٹ جانا تھا - تاخیر کی وجہ سے چوہدری صاحب بروقت ائیرپورٹ نہ پہنچ سکے - چوہدری صاحب کے ہم دیگر ساتھی پان امریکن فضائی کمپنی کے جہاز میں بھی بیٹھ گئے - جہاز کی روانگی کا وقت ہو گیا - مسافروں میں بے چینی پیدا ہوئی کہ جہاز روانہ کیوں نہیں ہوتا - اس پر جہاز کے کپتان سے استفسار کیا گیا تو اس نے کہا -

" سر محمد (ظفراللہ) ہمارے ساتھ سفر کر رہے ہیں - یہ ہمارے لیے بڑا اعزاز ہے - اگر ہمیں ان کے لیے گھنٹوں بھی انتظار کرنا پڑا تو ہم کریں گے - "

فیلڈ مارشل ایوب خان کی عقیدت

۶۷ - ۱۹۶۶ء کی بات ہے - ہائی کورٹ کا صد سالہ جشن تھا - دنیا بھر کے بڑے بڑے قانون دان آئے ہوئے تھے - میں اس وقت مغربی پاکستان کا وزیر خزانہ، اطلاعات اور ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن تھا - مندوبین کے اعزاز میں ایک روز شاہی قلعے میں کھانا دیا گیا - صدر ایوب خان کے عروج کا دور تھا - صدر ایوب بھی تقریب میں شامل تھے - ہر شخص اس کوشش میں تھا کہ صدر ایوب کا قرب حاصل کرے - اتفاق سے میری سیٹ چوہدری صاحب کے ساتھ تھی کھانے کے فوراً بعد صدر ایوب خان صاحب سب لوگوں کو نظر انداز کر کے سیدھے چوہدری ظفراللہ خان کی طرف آئے - چوہدری صاحب صدر کو اپنی طرف آتے دیکھ کر کھڑے ہو گئے - ایوب خان نے چوہدری صاحب کے پاس آکر اپنی ہزارے کی پنجابی زبان (ہندکو) میں چوہدری صاحب کو مخاطب کیا اور کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپ پاکستان سے باہر جانے سے پہلے مجھے ملاقات کا وقت دیں - چوہدری صاحب نے کہا جی بہت اچھا! صدر صاحب نے کہا کیا میں سمجھ لوں کہ آپ مجھے ملے بغیر نہیں جائیں گے - چوہدری صاحب نے کہا جی میں مل کر جاؤں گا - تب صدر صاحب کی تسلی ہوئی اور وہ واپس اپنی جگہ پر گئے - یہ تھی ایوب خان کی چوہدری صاحب سے عقیدت

لاہور کا مہنگا ترین وکیل

لاہور ہائی کورٹ بار میں جو تین چار وکیل آج تک سب سے نمایاں گزرے ہیں ان میں سر ظفراللہ خان نمایاں ترین تھے دیگر مشہور وکلاء میں

جگن ناتھن اگروال۔ مہر چند مہاجن وغیرہ تھے۔ مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ جب چوہدری صاحب وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن بنے تو آپ کو وکالت چھوڑنا پڑی چنانچہ آپ نے اس زمانہ میں ۱۹۳۵ء میں ساٹھ ستر ہزار روپے کی فیسیں واپس کیں۔ کیونکہ چوہدری صاحب اب مقدمات کی پیروی نہیں کر سکتے تھے یہ بات جہاں چوہدری صاحب کی زبردست وکالت کو ظاہر کرتی ہے وہاں یہ بھی بتاتی ہے کہ چوہدری صاحب کو لوگوں کی امانتوں کا کیسا احساس تھا؟

چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو خطابت کا غیر معمولی جوہر عطا ہوا تھا برصغیر میں اردو خطابت میں نواب بہادر یار جنگ اور مولانا ابو الکلام آزاد کا شہرہ تھا۔ اسی طرح انگریزی میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا ہندوستان بھر میں شہرہ تھا۔

لیاقت علی اور چوہدری ظفر اللہ

قائداعظم کی طرح پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان بھی چوہدری صاحب کی بہت عزت کرتے تھے۔ ایک دفعہ کابینہ میں چوہدری صاحب اور لیاقت علی خان میں درمیان ہلکی سی ناراضگی پیدا ہوگئی۔ چوہدری صاحب نے کابینہ سے استعفیٰ دینے کا خیال کر لیا۔ لیاقت علی خان کو پتہ چلا تو انہوں نے چوہدری صاحب کو ٹیلیفون کیا اور کہا میں اکیلا آدمی ہوں ہم سب نے مل کر اس جہاز کو چلانا ہے۔ آپ ناراض نہ ہوں اور استعفیٰ کا خیال چھوڑ دیں۔ اس گفتگو کا چوہدری صاحب کی طبیعت پر بہت اچھا اثر پڑا۔ چوہدری صاحب نے مجھے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ لیاقت علی خان کے ٹیلیفون پر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ چوہدری صاحب کہتے تھے لیاقت علی خان صاحبِ درد آدمی تھے۔

خواجہ فیروز الدین لاہور کے بڑے نامور وکیل تھے۔ ایک دن انہوں نے مجھے بتایا کہ جب میں برطانیہ میں بیرسٹری پاس کرنے کیلئے داخل ہوا تو چوہدری ظفر اللہ خان بیرسٹری پاس کر کے واپس جا رہے تھے۔ ترکی میں انگریزوں کا سفیر چھٹی پر لندن آیا ہوا تھا۔ چوہدری صاحب کی روانگی کے وقت ان کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد ہوئی۔ اس کی صدارت اس سفیر نے کی اس تقریب میں چوہدری صاحب نے بھی تقریر کی۔ چوہدری صاحب کی تقریر سن کر اس نے کہا

"میں نے یہ پہلا انڈین دیکھا ہے جو ADJECTIVE صحیح استعمال کرتا ہے"

سردار عبد الرب نشتر کا خراج تحسین

خواجہ ناظم الدین کی وزارت عظمیٰ کے زمانے میں بیسک (BASIC) پرنسپل کمیٹی کی ایک رپورٹ مرتب ہوئی بعد میں اس پر اسمبلی میں بحث ہوئی۔ چوہدری ظفر اللہ خان اور سردار عبد الرب نشتر صاحب نے بحث میں حصہ لیا۔ بعد میں میں سردار عبد الرب نشتر سے ملا تو انہوں نے کہا کہ ظفر اللہ نے اس تقریر میں DID WONDERS معجزے کر دکھائے ہیں۔ یہ رپورٹ آئین ساز اسمبلی میں پیش ہوئی تھی۔

اگر عاقل جان جائیں...

شمس العلماء مولانا سید میر حسن صاحب (جو علامہ سر ڈاکٹر محمد اقبال کے استاد تھے۔ ناقل) کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر علی نقی صاحب فوجی ڈاکٹر تھے اور انکی رجمنٹ ان دنوں لکھنؤ میں تھی وہ میرے بڑے کرم فرما تھے .... ہم لکھنؤ چھاؤنی میں انکی خدمت میں حاضر ہوئے بہت شفقت اور تواضع سے پیش آئے۔ پٹنہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس صاحب نے جو تعریفی کلمات میری نسبت فرمائے تھے وہ اخبارات میں شائع ہوگئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی پڑھے مجھ سے فرمایا "ہم تو تمہیں بچپن سے جانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذہانت اور فراست عطا فرمائی ہے بہت ترقی کرو گے لیکن افسوس ہے کہ تم نے دینی لحاظ سے اپنے آپکو ایک نہایت تنگ حلقے میں محدود کر لیا ہے۔ اس لحاظ سے تم ایک قیدی ہو کر رہ گئے ہو میں نے کہا ڈاکٹر صاحب میں بڑے ادب کیساتھ خواجہ حافظ شیرازی کے الفاظ میں عرض کرتا ہوں کہ

عقل گر داند کہ دل دربندِ زلفش چوں خوش است
عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیرِ ما

(دسمبر ۱۹۱۷ء کا ایک واقعہ تحدیث نعمت صفحہ ۱۶۷)

(ترجمہ از ناقل: اگر عقل یہ جان جائے کہ میرا دل اسکی زلف کی قید میں کتنا خوش اور مسرور ہے تو سارے جہان کے عاقل میری زنجیر پہننے کیلئے پاگل ہو جائیں)

حضرت چوہدری صاحب کے آخری لمحات

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ذاتی معالج ڈاکٹر وسیم احمد صاحب سے انٹرویو

نمائندہ خصوصی کے قلم سے

چار پانچ سال پہلے کی بات ہے ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر میں نے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو دیکھا آپ گزر رہے تھے اور ان کے واقف دوست وغیرہ ان سے باتیں کر رہے تھے، مصافحہ کر رہے تھے۔ یہ نظارہ دیکھ کر یکایک میرے دل میں بڑی شدت اور حسرت سے خیال پیدا ہوا اتنے عظیم آدمی اور اتنے بڑے بزرگ کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں کاش میں بھی کبھی ان سے مل سکوں ساتھ بیٹھ سکوں۔ اور پھر یہ خواہش عجیب رنگ میں پوری ہوئی اور دو سال کے لگ بھگ مجھے حضرت چوہدری صاحب کا ذاتی معالج رہنے کی سعادت حاصل ہوئی جس میں قریباً روزانہ ہی حضرت چوہدری صاحب سے ملاقات کی سعادت حاصل کرتا اور آپ کے ساتھ باتیں کرتا کچھ وقت گزارتا۔

یہ الفاظ ہیں مکرم ڈاکٹر وسیم احمد صاحب کے جن کو حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی آخری بیماری میں قریباً دو سال تک ذاتی معالج رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور جن کی محنت خلوص اور حضرت چوہدری صاحب کے علاج میں والہانہ توجہ کے وہ سب لوگ شاہد ہیں جو حضرت چوہدری صاحب کے آخری ایام میں آپ کے ساتھ رہے۔ کئی کئی راتیں آپ نے جاگ کر تیمارداری اور علاج میں گزاریں اور رات ہو یا دن کوئی وقت ہو آپ کو فون کیا جاتا اور ڈاکٹر وسیم صاحب فوراً حاضر ہو جاتے۔

ڈاکٹر وسیم احمد صاحب فیصل آباد کے رہنے والے ہیں ان کے والد محترم کا نام ڈاکٹر ممتاز احمد ہے۔ ان کے دادا حضرت بانی سلسلہ کے رفیق تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم فیصل آباد میں حاصل کی ایم بی بی ایس ۱۹۷۰ء میں ڈاؤ میڈیکل کالج کراچی سے کیا اور ۱۹۷۹ء میں انگلینڈ سے سرجری کی اعلیٰ ڈگری ایف آر سی ایس حاصل کی۔ انگلینڈ میں بعض مقامات پر سرجری کی ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد علامہ اقبال میڈیکل کالج لاہور میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر سرجری تعینات ہوئے آجکل یہیں پر بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر سرجری کام کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر وسیم صاحب نے بتایا کہ جب حضرت چوہدری صاحب انگلستان سے مستقل قیام کی غرض سے پاکستان آئے تو پہلے دن سے ہی بیمار تھے ائیرپورٹ پر اترتے وقت آپ کو فلو اور سینے میں درد کی تکلیف تھی۔ آپکی آمد کے ایک دن بعد مکرم شریف جنجوعہ صاحب کے توسط سے مجھے مکرم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب نے حضرت چوہدری صاحب کو دیکھنے کیلئے بلایا اس دن کے بعد سے انکی وفات تک مجھے حضرت چوہدری صاحب کے ذاتی فزیشن کے طور پر خدمات بجالانے کی سعادت ملی۔

ایک سال دس ماہ قبل یعنی نومبر ۱۹۸۳ء میں مجھے حضرت چوہدری صاحب کو پہلی دفعہ دیکھنے کا اتفاق ہوا اسوقت آپکو بخار اور فلو تھا جس کی وجہ سے چھاتی میں درد تھا میں نے ان کا ای سی جی بھی کروایا جو ان کے پہلے سے انگلینڈ میں کئے گئے ای سی جی کے مطابق تھا۔ یعنی ان کو دل کی تکلیف نہیں تھی۔ چوہدری صاحب ہمیشہ مجھے کہا کرتے تھے کہ میرا دل بہت مضبوط ہے۔ میں نے بھی کبھی ان کے دل میں کوئی بیماری محسوس نہیں کی۔ حضرت چوہدری صاحب نے لندن سے ساتھ لائے ہوئے کاغذات اپنے طبی امور کے بارے میں مجھے دکھائے ان سے بھی اور میرے ذاتی مشاہدہ کی رو سے جو معلوم ہوا وہ یہی تھا کہ ان میں خون کی بڑی کمی تھی۔ چنانچہ میں نے دو سال کے عرصے میں ان کو خون کی ۴۰/۵۰ بوتلیں لگوائیں اس ضمن میں لاہور کی مجلس

خدام الاحمدیہ نے شاندار خدمات انجام دیں۔ خدام بڑے ذوق و شوق سے اپنی جماعت کے اس قیمتی وجود کیلئے خون دینے آئے اور بعض ایسے بھی احباب تھے جنہوں نے ایک سے زائد بار خون پیش کیا۔ مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے دیگر انتظامات اور ڈیوٹیاں جو حضرت چوہدری صاحب کی صحت کی دیکھ بھال کیلئے انہوں نے انجام دیں یہ سارے انتظامات اتنے قابل تعریف اور اعلیٰ تھے کہ مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

ڈاکٹر وسیم صاحب نے بتایا کہ حضرت چوہدری صاحب کو خون کی کمی کے علاوہ پرانی شوگر کی تکلیف تھی جس کی وجہ سے گردوں کا فعل کمزور تھا جو آخر کار بالکل ختم ہو کر رہ گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ دو سال کے عرصے میں دو تین بار حضرت چوہدری صاحب بڑے سنگین طور پر بیمار ہوئے مگر ہر بار اللہ نے فضل کیا اور صحت عطا فرمائی۔ ایک مرتبہ یرقان ہو گیا۔ ایک بار گردوں نے بالکل کام چھوڑ دیا۔ ایک دفعہ گردوں کی یہ کیفیت ہوئی کہ انتہائی کثرت سے پیشاب آنے لگ گیا جس کی وجہ سے جسم میں پانی کی کمی ہو گئی اس سے بھی صحتیاب ہو گئے۔

حضرت چوہدری صاحب کی آخری بیماری کے بارے میں ڈاکٹر وسیم صاحب نے بتایا کہ ۲۴ جولائی کو چوہدری صاحب پر برانکل نمونیہ کا حملہ ہوا اس کا علاج جاری تھا کہ بلڈ پریشر بہت کم ہو گیا اور شدید کمزوری کی وجہ سے حضرت چوہدری صاحب پر بیہوشی طاری ہو گئی اس دوران ایک روز حالت اتنی خراب ہو گئی کہ معلوم ہوتا تھا آخری وقت ہے لیکن پھر ہوش میں آگئے اور حالت رفتہ رفتہ بہتر ہوتی گئی حتیٰ کہ مجھے امید تھی کہ چند دن میں حالت معمول پر آجائیگی۔ اس کے بعد نیم بیہوشی اور خود فراموشی کی کیفیت جاری رہی خوراک مسلسل نالی کے ذریعے پہنچائی جاتی رہی۔ لیکن آخر میں آکر گردوں کا فعل اچانک کمزور ہو گیا۔ جس کی وجہ سے پیشاب بہت آنے لگ گیا حتیٰ کہ ایک دن میں آٹھ لٹر تک پیشاب آتا رہا۔ وفات سے پہلی رات تقریباً ۱۲ بجے کے قریب پیشاب کی مقدار میں زبردست کمی واقع ہو گئی۔ صبح ، بجے بلڈ پریشر گر کر ۶۰/۱۰۰ ہو گیا۔ پیشاب نہ آنے کے برابر ہو گیا۔ نصف گھنٹے کے بعد بلڈ پریشر ۴۰/۸۰ رہ گیا۔ علاج سے بلڈ پریشر معمولی بڑھا لیکن پھر اچانک ہی صفر ہو گیا اور نبض ڈوب گئی۔ قریباً ساڑھے آٹھ بجے حضرت چوہدری صاحب نے ایک لمبا سانس لیا۔ ایسے لگتا یہ آخری سانس ہے لیکن مزید ۱۵ منٹ تک تھوڑا تھوڑا سانس آتا رہا اور آخر پونے نو بجے وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

ڈاکٹر سے تعاون کیسا تھا؟ اس سوال کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ انکا ڈاکٹر سے تعاون ہمیشہ بے مثال تھا اگر کوئی ان سے جھوٹے منہ سے بھی یہ کہہ دیتا کہ یہ بات ڈاکٹر صاحب نے کہی ہے تو وہ بلا چون و چرا عمل کرتے چنانچہ بعض اوقات گھر والے کوئی بات منوانا چاہتے تو اسے ڈاکٹر کی طرف منسوب کر دیتے۔ نہ صرف دوائی کھانے میں بہت ہی باقاعدہ تھے بلکہ جو پرہیز بتایا جاتا اس پر سختی سے عمل کرتے اس لحاظ سے انکی زندگی ترتیب اور نظم و ضبط کا ایک قابل صد رشک مثالی نمونہ تھی۔

"ڈاکٹر صاحب! حضرت چوہدری صاحب آپ کے ساتھ عموماً کس قسم کی گفتگو فرماتے تھے" اس سوال کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ پہلے تو میں انکی طبیعت پوچھتا، طبی معائنہ کرتا۔ اور طبی امور پر کوئی ہدایت دینی ہوتی تو اسے بیان کرتا۔ اس کے بعد ان سے باتیں ہوتیں۔ عموماً مذہبی اور دینی موضوعات پر گفتگو فرماتے اس کے علاوہ جو موضوع حضرت چوہدری صاحب کو سب سے زیادہ محبوب تھا وہ انکی والدہ کی باتیں تھیں۔ حضرت چوہدری صاحب نے اپنی والدہ کی بیعت، تعلق اور عشق کی حد تک پہنچی ہوئی محبت کی باتیں اتنی دفعہ بیان کیں کہ مجھے ساری باتیں ازبر ہیں۔

ملنے جلنے والوں کو ہمیشہ صبر سے وقت گزارنے کی تلقین کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرح بے صبرا نہیں ہے۔ وہ یقیناً اپنے وقت پر بہتری کا سامان کریگا۔ یہ چند دن گزر ہی جائیں گے

جناب ثاقب زیروی صاحب کے ایک واقعے کا بھی اسی ضمن میں ذکر کیا کرتے تھے کہ ۷۹ء کے شروع میں جب حضرت چوہدری صاحب پاکستان سے انگلستان جانے لگے تو جناب ثاقب زیروی صاحب نے ایک بار دوران گفتگو حالاتِ حاضرہ کے حوالے سے اپنا مدعا ایک شعر کی صورت میں ادا کیا اور کہا۔

خدائی کر رہا ہے ابن آدم
خدا جانے خدا خاموش کیوں ہے

حضرت چوہدری صاحب نے کہا کہ خدا تمہاری طرح اور میری طرح بے صبرا نہیں یہ کہہ کر حضرت چوہدری صاحب لندن روانہ ہو گئے۔ سال کے آخر میں جب واپس آئے تو بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ چکا تھا۔ ایئر پورٹ پر جناب ثاقب زیروی حضرت چوہدری صاحب کا استقبال کرنے کے لئے موجود تھے۔ حضرت چوہدری صاحب نے ثاقب صاحب کو دیکھتے ہی کہا۔ "ثاقب صاحب اللہ تعالیٰ بولا ہے کہ نہیں؟"

ڈاکٹر صاحب نے حضرت چوہدری صاحب کی آخری بیماری کی دو اہم باتیں بیان کیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ جب حضرت چوہدری صاحب پہلی مرتبہ بیہوشی سے نکلے تو میں آپکے دائیں طرف کھڑا تھا میں نے السلام علیکم کہا۔ آپ نے مجھے پہچانا۔ تھوڑی دیر کے بعد قہقہہ مار کر ہنسے ایسی آواز میں جیسی بہت کم سنتے تھے اور پھر کہا "HEAVEN" (جنّت) شاید حضرت چوہدری صاحب کو خدا تعالیٰ نے جنّت کا کوئی نظارہ دکھایا تھا۔ یا کوئی اور بات تھی۔ اللہ ہی بہتر جان سکتا ہے۔

اسی طرح ایک اور دن میں آپ کے بائیں طرف کھڑا تھا میں نے آپ کو السلام علیکم کہا۔ کچھ لمحے بعد کہنے لگے "مبارک ہو" پھر کہنے لگے "مبارک ہو" میں نے جھک کر پوچھا جی کس بات کی مبارک باد۔ اس کے بعد آہستگی سے کچھ فرمایا جو سمجھ میں نہیں آیا۔

آپ کو کبھی بزرگانہ نصیحت بھی کرتے تھے۔؟ اس سوال کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ کی دعا بار بار پڑھنے کو کہا کرتے

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ قریباً چھ ماہ قبل میں نے ایک خواب میں حضرت چوہدری صاحب کو دیکھا۔ میں نے چوہدری صاحب کو بتایا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے خواب میں دیکھنا بڑا بابرکت ہے۔

حضرت چوہدری صاحب کو جلسہ سالانہ پر جانے کا شدید اشتیاق تھا۔ اگرچہ ۱۹۸۳ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر آپکی صحت بہت کمزور تھی اور آپکے افراد خانہ آپکی صحت کے پیش نظر آپکو جلسہ پر لے جانے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کر رہے تھے مگر میں نے حضرت چوہدری صاحب کے حد سے زیادہ اشتیاق کے پیش نظر یہی سمجھا کہ جلسہ سالانہ پر آپ کا جانا آپکی صحت کیلئے بطور ٹانک ہوگا اور یہی ہوا کہ جلسہ سالانہ کی کوفت کے باوجود آپ کیلئے جلسہ سالانہ پر جانا آپکی صحت کے لیے بہتر ہوا۔ اس کے علاوہ یہ بھی تھا، حضرت چوہدری صاحب کا انداز ایسا تھا کہ وہ بڑی امید سے یہی سمجھتے تھے کہ میں ان کے جلسہ سالانہ پر جانے کے حق میں رائے دوں گا۔

حضرت چوہدری صاحب کی جس بات سے میں سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ انکی سادگی اور انکساری تھی۔ ڈاکٹر وسیم صاحب نے نہایت جذب و تاثر کے رنگ میں اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا کہ جب بھی میں نے آپ کے مقام و مرتبہ کے ضمن میں کوئی بات کہی تو آپ نہایت انکساری اور خاکساری کے ساتھ کہتے "میں تو بڑا حقیر انسان ہوں" درحقیقت ان میں تکبّر کی ذرّہ بھر بھی جھلک نہیں تھی۔ معمولی سے معمولی انسان کو بھی اسی رنگ میں بلاتے اور گفتگو کرتے جسطرح وہ بڑے سے بڑے آدمی سے مخاطب ہوتے۔ ایک اور اہم بات یہ تھی کہ ان کو اللہ پر بڑا توکل تھا۔ جب بھی میں علاج پر زیادہ توجہ اور سرگرمی کا مظاہرہ کرتا تو ہمیشہ کہا کرتے کہ

"اللہ تعالیٰ پر بھی کچھ چھوڑا کرو۔ ساری باتیں اپنی ہی کوشش سے نہیں ہوتیں۔"

یہ اک جھلک تھی

(مکرم طاہر عارف صاحب۔ سرگودہا)

وہ تھا تو ایک، عمل بے شمار جتنا تھا
عجیب شخص تھا عمریں ہزار جیتا تھا
زبان شیریں، بیان خوب، خوب تر چہرہ
حسین خیال، لباسِ بشر میں سجتا تھا
خدائے پاک کا کلمہ تھا ایک ظفر اللہ
فنائے عشقِ الٰہی، وفا کا پتلا تھا
خود اس سے ملنے کو ہر ایک رہگزر آئی
بعجز خاص درِ مصطفیٰ پہ بیٹھا تھا
یہ اک جھلک تھی، وہ نورِ مہِ چہار دہم
وہ اپنے دَور کا موسیٰ یہ دستِ بیضا تھا
لہر لہر ہے سمندر کی بے کراں لیکن
مثالِ بوند صدف میں وہ درِ یکتا تھا
عظیم تھا وہ زمانے نے یک زبان کہا
عظیم تر تھی وہ ماں جس کا ایسا بیٹا تھا
کمالِ شوق میں میں بے حجاب کہتا گیا
کہ ایک عمر میں طرزِ بیاں کو ترسا تھا

تاریخِ پاکستان کا ایک چونکا دینے والا باب

مَیں نے اور مسلم لیگ دونوں نے رحمت علی کے نظریۂ پاکستان کو مسترد کر دیا تھا

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا ایک اہم اور تاریخی حیثیت کا حامل بیان

۱۹۸۱/۱۹۸۲ء میں ملک بھر میں یہ بحث چل پڑی کہ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا تحریک پاکستان میں کیا کردار ہے؟ اس بحث کا آغاز جناب خان عبدالولی خان کے ایک انٹرویو سے ہوا تھا اور اس کے بعد جواب در جواب سے معاملہ سلجھنے کی بجائے الجھتا گیا۔ حضرت چوہدری صاحب موصوف نے اس بحث میں اپنی پوزیشن واضح کرنے کے لیے ایک مضمون پاکستان ٹائمز لاہور کی ۱۳ر فروری ۱۹۸۲ء کی اشاعت میں لکھا۔ یہ صرف ایک مضمون نہیں بلکہ تاریخ پاکستان کا ایک چونکا دینے والا باب ہے۔ اس تاریخی دستاویز کا ترجمہ قارئین کی ضیافت طبع کے لیے پیش ہے بشتر ذیلی عنوان مترجم نے لگائے ہیں۔ (ادارہ)

ظفر اللہ کا خط

پاکستان ٹائمز کے ایڈیٹر نے اس مضمون کے ساتھ یہ نوٹ دیا:۔

سر محمد ظفر اللہ نے بڑی کاوش سے اس پس منظر اور حالات کا ذکر کیا ہے جن میں انہوں نے لارڈ لنلتھگو کو فروری ۱۹۴۰ء کے آخر میں ایک نوٹ ارسال کیا تھا۔ مسٹر ولی خان نے ایک اردو رسالے کو انٹرویو دیتے ہوئے اپنے الزامات کی بنیاد اسی نوٹ پر رکھی ہے۔ انہوں نے بہت سے متنازعہ نکات اٹھائے ہیں جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

ایڈیٹر

لنلتھگو کے نام لکھے گئے نوٹ کے بارے میں چوہدری ظفر اللہ خان وضاحت کرتے ہیں

حال ہی میں تصور پاکستان کے پس منظر کے بارے میں نمایاں دلچسپی کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا ہے۔ اس ضمن میں پاکستان ٹائمز ۲۲ر جنوری اور ۲۹ جنوری کے شماروں میں دو اہم مضامین شائع ہوئے ہیں۔ ان میں سے پہلے مضمون یعنی ایڈیٹوریل میں اور دوسرے مضمون میں بعض ایسی باتیں کہی گئی ہیں جو پوری طرح صحیح نہیں ہیں اور اس کے نتیجے میں غلط فہمیاں اور غلط توجیہات قائم کرنے کا دروازہ کھل سکتا ہے۔

کامیابی کا سہرا صرف قائداعظم کے سر ہے

مَیں زبانی اور تحریری طور پر مسلسل یہ بات کہتا رہا ہوں کہ جہاں تک انسانی کوششوں کا تعلق ہے پاکستان کا قیام فردِ واحد یعنی قائداعظم محمد علی جناح مرحوم کی مخلصانہ کوششوں کا رہینِ منت ہے وہ اکیلے شخص تھے جنہوں نے دم توڑتی ہوئی آل انڈیا مسلم لیگ میں زندگی کی روح پھونکی اور اسے اپنی جاندار اور انقلاب انگیز قیادت میں ایک مؤثر اور متحرک سیاسی تنظیم میں بدل دیا ۔ اس راہ میں حائل ناقابلِ عبور مشکلات پر قابو پاکر انہوں نے اپنا وہ مقصد حاصل کر لیا جسے آپ نے خود ہی اپنے لیے متعین کیا تھا ۔ اگرچہ اس کام میں کئی اصحاب نے اخلاص اور فرمانبرداری سے آپ کا ہاتھ بٹایا، لیکن کامیابی کا سہرا صرف اور صرف جناب محمد علی جناح کے سر بندھتا ہے اس بارے میں کسی طرح سے کوئی ادنیٰ سا شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا ۔

تصوّر

جہاں تک پاکستان کا تصور اُبھرنے کا تعلق ہے اس کا جائزہ اس کے صحیح پس منظر میں لیا جانا ضروری ہے ۔ لفظ "پاکستان" کی اپنی ایک تاریخ ہے جو کہ آجکل اچھی طرح سے ذہن میں نہیں رکھی جاتی جس کے نتیجے میں غلط خیالات جنم لیتے ہیں ۔ یہ اصطلاح (پاکستان) چوہدری رحمت علی نے ایجاد کی ۔ اس وقت وہ کیمرج میں پڑھ رہے تھے اور اس کی جو عمل سکیم انہوں نے پیش کی اسے پاکستان کہا جاتا رہا اگرچہ اس سکیم کا پاکستان کے اس تصور سے بہت کم تعلق تھا جو مسلم لیگ کی ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء والی قرارداد کے تحت قائم ہوا ۔

چوہدری رحمت علی نے جس "پاکستان" کا تصور پیش کیا اس کا بنیادی نکتہ ہند و پاکستان میں بسنے والی مسلم اور غیر مسلم آبادی کا مکمل تبادلہ تھا ۔ اس کے مطابق ہند ... میں بسنے والی تمام کی تمام مسلم آبادی کو برصغیر کے شمال مغربی علاقے میں منتقل ہونا تھا اور اس جگہ بسنے والی تمام کی تمام غیر مسلم آبادی کو برصغیر کے باقی بڑے حصے میں چلا جانا تھا ۔ یہ ایک مکمل طور پر ناقابلِ عمل سکیم تھی جس پر اگر عمل کرنے کی کوشش کی جاتی تو متحدہ صوبہ اور شمال مغربی علاقے کے علاوہ مسلمان ریاستوں کی آبادی کو ناقابلِ بیان مصائب اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ۔ درحقیقت چوہدری رحمت علی صاحب کو اس صورت حال کا احساس ہو گیا تھا ۔ اسی لیے انہوں نے "بنگستان" "عثمانستان" وغیرہ ناموں کے تحت "ستانوں" کا ایک مجموعہ تجویز کیا ۔ اس سکیم کا پاکستان کی اصل سکیم سے سوائے اس کے نام کے اور کوئی دُور کا بھی تعلق نہ تھا ۔ اور وہ اصلی سکیم آخر کار قائداعظم کی قیادت میں ابھر کر سامنے آئی ۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ جب پاکستان بنا تو چوہدری رحمت علی نے بڑے سخت الفاظ میں اس کی مذمت کی اور قائداعظم کی ذات کے بارے میں بڑے گستاخانہ الفاظ استعمال کئے ۔

یہاں پر میں ایک اہم بات عرض کرتا چلوں جو کہ اس ساری بات کو سمجھنے کے لیے بڑی ضروری ہے ۔

قائداعظم اور مَیں

مجھے یہ فخر اور اعزاز حاصل ہے کہ مَیں قائداعظم کے آخری اٹھارہ سالوں میں بڑی عاجزی کے ساتھ ان کے ساتھ وابستہ رہا ۔ میں گول میز کانفرنسوں ۱۹۳۰ء، ۱۹۳۲ء کے دوران مسلم وفد کا ایک رکن رہا جن میں سے پہلی دو کانفرنسوں میں قائداعظم بطور ایک سینئر رکن کے ساتھ شامل رہے ۔ گول میز کانفرنسوں میں شریک ہونیوالے ہندوستان کے مسلمان نمائندے ہز ہائی نیس آغا خان کی سرکردگی میں ایک ٹیم کے طور پر کام کرتے رہے اور ان نمائندگان کی انفرادی کارکردگی اس پالیسی کے تابع ہوتی تھی جو مسلم وفد کی مشترکہ میٹنگز میں طے کی جاتی تھی ۔ میں یہ کہنے کی جرأت کروں گا کہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ قائداعظم کے ساتھ میرا تعلق بے تکلفی میں بدلتا گیا اور میں ان کا اعتماد اور اعتبار حاصل کرتا چلا گیا ۔ ہمارے تعلقات کا یہ پہلو میرے گورنر جنرل ہند کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن ہونے کے عرصے (۱۹۳۵ء ۱۹۴۱ء) کے دوران گہرا اور مضبوط ہوتا گیا اس وقت قائداعظم انڈین اسمبلی میں پہلے انڈی پینڈنٹ پارٹی کے اور بعد میں مسلم لیگ کے لیڈر رہے تھے ۔ قائداعظم نے میرے ساتھ جس محبت اور پیار کا سلوک کیا اس کا اندازہ اُن کے اُن تبصروں سے لگ سکتا ہے جس کا اظہار انہوں نے میری کارکردگی کے بارے میں کیا ۔ خصوصاً ۱۹۳۸ء میں جبکہ میں نے بطور وزیر تجارت نام نہاد اوٹاوہ ٹریڈ ایگریمنٹ کو ختم کرنے کے لیے برطانیہ سے مذاکرات کئے ۔ قائداعظم نے نئے معاہدہ کو پرانے معاہدے کی نسبت زیادہ اچھا ۔ کہیں زیادہ بہتر قرار دیا اور مجھے اپنا سیاسی بیٹا POLITICAL SON کہا

قرار دیا۔

میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں کہ آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد سارے عرصے میں ہمارے تعلقات میں کوئی ایک بھی موقع ایسا نہیں آیا جبکہ ہمارے درمیان کسی بات پر اختلاف رائے پیدا ہوا ہو اور اس طرح میں انکے مکمل اور بھرپور اعتماد کا حامل رہا یقینی طور پر یہاں انکے اس طرز عمل کا ذکر بے محل نہ ہوگا جو انہوں نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے کیا حالانکہ میں خود کو اس کا اہل نہ سمجھتا تھا۔ جب ۳ر جون ۱۹۴۷ء کو تقسیم ملک کے منصوبہ کا حتمی طور پر اعلان ہوا تو میں نے جج فیڈرل کورٹ کے اپنے اس عہدے سے استعفا دیدیا جو اب ہندوستان کی سپریم کورٹ بن رہا تھا اور جس کا میں سب سے سینئر جج تھا اور وہاں سے فارغ ہوکر والئی بھوپال ہز ہائی نس نواب حمید اللہ خان کے پاس بطور آئینی مشیر چلا آیا۔ تین ہفتے سے بھی کم عرصے میں قائداعظم نے مجھے دہلی بلا بھیجا اور مجھے کہا کہ میں پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کروں جو عنقریب شروع ہونے والا تھا۔ لاہور میں قابل اور تجربہ کار مسلمان وکلاء کی کمی نہ تھی، لیکن قائداعظم نے یہ بھاری ذمہ داری اُٹھانے کے لیے میرا انتخاب کیا اور مجھے بھوپال سے بلا لیا۔ قائداعظم نے میرے سپرد جو کام کیا اُس کو میں نے جس طرح سے ادا کیا اس کے بارے میں وہ کتنے مطمئن تھے اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ دوسری بار انہوں نے پاکستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے مجھے کراچی بلایا اور ہدایت کی کہ میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پاکستانی وفد کی قیادت کروں۔ اس وفد کے ایک رکن مسٹر حسن اصفہانی تھے جو اس وقت امریکہ میں پاکستان کے سفیر تھے۔ جنرل اسمبلی کے اس سیشن کے درمیان میں جب انہیں (مسٹر اصفہانی کو) اطلاع ملی کہ مجھے واجبات اور اثاثوں کے ٹریبونل میں پاکستان کی طرف سے پیش ہونے کے لیے ہندوستان جانا پڑے گا تو انہوں نے قائداعظم کو لکھا کہ اس سارے سیشن کے دوران نیویارک میں میری موجودگی انتہائی ضروری ہے۔ قائداعظم نے مسٹر اصفہانی کو جواب میں لکھا:

"جہاں تک ظفر اللہ کا تعلق ہے ہم یہ نہیں چاہتے کہ وہ اپنا کام اُدھورا چھوڑے اور جب تک اُس کی ضرورت ہے اسے وہاں رہنا چاہیئے اور میرا خیال ہے کہ اُسے یہ بات پہلے سے بتا دی گئی ہے، لیکن ہمارے پاس قابل آدمیوں کی بڑی کمی ہے، اور خصوصاً اس جیسی قابلیت کے لوگوں کی اور یہی وجہ ہے کہ جب بھی ہمیں یہاں مختلف مسائل حل کرنے ہوتے ہیں تو لامحالہ ہماری نظریں اسی کی طرف اٹھتی ہیں۔"

اقوام متحدہ سے میری واپسی پر قائداعظم نے مجھے ہدایت کی کہ میں بھوپال سے کراچی آجاؤں اور مجھے پاکستان کا وزیر خارجہ مقرر کیا گیا۔ مجھے فخر ہے کہ میں اس عہدے پر سات سال تک قائم رہا۔ قائداعظم کا یہ عزم تھا کہ سنیارٹی کے لحاظ سے مجھے وزیر اعظم کے بعد پہلا مرتبہ دیا جائے۔

اقبال اور جناح

پاکستان ٹائمز کے اداریے میں ۲۲ جنوری کے شمارے کے صفحہ نمبر ۵ کے کالم نمبر ۱ میں یہ کہا گیا ہے کہ قائداعظم نے مسلم لیگ کے الہ آباد سیشن ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال کو صدر بنانے میں مدد کی۔ کیونکہ وہ اس بات کے لیے مضطرب تھے کہ گول میز کانفرنس ۱۹۳۱ء سے پہلے پہلے علامہ اقبال کو ایک مسلم لیگ کے قیام کے بارے میں اپنے خیالات پیش کرنے کا موقع مل سکے (اتفاق سے علامہ اقبال کے بعد مسلم لیگ کا صدر میں تھا) کیا میں اس نکتے کی طرف توجہ دلا سکتا ہوں کہ علامہ سر محمد اقبال دوسری اور تیسری گول میز کانفرنس ۱۹۳۱ء اور ۱۹۳۲ء میں بطور ایک رکن کے شامل تھے اور ان کانفرنسوں میں انہوں نے ایک مسلم ریاست کے قیام کے بارے میں کسی بھی مرحلے پر کسی بھی صورت میں ایک لفظ بھی نہیں کہا !! اس کے علاوہ قائداعظم پہلی اور دوسری گول میز کانفرنس ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۱ء میں بطور ایک رکن کے شریک تھے اور انہوں نے بھی براہ راست یا بالواسطہ کسی بھی طور پر ایک مسلم ریاست قائم کرنے کے بارے میں کوئی معمولی سا بھی اشارہ نہیں کیا۔

اسی اداراتی نوٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ گول کانفرنس کے دوران ایک مسلم ریاست کے قیام کے نظریے کا ذکر ہوا اور میں نے اسے "بے بنیاد اور ناقابل عمل" قرار دیا۔ قائداعظم خود اس مسلم وفد کے ایک رکن تھے جو گول میز کانفرنس میں شریک تھا۔ اور انہوں نے چوہدری رحمت علی کے "پاکستان" کے بارے میں میرے خیالات سنے تھے اور اس کی کوئی مخالفت نہیں کی۔

اس اداراتی نوٹ میں آگے چل کر یہ لکھا ہے کہ "چوہدری رحمت علی نے برصغیر کو کئی حصوں میں تقسیم کرنے کی ایک تجویز بھی پیش کی تھی۔" یہ بات پھر سے کسی قدر گمراہ کن ہے۔ چوہدری رحمت علی کی سکیم صرف دہی تھی

جسکو اگرچہ عام طور پر "پاکستان" ہی کہا جاتا ہے اور انہوں نے اپنی یہی تجویز گول میز کانفرنس میں پیش کی تھی اور مسلم وفد کا متفقہ نقطہ نظر اس بارے میں میں نے بیان کیا تھا کہ یہ تجویز کامل طور پر ناقابل عمل ہے۔

اب میں اپنے اس نوٹ کی کچھ وضاحت کرتا ہوں جس کا ذکر لارڈ لنلتھگو کے ۱۲ مارچ ۱۹۴۰ء کو لارڈ زٹلینڈ کے نام لکھے گئے خط میں آتا ہے۔ یہ نوٹ فروری ۱۹۴۰ء کے مہینے کے آخری نصف میں لکھا گیا۔ اور یہ بروقت لارڈ لنلتھگو کو پہنچا دیا گیا کیونکہ اس کو اس سرکاری تھیلے OFFICIAL BAG میں شامل کیا جانا مقصود تھا جو لارڈ لنلتھگو والے ۱۲ مارچ کے نوٹ کے تھیلے سے پہلے جانا تھا۔ اس خط کے مطالعے اور میرے لکھے ہوئے نوٹ کے احتیاط کے ساتھ مطالعے سے یہ بات بغیر کسی شک وشبہ کے واضح ہو جاتی ہے کہ یہ نوٹ میں نے ذاتی طور پر سیل کر کے لکھا تھا اور اس کے تمام مندرجات کا میں اکیلا ذمہ دار تھا لارڈ لنلتھگو کا یہ نوٹ لکھوانے میں کوئی کردار نہیں تھا۔

رحمت علی کا نظریہ مسلم لیگ نے بھی مسترد کر دیا تھا

ادارتی نوٹ میں یہ لکھا گیا ہے کہ اس نوٹ میں پاکستان کے نظریہ اور علیحدگی کی سکیم ان دونوں نظریات کو مسترد کرتے ہوئے ایک آل انڈیا فیڈریشن کے قیام کے نظریے کو آگے بڑھایا گیا تھا اور زیادہ بہتر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ نوٹ اس "زونل سکیم" سے ملتا جلتا تھا جو کہ کیبنٹ مشن نے ۱۹۴۶ء میں پیش کی تھی یہ بات کئی پہلوؤں سے گمراہ کُن ہے۔ اُس "نظریہ پاکستان" سے کیا مراد ہے جسکو نوٹ میں مسترد کیا گیا ہے؟ اس نوٹ کی تاریخ تک لفظ "پاکستان" سے مراد جو سکیم تھی وہ وہی تھی جو چوہدری رحمت علی نے پیش کی تھی۔ جس کی بنیاد آبادی کے بہت بڑے پیمانے پر منتقلی پر تھی۔ اس نوٹ میں یقیناً اس مخصوص سکیم کو مسترد کیا گیا تھا۔ اسی طرح سے جس طرح سے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی مسلم لیگ کی قرارداد نے بھی اسے مسترد کیا تھا علیحدگی کی جس سکیم کا نوٹ میں ذکر ہے، یقینی طور پر اسے میں نے مسترد نہیں کیا تھا۔ جیسا کہ ابھی واضح ہو جائے گا میں نے اسے آئینی مسائل کا واحد تسلی بخش اور قابل قبول حل قرار دیا تھا۔

جہاں تک علیحدگی کی سکیم کا تعلق ہے، اس بات کا اقرار بادلِ ناخواستہ کیا گیا ہے کہ یہ اُس زونل سکیم کے "مشابہ معلوم ہوتی ہے" جو ۱۹۴۶ء میں کیبنٹ مشن نے پیش کی تھی، اس ضمن میں یہ ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ کیبنٹ مشن کی سکیم قائد اعظم کی ہدایت کے مطابق مسلم لیگ نے تسلیم کر لی تھی۔ ایڈیٹوریل نوٹ میں اس بات کا ذکر حذف کر کے سارے منظر پر پردہ ڈال دیا گیا ہے۔

ادارتی تبصرے میں پھر لکھا ہے کہ "پاکستان کا مطالبہ مسلم قومیت کے نظریے اور اس کے ایک آزاد اور خود مختار مملکت میں اپنے خود اختیاری کے حق کے حامل دو باہم مربوط نظریات پر مشتمل ہے۔" میں یہ کہنے کی جرأت کروں گا کہ میرے نوٹ میں بنیادی طور پر اور پورے زور کے ساتھ بالکل انہی نظریات کو پیش کیا گیا تھا۔

دو قومیں

مسلم قومیت کا تصور پاکستان ٹائمز کے ۲۳ جنوری کے شمارے کے نوٹ میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس کا خلاصہ صفحہ نمبر ۵ کالم نمبر ۷ میں اس طرح دیا گیا ہے۔ "مختصر یہ کہ مسلمانوں نے ہندوستان میں ہمیشہ ایک ایسا مشترکہ کردار پیش کیا ہے جو ایک علیحدہ قوم کی تشکیل کرتا ہے اور بمشکل ان میں سے کوئی بات ایسی ہے جو ہندو سے ملتی ہو۔ چنانچہ جب مسلمان یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ معمول انداز میں ایک اقلیت نہیں ہیں بلکہ ایک علیحدہ قوم تشکیل دیتے ہیں، تو یہ کوئی زبانی جمع خرچ کی بات نہیں کر رہے، بلکہ ایک حقیقت کا اظہار کر رہے ہیں اور جتنی جلد اس حقیقت کو ہندو مسلم تنازعہ طے کرنے کی بنیاد کے طور پر تسلیم کر لیا جائے۔ اتنی جلدی یہ ممکن ہو سکے گا کہ ایک قابل قبول اور قابلِ عمل حل تک پہنچا جا سکے۔"

اس سے اگلے کالم میں یہ لکھا ہے۔ "ہندوستان ایک ملک نہیں ہے بلکہ کئی ملکوں کا ایک مجموعہ ہے اور ہندوستان کی آبادی کسی ایک قوم پر مشتمل نہیں ہے بلکہ کم از کم دو قوموں پر مشتمل ہے اور اس پریشان حال ملک میں امن قائم کرنے کا حقیقی حل ان حقائق کو تسلیم کر لینے میں مضمر ہے۔"

اس کے بعد میرے نوٹ میں لکھا ہے "حال ہی میں جس سکیم نے بڑی تعداد میں مسلمانوں کی حمایت حاصل کی ہے وہ، وہ سکیم ہے جسے ہم علیحدگی کی سکیم کہتے ہیں نہ کہ پاکستان کی سکیم، ان دو سکیموں

میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ پاکستان کی سکیم کا ضروری حصہ آبادیوں کا تبادلہ ہے جبکہ علیحدگی کی سکیم میں ایسا کوئی ناممکن اور ناقابلِ عمل عنصر شامل ہیں۔ مختصر طور پر یہ کہ علیحدگی کی سکیم یہ ہے کہ ایک شمال مشرقی فیڈریشن بنائی جائے جس میں بنگال اور آسام کے موجودہ صوبے شامل ہوں اور ایک شمال مغربی فیڈریشن بنائی جائے جس میں پنجاب، سندھ، شمال مغربی سرحدی صوبہ، بلوچستان اور سرحدی قبائلی علاقہ شامل ہو۔"

کسی جاہل ترین شخص کو بھی یہ واضح طور پر نظر آجاتا ہے پاکستان سکیم جس کا یہاں پر ذکر کیا گیا ہے وہ رحمت علی کی سکیم ہے جس کو اگرچہ ابھی تک "پاکستان" کا نام دیا جا رہا ہے۔

آیئے اب ہم مسلم لیگ کی ۲۳ر مارچ ۱۹۴۰ء کی قرارداد پر ایک نظر ڈالیں۔ اس قرارداد کے اہم ترین پیراگراف میں یہ کہا گیا ہے کہ کوئی آئینی منصوبہ اس وقت تک اس ملک میں قابل عمل نہیں ہو سکتا اور مسلمانوں کو قبول نہیں ہو سکتا جب تک اس کو اس اصول پر نہ مرتب کیا جائے کہ وہ علاقے جن میں مسلمان عددی طور پر اکثریت میں ہیں، جیسے کہ ہندوستان کی شمال مغربی اور شمال مشرقی زونوں میں، ان کو آزاد ریاستوں کی شکل میں اکٹھا کر دیا جائے۔

یہ بات نوٹ کی جائے کہ اس پیراگراف میں یا درحقیقت قرارداد کے باقی تمام پیراگرافوں میں کہیں بھی "پاکستان" کا لفظ استعمال نہیں ہوا اور جو حصہ اوپر درج کیا گیا ہے وہ بالکل وہی سکیم پیش کرتا ہے جس کا خاکہ میرے نوٹ میں علیحدگی کی سکیم کے تحت کھینچا گیا ہے۔ اس سکیم کو سرکاری طور پر مسلم لیگ نے "پاکستان" کا نام اپنے ۹ر اپریل ۱۹۴۶ء کے کنونشن میں دیا جس کو "قرارداد دہلی" کہا جاتا ہے جس میں قطعی طور پر یہ طے کیا گیا کہ زون جس میں ہندوستان کے شمال مشرق میں بنگال اور آسام اور شمال مغرب میں پنجاب شمال مغربی سرحدی صوبہ سندھ اور بلوچستان جن کا نام "پاکستان" زون ہے، جہاں مسلمان واضح اکثریت میں ہیں ان علاقوں کو ایک آزاد اور خود مختار ریاست کی شکل دی جائے اور اس بات کی قطعی ضمانت دی جائے کہ پاکستان کے قیام پر بغیر کسی تاخیر کے عمل کیا جائیگا۔"

یہاں پر دو زونوں کا تعین بالکل اسی طرح سے کیا گیا ہے جس طرح میرے نوٹ میں بیان کیا گیا ہے سوائے اس کے کہ کسی وجہ سے سرحدی قبائلی علاقے شمال مغربی زون میں شامل کرنے سے رہ گئے ہیں۔

ادارتی تبصرے کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی علیحدگی کی سکیم کے ساتھ ہی چوہدری رحمت علی کی آبادی کے مکمل تبادلہ کی مکمل طور پر ناقابل عمل سکیم کو بھی مسترد کر دیا، یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ اس ادارتی تبصرے میں میرے تمام نوٹ کو احتیاط سے نہیں پڑھا گیا۔ ۲۳ر جنوری کے پاکستان ٹائمز کے صفحہ نمبر ۶ کالم نمبر ۱ میں درج میرے نوٹ میں لکھا ہے کہ " ہم ہندوستان میں موجود اپنی ساتھی قوموں سے اور حکومت برطانیہ سے پورے زور کے ساتھ اپیل کرتے ہیں کہ وہ سارے مسئلے کا ان بنیادوں پر ہمدردی سے جائزہ لیں اور باہمی اتفاق رائے سے ایسی سکیم وضع کریں جس کے ذریعے سے ان ضروری باتوں کا تحفظ ہو سکے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ ہمیں اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہندوستان کی مسلم رائے عامہ اس تجویز پر صاد کرے گی اور امید ہے کہ اس ذریعے سے اس انتہائی مشکل سوال کا واحد تسلی بخش جواب سامنے آجائے گا۔" یہ پیراگراف اس طرح ختم ہوتا ہے "ہمیں امید ہے کہ صاحب فراست طرز سیاست کے حامل افراد حالات کے حقائق کو تسلیم کرینگے اور ان بنیادوں پر ہندوستان کے مستقبل کی تعمیر کرنے کی کوشش کریں گے اور ریت کے جھوٹے محل بنا کر اس کو مضبوط سمجھنے کی غلطی نہیں کریں گے۔

اس سے اگلے پیراگراف کے آخیر میں یہ لکھا گیا ہے کہ میرے خیال میں مسلمانوں کا ایسی کسی سکیم پر راضی ہونا انتہائی ناممکن ہے جس میں شمال مشرقی اور شمال مغربی زونوں پر مشتمل فیڈریشن کا قیام شامل نہ ہو۔

یہ صحیح ہے کہ شمال مشرقی اور شمال مغربی زونوں پر مشتمل فیڈریشن کے قیام کی تجویز کو پورے زور اور قوت سے پیش کرنے اور اس تجویز کو مسلمانوں کے لیے واحد قابل قبول حل قرار دینے کے بعد نوٹ میں آگے چل کر ایک کمزور اور غیر تسلی بخش متبادل تجویز کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ تجویز آل انڈیا فیڈریشن کے قیام کی تھی اس میں ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ میں جو فیڈرل سکیم موجود ہے اس میں جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے قبل اس کے کہ اس تجویز پر بات چیت کی بھی کوئی بنیاد ڈھونڈی جائے۔ نمایاں انقلابی تبدیلیاں کرنی پڑیں گی۔ اس حقیقت کو تسلیم کئے اور قبول کئے بغیر یہ بات بالکل بیکار ہوگی کہ اس سکیم پر کوئی بات بھی کی جائے یا اس میں کوئی ترامیم تجویز

کرنی شروع کر دی جائیں۔"

اس کے بعد نوٹ میں بڑی باریکی اور تفصیل کے ساتھ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ میں موجود فیڈرل دفعات اور انکے اثرات کا جائزہ لیا گیا اور ان خطرات و خدشات کا ذکر کیا گیا جو مسلمانوں کو ایسی صورت میں پیش آ سکتے تھے اگر ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کی بنیاد پر ان کے لیے کوئی آئین بن جاتا۔ پھر وسیع پیمانے پر تحفظات تجویز کئے گئے گو ان کو بھی حقیقی اور موثر ضمانت کی بجائے محض تسلی دلانے والے اقدامات قرار دیا گیا۔ تاہم اس کی وضاحت کے لیے یہ ضروری نہیں معلوم ہوتا کہ ان باتوں کا کوئی ذکر کیا جائے یا ان کا تجزیہ کیا جائے۔

جیسا کہ لارڈ لنلتھگو کے ۱۲؍مارچ ۱۹۴۰ء کے خط بنام وزیر ہند میں واضح طور پر لکھا ہے، میرے نوٹ کی ایک کاپی پہلے ہی قائد اعظم کو بھیج دی گئی تھی۔

۲۹؍جنوری کے پاکستان ٹائمز کے صفحہ نمبر ۴ کالم نمبر ۲ میں زیر عنوان "مجھے وہی کچھ ظاہر کرو جو میں ہوں" لکھا ہے۔" جبکہ مطالبہ پاکستان کی بنیاد مسلم قومیت اور ایک آزاد و خود مختار مسلم ریاست کے قیام کے لیے حق خود اختیاری کے تصور پر تھی۔ ظفر اللہ ایک آل انڈیا فیڈریشن کے قیام کا نظریہ پیش کر رہے تھے۔ پاکستان کا مطالبہ دو ریاستوں کا قیام چاہتا تھا اور ظفر اللہ ایک ہندوستانی ریاست اکھنڈ بھارت چاہتے تھے"۔ اسی کالم میں یہ بھی لکھا ہے کہ پاکستان کا نظریہ برطانوی مفادات سے ٹکراتا تھا اور وہ اس کو بھاری اکثریت میں مقبول ہو جانے سے پہلے پہلے روکنا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ منصوبہ بنایا گیا کہ ظفر اللہ کو مسلمانوں کے حامی کے طور پر استعمال کیا جائے، کیونکہ یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے وہ ایک خالص اسلامی ریاست کے قیام کے حامی نہیں ہو سکتے"۔

جیسا کہ میں نے واضح کیا ہے۔ میں پورے اعتماد سے قطعی طور پر کہتا ہوں کہ میرا نوٹ جس کا ذکر لارڈ لنلتھگو کے ۱۲؍مارچ ۱۹۴۰ء کے خط میں ہے اس حقیقت کو ظاہر کر رہا تھا کہ ہندوستان کے مسلمان ایک واضح طور پر علیحدہ قوم ہیں، اور یہ کہ ان کے لیے واحد تسلی بخش قابل قبول آئینی مسائل کا حل یہ ہے کہ شمال مشرقی اور شمال مغربی فیڈریشنیں قائم کی جائیں اور یہ قطعی طور پر وہی مطالبہ تھا جو کہ چند ہی دنوں کے بعد مسلم لیگ کی ۲۳؍مارچ ۱۹۴۰ء کی قرارداد میں پیش کیا گیا دو قومی نظریہ اور شمال مشرقی اور شمال مغربی فیڈریشنوں کے قیام کا نظریہ جس تفصیل اور جس وضاحت سے میرے نوٹ میں پیش کیا گیا یہ بات میرے ہم عصروں یا مجھ سے پہلے آنے والوں کی کسی دستاویز یا بیان میں قطعاً موجود نہیں تھا۔

یہ الزام کہ میرا یہ نوٹ لارڈ لنلتھگو کی تجویز پر تیار کرایا گیا تھا اور یہ نوٹ اس نے اس لیے بھیجا تھا تاکہ پاکستان کے نظریہ کی مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی مقبولیت کو نقصان پہنچایا جائے۔ یہ الزام میں افسوس سے کہتا ہوں کہ قطعاً جھوٹ اور بے بنیاد ہے۔ لارڈ لنلتھگو کے لارڈ زٹلینڈ کے نام خط سے یہ بات واضح ہے کہ لارڈ لنلتھگو کا کسی قسم کا دخل میرے نوٹ کی تیاری میں یا اس کے مندرجات میں نہیں تھا، اس کی ساری ذمہ داری صرف مجھ پر عائد ہوتی ہے۔

آخر میں میں اس بات پر ختم کرتا ہوں کہ اس حقیقت کے باوجود کہ میں نے شمال مشرقی اور شمال مغربی فیڈریشنوں کے قیام کی تجویز اپنے نوٹ میں پیش کی تھی۔ اس سے ذرہ بھر بھی قیام پاکستان کے لیے قائد اعظم کو دیئے جانے والے کریڈٹ کو نقصان نہیں پہنچتا۔ کیونکہ قائد اعظم اکیلے ہی تھے جن پر قیام پاکستان کا سہرا بندھ سکتا ہے۔

(پاکستان ٹائمز لاہور ۱۳؍فروری ۱۹۸۲ء صفحہ ۴، ۵)

تحدیث نعمت سے ——— ایک یادگار واقعہ

مولوی ظفر علی خاں نے میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا

... آخر میں میں نے کہا اگر بایں ہمہ آپ قرار دیں کہ اداریہ زیر بحث سے جج متعلقہ کی توہین لازم آتی ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کی سعی میں اگر ہائی کورٹ کے ایک جج کی توہین لازم ہو گئی تو یہ امر ناگزیر تھا جس کی پوری ذمہ داری مسئول علیہم تسلیم کرتے ہیں جب بحث ختم ہوئی تو مولانا ظفر علی خان صاحب سامعین کے حصے سے کٹہرے کو ہٹا کر میری طرف لپکے اور اس ناچیز کے ہاتھوں کو بوسہ دیکر بلند آواز سے فرمایا:

آج تم نے ان لوگوں کا منہ کالا کر دیا جو کہتے ہیں مسلمانوں میں قابل وکیل نہیں ملتا۔ فجزاء اللہ۔"

(تحدیث نعمت طبع دوم صفحہ ۳۶۲)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ذاتی خادم مکرم نصیب اللہ قمر صاحب کی دلگداز یادیں

نمائندہ خصوصی کے قلم سے

"**دیکھو** میں تو ایک معمولی آدمی ہوں ۔ تمہیں میری خدمت کر کے بڑی تکلیف ہوتی ہوگی ۔ کبھی میں تمہیں رات کو سوتے سے اٹھا دیتا ہوں ۔ تم جوان آدمی ہو تمہیں تو نیند آتی ہوگی ۔ مجھے معاف کر دینا میں تمہیں بہت تکلیف دیتا ہوں"

یہ تھے وہ الفاظ جو اس صدی کی نابغۂ روزگار شخصیت، جس نے عالمی سطح پر قوموں اور ملکوں کو متاثر کیا، یعنی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اپنے ذاتی ملازم سے کہے ۔ عاجزی انکساری اور سادگی سے پُر یہ الفاظ اس شخص کے تھے جس کو ملکوں کے شاہ اور صدر اور سربراہان اپنے ہاں مدعو کرنا اپنے لیے فخر کا موجب خیال کرتے تھے ۔

حضرت چوہدری صاحب مرحوم و مغفور کے ذاتی ملازم کا نام مکرم نصیب اللہ قمر صاحب ہے جن کو آخری دو سال اس تاریخ ساز شخصیت کی خدمت کا فخر حاصل ہوا ۔ اپنے ان دو سالوں کے بارے میں نصیب اللہ قمر صاحب کا کہنا ہے میری ان دو سالوں سے نہ پہلے کی زندگی اچھی تھی اور نہ اب کبھی ایسی ہوگی میرے لئے تو اب اس دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے ۔ حضرت چوہدری صاحب کی وفات کے بعد کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ۔

نصیب اللہ قمر صاحب نیم خواندہ جوان عمر کے سادہ سے آدمی ہیں ۔ اتنے گہرے جذبات اور حضرت چوہدری صاحب کی شخصیت کا اتنا گہرا تاثر حیرت انگیز تھا " وہ مجھے بہت پیار کرتے تھے ، مجھے بیٹا کہہ کر پکارتے تھے ۔ کہا کرتے تھے کہ نصیب اللہ میں خوش قسمت ہوں کہ خدا تعالیٰ نے تم کو میری خدمت کیلئے بھیجا ہے ،" میں اتنے بڑے آدمی کے منہ سے ایسے الفاظ سنتا تو مجھے حیرت ہوتی ۔ میرا دل خوشی سے بھر جاتا ۔

نصیب اللہ قمر صاحب نے بتایا کہ حضرت چوہدری صاحب دو سال قبل جب اپنی علالت کی وجہ سے پاکستان آئے تو مجھے انکی خدمت کا موقعہ ملا ۔ شروع میں تو مصطفیٰ ظفر اللہ خان صاحب کے ذمہ دیگر ذمہ داریوں کے علاوہ ایک ذمہ داری یہ بھی تھی کہ وہ نماز باجماعت پڑھائیں ان کے ستمبر ۸۴ء میں انگلستان چلے جانے کے بعد یہ ذمہ داری میرے سپرد ہوئی ۔ چوہدری صاحب کوئی بھی نماز بغیر جماعت کے ادا نہ کرنا چاہتے تھے ۔ اس کے علاوہ میں رات کو بھی ان کے پاس قالین پر بستر لگا کر سوتا ۔ ان کو کھانا محمد اسماعیل کھلاتا تھا ۔ حضرت چوہدری صاحب صوفے یا کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ۔ مغرب اور عشاء کی نماز عموماً جمع کر لیتے تھے ان نمازوں کے وقت عموماً چوہدری بشیر احمد صاحب اور شیخ اعجاز احمد صاحب (جو علامہ اقبال کے حقیقی بھتیجے ہیں) آجایا کرتے تھے اور چوہدری بشیر احمد صاحب اکثر امامت کرایا کرتے تھے ۔ وہ نہ ہوں تو کوئی اور شخص مثلاً کئی بار عبدالمالک صاحب کو بھی امامت کرانے کا موقع ملا ۔

فجر کی نماز کے وقت اکثر یہ ہوتا کہ نماز سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ قبل جاگ جاتے ۔ یہ بھی ہوتا کہ رات کے آخری پہر بار بار پوچھتے کیا وقت ہو گیا ہے ۔ یہ انکی نماز کیلئے بیتابی ہوتی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ سوتے رہ جائیں اور نماز کا وقت نکل جائے ۔ ان کی یہ مستقل ہدایت تھی کہ اگر نماز کا وقت آجائے اور میں سو رہا

ہوں تو مجھے ضرور جگا دیا جائے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے اور اس بارے میں کبھی کوئی ہچکچاہٹ نہ کی جائے ۔ رات کا آخری حصہ اکثر جاگ کر ہی گزرتا ۔ مجھے جگا کر بٹھا لیتے اور باتیں کرتے کہ کہیں میں سو نہ جاؤں ۔ نصیب اللہ قمر صاحب کہنے لگے کہ مجھے کسی بات پر کبھی ناراض نہیں ہوئے ۔ میری اکثر کوتاہیاں معاف فرما دیتے صرف نماز کے بارے میں سخت جذباتی رویہ اختیار کرتے اور کہتے اگر میری نماز قضا ہو گئی تو کیا باقی رہ جائیگا ۔

ایک دن میں دوائی لینے بازار گیا تھا ۔ وہاں مجھے کچھ دیر ہو گئی ۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا بار بار پوچھتے رہے میں آیا تو مجھ پر سخت ناراض ہوئے کہ نماز کے وقت غیر حاضر کیوں تھے ؟ مجھ سے سوال کیا " نماز زیادہ اہم ہے یا دوائی ؟ " اس کے بعد مجھے ہدایت دی کہ سب کو بتا دو کہ نماز کے وقت کے قریب مجھے کسی کام سے گھر سے باہر نہ بھیجا جائے چاہے کتنا ہی ضروری کام ہو ۔ اکثر یہ ہوتا کہ نماز کے وقت سے نصف گھنٹہ پہلے سے انکی طبیعت میں بے چینی شروع ہو جاتی اور بار بار بے تابی سے پوچھتے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے ؟

نصیب اللہ قمر صاحب نے بتایا کہ آخری دو سال میں میں نے حضرت چوہدری صاحب کو کچھ لکھتے نہیں دیکھا تاہم جماعتی رسائل خالد ، لاہور وغیرہ پڑھتے رہتے کبھی کوئی جماعتی کتاب بھی پڑھتے رہتے ۔ ۲۳ رجولائی ۱۹۸۵ء کو جب بیماری کی ابتدا ہوئی اس دن تک مطالعہ جاری تھا ۔ بعض دفعہ پڑھتے ہوئے تھک جاتے تھے تو کسی سے کہتے کہ پڑھ کر سنا دو لعض اوقات میں بھی پڑھ کر سنا دیتا تھا ۔

جس جگہ حضرت چوہدری صاحب بیٹھتے تھے اس جگہ سامنے ان کی والدہ محترمہ کی تصویر لگی تھی ۔ میں کبھی اس تصویر کو صاف کرتا تھا تو اکثر مجھ سے پوچھتے کہ جانتے ہو یہ کس کی تصویر ہے پھر خود ہی بتاتے کہ یہ میری والدہ کی تصویر ہے پھر اپنی والدہ محترمہ کا ذکر شروع فرماتے ۔ ان کی زندگی کے آخری دو سالوں میں یہ تفاصیل کئی بار میں نے حضرت چوہدری صاحب کے منہ سے سنیں کہ کسطرح انہوں نے بیعت کی ۔ اور یہ کہ وہ مجھ کیسی محبت کرتی تھیں اس مرحلے پر اکثر جذباتی ہو جاتے تھے اور بتایا کرتے تھے کہ میری والدہ نے خواب میں حضرت بانی سلسلہ کو دیکھا تھا ۔ انہوں نے حضرت بانی سلسلہ کی زیارت کیلئے جانا چاہا ۔ تو میرے والد محترم نے کہا کہ زیارت کیلئے چلے جاؤ لیکن فیصلہ نہ کرنا ۔ مراد یہ تھی کہ بیعت ابھی نہ کرنا والدہ محترمہ گئیں اور یہ کہہ گئیں کہ اگر یہ وہی بزرگ ہوئے جو مجھے خواب میں نظر آئے ہیں تو مجھے بیعت کرنے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی والد صاحب نے بھیجا گاڑی بھی ساتھ دی حضرت چوہدری صاحب فرماتے تھے میں بھی ساتھ گیا اس وقت میری عمر ۱۱ سال تھی ۔ ہم حضرت اماں جان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہم نے حضور کی زیارت کرنی ہے ۔ حضرت بانی سلسلہ نے پیغام بھیجا کہ ابھی میں نماز کیلئے آؤں گا تو آپ کے پاس سے گزر کر جاؤں گا ۔ تھوڑی دیر میں حضور تشریف لائے حضرت والدہ صاحبہ کے چہرے پر جذباتی تغیر پیدا ہوا اور انہوں نے فوراً کہا میں نے بیعت کرنی ہے ۔ حضور نے فرمایا میں پڑھتا ہوں تم بھی ساتھ ساتھ پڑھتی جاؤ چنانچہ اسی طرح اسی وقت بیعت ہو گئی ۔ حضرت چوہدری صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت بانی سلسلہ عموماً یوں فوراً بیعت قبول نہ فرماتے تھے بلکہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اچھی طرح سوچ لو اور غور کر لو یہ بڑا کٹھن مقام ہے مگر حضرت والدہ صاحبہ کو یہ شرف ملا کہ انہوں نے جونہی حضور کو کہا حضور نے بیعت قبول فرمالی ۔

نصیب اللہ قمر نے بتایا کہ پھر چوہدری صاحب فرماتے بیعت کر کے ہم واپس آئے تو تھوڑی دیر بعد ہی والد صاحب آ گئے اور آتے ہی بولے " بادشاہو ! کوئی فیصلہ تے نئیں کیتا " حضرت والدہ صاحبہ نے فوراً کہا الحمد للہ میں تو بیعت کر آئی ہوں والد صاحب نے اپنے ملازم سے کہا میرا پلنگ نکال کر دوسرے کمرے میں ڈال دو ۔ والدہ صاحبہ نے ان سے بھی بلند آواز میں کہا ہاں ان کا پلنگ مردانے میں لے جاؤ ۔ والد صاحب نے ان کی یہ بات سن کر تعجب کیا اور کہا اتنی بے رخی کیوں ؟ والدہ صاحبہ نے یہ سن کر ایک عزم سے کہا اللہ نے مجھے ایک نور دکھا دیا ہے اور آپ ابھی اندھیرے میں ہیں اور نور اور اندھیرے کا کیا جوڑ ! اس سے والد صاحب متاثر ہوئے اور ملازم کو کہا پلنگ وہیں رہنے دے انہی کی جیت ہو گی ۔ اس کے بعد والدہ صاحبہ نے بیعت کے الفاظ پر سختی سے عمل کیا اور مجھے بھی ہمیشہ عہد بیعت پر کاربند رہنے کی تلقین فرماتی رہیں ۔

نصیب اللہ قمر صاحب کا کہنا ہے کہ میں نے سوال کیا کہ آپ نے ساتھ ہی بیعت کیوں نہ کی ۔ حضرت چوہدری صاحب نے میرے

سوال کو سراہا اور فرمایا تم نے بڑا اچھا سوال کیا ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میری عمر اس وقت کم تھی ۔ چونکہ میں ساتھ ہی تھا اس لیے ایک لحاظ سے اپنے آپکو بھی بیعت میں شامل ہی سمجھتا تھا ۔ پھر یہ ہوا کہ تھوڑے عرصے کے بعد والد صاحب نے بھی بیعت کر لی اور پھر مجھے بھی حضرت بانیٔ سلسلہ کی دستی بیعت کا شرف حاصل ہوا حضرت چوہدری صاحب فرماتے تھے مجھے یہ شرف حاصل ہوا کہ میں نے حضرت بانی سلسلہ سے بیعت کے لیے عرض کیا تو میں اکیلا تھا چنانچہ حضور نے میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے کر بیعت لی ۔

اپنی والدہ محترمہ کی تصویر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا کہ انگلستان کا ایک لارڈ میرا دوست تھا ۔ اس کی ماں فوت ہو چکی تھی اور وہ بھی میری طرح اپنی والدہ سے عشق کرتا تھا وہ میری والدہ سے بھی اسی طرح محبت کرتا تھا جس طرح میں اپنی والدہ سے ۔ اس نے ایک بڑا قیمتی تحفہ میری والدہ صاحبہ کو بھجوایا والدہ صاحبہ نے مجھ سے کہا میں اس کو کیا تحفہ دوں ؟ میں نے کہا کہ اپنی تصویر دے دیں ۔ والدہ صاحبہ راضی نہ ہوتی تھیں میں نے کہا کہ آپ کی یہ تصویر اسے اپنی زندگی سے بھی زیادہ پیاری ہوگی آخر والدہ صاحبہ بڑی مشکل سے رضامند ہوئیں مگر دو شرطیں عائد کیں ۔ ایک یہ کہ جو کپڑے میں پہنتی ہوں ان میں تصویر کھنچواؤں گی دوسری یہ کہ جس کمرے میں تصویر کھینچی جاتی ہے اس میں تم میرے ساتھ ہو ۔ چنانچہ یہ تصویر کھینچی گئی اور اس کی تین کاپیاں بنائی گئیں ۔ ایک اس لارڈ کو بھجوائی گئی ۔ ایک میں نے اپنے پاس رکھی اور ایک اور نہ جانے کس کو دیدی ۔

نصیب اللہ قمر نے آخری ایام میں حضرت چوہدری صاحب کا معمول بیان کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت چوہدری صاحب فجر سے پہلے اٹھے ہوئے ہوتے ۔ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھاتا ۔ نماز پڑھنے کے بعد سو جاتے اور دو گھنٹے کے بعد ناشتہ کیلئے جاگتے ، نو بجے کے قریب ناشتہ کرتے ۔ اس کے بعد پھر سو جاتے اور دس بجے کے قریب بیدار ہو کر اٹھ کر کرسی پر بیٹھ جاتے اور کوئی رسالہ یا کتاب وغیرہ پڑھتے اور بارہ ایک بجے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ۔ ایک سے ڈیڑھ بجے کے دوران نماز پڑھتے اور اس کے بعد کھانا کھاتے پھر درمیان میں بعض اوقات سو جاتے ۔ بعد دوپہر اکثر ڈاکٹر وسیم صاحب آپ کو دیکھنے آجاتے یا آپ اپنی نواسی یا بیٹی کو بلا لیتے اور ان سے باتیں کرتے ۔ مغرب و عشاء کی نمازیں عموماً جمع کر لیتے اس وقت چوہدری بشیر احمد صاحب یا کوئی اور دوست نماز پڑھاتے ۔ اس کے بعد رات ساڑھے آٹھ بجے تک کھانا کھا لیتے ۔ رات کو اکثر نیند نہ آتی ۔ اس پر ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق تاخیر سے نو بجے کے قریب کھانا کھانے لگے ۔ پھر سونے کیلئے لیٹتے ۔ دس بجے کے بعد اکثر جاگ آجاتی رات کو کسی وقت نیند نہ آتی تو مجھے آواز دیکر اٹھاتے ۔ پھر یہ سوچ کر اس کو نیند آ رہی ہوگی مجھ سے معذرت بھی کرتے ۔

نصیب اللہ نے بتایا کہ مجھے نصیب اللہ بیٹا کہہ کر پکارتے تھے مگر آپ نے خود ہی میرے اور بھی نام رکھے ہوئے تھے کریم اللہ وغیرہ ۔ ایک دن مجھ سے باتیں کر رہے تھے کہ مجھ سے پوچھنے لگے نصیب اللہ تم کہاں سوتے ہو ۔ میں نے عرض کیا آپ کے بستر کے قریب ہی نیچے قالین پر بستر لگا کر لیٹ جاتا ہوں ۔

ایک دفعہ خاکسار نے بات کرتے ہوئے ان کے لیے لفظ "سرکار" استعمال کیا ۔ آپ فوراً بولے نصیب اللہ! سرکار اور کوئی نہیں میں تو ایک عاجز انسان ہوں ۔ سرکار تو صرف اللہ کی ذات ہے مجھے کبھی اس طرح مخاطب نہ کرنا ۔

آخری دنوں کی بات بتاتے ہوئے نصیب اللہ قمر صاحب نے بتایا کہ ایک دن مجھے بہت پیار سے کہا کہ میں نے تو چلے جانا ہے تم کو جدائی دے دوں گا ۔ سوچتا ہوں کہ میرے مرنے پر تمہیں بہت تکلیف ہوگی میں بھی مرنے کے بعد دوسری دنیا میں جا کر تم کو یاد کروں گا ۔

کلمہ طیبہ کے بارہ میں آپکو خدا نے بتایا تھا جس روز ہم نے پہلے دن کلمہ کے بیج سینوں پر لگائے اس روز عصر کی نماز سے پہلے مجھے آواز دیکر بلایا میں حاضر ہوا تو میرے سینے پر کلمہ طیبہ آویزاں تھا ۔ مجھے دیکھکر فرمایا ۔ صرف تم نے لگایا ہے یا سب نے لگایا ہے میں نے کہا سب نے لگایا ہے ۔ تب فرمایا کہ اس کا مطلب ہے کہ میری خواب سچی ہو گئی ہے ۔ پھر بتایا کہ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ بغیر کسی امتیاز کے احمدی اور غیر احمدیوں نے سینے پر کلمہ سجایا ہوا ہے اور میں خواب میں یہ کہتا ہوں کہ کلمہ لگانا بہت عمدہ ہے اور ساتھ اور کچھ بھی کہا ۔ پھر فرمایا میرے لیے فوراً کلمہ طیبہ کا ایک بیج لے کر آؤ اور میرے سینے پر بھی آویزاں کرو ۔ میں نے عرض کیا کہ آپ یہ میرے والا کلمہ کا بیج لے لیں ۔ فرمایا نہیں میں تم کو اس سے کیوں محروم کروں میرے لیے اور لے کر آؤ ۔ چنانچہ میں فوراً ایک بیج لے کر آیا اور حضرت چوہدری صاحب کے سینے پر

آویزاں کیا۔ یہ بیج ہر وقت حضرت چوہدری صاحب سینے پر لگائے رکھتے اور رات کو سوتے وقت بھی اپنے سے جدا نہ کرتے جب کپڑے بدلتے تو پہلے اس کو اتار کر رکھ لیتے اور نیا کپڑا پہننے کے فوراً بعد یہ بیج سینے پر آویزاں فرماتے

نصیب اللہ قمر نے بتایا کہ جب میں کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر بازار جاتا تو واپسی پر مجھے پوچھتے کہ کسی نے تمہیں پکڑ تو نہیں لیا۔ پھر فرماتے کہ کلمہ طیبہ تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اظہار ہے اور اسی کلمے کو دنیا میں پھیلانے کیلئے تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا تھا۔ کلمے کے بارے میں جب بھی مخالفت کی اطلاع ملتی بار بار اس پر اظہار افسوس فرماتے۔

حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کے ذاتی خادم مکرم نصیب اللہ قمر صاحب نے حضرت چوہدری صاحب کے آخری ایام کی باتیں بتاتے ہوئے کہا کہ حضرت چوہدری صاحب سیر وغیرہ کیلئے بہت کم باہر نکلتے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا کہ آپ سیر کیا کریں تو چونکہ کمزوری کی وجہ سے زیادہ چل نہیں سکتے تھے اس لیے یہ طے ہوا کہ آپ کرسی پر بیٹھ کر سیر کیا کریں چنانچہ آپ ایک ایسی کرسی پر تشریف فرما ہو جاتے جس کو پہیئے لگے ہوتے اور میں اس کرسی پر آپ کو بٹھا کر کوٹھی کے مختلف حصوں میں لے جاتا اور سیر کراتا۔ دوران سیر ایک بار آپ نے پوچھا کہ کوٹھی کے سامنے حصے میں یہ چند نوجوان کیوں کھڑے ہیں نصیب اللہ صاحب نے بتایا کہ یہ خدام ہیں اور آپکی ڈیوٹی پر مامور ہیں۔ آپ نے سوال کیا کہ ان کو یہاں کس نے ڈیوٹی پر مقرر کیا ہے تو بتایا گیا کہ حضرت صاحب کا ارشاد ہے کہ خدام آپکی خاطر ڈیوٹی دیں۔ جب آپ واپس اپنے کمرے میں تشریف لائے۔ تو نصیب اللہ صاحب کو کہا کہ ان نوجوانوں کو ایک ایک کر کے میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ ڈیوٹی پر مامور ان نوجوانوں کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انہوں نے علیحدہ علیحدہ حضرت چوہدری صاحب سے ملاقات کی۔ حضرت چوہدری صاحب نے ان کو بلا کر ان کے جذبۂ خدمت کی تعریف کی اور بڑے پیار سے کہا میں عاجز اور گنہگار انسان ہوں۔ میرے لیے تو کسی شخص کو ڈیوٹی دینے کی ضرورت نہیں تاہم حضرت صاحب کی ہدایت ہے اس لیے میں کچھ نہیں کہہ سکتا یہ کہہ کر ڈیوٹیاں دینے والے خدام کو بہت دعائیں دیں۔ مکرم نصیب اللہ قمر صاحب نے بتایا کہ جن خدام نے بہت محنت سے ڈیوٹی دی انکی فہرست تو طویل ہے۔ البتہ انتظامات بہت اعلیٰ اور باقاعدہ تھے جس کی ذمہ داری علی الترتیب مکرم ملک طاہر احمد صاحب قائد ضلع، مکرم اعجاز احمد صاحب نائب قائد اور مکرم عبدالحلیم طیب صاحب۔ قائد حلقہ پر تھی۔ مکرم طاہر ملک صاحب کو اکثر پوچھا کرتے اور ان کے لیے دعائیں کرتے۔ مکرم عبدالمالک صاحب بھی جب آتے اور میں بتاتا کہ مالک صاحب آئے ہیں تو خوشی کا اظہار فرماتے۔

نصیب اللہ قمر صاحب نے حضرت چوہدری صاحب کی بعض خاص قابل ذکر باتیں یاد کرتے ہوئے بتایا کہ ایک دفعہ مجھ سے ہالینڈ میں عالمی عدالت کے ایک شخص کا ذکر کیا جس نے شادی نہیں کی تھی وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے اپنے کام سے شادی کی ہے وہ شخص حقیقتاً کام کا بڑا دھنی تھا مگر جب میں وہاں گیا اور اس نے مجھے کام کرتے دیکھا تو بے اختیار بول اٹھا کہ "آپ تو مجھ سے بھی زیادہ کام کرتے ہیں"

نصیب اللہ قمر صاحب نے بتایا کہ مجھے نماز کے بارہ میں اکثر نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ میرے لیے بہت دعائیں کیا کرتے تھے۔ نصیب اللہ صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذکر سب سے بڑھ کر کیا کرتے تھے کہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ پیار اللہ تعالیٰ سے کرنا چاہیئے۔

قبولیت دعا کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے نصیب اللہ نے بتایا کہ میرا ایک کیس زیر سماعت تھا۔ اتفاق سے میں نہ جا سکا۔ مجسٹریٹ نے مجھے وارننگ دی اس سے خطرہ تھا کہ فیصلہ میرے خلاف ہو جائے گا۔ میں نے حضرت چوہدری صاحب کو بتایا اور دعا کی درخواست کی تو آپ نے دعا کی اور مجھے کہا کہ اللہ فضل کریگا اور کیس بہت جلد ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ حیرت انگیز ماجرا ہوا کہ جس کیس میں مجسٹریٹ مجھے وارننگ دے چکا تھا وہ دوسری ہی پیشی پر ختم ہو گیا۔

حضرت چوہدری صاحب کے بارے میں نصیب اللہ نے خاص بات یہ بتائی کہ آپ حضور سے بہت محبت کرتے تھے اور حضور کا بہت ذکر کرتے۔ آپکی کیفیت یہ تھی کہ جیسے آپ حضور کے بغیر بہت اداس ہوں۔ چنانچہ بار بار حضور کے بارے میں پوچھتے۔ مکرم عبدالمالک صاحب نے جو اس موقع پر موجود تھے کہا کہ آخری چند دنوں میں جب ایک بار ہوش آیا تو پوچھا حضور کہاں ہیں؟ بتایا گیا کہ حضور آجکل لندن میں تشریف فرما ہیں۔ حضور بھی کمال شفقت سے حضرت چوہدری صاحب کی صحت کے بارے میں استفسار فرمایا کرتے تھے ایک دن حضرت چوہدری صاحب کے پیٹ میں تکلیف تھی۔ چند منٹ بعد حضور سے فون پر عرض کیا گیا۔ حضور نے فرمایا میں دعا کروں گا فون کے تھوڑی دیر بعد تکلیف رفع ہو گئی۔ حضرت چوہدری صاحب بار بار الحمدللہ الحمدللہ کہتے رہے اور بار بار کہتے رہے کہ حضور نے دعا کی تو میری تکلیف دور ہو گئی۔

نصیب اللہ صاحب نے بتایا کہ زیادہ تر بات اردو میں کرتے تھے کبھی پنجابی میں اور کبھی کبھی انگریزی کے الفاظ بولتے جو اکثر میں سمجھ جاتا مثلاً ٹائم پوچھتے یا رات کو کہتے کہ مجھے نیند نہیں آرہی لیکن کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی ایسا انگریزی کا لفظ بول دیتے جو مجھے سمجھ نہ آتا تو میں عرض کرتا کہ سمجھ نہیں آئی۔ اس پر اس کا مطلب بتادیتے۔

نصیب اللہ صاحب نے بتایا کہ حضرت چوہدری صاحب اپنی اکلوتی صاحبزادی امۃ الحیٰ صاحبہ بیگم محترم چوہدری حمید نصراللہ صاحب سے بہت محبت کرتے تھے۔ وہ جو کہتیں اکثر مان جاتے اور انکار نہ کرتے۔ اکثر ہوتا کہ اپنی بیٹی کو رات کو بلا لیتے اور ان سے باتیں کرتے رہتے۔ اپنے نواسوں سے بھی بہت زیادہ پیار کرتے۔ انہیں بھی اکثر بلا لیتے بعض دفعہ اپنے نواسوں کے پیچھے بھی نماز ادا کرتے۔ آخری طویل بیہوشی کے بعد جب ہوش آیا اور نیم بیہوشی کی کیفیت رہی تو آپ کے نواسے مکرم محمد فضل حق صاحب جو "محمد میاں" کہلاتے ہیں نے آپکو نماز پڑھائی۔

نصیب اللہ قمر صاحب نے آخر میں کہا حضرت چوہدری صاحب نے مجھے اتنا پیار دیا کہ ان کی وفات سے میری دنیا اندھیر ہوگئی ہے ان کی ساری باتیں مجھے یاد آتی ہیں وہ سارا نقشہ ذہن میں آتا ہے وہ کہا کرتے تھے نصیب اللہ اللہ نے جتنی زندگی دینی ہے اچھی دے اور تم دعا یہ کیا کرو کہ خاتمہ بالخیر کرے۔

ہمیں یقین کامل ہے کہ وہ خدا رسیدہ درویش صفت مرد جب عاجزی سے سر نیچا کئے اپنے مولیٰ کے دربار میں پہنچا ہوگا تو محبوب حقیقی ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتے والے خدا کی نظروں میں اس پاکیزہ وجود کیلئے پیار کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہوگا۔

اے خدا تو سب کو یہ مرتبۂ بلند عطا فرما۔ آمین

تحدیث نعمت سے ایک ایمان افروز لمحہ

اگر آپکو جواب سننے پر اصرار ہے

(مسٹر اوگلوی) ڈپٹی کمشنر نے پوچھا "یہ ورنمان والا اشتہار لاہور کی دیواروں پر چسپاں کرنے کا کون ذمہ وار ہے" میں نے عرض کیا "مجھے ذاتی طور پر تو یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی لیکن چونکہ میں لاہور کی جماعت احمدیہ کا امیر ہوں اس لیے ذمہ داری میری ہے" پوچھا "حفظ امن کی ذمہ داری کس کی ہے؟" میں نے کہا "ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی" کہنے لگے اگر شہر میں فساد ہوجاتا تو؟ میں نے کہا تو اسے فرو کرنا آپ کا فرض ہوتا۔ امام جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ دینی غیرت کی حفاظت کریں۔ اس فرض کی ادائیگی کے لئے قانون کے اندر رہتے ہوئے جو طریق وہ مناسب سمجھیں گے اختیار کریں گے اگر وہ قانون کی خلاف ورزی کریں تو آپ بے شک ان کے خلاف اقدام کریں۔"

اوگلوی بولے "خوب تو اگر تمہیں امام جماعت کی طرف سے قانون شکنی کا حکم ملے تو تم قانون شکنی کروگے"

میں نے کہا یہ سوال فضول ہے اسلام قانون شکنی کی اجازت نہیں دیتا امام جماعت احمدیہ خادم اسلام ہیں اور احکام اسلام کے پابند ہیں اور وہ ایسا حکم نہیں دے سکتے اس لیے یہ صورت پیدا نہیں ہوسکتی۔"

اوگلوی نے کہا "اگر کبھی ایسی صورت پیدا ہوجائے؟"

میں نے کہا "فضول سوال دہرانے سے معقول نہیں ہوجاتا لیکن اگر آپ کو جواب سننے پر اصرار ہے تو مجھے جواب دینے سے انکار نہیں میں نے بیعت میں عہد کیا ہے کہ امام جماعت جس نیک کام کا حکم دیں گے میں ان کی اطاعت کروں گا۔ میں ضرور اس عہد کو نبھاؤں گا۔ کیا آپ اسی جواب کے منتظر تھے"

اوگلوی نے کہا "جواب بہت دلچسپ ہے میرا فرض ہے کہ میں اسے ہز ایکسی لینسی گورنر تک پہنچا دوں"

میں نے کہا "آپ فرض کی ادائیگی میں تاخیر کیوں کر رہے ہیں۔ ٹیلیفون آپ کے سامنے پڑا ہے اٹھائیے اور گورنر کو اس دلچسپ جواب سے مطلع کیجئے"

(تحدیث نعمت طبع دوم صـ ۳۶۳)

یارک شائر سے لندن کا سفر

یارک شائر سے لندن واپسی کا وہ سفر اب بھی میرے دل پر نقش ہے۔ بعض باتیں کتنی معمولی ہوتی ہیں مگر ان کو سوچنا شروع کریں تو دل کو جیسے برقی جھٹکے لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ لمحوں اور ثانیوں میں آدمی اس دنیا سے نکل کر اس عالم میں پہنچ جاتا ہے جہاں کی ہر چیز روح کو سرشار کر کے رکھ دینے والی ہے۔

میں گاڑی چلا رہا تھا۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب میرے ساتھ اگلی سیٹ پر تشریف فرما تھے۔ چوہدری صاحب کی عادت تھی کہ ڈرائیور کو کار چلانے کے سلسلہ میں نہ تو کوئی مشورہ دیتے اور نہ ہی ٹوکتے۔ ایک کار میرے آگے جا رہی تھی میں نے تین چار مرتبہ اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن جونہی میں اس کار سے آگے نکلنے کیلئے اپنی کار کی رفتار تیز کرتا اس کار کا ڈرائیور بھی اپنی رفتار تیز کر کے مجھے آگے نکلنے سے روک دیتا۔ یہ سلسلہ کچھ دیر جاری رہا حتٰی کہ وہ کار ایک طرف مڑ گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ جب تک وہ کار نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی حضرت چوہدری صاحب کی نظریں مسلسل اس کا تعاقب کرتی رہیں۔ حضرت چوہدری صاحب کے انداز میں کوئی ایسی بات تھی جس نے مجھے متوجہ کر دیا کہ چوہدری صاحب ضرور کوئی بات فرمائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چوہدری صاحب فرمانے لگے امام صاحب جب تک آپ اس کار سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے رہے میں یہ دعا کرتا رہا کہ آپ اس سے آگے نہ نکل سکیں۔ میں اس بات پر حیران ہوا کہ یہ کیسی دعا تھی؟ آخر پوچھا "چوہدری صاحب اس کی کیا وجہ تھی" حضرت چوہدری صاحب بولے۔ اگلی کار کی نمبر پلیٹ پر جو نمبر درج تھا اس میں ALH کے لفظ نمایاں تھے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے یہ الفاظ اللہ ALLAH کا مخفف ہیں۔ میرے دل نے یہ گوارہ نہ کیا کہ ایسی کار جسکی نمبر پلیٹ پر ایسے الفاظ درج ہوں جو ALLAH کیلئے استعمال ہوتے ہوں۔ آپ اس کار سے آگے نکل جائیں۔ چنانچہ میں دعا کرتا رہا کہ آپ اس کار سے آگے نہ نکل سکیں اس مختصر سی گفتگو کے اختتام پر چند ثانیے کیلئے میری نظریں حضرت چوہدری صاحب کی نگاہوں سے چار ہوئیں اور میں نے محسوس کیا کہ ان کی نگاہوں میں روشنی اور نور کی ہزاروں قندیلیں جگمگا رہی

ہیں۔ چہرے پر نور کی ایسی چادر تنی ہوئی تھی کہ نظریں اس چہرے پر کھب جاتی تھیں۔ بظاہر بات کتنی معمولی ہے۔ اگلی کار والے کو کبھی احساس بھی نہ ہوا ہو گا کہ کیوں وہ پچھلی کار کے قریب آنے پر رفتار تیز کر دیتا تھا۔ اور عرش پر سے مولا کی ہدایات اپنے فرشتوں پر ہر جانب نگراں تھی کہ دیکھو خبردار! یہ گاڑی آگے نہ نکلنے پائے۔ میرا ایک پیارا بندہ مجھ سے اپنی محبت کا ایک معصومانہ اور بے ساختہ اظہار چاہتا ہے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

میری خوش قسمتی کا آغاز

تاریخ احمدیت کی اس نابغۂ روزگار ہستی سے میری ملاقاتوں کا تسلسل جسے میں بجا طور پر اپنی خوش قسمتی اور اعزاز قرار دونگا۔ اس وقت شروع ہوا جب میں ۱۹۵۹ء میں بطور مربی سلسلہ انگلستان پہنچا اور بطور نائب امام بیت الفضل لندن میں خدمتِ دین کا کام شروع کیا۔ حضرت چوہدری صاحب ان دنوں عالمی عدالتِ انصاف کے جج تھے۔ آپ جب لندن میں تشریف لاتے تو عام طور پر رائل کامن ویلتھ سوسائٹی میں قیام فرماتے۔ مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب آپکے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ وہ ائیرپورٹ سے حضرت چوہدری صاحب کو اپنی قیام گاہ پر لایا کرتے اور اکثر مجھے بھی ساتھ لے جایا کرتے تھے اس طرح سے حضرت چوہدری صاحب سے تعارف اور محبت کے ابتدائی مراحل طے ہونے لگے اور آپ سے خط وکتابت کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا۔ اس کے بعد جب ۱۹۶۴ء میں خاکسار کو امام بیت الفضل لندن کے عہدے پر مقرر کیا گیا تو حضرت چوہدری صاحب کے سلسلۂ مودت و محبت میں تیزی سے اضافہ ہونا شروع ہوگیا۔ آپ کا لندن آنا جانا بھی بڑھ گیا اور پھر مجھے یہ اعزاز بھی ملنے لگا کہ جب لندن تشریف لاتے تو غریب خانے کو رونق بخشتے۔ اور قیام فرما ہوتے خاکسار ہی انہیں ائیرپورٹ سے گھر لانے اور واپس لے جانے کی سعادت پاتا۔ اور پھر بالآخر جب آپ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس سے ریٹائر ہوئے اور اپنی باقی ماندہ زندگی کاملاً خدمتِ دین کیلئے وقف کر دی تو آپ نے لندن کو اپنی مستقل رہائش کیلئے چنا۔ آپ نے لندن مشن کی نئی عمارت کے ایک حصہ میں رہائش اختیار فرمائی۔ خاکسار کی رہائش ساتھ کے فلیٹ میں تھی۔ دونوں وقت کا کھانا ہم ساتھ کھاتے۔ سفروحضر میں ساتھ رہتے اور میری زندگی کا یہ قیمتی ترین عرصہ قریباً دس سال پر محیط رہا۔

میں نے آنکھوں میں نمی محسوس کی

آپ کا معمول تھا کہ روزانہ صبح نماز کے بعد لمبی سیر کیا کرتے تھے ایک روز صبح آپ اپنی معمول کی دو میل کی سیر سے واپس تشریف لائے تو میں نے محسوس کیا کہ آپ کی آنکھوں میں نمی ہے اور طبیعت گداز ہے۔ میں نے وجہ دریافت کی۔ پہلے تو ٹالتے رہے میرے اصرار پر فرمایا جب میں سیر کو نکلا تو تسبیح وتحمید اور درود شریف کے ورد سے فارغ ہونے کے بعد میری طبیعت حمد الٰہی کی طرف متوجہ ہوئی اور میں نے اللہ تعالےٰ کے جو مجھ پر بے شمار احسانات ہیں ان کو دیکھ کر اور اپنی کمزوریوں پر نظر کر کے سوچنا شروع کیا تو بے اختیار میری زبان سے نکلا میرے مولیٰ تو نے مجھ پر جو احسانات کئے ہیں اور جس طرح اپنے ہاتھ سے میری پرورش کی اور اپنی نعمتوں سے مجھے جس قدر نوازا ہے اس کا عشرِ عشیر بھی کوئی باپ اپنے بیٹے کیلئے نہیں کر سکتا۔ باوجود میری کوتاہیوں اور بد عملیوں کے تو نے مجھے اس قدر نوازا ہے کہ میرے لئے تیرے احسانات کو گننا اگر میں چاہوں تب بھی ممکن نہیں۔ ان خیالات میں میں جتنا جتنا غرق ہوتا گیا اتنا اتنا اظہارِ تشکر سے میرے آنسوؤں کی جھڑی تیز ہوتی گئی یہ کہتے ہوئے آپکی آواز پھر بھر آگئی اور آپ بغیر بات پوری کئے اپنے کمرے کی طرف مڑ گئے۔

نبی پاکؐ سے بے ساختہ محبّت

اللہ تعالیٰ کی ذات سے غیر معمولی محبت اور توکل علی اللہ کے خصوصی مقام پر فائز ہونے کے بعد آپ کی عقیدت و محبت کا دوسرا پہلو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے محبت وشیفتگی تھی اور یہ وہ منہ زور جذبہ تھا جس کے اظہار پر ہندوستان کی گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں آپکی دھوم مچ گئی۔ میرا اشارہ توہین عدالت کے اس مقدمہ کی طرف ہے جب آپ نے عدالت کے سامنے ببانگ دہل

کہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے تحفظ کیلئے اگر ہائی کورٹ کے ججوں کی بے عزتی بھی کرنی پڑے تو ہم اس کیلئے ہر سزا قبول کرنے کو تیار ہیں۔

میرے ذاتی مشاہدہ میں جو ایک واقعہ آیا وہ یوں ہے کہ ایک دفعہ پاکستان کے ایک مشہور مؤرخ آپکو ملنے آئے یہ صاحب چوہدری صاحب کے بڑے مدّاح اور عقیدت مند بھی تھے۔ باتوں باتوں میں یہ صاحب ایک ایسی بات کہہ گئے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا پہلو نکلتا تھا۔ آپ فوراً غصے میں اٹھ کھڑے ہوئے اور انکو مخاطب ہو کر کہا آپ ابھی یہاں سے نکل جائیں اور آئندہ مجھے نہ ملا کریں۔ میں کسی ایسے شخص سے ہرگز ملنے کو تیار نہیں جو مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو۔ یہ کہہ کر آپ اٹھ کر چلے گئے۔ اس کے بعد ایک لمبے عرصے تک اس شخص کی بار بار کی درخواستوں کے باوجود اس سے نہ ملے بالآخر اس کے بار بار معافی مانگنے پر آپ نے اسے معاف کر دیا۔

حضرت چوہدری صاحب کو حضرت بانی سلسلہ کی رفاقت کا شرف حاصل رہا تھا۔ آپ حضرت بانی سلسلہ سے اپنے تعلق کے واقعات اپنے ملنے جلنے والوں سے بڑی محبت کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔ اس ضمن میں کچھ واقعات آپکی کتب اور انٹرویوز میں محفوظ ہیں۔ آپ ہمیشہ اپنی زندگی کا سب سے اعلیٰ فخر حضرت بانی سلسلہ کا دیدار اور آپکی رفاقت کا شرف حاصل ہونا بتایا کرتے تھے۔

حضرت بانی سلسلہ اور خلفاء سے تعلق

حضرت بانی سلسلہ کی وفات کے بعد قدرت ثانیہ کے مظہر اوّل حضرت مولوی نورالدین کی خدمت میں بار بار حاضر ہونے۔ حضور کے خصوصی الطاف کا مورد بننے اور دعائیں حاصل کرنے کا بھی اعزاز آپکے حصے میں آیا۔ اس ضمن میں کئی واقعات کا ذکر آپ نے اپنی کتاب تحدیث نعمت اور دیگر کتب میں کیا ہے۔ اس کے بعد اہم دینی اور دنیاوی معاملات میں بھی دوسرے تیسرے اور چوتھے امام جماعت احمدیہ سے خصوصی تعلق قائم رکھنے اور خدمت دین کی صف میں آگے آگے رہنے کا شرف و اعزاز حاصل ہوا۔ ان میں حضرت فضل عمر سے آپ کا تعلق خصوصی اور نمایاں تھا۔ ۵۲ سال کے طویل دور خلافت میں حضرت چوہدری صاحب کو ابتدا ہی سے خصوصی معاون اور مشیر کی حیثیت حاصل تھی۔ جب حضرت فضل عمر کا وصال ہوا تو آپ فجی میں ایک دورے پر تھے فوری طور پر وطن واپس پہنچ کر انتخاب میں شمولیت کا موقعہ نہ تھا لہذا آپ نے اپنا پروگرام مختصر نہ کیا اور کئی ہفتوں کے بعد پاکستان پہنچے آپ نے کئی ہفتوں اپنی طبیعت پر بہت جبر کئے رکھا۔ فضل عمر کی وفات کا صدمہ کوئی معمولی بات تو نہ تھی۔ آخر حضرت چوہدری صاحب جیسے اولوالعزم صابر شخص کا صبر بھی ایک روز تمام بند توڑ کر بہہ نکلا۔

عشق و محبت کی یہ دلوں کو گداز کر دینے والی داستان حضرت چوہدری صاحب نے خود اپنے قلم سے رقم فرمائی۔ حضرت چوہدری صاحب کا یہ طویل خط پیش خدمت ہے۔ اس خط کا پس منظر یہ ہے۔

آنکھوں کو بھگو دینے والی داستان

حضرت مصلح موعود کے وصال کے بعد پہلے جلسہ سالانہ کے دوران آپ کو جلسہ کے ایک سیشن کی صدارت کا موقع ملا۔ اس دوران ایک صاحب نے حضور کی ایک مشہور نظم ترنم سے پڑھ کر سنائی حضرت چوہدری صاحب کی اس وقت جو حالت ہوئی وہ ان کے اس خط سے ظاہر ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

" وہ مظہر الاوّل والآخر مظہر الحق والعلاء آئے تو دیر سے لیکن رخصت اس قدر جلد ہوئے کہ دل کی سب حسرتیں دل ہی میں رہ گئیں

؎ حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

میری کیا حیثیت اور میرے قلم میں کون سی طاقت ہے۔ کہ میں اس بہار حسن و احسان کے اوصاف شمار کرنے کی جسارت کروں وہ روحانی آسمان کا درخشندہ ستارہ۔ میں زمین کے چہرے پر ایک سیاہ داغ۔ وہ پاکیزگی تقویٰ اور طہارت کا روشن ستون۔ میں گرفتار ہوا و ہوس اور عصیان کا مرکب۔ وہ ظاہری و باطنی علوم کا بحر ذخار۔ میں نادانی اور جہالت کی ظلمات میں اسیر۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

ہاں محض اللہ تعالیٰ کے فضل بے پایاں اور اسکی ذرہ نوازی سے میرے پر حسرت دل میں اس سراپا نور کی محبت کی چنگاری بچپن سے ہی روشن رہی اور شاید ان کی نگہ حقیقت شناس نے اسے بھانپ لیا یا میرے والد کے اخلاص و وفا کا قیاس میرے حق میں بھی کیا یا میری والدہ کی روحانی

بینائی کی قدر نے مجھے بھی ان کے دل میں جو رافت اور رحمت کا سمندر تھا ایک کونہ بخش دیا جس کے نتیجہ میں فیضان کا ایسا دھ وا ہوا کہ مرورِ زمانہ سے اسکی کیفیت بڑھتی ہی گئی کسی مرحلہ پر بھی باوجود میری لا انتہا خطاؤں تقصیروں اور کوتاہیوں کے اسمیں تنگی نہ ہوئی۔ فجزاہ اللّٰہ فی الدارین خیراً اب وہ تو از آسمان بودی بآسمان رفتی " ہوگئے۔ کَانَ اللّٰہُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ میں ہی یہ راز مضمر تھا کہ جو آسمان سے آئے گا وہ آسمان کو لوٹ جائے گا سو وہ تو اپنے نفسی نکتہ کی طرف بسرعت لوٹ گئے اور زمین سے چہرہ ڈھانک لیا۔

اب ہیں ہوں نور تغافل بیبار کے گلے
ہیں وہ کہ مورد کرم بے حساب تھا

آپ مثیلِ مسیح موعود تھے جیسے فرمایا کہ " مسیح موعود کا مثیل ہونے اور اس کا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں میں بھی مسیح موعود ہوں کیونکہ جو کسی کا نظیر ہوگا اور اس کے اخلاق کو اپنے اندر لے لے گا وہ ایک رنگ میں اسی کا نام پانے کا مستحق بھی ہوگا "

آپ کا زمانہ مسیح موعود کے زمانہ میں ہی شامل تھا جیسا کہ فرمایا " پس درحقیقت حضرت مسیح موعود کا زمانہ ممتد ہے میرے زمانہ تک جب تک میں ہوں اس وقت تک حضرت مسیح موعود کا ہی زمانہ ہے"

اس کی تصدیق حضرت مسیح موعود کے ایک کشف سے بھی ہوتی ہے حضور نے دیکھا کہ آپ ایک بزرگ کی قبر کے پاس کھڑے ہیں اور وہ بزرگ زندہ ہو کر قبر میں بیٹھ گئے ہیں۔ آپ نے ان بزرگ سے کہا میں دعا کرتا ہوں آپ آمین کہتے جائیں۔ جب آپ نے یہ دعا کی آپ کی عمر پچانوے سال ہو تو بزرگ نے آمین کہنے سے انکار کردیا۔ آپ نے اصرار کیا لیکن وہ بزرگ نہ مانے آپ بشدت اصرار کرتے رہے آخر ان بزرگ نے آمین کہی اور ساتھ کہا ہم جب آمین کہتے ہیں تو ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عجیب حکمت ہے کہ حضرت مسیح موعود کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا سلسلہ ۱۲۹۰ ہجری میں شروع ہوا گویا آپ کے زمانہ کا آغاز ۱۲۹۰ھ میں ہوا اور حضرت مثیلِ مسیح موعود . . . . کا وصال ۱۳۸۵ھ میں ہوا اور یہ زمانہ ۹۵ سال کا ہے۔

مثیلِ مسیح موعود ہونے کے لحاظ سے آپ حضور کے حسن واحسان میں نظیر تھے۔ حضور نے خطبہ الہامیہ میں فرمایا کہ جس نے میرے اور میرے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تفریق کی اس نے میرے مقام کو شناخت نہیں کیا۔ یہ قول حضرت خاتم المرسلینؐ کے اس قول کے مطابق ہے یدفنی معی فی قبری یعنی مسیح موعود اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کامل یگانگت ہے۔ خلاصہ یہ کہ مثیلِ مسیح موعود اپنے آقا حضرت محمدؐ کے رنگ میں رنگین تھے۔ جیسے فرمایا

محمدؐ میرے تن میں مثلِ جاں ہے۔
یہ ہے مشہور جاں ہے تو جہاں ہے۔

اور پھر فرمایا:۔

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے
مرا دل اس نے روشن کردیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دیا ہے
مرا ہر ذرّہ ہو قربانِ احمدؐ
مرے دل کا یہی اک مدعا ہے
اسی کے عشق میں نکلے مری جاں
کہ یادِ یار میں بھی اک مزا ہے
مجھے اس بات پر ہے فخر محمودؔ
مرا معشوق محبوبِ خدا ہے

آپ کا خُلق، خُلقِ محمدی کا ظل اور عکس تھا اس لیے بھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کیلئے اسوۂ حسنہ تھے اور اس لیے بھی کہ آپ مثیلِ مسیح موعود ہونے کے لحاظ سے حضورؐ کے ساتھ مشابہت تامہ رکھتے تھے۔ خلقِ محمدی کے بعض پہلوؤں کو قرآن کریم میں یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ۔

یعنی بہت ہی شاق ہے اس ہمارے رسولؐ پر کہ تم لوگ کسی تکلیف میں مبتلا ہو۔ یہ ہمارے رسولؐ تمہاری بھلائی اور بہتری کے حد درجہ خواہاں ہیں۔ اور آرزومند ہیں اور ان کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور مومنوں کے ساتھ ان کا سلوک نہایت شفقت اور رحمت کا ہے۔ اس خلق کا وافر نمونہ ہم نے حضرت مثیلِ مسیح موعود میں دیکھا اور اس کے مورد رہے۔

حضور ماں باپ سے بڑھ کر شفیق تھے اس شفقت کا سرچشمہ ہر وقت اور ہر کس کیلئے جاری تھا لیکن جن لوگوں نے تقسیم ملک کے دوران میں اور پھر ۱۹۵۳ء کے ہنگامے کے دوران میں حضور کی بے چینی اور بے قراری کو دیکھا اور حضور کی شفقت وغمخواری کا مشاہدہ کیا وہ اس چشمے کے جوش اور گہرائی کا کچھ اندازہ کرسکتے ہیں۔

افراد کی بہتری اور بھلائی اور جماعت کی مضبوطی اور ترقی کا کوئی پہلو آپکی نظر سے اوجھل نہ تھا اور یہ سب امور دن رات آپ کی توجہ کے جاذب رہتے تھے۔

آپکی شفقت اور رحمت کے سمندر کا کنارا نہیں تھا۔ ایک طرف ان کا پیہم عملی اظہار اور دوسری طرف بارگاہ ایزدی میں مسلسل فریاد اور التجا۔ اگر دن کا اکثر حصہ خدمت اور ترقی اور بہبودی کی تدبیروں اور منصوبوں میں گزرتا تو رات کا اکثر حصہ دعاؤں میں صرف ہوتا۔

جب حضور کا وصال ہوا تو یہ عاجز کئی سمندر پار تھا اور آخری دیدار کی کوئی صورت میسّر نہ آسکتی تھی ادھر اس علاقہ کی مخلص جماعتیں حد درجہ غم خواری اور تسلی کی محتاج تھیں دل بلبلاتا تھا لیکن دماغ کہتا تھا کہ تم بے شک لاڈلے مرید تھے۔ باپ سے جدائی ہوئی تو تمہیں اس یقین سے تسکین اور ڈھارس ہوئی میں یتیم نہیں ہوں۔ میرا نہایت شفیق باپ موجود ہے اور فوراً اس شفقت کا اظہار یہ ہوا کہ ڈلہوزی سے حضور کا تار آیا میری انتظار کرو میں اپنے ناظر اعلیٰ کا جنازہ خود پڑھاؤں گا ستمبر کا شروع تھا بارشوں سے پہاڑی راستے بند ہو رہے تھے۔ قادیان کے نواح میں موٹر کا سفر دشوار تھا لیکن اندھیرے سویرے کیچڑ اور پانی میں سے گزرتے وہ سراپا شفقت آقا اپنے خادم کیلئے دعائے مغفرت کیلئے پہنچا پھر اپنے قلم سے مزید مخلص نوازی کرتے ہوئے کتبے کی عبارت رقم فرمائی جسمیں تحریر فرمایا کہ مرحوم کے اخلاص اور محبت کی یاد اب تک دل کو گرما دیتی ہے۔ ماں سے مفارقت ہوئی تو تم نے پھر اسی یقین سے تسکین پائی کہ میرا آقا ماں سے بڑھ کر شفیق ہے تعزیت نامہ میں حضور نے فرمایا چند دن پہلے میں نے رؤیاء میں دیکھا کہ ظفر اللہ خان، عبداللہ خان، اسداللہ خان میرے سامنے چھوٹی عمر میں گھر کے بچوں کی طرح لیٹے ہوئے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے بیٹے ہیں اور میں ان سے اسی طرح باتیں کر رہا ہوں جیسے گھر میں ماں باپ بچوں سے کرتے ہیں اور فرمایا اس میں ان کی والدہ کی وفات کی طرف اشارہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ایک الوّۃ یا مامتا کو ہٹا لیتا ہے تو اس کی جگہ دوسری مہیا فرما دیتا ہے۔ پھر اس مخلص خادمہ کے کتبہ کی عبارت بھی دستِ مبارک سے تحریر فرمائی اور اس میں رقم فرمایا مرحومہ صاحبۂ رؤیا و کشوف تھیں رؤیا کی بناء پر ہی حضرت مسیح موعود کی بیعت اپنے خاوند سے پہلے کی اور پھر خلافتِ ثانیہ میں بھی رؤیا کی بناء پر اپنے خاوند سے پہلے بیعت کی۔ غرباء پروری کی صفت سے متصف اور کلمۂ حق پہنچانے میں نڈر تھیں۔ اب آج تم بے شک یتیم بھی ہوگئے اور باپ کی شفقت ماں کی مامتا اور ماں باپ کی دعاؤں سے محروم بھی ہوگئے۔ تم جسقدر بلبلاؤ جائز مگر اپنے رب کی طرف جھکو اور اسی کو اپنا مرہم و غم خوار بناؤ۔ تم ہی آج یتیم نہیں ہوئے ایک جہان یتیم ہوا ہے۔ تم اپنا غم دباؤ اور اپنے اردگرد کے یتیموں کی غمخواری کرو جن کی نظر میں تم بڑے بھائی ہو جس سے انہیں تسلی اور غمخواری کی امید اور توقع ہے۔

تین دن تو میں جزائر فجی میں دل کو تھامے رہا پھر دو ہفتے ایسے ممالک میں گزرے جہاں کوئی واقفِ راز نہ تھا اور دل اور دماغ نے آپس میں ایک توازن قائم کر لیا لیکن ابھی تک یہ خدشہ سا لگا ہوا تھا کہ وطن پہنچنے پر دل کو قابو میں رکھنا آسان نہ ہوگا اور سچ تو یہ ہے کہ اسی خدشے کی وجہ سے میں نے سفر کے پروگرام کو مختصر بھی نہ کیا چار دن کراچی میں بسر ہوئے۔ دو دن تو میں نے عمداً تفاصیل دریافت کرنے سے بھی گریز کیا۔ جو کچھ الفضل کے پرچوں سے معلوم ہو سکا اسی پر اکتفا کیا۔ لاہور پہنچا تو یہاں بھی وہی حالت رہی اور کچھ حوصلہ ہونے لگا کہ اب ربوہ حاضر ہونے کے قابل ہو چکا ہوں۔ مرقدِ منور پر حاضر ہو کر دعا کی اور اس مرحلے پر دل کو اس کے ضبط پر داد دی۔ جلسے پر میری تقریر پہلے دن تھی یہ بھی ایک وقتِ امتحان تھا۔ اس پر زائد یہ کہ حضور کی یادگار کے متعلق تحریک کرنے کا بھی ارشاد ہوا۔ یہ مرحلہ بھی مناسب ضبط سے ہی طے ہوگیا۔ اب اعتماد ہو چلا کہ جلسے کے باقی ایام میں بھی دماغ کی پاسبانی دل پر کامیاب رہے گی آخری دن صبح کے اجلاس کی صدارت میرے سپرد تھی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد ایک طالبعلم نے بالکل سادگی کے ساتھ حضور کی نظم سنائی جو اس شفقت کا جو حضور کو اپنے خدام پر تھی اور اس درد کا جو حضور اپنے دل میں ان کیلئے رکھتے تھے اور جنہیں حضور نے دعائیہ الفاظ میں ظاہر کیا مرقع تھی ؎

مل جائے تم کو دین کی دولت خدا کرے
چمکے فلک پہ تارۂ قسمت خدا کرے
سن لے ندائے حق کو یہ امت خدا کرے
پکڑے بزورِ دامنِ ملت خدا کرے
حاکم رہے دلوں پہ شریعت خدا کرے
حاصل ہو مصطفٰےؐ کی رفاقت خدا کرے
پھیلاؤ سب جہان میں قولِ رسولؐ کو
حاصل ہو شرق و غرب میں سطوت خدا کرے
پایاب ہو تمہارے لیے بحرِ معرفت!
کھل جائے تم پہ رازِ حقیقت خدا کرے

ہر گام پر فرشتوں کا لشکر ہو ساتھ ساتھ
ہر ملک میں تمہاری حفاظت خدا کرے
قرآنِ پاک ہاتھ میں ہو دل میں نور ہو
مل جائے مومنوں کی فراست خدا کرے
دجال کے بچھائے ہوئے جال توڑ دو
حاصل ہو تم کو ایسی ذہانت خدا کرے
پرواز ہو تمہاری نہ افلاک سے بلند
پیدا ہو بازوؤں میں وہ قوت خدا کرے
بطحا کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب
بڑھتا رہے وہ نورِ نبوّت خدا کرے
قائم ہو پھر سے حُکمِ محمدؐ جہان میں
ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے

یہاں تک تو میں کرسئ صدارت سے نمناک آنکھوں اور دبی زبان میں آمین کہتا چلا گیا جب اس نے یہ شعر پڑھا ؎

تم ہو خدا کے ساتھ خدا ہو تمہارے ساتھ
ہوں تم سے ایسے وقت میں رخصت خدا کرے

تو دل مچلا۔ دماغ کو کچھ غافل پاکر سرپٹ دوڑا اور آخری شعر ؎

اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

سنتے ہی بے قابو ہو گیا۔ میں نے بے تابی سے سر میز پر رکھ دیا اور ضبط کو خیر باد کہہ دیا آخر ع

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت۔ درد سے بھر نہ آئے کیوں

بہت سے احباب نے ان ایّام میں حضور کے وصال اور تیسری خلافت کے قیام کے متعلق رؤیا دیکھے جو ہم سب کیلئے تسکین و اطمینان کا موجب ہوئے۔ ان میں سے ایک کا ذکر کرتا ہوں حضور کے وصال سے تین دن قبل ایک نیک خاتون نے جن کے میاں غالباً منٹگمری کے علاقہ میں سرکاری کام پر متعین ہیں رؤیا میں دیکھا کہ یکایک فضا تیز روشنی سے بھر گئی ہے اور پھر فوراً اندھیرا ہو گیا اس کے بعد پھر ویسی ہی تیز روشنی ہو گئی اور اس روشنی میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم معہ ایک زمرۂ انبیاء علیہم السلام کے تشریف لائے اور فرمایا ہم محمود کو لینے آئے ہیں۔ ان نیک بی بی نے باادب عرض کی کہ یا حضور ہمارا تو جلسہ سالانہ ہونے والا ہے پھر ہمارے پاس کون ہوگا! حضورؐ نے فرمایا تمہارے پاس ناصر ہوگا۔ یہ رویاء انہوں نے اپنے میاں سے بیان کی اور کہا کہ فوراً ربوہ چلنا چاہیئے۔ انہوں نے کہا انتظار کر لیں۔ خاتون نے کہا انتظار کی گنجائش نہیں میں تو ابھی جاتی ہوں چنانچہ یہ ربوہ چلی آئیں دو دن بعد حضور کا وصال ہو گیا اور خلافت ثالثہ کا قیام عمل میں آیا۔ ان کے میاں بھی پہنچ گئے اور دونوں بیعت کر کے واپس لوٹے۔ اس سے پہلے ان کے میاں کچھ متردد تھے کہ کیا ہوگا جب انکی بی بی کو معلوم ہوا کہ ان کے میاں نے بیعت کر لی ہے تو اطمینان سے بیٹھ گئیں اس وقت تک پریشانی میں دریافت کرتی رہیں کہ میاں نے ابھی بیعت کی ہے یا نہیں؟

خلافت ثالثہ کا قیام بھی اللہ تعالیٰ کا ایک روشن نشان ہے۔ بہت طبائع پریشان تھیں کہ کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال فضل اور رحم سے اور خاص قدرت سے طبائع کا میلان ایک جانب کر دیا اور سب دلوں کو سکون اور اطمینان سے بھر دیا۔ تمام شکوک اور شبہات کو دلوں سے دھو ڈالا اور اخلاص اور محبت کی نہریں ہر سمت بہہ نکلیں ایک بار پھر اس احکم الحاکمین نے اپنی قدرت کا واضح جلوہ دکھایا کہ میں موجود ہوں اور قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں سب گردنیں اطاعت میں جھک گئیں اور جماعت نے اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اس کے دامن کے ساتھ اپنی وابستگی کو مضبوط سے مضبوط تر کر دیا

فالحمد للّٰہ رب العالمین
نعم المولیٰ و نعم الوکیل

اطاعت اسکا نام ہے

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب سے آپکو خصوصی تعلق تھا۔ حضور کے قیامِ لندن کے دوران جب حضور بطور طالبعلم آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل فرما رہے تھے حضرت چوہدری صاحب کو حضرت فضل عمر نے اپنے صاحبزادگان کا نگران اور سرپرست مقرّر فرمایا تھا۔ اس کے بعد زندگی بھر حضور سے خصوصی تعلق رہا۔ امامِ جماعت احمدیہ کے رفیع الشان منصب پر فائز ہونے کے بعد بھی حضور کی خصوصی قربت کا شرف آپ کو حاصل رہا۔ حتّٰی کہ قدرتِ ثانیہ کے دورِ ثالثہ کی پہلی بابرکت تحریک فضلِ عمر فاؤنڈیشن کا اعلان کرنے کی غیر معمولی سعادت بھی حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے آپکی جھولی میں ڈال دی۔ ۱۹۷۸ء میں لندن میں کسرِ صلیب

کانفرنس میں حضور نے اپنے بارہ حواریوں کا اعلان فرمایا۔ ان میں حضرت چوہدری صاحب کو بھی حضور نے نمایاں طور پر شامل فرمایا۔ راقم خاکسار کو بھی یہ اعزاز حاصل ہوا کہ اس بابرکت گروہ میں شامل ہوا۔

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث کے ساتھ اطاعت و وفاداری کا ایسا تعلق تھا جو ہر امامِ جماعت احمدیہ کے ساتھ آپکی کامل وفاداری اور اطاعت کی اعلیٰ مثال ہے۔ یہ آپکی عادت کا حصہ تھا کہ جب بھی امامِ وقت کی طرف سے کوئی حکم موصول ہوتا آپ اس کی فوری تعمیل کرتے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی طرف سے حکم موصول ہوتا کہ فلاں مضمون کا انگریزی ترجمہ کر دیں یا فلاں صاحب کو خط لکھیں تو آپ حکم ملتے ہی کاغذ قلم لے کر بیٹھ جاتے اور اسی وقت تعمیلِ ارشاد شروع کر دیتے۔ دو ایک دفعہ میں نے حضور کا پیغام دینے کے بعد عرض کیا کہ کل صبح اس کا ترجمہ شروع کر دیں تو فرماتے نہیں! کام ابھی شروع کر دیتے ہیں خواہ ختم کل ہی ہو۔

ایک مرتبہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ انگلستان کے دورہ پر مشن ہاؤس لندن میں رونق افروز تھے آپ نے رات کے دس بجے خاکسار کو ارشاد فرمایا کہ اگر چوہدری صاحب جاگ رہے ہوں تو انہیں بلاؤ لیکن اگر سوتے ہوئے ہوں تو ہرگز انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے میں دبے پاؤں حضرت چوہدری صاحب کے فلیٹ میں گیا۔ ہماری اور چوہدری صاحب کی یہ آپس میں انڈرسٹینڈنگ تھی کہ حضرت چوہدری صاحب اپنے سونے کے کمرے کا دروازہ بند نہیں کیا کریں گے۔ آپ ہمیشہ اسکی پابندی کرتے تھے چنانچہ میں آہستگی سے کمرے میں داخل ہوا کہ دیکھوں چوہدری صاحب جاگ رہے ہیں یا سو رہے ہیں دیکھا کہ آپ سو رہے تھے میں واپس مڑنے کو ہی تھا کہ آہٹ سے حضرت چوہدری صاحب کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے پوچھا کیسے آئے ہو میں نے عرض کیا کہ حضور کا ارشاد ہے کہ اگر آپ سو رہے ہوں تو آپ کو ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ اس لیے میں جا کر عرض کر دوں گا کہ آپ بستر پر تشریف لے جا چکے ہیں۔ میری بات سنتے ہی آپ تیزی سے بستر سے اٹھ کھڑے ہوئے جلدی جلدی ڈریسنگ گاؤن پہننے لگے اور فرمایا کہ اگر حضور نے یاد فرمایا ہے تو پھر سونے کا کیا سوال میں نے دوبارہ عرض کرنے کی کوشش کی مگر آپ میری بات کی طرف توجہ دینے سے کاملاً بے نیاز ہو چکے تھے چنانچہ فوری طور پر حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ سے بھی آپ نے خصوصی عقیدت کا تعلق برقرار رکھا۔ امام جماعت احمدیہ کے منصب پر فائز ہونے کے بعد جب کبھی آپ کا ذکر آیا۔ بڑی محبت سے ذکر کیا۔ اکثر مسائل کے بارے میں حضور کو لکھا کرتے تھے حضور کے امام جماعت احمدیہ کے منصب پر فائز ہونے کے بعد ایک بار مجھے کہا کہ دیکھیں اللہ تعالیٰ نے اس منصبِ جلیلہ پر فائز کرنے کے بعد آپ کو کسقدر تبحرِ علمی عطا کر دیا ہے کہ بڑے بڑے پیچیدہ مسائل کو آپ یوں حل کرتے چلے جاتے ہیں کہ گویا ان میں کوئی مشکل تھی ہی نہیں پھر حضور کی انگریزی زبان کی قابلیت انگریزی زبان بولنے میں حضور کی مہارت اور روانی کا بالخصوص تذکرہ فرمایا۔

طویل زندگی کا راز؟

اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ حضرت چوہدری صاحب کی طویل زندگی کا راز کیا ہے تو میں بلا تامل قرآن کریم کی یہ آیت پیش کروں گا۔

و امّا ما ینفع النّاس فیمکث فی الارض

ترجمہ: جو زیادہ نافع النّاس ہوتا ہے وہ دنیا میں زیادہ عرصہ رہتا ہے۔

حضرت چوہدری صاحب اس آیت کی صداقت کا زندہ ثبوت تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں خدمتِ خلق کی وہ اعلیٰ ترین مثال قائم کی جو آپکی سخت احتیاط کی وجہ سے عام لوگوں کے علم میں نہ آسکی۔ میں نے جو دس سال کا عرصہ حضرت چوہدری صاحب کو قریب سے دیکھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ہزاروں روپے ماہوار کی آمد میں سے صرف چند سو روپے اپنے لیے رکھتے۔ باقی رقم یا تو جماعتی چندوں میں چلی جاتی تھی یا غرباء اور مستحقین کی امداد میں خرچ ہوتی تھی۔ مختلف اوقات میں آپ اندازاً تیس سے پچاس ہزار روپے سالانہ بطور وظائف دیا کرتے تھے۔ یہ ہزاروں روپے آپ کس طرح مہیا فرماتے تھے یہ داستان بڑی دلچسپ، بڑی دل گداز اور بڑی ہی ایمان افروز ہے اور ہزاروں لاکھوں روپے کی آمدن رکھنے والوں کیلئے نصیحت و عبرت کا ایک ایسا باب ہے جسکی آب و تاب قیامت تک کم نہ ہوگی۔

ذرا سنیئے! حضرت چوہدری صاحب اپنی روزمرّہ زندگی میں کسقدر مشقت اور تکلیف اٹھا کر مستحقین کے دکھوں کو دور اور انکی ضرورتوں کو پورا کیا کرتے تھے اس کا راز آپکی حد تک پہنچی ہوئی کفایت شعاری میں تھا۔ ایک دفعہ آپ فرمانے لگے کہ میں اگر کفایت شعاری سے کام لیتا ہوں تو اس لیے نہیں کہ مجھے عام امراء کی طرح مال جمع کرنے کا شوق ہے بلکہ اس لیے کہ تا میں ان اموال کو راہِ خدا میں بے دھڑک خرچ کر سکوں۔ آپ ایک

کروڑ پتی امریکن کا یہ واقعہ بار بار سنایا کرتے کہ ایک دفعہ اسے دو خواتین نے فون کیا اور اسے رفاہِ عامہ کے ایک کام کے سلسلے میں مالی تعاون کی تحریک کی کروڑ پتی شخص نے ان دونوں خواتین کو وقت دیا اور تاکید کی کہ میرا وقت قیمتی ہے اس لیے وقت پر آنا اور میں اس ملاقات کیلئے تم کو صرف دس منٹ دے سکتا ہوں۔ یہ دونوں خواتین عین وقت پر حاضر ہو گئیں۔ اس کروڑ پتی نے جونہی ان خواتین کو اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا تو فوراً اپنے دفتر کی ایک کے سوائے باقی سب بتیاں گل کر دیں۔ ان خواتین نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارہ کیا کہ جو شخص اسقدر کنجوس ہے وہ ہمیں کیا دے گا اس نے تو چند منٹ کی ملاقات کیلئے بتیاں بجھا دی ہیں کہ خرچ زیادہ نہ ہو۔ کروڑ پتی دونوں خواتین کے انداز کو بھانپ گیا۔ لیکن خاموش رہا۔ خواتین نے جب مالی تعاون کی تحریک کی تو کروڑ پتی نے ایک خطیر رقم کا چیک کاٹ کر ان کے حوالے کر دیا یہ رقم ان دونوں خواتین کے اندازہ سے اسقدر زیادہ تھی کہ دونوں ہکا بکا رہ گئیں اور سراپا سپاس تشکر بن گئیں جب یہ خواتین اٹھنے لگیں تو کروڑ پتی نے ان کو بیٹھنے کو کہا اور پوچھا کہ آپ نے میرے بتیاں بجھانے پر کیا سوچا تھا۔ دونوں خواتین پہلے تو جھجکیں پھر صاف صاف بتایا کہ آپ کی اس حد درجہ کفایت شعاری کو دیکھ کر ہمیں آپ سے کوئی امید نہ رہی تھی اور ہم آپکو کوئی کنجوس آدمی خیال کر بیٹھی تھیں۔ کروڑ پتی نے کہا دیکھو اسی طرح روشنیاں بجھاتے بجھاتے میں اس قابل ہوا ہوں کہ تمہیں اتنا بڑا چیک خیرات کے طور پر دے سکوں۔ اگر میں اپنے اموال کو اس طرح نہ بچاتا تو یہ رقم جو میں نے تم کو دی ہے یہ میری ذاتی ضروریات کی نذر ہو جاتی اور میں آج خیراتی کاموں میں حصہ لینے سے محروم رہ جاتا۔ حضرت چوہدری صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بھی اس کروڑ پتی سے یہ سبق سیکھا کہ قربانیاں اور صدقہ و خیرات کی توفیق تبھی مل سکتی ہے جب ہم کفایت شعاری کی عادت پیدا کریں۔

اپنی ذات پر ظلم دوسروں کی مدد

حضرت چوہدری صاحب دوسروں کی مدد کرنے کیلئے اپنی ذات پر کس کس رنگ میں ظلم کرتے تھے اس کی بے شمار مثالیں ہیں جو آپ کے قریب رہ کر نوٹ کیں۔ ایک دفعہ جب آپ امریکہ تشریف لے جا رہے تھے تو میں نے آپ سے عرض کی کہ ایک کمپنی ARROW کی بنی ہوئی دو قمیصیں جن کی قیمت دس پونڈ فی قمیص تھی میرے لیے لیتے آئیں۔ فرمایا میں تو اپنے دوستوں کیلئے یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ فضول خرچی کریں۔ دس پونڈ میں تو کم از کم چار قمیصیں آنی چاہئیں۔ میں نے عرض کیا چوہدری صاحب آپ بھی کمال کرتے ہیں ڈھائی پونڈ کی ایک قمیص کہاں سے ملے گی۔ فرمانے لگے امام صاحب! میں تو سالہا سال سے اسی قیمت کی قمیص امریکہ سے خریدتا ہوں اور پہنتا ہوں مجھے تو کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ تم نے سستی قمیص پہن رکھی ہے۔ اس لیے اگر تو میری طرح کی سستی قمیص پسند ہو تو میں لیتا آؤں گا لیکن اس سے مہنگی قمیص میں نہیں لاؤں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ فضول خرچی کریں۔ اب میں پھنس چکا تھا۔ پیسے واپس مانگتا تو ناراضگی کا خدشہ تھا۔ لہذا نیم دلی سے کہا آپ جو چاہیں قمیص میرے لیے لے آئیں۔

ایک دفعہ میں آپ کے غسلخانے میں گیا تو میں نے وہاں پر ایک عجیب قسم کا صابن دیکھا۔ اس صابن کی کئی تہیں تھیں۔ میں نے پوچھا یہ عجیب قسم کا صابن آپ نے کہاں سے حاصل کیا ہے؟ مسکرا کر فرمانے لگے جب صابن استعمال کرتے کرتے باریک سا رہ جاتا ہے اور مزید استعمال کرنا مشکل ہو جاتا ہے تو میں نئے صابن کے ساتھ اس کو جوڑ دیتا ہوں اس طرح بہت سے صابن جڑتے جڑتے یہ شکل بن گئی ہے۔

آپ کی اس حد درجہ بڑھی ہوئی کفایت شعاری کے موضوع پر میری ان سے ایک دفعہ گفتگو ہوئی۔ میں نے کہا چوہدری صاحب کفایت شعاری بجا! لیکن یہ معمولی دو ڈھائی پونڈ کی بچت سے کیا بن جاتا ہے۔ فرمانے لگے تم جانتے ہو یہ ڈھائی پونڈ پاکستان پہنچ کر کتنی رقم بن جاتے ہیں؟ میں نے سوچا یہ ساٹھ ستر روپے کے لگ بھگ بن جاتے ہیں۔ فرمانے لگے جانتے ہو اس رقم سے ایک غریب خاندان کا بچہ پاکستان میں ایک ماہ پڑھائی جاری رکھ سکتا ہے۔ میرے ذرا سی تکلیف اٹھانے سے پاکستان میں کسی غریب بچے کا مستقبل سنور جائے تو مجھے اور کیا چاہیئے! اور زندگی میں عام آسائشیں حاصل نہ کرنے سے ایک اور بڑا اہم فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان کا نفس اس کے تابع رہتا ہے اور دنیا میں کچھ کر گزرنے اور خصوصاً خدمتِ دین کے معاملے میں اس کی راہ میں روکاوٹ نہیں بنتا۔

قصہ جوتے کی خرید کا

ایک بار آپ نے ایک جوتا خریدنا تھا۔ آپ کسی کو ساتھ لے کر جوتا خریدنے نکلے آپ کے ساتھی نے آپ کو اعلیٰ اور قیمتی جوتے دکھائے مگر آپ رد فرماتے رہے آپ کو اپنی مرضی کا سستا جوتا نہ مل سکا آخر واپس آ گئے۔ اس شخص

نے تنگ آکر کہا چوہدری صاحب! آپ اپنی پوزیشن کو بھی دیکھا کریں جتنا سستا جوتا آپ چاہتے ہیں اس کو دیکھ کر لوگ آپ کے بارے میں کیا سوچیں گے؟ آپ نے فرمایا جو شخص مجھے جانتا ہے کہ میرا نام ظفراللہ ہے اس کی نظر کبھی میرے جوتے پر نہیں جائے گی اور جو شخص نہیں جانتا کہ میں کون ہوں اسکو میں قیمتی جوتا پہن کر یہ نہیں بتانا چاہتا کہ "میرا نام ظفراللہ ہے" اس شخص نے ہار کر کہا چوہدری صاحب آپ اپنی عمر کو بھی تو دیکھیں اس عمر میں آپ کو نرم اور آرام دہ جوتا چاہیئے فرمانے لگے مجھے تو کبھی محسوس نہیں ہؤا کہ میرے پیر کو بے آرامی محسوس ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اپنے پاؤں کو نرم جوتے کا عادی ہی نہیں بنایا۔ اور آپ جتنا مہنگا جوتا میرے لیے تجویز کر رہے ہیں اس رقم کو بچا کر تو پاکستان میں کئی طالبعلموں کی پڑھائی کا خرچہ پورا ہو سکتا ہے۔

میں کبھی سوچتا ہوں تو بے اختیار میری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں کہ کسی ان دیکھے طالبعلم، کسی ناواقف اور انجان بیوہ یا مستحق کے لیے آپ کے دل میں کس قدر درد تھا اور آپ اپنے آرام کا ایک ایک لمحہ ان کیلئے کس کس طرح مسلسل قربان کرتے رہتے تھے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسی کتنی ہستیاں پیدا ہوئی ہوں گی؟ ایسی ہستی بھلا اب کب پیدا ہوگی؟

کفایت اور دریا دِلی پہلو بہ پہلو

شاید کوئی پڑھنے والا سوچے کہ جس طرح چوہدری صاحب آپ خود کفایت کی زندگی گزارتے تھے۔ اسی طرح کفایت سے وظائف بھی دیتے ہوں گے۔ اس کفایت شعاری کے مقابلے پر انتہائی دریا دلی کا ایک واقعہ بھی سن لیجئے۔ آپ نے مستحقین کی امداد کیلئے جو ٹرسٹ قائم کیا تھا میں لندن میں اس کا نائب چیئرمین تھا۔ حضرت چوہدری صاحب نے ٹرسٹ کو آزادی دی ہوئی تھی کہ وہ مستحقین کی درخواستیں وصول کر کے ان کو از خود وظائف جاری کر دیا کرے کبھی کبھار چوہدری صاحب خود بھی اس کے اجلاس میں تشریف لایا کرتے تھے اور آپ کی حالت یہ ہوتی تھی کہ ایک طرف سر جھکائے خاموشی سے بیٹھے رہتے۔ کبھی یہ ہوتا کہ کسی طالبعلم کی درخواست پیش ہوتی کہ اسے انگلستان میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے دو سو پونڈ ماہانہ وظیفے کی ضرورت ہے۔ ہم لوگ اس پر غور کرتے کہ یہاں کی یونیورسٹیاں طالبعلموں کو ۱۲۰ پونڈ ماہوار وظیفہ دیتی ہیں اور یہ وظیفہ طالبعلم کی ضروریات کیلئے بہت کافی ہے۔ اس لیے دو سو پونڈ دینے کی کوئی ضرورت نہیں جب ہماری گفتگو نقطۂ عروج پر پہنچتی تو حضرت چوہدری صاحب ہلکی سی آواز میں مداخلت فرماتے "دیدو اسے۔ اسے ضرورت ہوگی۔ شاید کوئی اور ضرورت ہو" اس موقع پر ہم بے بس ہو جاتے اور اسی لیے ہماری یہ کوشش ہوتی کہ آپ ان اجلاسات میں شریک نہ ہی ہوں تو بہتر ہے۔ آپ کا قائم کردہ ٹرسٹ ضرورتمندوں کو قرضے بھی دیتا تھا۔ برطانیہ میں بہت سے لوگوں نے اس ٹرسٹ کے قرضے لے کر اپنے مکان بنائے ہیں لیکن جب یہ لوگ مکان بنا لیتے اور اس قابل بھی ہو جاتے کہ قرض واپس کر سکیں تب بھی بعض لوگ قرض کی واپسی میں لیت ولعل کرتے اس پر چوہدری صاحب افسوس کا اظہار کرتے کہ اگر یہ قرض واپس کر دیں تو کتنے ہی اور ضرورتمندوں کی امداد ہو جائے۔

اس کفایت کی اور مثالیں سنئیں۔ کھانے میں سادگی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ عالمی عدالتِ انصاف میں ہیگ میں بطور جج مقیم تھے تو آپ عموماً جمعہ کے دن ہیگ سے لندن تشریف لائے اور سوموار کی صبح کو دس بجے کے قریب ہیگ پرواز کر جاتے۔ سوموار کی صبح کو ناشتے پر جو ٹوسٹ اور انڈہ بچ جاتا اسے پیک کر کے ساتھ لے جاتے اور فرمایا کرتے کہ چونکہ میں ہیگ ائیرپورٹ سے سیدھا کورٹ چلا جاتا ہوں اس لیے دوپہر کے کھانے کیلئے یہ ٹوسٹ اور ایک گلاس دودھ کفایت کر جاتا ہے میں اصرار کرتا کہ باقاعدہ لنچ پیک کر کے ساتھ دیتا ہوں لیکن آپ نہ مانتے اور فرماتے کہ کھانے میں تکلف مجھے پسند نہیں ہے۔

کھانے کی عادات

کھانے میں شہد آپ کو بہت پسند تھا آپ کے دوستوں اور جاننے والوں کو اس کا علم تھا چنانچہ دور دور سے مختلف قسم کے پھولوں سے کشید کردہ شہد آپ کو تحفتہً بھجوایا کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ شہد میں قدرتی مٹھاس موجود ہے اور حالانکہ میں شوگر کا مریض ہوں مجھے اس نے کبھی نقصان نہیں پہنچایا اور یہ قرآن کریم کی سچائی کی دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے۔ فِیْہِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ اس میں دنیا بھر کے انسانوں کیلئے شفا موجود ہے۔

آپ کے کھانے کی عادات نہایت سادہ تھیں کھانے میں کبھی تکلف نہیں کرتے تھے جو بھی سامنے رکھ دیتے کھا لیا کرتے تھے مجھے متواتر دس سال تک آپ کی خدمت کی توفیق ملی آپ روزانہ دوپہر اور شام کا کھانا

خاکسار کے ساتھ تناول فرماتے ایک عرصہ تک ناشتہ بھی اکٹھا ہوتا تھا مگر بعد میں آپ نے اپنی آسانی کے خیال سے ناشتہ علیحدہ کر لیا۔ ان دس سالوں میں ایک بار بھی کھانے میں کوئی نقص نہیں نکالا۔ سبزیوں میں اروی بہت رغبت سے کھاتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بار مجھے ایک حادثہ پیش آگیا جس کے نتیجے میں میں بے ہوش ہوگیا۔ ہوش آنے پر مجھے کھانے میں اروی دی گئی پس اسی دن سے مجھے اروی سے رغبت پیدا ہوگئی۔ آپ کھانا بہت کم کھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ صوفیا نے جو لکھا ہے کہ روحانیت کے لیے کم کھانا، کم سونا اور کم بولنا ضروری ہے تو میں کم کھانے اور کم سونے پر تو عمل کرتا ہوں البتہ کم بولنے پر ابھی میں عمل نہیں کر سکا

طلسماتی یادداشت کے معجزے

حضرت چوہدری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جن غیر معمولی انعامات و افضال سے نوازا تھا ان میں ایک نمایاں ترین بات آپکی غیر معمولی یادداشت تھی۔ اس کے بارے میں صرف غیر معمولی کا لفظ تو ہرگز مناسب نہیں آپ یادداشت کے معاملے میں طلسماتی اور مافوق البشر خصوصیات کے مالک تھے۔ درحقیقت یہ آپ کی زندگی کا ایک غیر معمولی پہلو ہے جو غیر معمولی تحقیق اور ریسرچ کا متقاضی تھا۔ اس بارے میں جتنی باتیں معلوم ہوتی ہیں پہلے سے بڑھ کر حیرت میں مبتلا کر دیتی ہیں اور بے ساختہ قائداعظم کی اس بات پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ

"ظفر اللہ خان کا دماغ خداوند کریم کا زبردست انعام ہے"

(مسلم آواز کراچی جون ۱۹۵۲ء بحوالہ الفضل ۲۲ جون ۱۹۵۲ء)

یورپ میں گھر گھر ٹیلیفون موجود ہے ہر گھر میں اہم ٹیلیفون نمبر کسی جگہ لکھ کر رکھے جاتے ہیں۔ مصروف لوگ اور ایسے لوگ جن کا حلقۂ احباب بہت وسیع ہوتا ہے ہر وقت اپنے پاس ضروری ٹیلیفون نمبروں کی مختصر ڈائریکٹری رکھتے ہیں لیکن حضرت چوہدری صاحب نے جن کا حلقۂ احباب سینکڑوں یا ہزاروں احباب تک وسیع تھا کبھی کسی کا ٹیلیفون نمبر نوٹ نہیں کیا۔ یہ سارے ٹیلیفون نمبر آپ کے ذہن کے کمپیوٹر میں محفوظ رہتے تھے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے اپنے کسی جاننے والے کا ٹیلیفون نمبر کسی دوسرے سے پوچھا ہو۔ لوگ ملنے آتے آپ ان کا ٹیلیفون نمبر پوچھتے ملنے والا خیال کرتا کہ آپ نمبر نوٹ کریں گے لیکن آپ یہ نمبر چند بار دہراتے اور بس پھر یہ آپکی طلسماتی یادداشت کا حصہ بن جاتا۔ یورپ میں ٹیلیفون نمبر بھی بڑے طویل ہوتے ہیں لیکن آپکی بے خطا یادداشت کو کبھی نمبر یاد کرنے میں دشواری پیش نہ آئی۔

ایک دفعہ آپ خاکسار کے ساتھ سفر میں تھے گفتگو کا رُخ کسی ایسی سمت میں مڑ گیا کہ حضرت چوہدری صاحب نے فارسی اور اردو کے اشعار سنانے شروع کیے اور عالم یہ تھا کہ ایک کے بعد دوسرا شعر روانی سے ادا ہو رہا تھا۔ اس حد تک تو شاید لوگ کسی ہمسری کا دعویٰ کر سکیں لیکن حیران کن بات میں آگے بتاتا ہوں۔ میں نے عرض کیا چوہدری صاحب! آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی قوتِ حافظہ سے نوازا ہے کہ آپ کو اتنے بے شمار شعر یاد ہیں فرمانے لگے اگر ہم جس راستے سے واپس آئے ہیں اسی راستے سے واپس روانہ ہوں تو میں آپ کو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ کس موڑ پر اور کس جگہ میں نے کونسا شعر آپ کو سنایا تھا۔ میں حیرت و استعجاب کے سمندر میں غرق آپکی طرف دیکھتا رہ گیا۔

آپکی خود نوشت سوانح عمری کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا جب آپ نے اپنی کتاب کا ضخیم مسودہ لکھا تو ازراہِ شفقت مجھے دیا کہ میں اسے پڑھ کر اپنی رائے دوں۔ میری کیا بساط تھی کہ آپ کی اس تاریخی تحریر پر اپنی رائے دیتا تاہم میں نے ادب سے اتنا عرض کیا کہ آپ نے یہ سارے واقعات جن میں سے بعض ساٹھ ستر سال پرانے ہیں صرف اپنی یادداشت کے سہارے لکھے ہیں ان میں جابجا معین تاریخیں، سن اور وقت بھی لکھا ہے اگر انکی کسی طرح سے پڑتال ہو جائے تو بہتر ہے۔ حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا نہیں! اسکی کوئی ضرورت نہیں مجھے اپنی یادداشت پر پورا اعتماد ہے۔ میں نے اس پر اصرار کیا تو فرمانے لگے اچھا یوں کریں کہ ایک، دو واقعات بطور ٹیسٹ نکال لیں اور ان کی پڑتال کریں۔ چنانچہ میں نے ایک مشہور شخصیت سے آپکی ملاقات کے حصے کو اس مقصد کیلئے چنا۔ اس سے میرا مطلب یہ تھا کہ اس اہم شخصیت سے آپکی ملاقات کا ذکر ممکن ہے اخبار میں سے نکل آئے۔ وہ شخصیت کوئی سربراہ مملکت تو نہیں تھی لیکن اہم شخصیت تھی۔ اس ملاقات کے ذکر میں حضرت چوہدری صاحب نے یہ بھی بیان فرمایا تھا کہ اسوقت ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی اور آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ مجھے امید تھی کہ اس روز کی موسم کی خبر میں اس کا پتہ بھی چل جائے گا چنانچہ میں نے بڑی کوشش کر کے سالہا سال پرانے اخبارات کے فائل نکلوائے اور میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ مجھے اس روز کی خبروں میں چوہدری صاحب کی ملاقات کی تفصیلات کے علاوہ موسم کی خبر سے یہ پتہ بھی لگ گیا کہ اس ملاقات کے وقت بوندا باندی ہو رہی تھی۔ آپکی طلسماتی

یادداشت کی اس لغط بلنفظ تصدیق سے میں دنگ رہ گیا اور باقی واقعات کی پڑتال کا خیال دل سے نکال دیا۔ اپنی تصانیف کے لیے آپ بہت کم حوالہ جات کی تلاش کرواتے تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ اکثر حوالے آپکو زبانی یاد ہوتے تھے

جنکی خاطر خدا اپنی تقدیریں بدل دیتا ہے

حضرت چوہدری صاحب ان خدارسیدہ لوگوں میں شامل تھے جنکی دعاؤں کے تیر کبھی خطا نہیں جاتے۔ جنکی خاطر خدا تعالیٰ اپنی تقدیریں بھی ٹال دیتا ہے۔ جب آپ سے دعا کیلئے کہا جاتا تو آپ فوراً بالالتزام دعا شروع کر دیتے اور فرمایا کرتے بارہا یوں بھی ہوا کہ کسی نے مجھے کہا کہ میرے ہاں زچگی متوقع ہے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے لڑکے سے نوازے۔ میں دعا میں لگ جاتا ہوں اور عرصہ بعد جب اسی شخص سے پوچھتا ہوں کہ بھئی میں تمہارے لیے دعا کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں لڑکا دے تو وہ شخص جواب دیتا کہ میرے ہاں تو لڑکا پیدا ہوئے اب ایک سال ہونے کو ہے۔ اس لیے اکثر فرمایا کرتے کہ جو بھی مجھے دعا کیلئے کہے اسے چاہیئے کہ حصولِ مقصد کے بعد مجھے بھی مطلع کر دیا کرے۔

آپکی دعائیں کسی خاص فرد یا مقصد تک محدود نہیں تھیں بلکہ سارا عالم آپکی دعاؤں سے مستفید ہوتا تھا۔ ایک دفعہ جب امریکن خلاباز خلا میں گئے تو فرمایا کہ جس دن انہوں نے اترنا تھا اس دن میں سارا دن انکی بخیریت زمین پر واپسی کے لیے دعا کرتا رہا۔ اور اگرچہ میں اپنے کام میں لگا ہوا تھا لیکن دل کی کیفیت ان کیلئے مجسم دعا تھی اور جب ان کے اترنے کی اطلاع ملی تو دل حمدِ الٰہی سے بھر گیا۔

فرمایا کرتے تھے لوگ دعا تو کرتے ہیں لیکن دعا کیلئے جو شرائط ہیں ان پر عمل نہیں کرتے۔ اسلئے قبولیت دعا سے مستفید نہیں ہو پاتے۔ اپنے ایک بزرگ کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ ان کی دعائیں بہت قبول ہوتی تھیں۔ قبولیتِ دعا کا راز دریافت کرنے پر ان بزرگ نے فرمایا کہ میں دعا کیلئے اندھیری کوٹھڑی میں چلا جاتا ہوں دروازہ بند کر لیتا ہوں اور اللہ میاں کو "جپھی" ڈال لیتا ہوں کہ جب تک میری دعا کو قبول نہیں کرو گے میں نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت چوہدری صاحب فرمایا کرتے تھے کہ دعا تبھی پایۂ قبولیت کو پہنچتی ہے جب انسان اپنے اوپر یہی کیفیت طاری کرے اور آستانۂ الٰہی سے اسوقت تک چمٹا رہے۔ جب تک قبولیتِ دعا کا نشان نہ دیکھ لے۔

افغان نمائندہ آپکی دعاؤں کے تیر کا شکار ہو گیا

حضرت چوہدری صاحب اپنی قبولیت دعا کے واقعات بھی سنایا کرتے تھے۔ ایک اہم دعا صاحب کی قبولیت کا آپ نے مجھ سے بھی ذکر کیا یوں ہے فرمایا کہ جب میں اقوامِ متحدہ کے سترہویں سیشن کا صدر منتخب ہوا تو میرے دل میں اس بات پر تشویش پیدا ہوئی کہ میں نے تو اسمبلی کے قواعد و ضوابط کا مطالعہ بھی نہیں کیا جبکہ افغانستان کے سفیر متعینہ اقوام متحدہ دن میں کئی کئی بار پوائنٹ آف آرڈر اٹھاتے میں مشہور تھے اور بار بار صدر کو قواعد کی طرف متوجہ کر کے ان کو آگے نہیں چلنے دیتے تھے۔ حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا میں نے بڑی تضرّع سے اپنے مولیٰ سے دعا کی خدایا ایسے معاملات میں اپنی قدرت کا جلوہ دکھا کر میری مدد فرما۔ حضرت چوہدری صاحب بعد میں بہت جذباتی انداز میں فرمایا کرتے تھے کہ میرے مولیٰ نے میری تضرّعات کو یوں شرفِ قبولیت بخشا کہ میری صدارت کے دوران ایک سال کے عرصہ میں ایک بھی پوائنٹ آف آرڈر نہیں اٹھایا گیا اور یوں یہ سیشن اس لحاظ سے بھی ایک تاریخی حیثیت اختیار کر گیا۔

عبادت روح کی غذا

حضرت چوہدری صاحب صحیح معنوں میں ایک عارف باللہ وجود تھے عبادت آپکی روح کی غذا تھی۔ اعلیٰ ترین سطحوں کے اجتماعات، میٹنگز ملاقاتوں میں کبھی آپ نے نماز قضاء نہیں ہونے دی تہجد کی نماز نہ معلوم کتنے سال کی عمر میں شروع کی تھی کہ دیکھنے اور جاننے والوں نے ہمیشہ آپکو تہجد کا پابند پایا۔ پانچ وقت نماز باجماعت کی پابندی مرتے دم تک قائم رکھی۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ انگلستان میں جب گرمیوں کے موسم میں دن بہت لمبے اور راتیں بہت چھوٹی یعنی محض چند گھنٹوں کی ہوتی ہیں تب بھی آپ نے نمازِ تہجد اور نمازِ فجر کی بروقت ادائیگی کا التزام رکھا۔ آپ کا قیام لندن مشن کے ایک فلیٹ میں تھا جو تیسری منزل پر تھا اور اس میں لفٹ بھی نہ تھی آپ ہر نماز کیلئے تشریف لاتے اور باوجود پیرانہ سالی اور کمزوری کے اتنی ساری سیڑھیاں چڑھتے اور اترتے۔ نماز جمعہ کیلئے اوّل وقت

تشریف لے آتے اور ہمیشہ پہلی صف میں تشریف فرما ہوتے۔
ذکر الٰہی اور تسبیح و تحمید کیلئے یوں تو آپکا ہر لمحہ وقف تھا لیکن بطور خاص روزانہ دو میل کی سیر کے دوران درود شریف اور تسبیحات کا ورد فرماتے۔ اس لیے سیر کے دوران کسی کی معیت پسند نہیں فرماتے تھے آپکی کیفیت صحیح معنوں میں دست در کار دل بایار کی ہوا کرتی تھی

ظفراللہ! تیری حیثیت ....

حضرت چوہدری صاحب نے اپنے نفس کو اپنا اس قدر مطیع کیا ہوا تھا یہ کیفیت صحیح معنوں میں اپنی مثال آپ ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنی تربیت کیلئے ہمیشہ کوشاں رہتا ہوں اور لمبا اوقات میں اکیلے میں اپنے نفس کو خوب جھاڑتا ہوں کہ دیکھ تجھ میں یہ یہ کمزوریاں ہیں انہیں دور کرنے کی طرف توجہ دے ایسا کرنے سے میری طبیعت اس بات کی طرف شدّت سے مائل ہو جاتی ہے کہ میں اپنی کمزوریوں کی اصلاح کرسکوں۔ اسی بات نے آپ کو انکساری اور تواضع میں ایک خاص مقام پر پہنچا دیا۔ آپ اپنے نفس کیلئے اتنے سخت الفاظ استعمال فرماتے کہ اب آپکی وفات کے بعد دل بھی نہیں چاہتا کہ ان الفاظ کو اپنی زبان سے ادا کیا جائے۔ مگر حضرت چوہدری صاحب کی عظمت کی بلندیوں کا صحیح اظہار کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ یہ سخت ترین الفاظ بھی بجنسہٖ درج کیے جائیں۔ یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

ایک مرتبہ یورپ کے ایک صاحب نے آپ کو خط لکھا اور اس بات پر شکوہ کیا کہ آپ ان کے ملک تشریف نہیں لے جاتے۔ خط کے آخر میں ان صاحب نے اپنی نادانی میں یہ لکھ دیا کہ شاید آپ اس وجہ سے ہمارے پاس تشریف نہیں لاتے کہ آپ بڑے آدمی ہیں اور ہم کم حیثیت کے ہیں وغیرہ۔ حضرت چوہدری صاحب کو خط کے اس آخری فقرے سے سخت تکلیف ہوئی۔ اگلے دن آپ نے ان صاحب کے نام ایک خط لکھ کر پوسٹ کرنے کو دیا اور فرمایا بے شک آپ اسے پڑھ بھی لیں خاکسار نے خط پڑھا اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں یہ خط پڑھ کر سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔ آج بھی اس خط کے مضمون کے تصوّر سے میرے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ چوہدری صاحب نے ان کے پاس نہ جانے کی معذرت کرنے کے بعد تحریر فرمایا جب میں آپ کے خط کے اس فقرے پر پہنچا کہ میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہوں تو میں نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ ظفراللہ خان تم اپنے نفس کو اچھی طرح ٹٹول کر جواب دو کہ تمہاری حیثیت کیا ہے۔ چنانچہ میں نے اس وقت خط کا جواب فوری طور پر دینا ملتوی کر دیا اور اس سوال پر پورا ایک دن اور ایک رات غور کرتا رہا اور خط کا جواب دینے سے رکا رہا۔ اب میں آپ کے اس سوال کا جواب دے رہا ہوں جبکہ میرے نفس نے مجھے جواب دیا ہے کہ میری حیثیت درحقیقت کیا ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ میرے نفس نے مجھے مخاطب ہوتے ہوئے کہا ہے کہ ظفراللہ خان تیری حیثیت ایک مرے ہوئے کتے سے بھی بدتر ہے۔ تم میں کوئی بڑائی نہیں جو کچھ تمہیں ملا ہے وہ محض فضلِ خداوندی ہے۔ وغیرہ

میں پسینے پسینے ہو رہا تھا

حضرت چوہدری صاحب کی پاکیزہ زندگی ایسے ایسے حیران کن اور دلوں کو مٹھی میں لے لینے والے واقعات پر مشتمل ہے کہ میں سناتا جاؤں اور آپ سنتے جائیں۔ نہ میں تھکوں نہ آپ کو تھکن کا احساس ہو یہ داستان روح پرور اور ایمان افروز واقعات کا ایسا مجموعہ ہے جس کی لذّت میں کبھی بھی فرق نہیں آسکتا۔ مجھے ایک اور واقعہ یاد آتا ہے۔ جب میں شرم سے پانی پانی ہوا جاتا تھا اور حضرت چوہدری صاحب مربی سلسلہ کے احترام کا نہ بھولنے والا سبق دے رہے تھے۔ آپ بھی سنئے!

حضرت چوہدری صاحب جہاں بھی رہے وہاں آپ نے مربیانِ سلسلہ سے خصوصی تعلق قائم رکھا۔ مربی سلسلہ کا جو احترام آپ فرماتے تھے شاید ہی کسی اور کے حصہ میں آیا ہو۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مربیانِ سلسلہ نے اپنی زندگی ایک اعلیٰ مقصد کیلئے وقف کر رکھی ہے۔ اس لیے جماعت پر ان کا انتہائی احترام واجب ہے۔ چنانچہ ایک دن ایسا ہوا کہ آپ کے دلی میں قیام کے زمانہ کے ایک باورچی نے جو اب لندن میں مقیم ہے آپ کو کھانے کی دعوت دی جو آپ نے قبول فرمالی خاکسار بھی اس دعوت میں شریک تھا۔ غریب باورچی خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا کہ حضرت چوہدری صاحب نے اس کی دعوت کو شرف قبولیت بخشا تھا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب ہم کار کی طرف چلے تو مذکورہ باورچی نے ایک تھیلا خاکسار کو پکڑاتے ہوئے کہا کہ اسمیں مرغ مسلم ہے اور یہ حضرت چوہدری صاحب کیلئے ہے۔ حضرت چوہدری صاحب نے یہ بات سن لی وہیں کھڑے ہوگئے تھیلا جھپٹ کر میرے ہاتھ سے لے لیا اور باورچی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم نے بڑی گستاخی کی ہے۔ امام صاحب برطانیہ

میں جماعت احمدیہ کے نمائندہ ہیں اس لحاظ سے میں ہر وقت ان کے ماتحت ہوں تمہیں یہ تھیلا انہیں نہیں پکڑانا نہیں چاہیئے تھا۔ ان کا احترام لازم ہے حضرت چوہدری صاحب باورچی کو یہ نصیحت فرمارہے تھے اور میں شرم سے زمین میں گڑا جارہا تھا بھلا حضرت چوہدری صاحب کے سامنے میری کیا حیثیت

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جب بھی کوئی شخص آپکی دعوت کرتا تو آپ فرماتے امام صاحب سے پوچھ لیں اگر انہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو میں ان کے ساتھ آجاؤں گا۔ ضمناً یہ عرض کردوں کہ آپ دعوت کبھی ردّ نہ کرتے حالانکہ بوجہ ذیابیطس پرہیزی کھانا کھانے کی وجہ سے دعوتوں میں جانا آپکی صحت کیلئے مناسب نہ تھا فرماتے حدیث میں آیا کہ دعوت کو ردّ نہ کرو اس لیے دعوت قبول کرنی چاہیئے

حضور سے خوشنودی کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے والی جماعت کی تربیت کا جوش

احسان فراموشی ہوگی اگر میں یہ ذکر نہ کروں کہ جماعت برطانیہ کی تربیت میں آپ کا خاص ہاتھ تھا۔ اور میرے برطانیہ میں قیام کے دوران تربیت کے ضمن میں آپ نے میرا بہت بوجھ ہلکا کئے رکھا اور آج اگر جماعت برطانیہ اس قابل ہوئی ہے کہ دنیا بھر کی جماعتوں میں سے اسے یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ وہ حضرت امام جماعت احمدیہ کی میزبان بننے کا شرف حاصل کرے تو اسمیں بہت بڑا ہاتھ حضرت چوہدری صاحب کی تربیت اور شبانہ روز محنت کا بھی ہے۔ آپ جماعت برطانیہ کی تربیت کے لیے دن رات دعائیں کرنے کے علاوہ ان کی دینی ترقی کیلئے بھی ہمہ وقت کوشاں رہتے۔ ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ یہاں ہماری نئی نسل کو سنبھالنے کیلئے انکی تربیت کی طرف خصوصی کوشش سے توجہ دینی چاہیئے۔ ایسا انتظام ہونا چاہیئے کہ کم ازکم ہفتہ میں ایک دفعہ نوجوانوں کو اکٹھا کرکے انکو تربیتی امور پر لیکچر دیئے جائیں۔ خاکسار نے عرض کیا کہ لیکچر دینے کا کام اگر آپ کریں تو بہت فائدہ ہوسکتا ہے۔ آپ نے فوراً حامی بھرلی اور ایک ڈیڑھ سال تک متواتر آپ ہفتہ واری سیمینار کو خطاب فرماتے رہے اور سالانہ امتحان کے لئے پرچہ بھی خود ہی تیار فرما کر امتحان لیا۔ یہ وہی حضرت چوہدری صاحب کی تربیت یافتہ نسل ہے جو اب جوانی میں قدم رکھ چکی ہے اور آج حضرت امام جماعت سے تعریفوں کے سرٹیفکیٹ حاصل کررہی ہے۔ حضرت چوہدری صاحب کی تصانیف سے بالخصوص جماعت برطانیہ کو خاص فائدہ پہنچا۔ آپ کے خطابات جنکو برادرم چوہدری عبدالکریم صاحب آف لندن نے کیسٹوں کی صورت میں محفوظ کیا ہوا ہے مستقبل میں بھی احباب جماعت کی تعلیم وتربیت میں ممد ومعاون ثابت ہونگے۔ انشاءاللہ

ریٹائرمنٹ کے بعد جب آپ مستقلاً انگلستان تشریف لے آئے تو آپ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ نوجوانوں میں قرآن مجید کا عشق پیدا کرنے کیلئے خصوصی کلاس کا اجراء کرنا چاہیئے چنانچہ خاکسار نے تعلیم القرآن کلاس کے نام سے یہ کلاس جاری کردی آپ نے سالہا سال تک اس کلاس میں فضائل قرآن پر لیکچرز دیئے۔ اور قرآنی علوم ومعارف بیان فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غضب کا حافظہ دیا تھا۔ جس حصۂ قرآن پر درس دینا ہوتا تھا وہ حفظ فرمالیا کرتے تھے اور وہ حصہ زبانی تلاوت کرکے درس دیا کرتے تھے۔ اس طرح سے آپ کو قرآنِ کریم کا بہت سارا حصّہ حفظ ہوچکا تھا۔

برطانیہ کے مربیّ انچارج اور امام بیت الفضل لندن کی حیثیت سے بعض اوقات مجھے جماعت کو تنبیہہ بھی کرنی ہوتی تھی اور طبیعت پر ایسا کرتے وقت بڑا بوجھ محسوس ہوتا تھا۔ جس کا ذکر ایک بار میں نے حضرت چوہدری صاحب سے کیا اور عرض کیا کہ جماعت کو نصیحت اور تنبیہہ کے لیے اپنا ایک مقام ہونا ضروری ہے جبکہ میری عمر اور ذاتی حیثیت ایسی نہیں کہ سامنے بیٹھے ہوئے بزرگان کو کسی قسم کی تنبیہہ کروں اس لیے طبیعت میں حجاب رہتا ہے۔ فرمانے لگے دین کی خاطر کام کرتے وقت طبیعت میں کوئی حجاب نہیں ہونا چاہیئے آئندہ جب ایسی کوئی ضرورت محسوس کریں مجھے کہدیا کریں میں جماعت کو توجہ دلا دیا کروں گا۔ چنانچہ اس کے بعد جب بھی میں ضرورت محسوس کرتا کہ جماعت کو کسی تربیتی امر کے سلسلہ میں خصوصی توجہ دلانے کی ضرورت ہے تو حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں عرض کردیتا اور آپ نہایت مؤثر رنگ میں خطبہ یا تقریر ارشاد فرمایا دیا کرتے تھے۔ بعد میں آپ مزاحاً فرمایا کرتے تھے کہ امام صاحب مجھے اس وقت خطبہ دینے یا تقریر کرنے کیلئے کہتے ہیں جب جماعت کو ڈانٹ پلانا چاہتے ہوں

وقت کی پابندی کا صحیح نقطۂ نظر

حضرت چوہدری صاحب نے جس طرح نظم وضبط سے ساری زندگی

گزاری ہے اس کا ایک اہم پہلو وقت کی انتہائی پابندی ہے۔ اس پر آپ نہ صرف خود عمل پیرا ہوتے بلکہ احباب جماعت کی تربیت اس رنگ میں بھی فرماتے کہ انہیں بھی پابندیٔ وقت کی عادت پڑ جاتی تھی ایک دفعہ کسی کو ملنے تشریف لے گئے۔ جب ہم اس شخص کے مکان پر پہنچے تو مقررہ وقت میں ابھی پندرہ منٹ باقی تھے۔ آپ نے فرمایا پابندیٔ وقت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ کسی کے ہاں مقررہ وقت سے پہلے بھی نہ جایا جائے۔ اس لیے آیئے تھوڑی دیر سڑک پر ٹہلتے ہیں۔ عین وقت پر فرمایا اب چلیں چنانچہ ہم نے عین وقت پر گھنٹی بجا دی۔

گول میز کانفرنس میں کامیابی کا ایک سبب

اس ضمن میں آپ کو اپنے آرام و آسائش کی قربانی بھی دینا پڑتی تھی۔ اس کا ایک واقعہ یوں بیان فرمایا کہ گول میز کانفرنسوں کے دنوں میں دوپہر کے کھانے کیلئے بڑا مختصر سا وقت ملتا تھا۔ ہندوستانی وفد کے ارکان اکثر کھانے کے وقفہ کے بعد دیر سے آتے جبکہ میں عین وقت پر کانفرنس ہال میں داخل ہوا کرتا۔ ایک دن علامہ اقبال نے مجھ سے پوچھا کہ چوہدری صاحب کھانا آپ بھی ہوٹل سے کھاتے ہیں اور ہم بھی پھر آپ بروقت کھانے سے فارغ ہوکر کس طرح کانفرنس میں شامل ہوجاتے ہیں جبکہ ہمیں اس مختصر وقت میں کھانا ہی نہیں ملتا۔ میں نے کہا کل میرے ساتھ چلے چلیں میں وقت پر فارغ کرا دوں گا۔ چنانچہ اگلے دن میں وفد کے ممبران کو بکنگھم پیلس کے قریب ہی ایک سیلف سروس ریسٹوران میں لے گیا وہاں قطار میں کھڑے ہوکر کھانا حاصل کیا اور وقت کے اندر اندر کھانے سے فارغ ہوکر عین وقت پر سب لوگ کانفرنس ہال میں پہنچ گئے۔ وفد کے ممبران کو جب اگلے روز میں نے ساتھ چلنے کو کہا تو ان میں سے بعض نے کہا کہ آپ جائیں ہم سے تو قطار میں کھڑے ہوکر کھانا حاصل نہیں کیا جاتا میں نے کہا ٹھیک ہے! تو پھر آپ کو وقت پر آنا بھی ممکن نہ ہوگا۔ آپ کی اس پابندیٔ وقت کا یہ نتیجہ تھا کہ اقوام متحدہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ آپ کی صدارت کے دوران اقوام متحدہ کا اجلاس کرسمس کی تعطیلات سے پہلے پہلے حسب پروگرام ختم ہوگیا۔ اور اس اعتبار سے بھی یہ سیشن ایک تاریخی اہمیت اختیار کر گیا۔

حضرت چوہدری صاحب نے ۸۵ سال کی عمر میں روزانہ ۱۸ گھنٹے کام

اپنی ساری زندگی اتنی بھرپور گزاری ہے کہ ان کے کام کرنے کی قوت اور صلاحیت کو دیکھ کر رشک آتا تھا۔ آپ کی زندگی کا ماٹو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ۔ کام کام اور صرف کام ۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب چالیس سال کی عمر میں مجھے ذیابیطس کی تکلیف شروع ہوئی تو ڈاکٹروں نے بہت سی احتیاطیں بتائیں۔ ان دنوں میں میں سوچا کرتا تھا کہ اگر میری عمر ساٹھ سال بھی ہوگئی تو بہت ہوگی۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے عمر میں اضافہ فرما دیا ہے تو یہ مہلت اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں بسر کرنا چاہتا ہوں چنانچہ آپ اسّی پچاسی سال کی عمر میں بھی روزانہ اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے میز کرسی پر بیٹھ کر تصانیف میں مشغول رہتے تھے۔ دن کو سونے کی عادت نہ تھی آرام کرسی پر بیٹھے بیٹھے کچھ دیر کیلئے آنکھیں بند کرکے آرام کر لیا کرتے۔ اکثر تصانیف کے ابتدائی مسودے اپنے ہاتھ سے لکھ کر مجھے دے دیا کرتے تھے۔ بعد میں جب ڈاکٹروں نے ہاتھ سے لکھنے سے منع کر دیا تو پھر تصانیف کو املاء کرانا شروع کیا
سلسلہ کے اخبارات و رسائل کو دلچسپی سے پڑھنا آپ کا خاص شوق تھا۔ الفضل کے مطالعہ میں کبھی ناغہ نہ کرتے۔ جب بھی لندن تشریف لاتے تو فرماتے فلاں تاریخ تک کے الفضل میں پڑھ چکا ہوں اس کے بعد کے الفضل مجھے دیدیں چنانچہ میں یہ اہتمام کیا کرتا تھا کہ ان کے آنے پر الفضل کے پچھلے شمارے ترتیب سے موجود رکھتا اور آپکے آنے پر آپ کو پیش کر دیا کرتا تھا۔ جماعت برطانیہ کا انگریزی رسالہ مسلم ہیرلڈ نہ صرف باقاعدگی سے پڑھتے تھے بلکہ اسمیں ازراہ شفقت اصلاح بھی تجویز فرماتے رہتے تھے۔ مرکزی رسائل میں جبتک الفرقان شائع ہوتا رہا اسے باقاعدگی سے پڑھنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ محترم ثاقب زیروی صاحب کا رسالہ "لاہور" بہت شوق سے اور باقاعدگی سے پڑھا کرتے تھے اور بعض دفعہ رسالہ "لاہور" کے اداریے جو آپکو پسند آتے مجھے بھی ان کو پڑھنے کی تلقین فرماتے۔

یہ کسی کو علم نہ ہو

جماعت برطانیہ کی تربیت کا تو آپ نے خاص اہتمام کیا ہی تھا جماعت برطانیہ کیلئے آپ نے ایک بہت بڑی خدمت اور بھی سرانجام دی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۶۵ء میں آپ عالمی عدالت انصاف میں بطور جج متعین تھے آپ ان دنوں ہفتہ میں ایک بار لندن تشریف لایا کرتے تھے۔ خاکسار ان دنوں لندن کے مشن ہاؤس کی

توسیع کے سلسلہ میں مرکز سے خط وکتابت کر رہا تھا اور مرکز سے اس بات کی اجازت حاصل کر لی تھی کہ اگر انگلستان کی کسی فرم سے قرضہ مل جائے جسکی ادائیگی بذریعہ اقساط ہو سکے تو مرکز کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا خاکسار نے ایک بڑی فنانس کمپنی سے قرضہ کے حصول کیلئے بات شروع کر رکھی تھی۔ شرائط طے ہوتے، نقشے وغیرہ بننے میں ایک سال سے زائد عرصہ لگ گیا۔ جب سب باتیں طے ہو گئیں اور معاہدوں پر دستخط کرنے کا وقت آیا تو مذکورہ کارپوریشن نے بغیر کوئی وجہ بتائے قرضہ دینے سے انکار کر دیا جس سے مجھے سخت کوفت اور پریشانی ہوئی کہ اتنا وقت بھی ضائع ہو گیا اور کوئی بات بھی نہ بنی۔ انہی دنوں حضرت چوہدری صاحب لندن تشریف لائے ہوئے تھے۔ مجھ سے پریشانی کی وجہ دریافت فرمائی میں نے تفصیل سے سارے حالات بتائے آپ خاموش رہے۔ اگلے دن فرمایا کہ جن شرائط پر فنانس کمپنی آپ کو قرضہ دے رہی تھی انہی شرائط پر میں آپ کے لیے ذاتی طور پر قرضہ کا انتظام کر لوں تو کیسا رہے گا۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس سے اچھی بات تو اور کوئی نہیں ہو سکتی لیکن اس کے لیے حضرت امام جماعت احمدیہ کی منظوری حاصل کرنا ہوگی۔ چنانچہ خاکسار نے حضور کی خدمت میں لکھدیا کہ حضرت چوہدری صاحب تمام رقم مہیا کرنے کو تیار ہیں۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے منظوری عطا فرمائی اور ہم ایک نئے مشن ہاؤس کی تعمیر میں لگ گئے۔ یہ مشن ہاؤس ایک بڑے ہال (محمود ہال) کے علاوہ تین فلیٹ اور دفاتر وغیرہ پر مشتمل ہے۔ تعمیر کے کام کو ایک ایک سال کا عرصہ لگا اور بالآخر سوا لاکھ پونڈ کے خرچ سے یہ کام مکمل ہو گیا۔ اس مشن ہاؤس کی موجودہ مالیت ۱۰ لاکھ پونڈ سے کسی صورت کم نہیں۔ مشن ہاؤس کی تکمیل کے بعد ایک معاہدہ مابین تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان اور چوہدری صاحب تیار ہوا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے خاکسار راقم کو تحریک جدید کی طرف سے معاہدہ پر دستخط کرنے کا اختیار دے دیا۔ جس دن معاہدہ پر دستخط ہونے تھے اس دن حضرت چوہدری صاحب خاکسار کے پاس مشن ہاؤس میں قیام فرما تھے۔ صبح ناشتہ پر حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا کہ انہوں نے رات کو اس معاہدہ کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن رات کو ہی انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ اس معاہدہ پر دستخط نہیں کریں گے۔ فرمایا امام صاحب مجھے جو کچھ ملا ہے وہ محض فضل خداوندی ہے ورنہ گھر سے تو کچھ نہ لائے تھے۔ میرے ضمیر نے اس بات پر مجھے ملامت کیا کہ خدا کی راہ میں دیتے ہوئے کسی معاہدہ کی ضرورت کیوں پیش آئے۔ اسلئے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں یہ رقم واپس نہیں لوں گا اور یہ کہہ کر معاہدے کو پھاڑ دیا۔ نیز فرمایا کہ حضور کے علاوہ میری زندگی میں کسی اور کو اس بات کا علم نہ ہونے پائے کہ اس مشن ہاؤس کی تعمیر کا سارا خرچہ میں نے دیا ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کیا ہے۔ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری قربانی کو قبول فرمائے۔

اگر موت دستک دے؟

قارئین کرام! ذرا سوچئیے اگر کبھی موت آپ کے در پر دستک دے تو آپکا رویہ کیا ہوگا؟ یہ سوال ایسا ہے کہ ہر شخص زندگی میں ایک بار ضرور سوچتا ہے چاہے اس کے پاس اسکا جواب ہو یا نہ ہو یہ سوال حضرت چوہدری صاحب نے بھی خود سے کئی بار کیا تھا۔ اور اس کا جواب بھی ان کو ملا۔ یہ قصہ بھی سنیئے جو دل گداز بھی ہے اور دلنواز بھی!

ایک بار جب خاکسار حضرت چوہدری صاحب کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا تو فرمانے لگے میں نے رات کو ایک منذر خواب دیکھا ہے آپ ڈرائیونگ بھی کریں اور ساتھ ساتھ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ اس خواب کے منذر حصہ سے ہمیں محفوظ رکھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے حضرت چوہدری صاحب کی معیت میں انگلستان میں ہزاروں میل سفر کی توفیق ملی آپ ہمیشہ ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر تشریف فرما ہوتے سفر کی ابتداء میں پون گھنٹہ کے لگ بھگ آپ خاموشی سے دعاؤں اور ذکر الٰہی میں گزارتے اور اس دوران کسی قسم کی بات چیت پسند نہ فرماتے تھے۔ اس کے بعد یا تو سو جاتے یا ڈرائیو کرنے والے سے سلسلۂ گفتگو جاری فرماتے۔ کبھی ڈرائیور کو ڈرائیونگ کے سلسلے میں نہ ٹوکتے۔ آپکو انگلستان کی اکثر بڑی سڑکوں بلکہ دیہاتی سڑکوں کا بھی علم تھا اور بغیر کسی نقشہ یا یادداشت کے منزل مقصود تک راہنمائی فرمایا کرتے۔

تو اس سفر کے دوران ہم نے ایک رات ایک ڈسٹرکٹ میں ٹھہرنا تھا۔ جس ہوٹل میں ہم نے ٹھہرنا تھا اسمیں بیڈروم کے ساتھ ملحق باتھ روم نہ تھا۔ شام کے کھانے کے بعد حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا کہ ناشتہ صبح ساڑھے سات بجے ڈائیننگ ہال میں کریں گے میں ٹھیک ساڑھے سات بجے ڈائیننگ ہال میں پہنچ گیا۔ لیکن حضرت چوہدری صاحب کو وہاں نہ پایا۔ آپ وقت کی پابندی کا جسقدر خیال

رکھتے تھے اس نے مجھے چوہدری صاحب کو وہاں نہ پاکر پریشان کردیا ۔
مزید پندرہ بیس منٹ بھی جب حضرت چوہدری صاحب تشریف نہ لائے
تو میں پریشانی میں اٹھ کھڑا ہوا ۔ آپ کے کمرہ میں حاضر ہوا آپ
چارپائی پر دراز تھے اور بہت کمزور دکھائی دے رہے تھے ۔ میرے دریافت
کرنے پر فرمایا کہ رات کو دوبجے کے قریب میں نماز تہجد کی ادائیگی کیلئے
اٹھ کر غسل خانہ میں وضو کرنے گیا پاؤں دھونے کیلئے سنک SINK
میں رکھا تو توازن قائم نہ رکھ سکا اور گر گیا سر نہانے کے ٹب سے
ٹکرایا اور میں بیہوش ہوگیا نہ جانے کتنی دیر بیہوش رہا جب ہوش
آیا تو چند منٹ تک یہ احساس نہ رہا کہ میں کہاں ہوں تھوڑی دیر کے
بعد اتنا یاد آیا کہ تم میرے ہمسفر ہو ۔ پھر میں نے دس تک گنتی کی تو
ٹھیک گنتی ہوگئی اور مجھے یقین ہوگیا کہ میرا حافظہ درست ہے اس
کے بعد میں اپنے کمرے میں چلا گیا اور بستر پر ہی نماز تہجد اور نماز فجر
ادا کی ۔ میں نے شکوہ کے رنگ میں عرض کیا کہ مجھے کیوں نہ بلایا ۔ میرا آپ
کے ساتھ ہونے کا کیا فائدہ ؟ فرمانے لگے خیال تو دو تین دفعہ آیا تھا
لیکن پھر یہ خیال آتا رہا کہ تم نے ڈرائیونگ کی ہے اور تھکے ہوئے ہو
اس لیے تمہیں جگانا مناسب نہیں ۔ میں نے آپکی کیفیت دیکھ کر عرض
کیا کہ میں ڈاکٹر کو بلا لیتا ہوں اور آگے کا سفر ایک دن کیلئے ملتوی کر
دیتے ہیں تاکہ آپ پوری طرح آرام کر سکیں ۔ فرمایا کہ ہم نے گلاسکو کی
جماعت کو شام کا وقت دیا ہے اس لیے ہمیں ضرور وہاں پہنچنا چاہیئے ۔
مجھے کار میں سیٹ پر بٹھا دو گلاسکو پہنچ کر ڈاکٹر کو دکھا دیں گے
میری بار بار کی درخواستوں کے باوجود اس امر پر مصر رہے کہ جانا ضروری
ہے ۔ چنانچہ ہم گلاسکو کیلئے روانہ ہوئے آپ کو جسم میں شدید درد
محسوس ہوتی رہی ۔ گلاسکو پہنچ کر آرام کیا اور شام کو باوجود ہمارے
اصرار کے کہ آپ کا جانا ضروری نہیں آپ آرام کریں، آپ نے جماعتی
میٹنگ کو خطاب فرمایا ۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ مجھے یاد آرہا ہے ۔ مشن ہاؤس کے
جس فلیٹ میں آپ مقیم تھے وہاں میں نے باصرار ٹیلیفون لگوا دیا تھا
تا بوقت ضرورت مجھے بلوا سکیں ۔ یا کسی ہنگامی صورت میں ہم کو
اطلاع کر سکیں ۔ آپ عموماً ٹیلیفون کو پسند نہ فرماتے تھے ۔

موت کوئی ڈرنے والی چیز تو نہیں

یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ ناشتہ بھی ہمارے ساتھ کرتے
تھے ایک دن صبح کے ناشتہ پر تشریف نہ لائے تو مجھے فکر ہوئی آپ
کے فلیٹ میں حاضر ہوا تو آپ بستر پر لیٹے ہوئے تھے ۔ میں نے
آواز دی تو بڑی نحیف اور کمزور آواز میں جواب دیا آجاؤ ۔ فرمانے
لگے رات جب میں تہجد کیلئے اٹھا تو اچانک مجھے شدید ضعف کا دورہ پڑا
اور سارا جسم پسینہ سے تر بتر ہوگیا ۔ اور سینہ میں بھی شدید درد
محسوس ہوتا رہا اس دوران کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ دو تین مرتبہ مجھ پر
غشی طاری ہوتی رہی ۔ میں نے عرض کیا آپ کے سرہانے فون رکھا ہوا
ہے اور یہ لگایا بھی اسی لیے گیا تھا کہ آپ کسی فوری ضرورت کے
وقت مجھے بلوا سکیں ۔ آپ نے مجھے کیوں نہیں بلایا ۔ فرمایا دو تین
دفعہ مجھے خیال آیا کہ تمہیں فون کروں لیکن ہر بار یہ خیال تم کو بلانے سے
مانع رہا کہ تم تھکے ہوئے ہوگے رات کو نیند سے اٹھانا مناسب نہ
ہوگا ۔ پھر فرمایا مجھے خوشی ہے کہ اس بیماری میں میری ایک خواہش
پوری ہوگئی ۔ میری ہمیشہ سے یہ دعا رہی ہے کہ جب میری موت
کا وقت قریب آئے تو میری زبان پر جزع فزع کی بجائے حمد الٰہی
اور درود کا ورد ہو رات بھی جب مجھ پر غشی ہوتی اور میں غشی کی
کیفیت سے باہر آتا تو میری زبان پر حمد اور درود ہوتا اسلئے مجھے اب
یہ اطمینان ہوگیا ہے کہ جب بھی موت آئی تو انشاءاللہ میری زبان
حمد اور درود سے تر ہوگی فرمایا کرتے تھے مجھے موت سے ہرگز کوئی خوف
نہیں ہے اور میں کبھی اس بارہ میں سوچتا بھی نہیں کہ موت کوئی
ڈرنے والی چیز ہے ۔

سفر آخرت کی تیاری

موت کا ذکر آیا تو یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ کو لمحہ بہ لمحہ اپنی طرف
بڑھتی ہوئی موت کا نہ صرف احساس تھا بلکہ آپ اس سے ایک
گونہ خوشی و مسرت محسوس کرتے تھے اور سفر آخرت کا یوں ذکر فرماتے
جیسے کوئی معمول کے سفر پر روانہ ہو رہا ہو ۔ ایک بار میں آپکی آخری
بیماری کے دوران ملاقات کیلئے لاہور حاضر ہوا تو فرمایا امام صاحب!
دعا کریں سفر بخیریت گزر جائے ۔ میں حیران ہوا کہ آپ تو لندن سے واپس
آگئے تھے کہ اب یہیں رہیں گے ۔ اور اب آپکی صحت بھی اس امر
کی اجازت نہیں دیتی کہ آپ پھر سے سفر کریں اس لیے سفر کا ارادہ
کیوں کر لیا آپ نے ؟ میری بات سن کر خفیف سے مسکرائے اور فرمایا
میں لندن کے سفر کا نہیں "اُس" سفر کا ذکر کر رہا ہوں ۔ میں آپکی
بات سمجھ گیا اور عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے آپ کیوں ابھی

باتیں کرتے ہیں۔ فرمایا نہیں اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اطلاع دیدی ہے کہ اب سفر جلد درپیش ہے پھر اپنا ایک خواب سنایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ میں ایک چار منزلہ مکان کے نیچے بیٹھا الفضل پڑھ رہا ہوں۔ اوپر چوتھی منزل سے میری والدہ محترمہ مجھے آواز دیتی ہیں "اب آجاؤ" میں عرض کرتا ہوں کہ بس یہ الفضل تھوڑا سا رہ گیا ہے اسے ختم کرکے حاضر ہوتا ہوں۔ اسی طرح ایک دو اور خوابیں بھی سنائیں اور خواب بیان کرتے وقت چہرے پر موت کے خوف یا ڈر کا تو خیر ذکر ہی کیا اس کے بالکل الٹ نہایت درجہ شادمانی اور اطمینان کا تاثر تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝ (الفجر: ۲۸تا۳۱)

ترجمہ:- اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ آ (اس حال میں کہ تو اسے) پسند کرنے والا بھی ہے اور اس کا پسندیدہ بھی ہے۔ پھر (تیرا رب تجھے کہتا ہے کہ) آ میرے (خاص) بندوں میں داخل ہو جا۔ اور (آ) میری جنت میں بھی داخل ہو جا۔! اللہ کرے یہ مرتبہ سب کو نصیب ہو۔ آپ کو بھی۔ مجھ کو بھی!

"تحدیث نعمت"

راہِ مولیٰ کے ایک اسیر کی سرگزشت

راہ مولیٰ کے ایک اسیر نے اپنے ایک خط میں ایک ناقابل فراموش واقعہ تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں

" ایک اور امر جو میرے پر اللہ تعالیٰ کے جاری احسان کی صورت میں ان دنوں ظاہر ہوا۔ اس کا ذکر کرنا میں نہایت ضروری سمجھتا ہوں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ ہمیں یہاں آکر بالخصوص شروع شروع میں صرف ڈائجسٹ ہی میسر آسکے اور چونکہ فارغ اور بالکل ہی فارغ رہنا ہمارے لیے دوبھر تھا۔ اس لیے ہم سب ان رسالوں کو پڑھتے رہتے اور انکی کتابت جیسا کہ سب کو معلوم ہے بہت باریک ہوتی ہے چنانچہ ان رسالوں کے بکثرت مطالعہ کی وجہ سے میری آنکھیں کچھ کچھ درد کرنے لگیں۔ ان میں سے بہت زیادہ رطوبت آنے لگی اور بالخصوص بوقت مطالعہ پانی بہنے لگتا جس کی وجہ سے مجھے خاصی پریشانی ہوئی۔ بعد میں گو دوسری کتب کے آجانے سے ان رسالوں کا مطالعہ کم ہوگیا مگر آنکھوں کی یہ خرابی جاری رہی ایک روز مغرب سے تھوڑی دیر پہلے کا واقعہ ہے کہ حضرت چوہدری صاحب کی تصنیف لطیف " تحدیث نعمت" کا مطالعہ کر رہا تھا کہ آنکھوں کی مذکورہ بالا تکلیف بڑی شدت کے ساتھ ظاہر ہوئی اور میرے لیے کتاب پر نظر جمانا بھی مشکل ہوگیا۔ چونکہ اس کتاب میں متعدد مواقع پر متعدد واقعات مذکور ہیں کہ چوہدری صاحب کو کوئی مشکل پیش آئی تو چوہدری صاحب فوراً خدا کے حضور سربسجود ہوگئے۔ انہی واقعات کے زیر اثر میں نے بھی اسی وقت بیٹھے بیٹھے سامنے گھٹنوں پر پڑی کتاب پر منہ گرا دیا اور اللہ میاں سے گویا ہوا کہ یا اللہ میری آنکھوں کو صحت دے اور طاقت دے کہ میں کثرت کے ساتھ اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کرسکوں۔ یہ دعا میں تھوڑی دیر تک کرتا رہا پھر میں نے سر اٹھایا اور آنکھیں کھولیں تو آنکھوں میں پانی اور درد وغیرہ کا نام و نشان نہ تھا۔ میں نے تجربۃً کتاب کے الفاظ پر نظر ڈالی تو میں بغیر کسی کوفت کے باوجود شام کے وقت روشنی کم ہونے کے پڑھ سکتا تھا اور لطف تو یہ کہ اس کے بعد سے اب تک مجھے ایسی تکلیف نہیں ہوئی حالانکہ میں تفسیر کبیر کا مطالعہ کرنے کی توفیق پا رہا ہوں جس کی کتابت تحدیث نعمت سے کہیں زیادہ باریک ہے۔ قریباً قریباً ڈائجسٹوں کی کتابت کی طرح ہے۔"

یہ امر میں نے بطورِ خاص " تحدیث نعمت" کیلئے لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اثرات سے تا زندگی مجھے مستفید کرتا رہے۔ آمین۔

حضرت چوہدری صاحب کا ادبی ذوق

ایک ہشت پہلو شخصیت کا ایک گمنام پہلو

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ایک ہشت پہلو MULTI DIMENTIONAL شخصیت تھے۔ قانون، تقریر، سفارت، سیاست وغیرہ تو ایسے پہلو ہیں جو دُنیا پر پُورے زور کے ساتھ عیاں ہوئے مگر حضرت چوہدری صاحب کی زندگی کا ایک پہلو ایسا بھی تھا جو آپ کی بے پناہ مصروف اور متحرّک زندگی میں دب کر رہ گیا۔ یہ آپ کی زندگی کا ادبی پہلو ہے۔

حضرت چوہدری صاحب کی ادبی زندگی کا قدیم ترین سراغ ہندوستان میں ادب کے میدان میں ایک مشہور جریدے مخزن میں ملتا ہے اس میں آپ کے نثر پارے شائع ہوتے رہے جن میں کم ازکم ایک افسانہ بھی شامل ہے۔ مکرم ڈاکٹر عبدالرشید تبسّم صاحب نے انگریزی ناول وائف آف مارٹن گیٹر کے ترجمہ بعنوان حقیقت یا فریب کے حرفِ اوّل میں لکھا ہے:-

"کچھ عرصہ ہوُا مَیں ایک تحقیقی مضمون کے سلسلہ میں رسالہ "مخزن" کے وہ شمارے کھنگال رہا تھا جو شیخ سر عبدالقادر مرحوم کے زیرِ ادارت شائع ہوئے۔ اس ورق گردانی کے دَوران میں کئی بار میری نظر اصل مقصد سے ہٹ کر کہیں کہیں کِسی مضمون پر ٹھٹک جاتی رہی اور مَیں اسے پڑھ ڈالتا رہا۔ اسی طرح ایک افسانے پر بھی میری نظر رُکی جو اتنا دلچسپ اور تکنیک کے لحاظ سے اتنا مکمل تھا کہ قلّتِ وقت کے باوجود مَیں اُسے شروع سے اخیر تک بڑے شوق سے پڑھنے پر مجبور ہو گیا وہ بلند پایہ مضامین نثر اور افسانہ محترم ڈاکٹر چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ تھے ممکن ہے اُس زمانے میں محترم چوہدری صاحب نے کچھ اَور مضامین اور افسانے بھی لکھے ہوں جن کا مجھے علم نہیں لیکن ان کے جو مضامین اور افسانہ مَیں نے رسالہ مخزن میں پڑھے اُن کی غیر معمولی اُٹھان، دلکش اُسلوبِ بیان اور پُر مغز مطالب کے پیشِ نظر میرا فوری تاثر یہ تھا کہ اگر محترم چوہدری صاحب اپنی تمام توجّہ ادب کی تخلیق پر مُرتکز رکھتے اور محض ایک ادیب بن کر زندگی بسر کرنا پسند کرتے تو آج دُنیائے ادب میں بھی آپ کا وہی مقام ہوتا جو آپ کو عالمی سطح پر سیاست، عدالت، ثقافت میں میسّر ہے اور ادبِ اردو کا دامن بھی اس کے موجودہ دامن سے وسیع تر ہوتا۔"

(حقیقت یا فریب صـ۳)

آپ کی معلوم زندگی میں آپ کے ادبی پہلو کا بھرپور اظہار اشعار کے بارے میں آپ کے اعلیٰ ترین ذوق سے ہوتا ہے۔ اردو اور فارسی کے بلا مبالغہ ہزاروں اشعار آپ کو یاد تھے جن کو آپ موقع محل کے مطابق اپنی تقریروں اور تحریروں میں استعمال فرماتے تھے خصوصًا حافظ شیرازی اور مولانا رومی کے اشعار

کے تو گویا آپ حافظ تھے۔ نامور ادیبوں سے آپ کی ملاقاتوں میں آپ کی جنابِ احسان دانش سے ملاقات (ملاحظہ فرمائیے اِسی رسالہ میں جناب ڈاکٹر عبدالرشید تبسّم صاحب کا مضمون) اور جناب صوفی غلام مصطفیٰ تبسّم صاحب سے آپ کی ملاقات (ملاحظہ فرمائیے اِسی رسالہ میں جناب سیّد بابر علی صاحب کا انٹرویو) کا عِلم ہم ریکارڈ پر لا رہے ہیں تاہم یہ موضوع ابھی تشنہ ہے۔

حضرت چوہدری صاحب کی دُو ادبی تحریریں ہم ذیل میں شائع کر رہے ہیں ایک آپ کی جناب ڈاکٹر عبدالرشید تبسّم صاحب کے شعری مجموعہ انقلابِ نَو کی رُونمائی کے موقع پر کی گئی تقریر ہے اور دوسری "وائف آف مارٹن گیئر" نامی انگریزی ناول کے اُردو ترجمہ کے پیش لفظ کے طور پر شائع ہونے والی تحریر ہے۔ "انقلابِ نَو" کی رونمائی میں آپ نے جو تقریر کی وہ اپنی جگہ ایک ادب پارہ ہونے کے علاوہ یہ بھی بتاتی ہے کہ آپ کو کتنے زیادہ شعراء کے اشعار یاد تھے۔ یہ پہلو اپنی جگہ ایک حیرت کدہ ہے۔ ہم یہ دونوں تحریریں جنابِ ڈاکٹر عبدالرشید تبسّم صاحب کے شکریہ کے ساتھ ذیل میں درج کر رہے ہیں۔ (ایڈیٹر)

جنابِ ڈاکٹر عبدالرشید تبسّم صاحب کے مجموعۂ کلام

"انقلابِ نَو" کی رُونمائی کے موقع پر حضرت چوہدری صاحب کا خطاب

مَیں قوم کا جاٹ، میرا پیشہ وکالت اور موجودہ منصب ججی ہے شاعری سے میرا کیا واسطہ ہے؟ آپ حیران ہوں گے اور مَیں خود بھی حیرت زدہ ہوں کہ اِس ادبی محفل میں کیسے چلا آیا۔ بہرحال اب جبکہ مَیں یہاں آگیا ہوں کچھ نہ کچھ ضرور کہوں گا۔

اِس وقت ملک کے انقلابی شاعر عبدالرشید تبسّم کا تازہ مجموعۂ شاعری "انقلابِ نَو" میرے سامنے ہے۔ اچھی شاعری کا ایک بڑا وصف یہ ہوتا ہے کہ اسے پڑھتے وقت افکار وخیالات کی ایک رَو چل نکلتی ہے۔ اس سے جہاں مختلف شعراء کے ملتے جُلتے مطالب والے اشعار انسان کے ذہن میں آتے ہیں وہاں اُن اساتذۂ فن کا تقابلی مطالعہ بھی ہو جاتا ہے اور پتہ لگتا ہے کہ فنِ شاعری میں کس شاعر کا کیا مقام ہے۔ چنانچہ مَیں نے "انقلابِ نَو" کا مطالعہ کیا تو تبسّم کے بعض اشعار پڑھتے وقت بعض دوسرے اساتذہ کے ایسے اشعار بھی مجھے یاد آگئے جن کا مفہوم تبسّم کے اشعار سے کچھ ملتا جُلتا تھا۔ مثلاً تبسّم کا شعر ہے ؎

کِسی کی آمد کا سُن کے چرچا یہ حال ہے میرے لب پہ جاں کا
سنبھل سنبھل کر نکل رہی ہے نکل نکل کر سنبھل رہی ہے

حافظِ شیرازی نے کہا ہے ؎

عزمِ دیدارِ تو دارد جان برلب آمدہ
بازگردد یا برآید چیست فرمانِ شما؟

فارسی زبان کی اپنی شیرینی ہے۔ پھر حافظ کا دوسرا مصرع استفہامیہ ہے۔ اس اندازِ استفہام نے شعر میں مزید دلکشی پیدا کر دی ہے۔ تبسّم کے شعر میں سکون ہے اور حرکت بھی۔ اور حرکت کا انداز ڈرامائی ہے۔ یوں کہئے کہ تبسّم کا یہ شعر ایک طرف پورا ڈراما ہے تو دوسری طرف مکمل محاکات۔ اس سے تبسّم کی غیر معمولی چابکدستی واضح ہوتی ہے۔ اپنی مشکل پسند زندگی کے متعلق تبسّم کہتا ہے ؎

اگر ہوں تلووں میں آبلے کچھ عجب ہے لطفِ برہنہ پائی
کئے ہیں بہرِ نشاط ہم نے سفر میں خود خار زار پیدا

اِسی مضمون پر غالبؔ کے دُو شعر ہیں ؎

اِن آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا مَیں
جی خوش ہُوا ہے راہ کو پُرخار دیکھ کر

کانٹوں کی زباں سُوکھ گئی پیاس سے یارب
اِک آبلہ پا وادیٔ پُرخار میں آئے

تصوّف کی شاعری میں منصور کے حوالے سے "دار" کا مضمون خصوصیّت رکھتا ہے۔ جلال الدین رُومی کا ایک شعر ہے ؎

اے بسا منصورِ پنہاں ز اعتمادِ جانِ عشق
ترکِ منبرہا گرفتہ برشدہ برادرہا

تبسّم کا کہنا ہے ؎

سَو بار مریں رہ میں تو آتا ہے دریار
اُس کُوچے میں ہرگام پہ اِک دار گڑی ہے

اور یہ کہ ؎

جس میں نہ صلیب اور نہ ہے دار ہی کوئی
وہ کُوچۂ جاناں نہیں، ہے راہ گزر اَور

عاشق دونوں جہان لے کر بھی مطمئن نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کا اصل مقصود نظر محبوبِ حقیقی ہوتا ہے۔ تبسّم نے یہ مضمون یوں باندھا ہے ؎

وہ دے چکے دو جہان مجھ کو بڑا ہی مرد حریص ہوں میں
اب اُن کو لینے کی آرزو قلب مضطرب میں مچل رہی ہے

پھر تبسّم نے یہی مطلب زیادہ واشگاف الفاظ میں ادا کیا ہے ؎

یہی رضا ہے تو دُنیا کی دولتیں بھی سہی
وگرنہ تم ہو فقط میرا مدعائے نظر

غالب ؎

دونوں جہان دے کے وہ سمجھے یہ خوش رہا
یاں آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں

میرے آقا و مُرشد کا ایک شعر ہے ؎

عاشقان روئے خود را ہر دو عالم می دہی
ہر دو عالم ہیچ پیشِ دیدۂ غلمانِ تو

تبسّم نے اپنے ایک شعر میں ایک سوال کیا ہے ؎

بن کہے میری ہر اک بات ہے جب اُس پہ عیاں
اس سے مَیں حرف و حکایات کروں یا نہ کروں؟

حافظ بھی اِسی مخمصے میں رہا ؎

خداوند کہ حافظ را غرض نیست
وعلم اللہ حسبی من سوالی

اِس سوال کا جواب قرآنِ پاک نے دیا ہے :

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

(سورہ المومن آیت ۶۱)

"اور تمہارا رب کہتا ہے مجھ کو پکارو مَیں تمہاری دعا سُنوں گا۔"

پس یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگا جائے اس سے اللہ تعالیٰ اور انسان کے درمیان محبّت بڑھتی ہے۔

تبسّم نے دورِ حاضر کی صورتِ حالات کے متعلق کہا ہے ؎

خود اہلِ دانش نے کر لئے ہیں جہاں کی بربادیوں کے ساماں
خدا کو حاجت نہیں کہ بھیجے وہ آسماں سے عذاب کوئی

اِس شعر سے مجھے یاد آیا کہ اللہ تعالیٰ کو واقعی کسی شئے کی حاجت نہیں ہوتی۔ اگر وہ تباہی لانا چاہے تو اسے یہ بھی ضرورت نہیں کہ اس کام کے لئے فرشتوں کی فوجیں بھیجے۔ ہوا کا صرف ایک جھونکا آیا اور قوم کی قوم تباہ ہو گئی۔ (سورۃ الاحقاف آیت ۲۵)

تبسّم کا ایک اَور شعر ہے ؎

بجلی گری چمن پہ مگر اِس طرح ندیم!
شمشاد و سرو بچ رہے خاشاک جل گیا

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ ہم نے مومنوں کو بچا لینے کا ذمّہ لے رکھا ہے۔

ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؀

(سورہ یونس آیت ۱۰۴)

خاص بندوں سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ خاص ہوتا ہے۔

تبسّم ؎

ساری دُنیا تھی خفا مجھ بندۂ مجبور سے
ساری دُنیا سے خفا ہے اب خدا میرے لئے

محمد علی جوہر ؎

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

تبسّم نے سفرِ زندگی میں عقل کی بجائے جنوں کو اپنا راہنما بنایا ہے عقل کی نظر محدود ہوتی ہے۔ وہ بعض حدود سے آگے نہیں جا سکتی۔ ان حدود سے آگے صرف جنون ہی راہنمائی کرتا ہے۔ تبسّم کہتا ہے اور صحیح کہتا ہے ؎

مَیں رہ کے دانشوروں کی صحبت میں بات اتنی سمجھ سکا ہوں
جنوں کے ہیں کچھ مقام ایسے خِرد کو جن کی خبر نہیں ہے

فلسفہ عقل کی پیداوار ہے وہ منزلِ مقصود تک راہنمائی نہیں کر سکتا۔

میرے آقا و مُرشد کا ارشاد ہے ؎

اے سرو جان و دل و ہر ذرّہ ام قربانِ تو
بر دِلم بکشا ز رحمت ہر درِ عرفانِ تو
فلسفی کز عقل می جوید ترا دیوانہ ہست
دُور تر ہست از خرد ہا آں رہِ پنہانِ تو

اقبال نے جنوں ہی کو اپنا راہنما بنایا۔ اس نے جنوں کی مدد سے منزل رسی چاہی۔ وہ جنوں کی وسعت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

در دشتِ جنونِ من جبریل زبوں صیدے
یزداں بہ کمند آور اے ہمّتِ مردانہ!

تبسم ؎

دے کے دستک مرے دروازے پہ بولا یہ جنوں
تم کہو گر تو بدل دُوں میں جہان کا انداز

جنوں ہی کے متعلق تبسم کا ایک اَور شعر سُنیئے ؎

ہوُا ہے یوں بھی مرے جنوں کی رضا وہ خود پوچھنے کو آئے
ہوُا ہے محسوس مجھ کو اکثر کہ میری مرضی اٹل رہی ہے

اقبالؔ ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اقبالؔ کے ہاں انتظار ہے کہ خدا بندے سے پوچھے۔ تبسم کے یہاں انتظار نہیں بلکہ بندے کی رضا کی تکمیل ہو چکی۔ تبسم کے مطلب اور اقبالؔ کے مفہوم میں بہت لطیف، فرق ہے۔

تبسم کا ایک اَور شعر اپنے اندر بڑے وسیع معانی رکھتا ہے یہ جنون کا ایک رُخ ہے ؎

اِک نئے صحرا میں ہر شب تیرے دیوانے ملے
ہر سحر اُن کے لئے تیار زنجیریں ہوئیں

اِک ایسا جنون بھی ہے جو خِرد کو جنم دیتا ہے ؎

تا نہ دیوانہ شدم ہوشں نیامد بسرم
اے جنوں ! گرد تو گردم کہ چہ احساں کردی

تبسم کا کہنا ہے ؎

بن گئی ان سے تبسم ! عشق کی اِک داستاں
تیری رُسوائی کا باعث تیری تحریریں ہوئیں

غالبؔ ؎

کُھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
شعروں کے اِنتخاب نے رُسوا کیا مجھے

بعض دفعہ شاعر اپنے شعر میں ایک ایسی حقیقت بیان کر جاتا ہے جو عمومی نوعیت کی ہوتی ہے اور دوسروں پر اس کا اطلاق زیادہ ہوتا ہے۔ تبسم کا یہ شعر بھی ایسا ہی ہے۔ حال ہی میں بعض لوگوں نے کتنے بڑے بڑے دعاوی کئے تھے۔ ہم یہ کر دیں گے ہم وہ کر دیں گے۔ ہمارا اثر رسوخ اِتنا ہے۔ ہماری مقبولیت کی کوئی حد نہیں۔ انہوں نے اخبارات میں کئی کئی کالموں پر مشتمل بیانات شائع کرائے جن میں ان دعاوی کو بار بار دُہرایا گیا۔ یہ بیانات ان کی روزمرّہ کی سرگرمی بن کر رہ گئے تھے۔ پھر ۸ دسمبر کو میں نے ایک اخبار میں لکھا دیکھا کہ سارے بڑے بڑے بُرج اُلٹ گئے اور بلند بانگ دعاوی کو بار بار دُہرانے والوں کی پوزیشن تہس نہس ہو کر رہ گئی معلوم ہوُا کہ انسان کو ایسے بڑے بڑے دعاوی نہیں کرنے چاہئیں جو آخر رسوائی کا باعث بنیں اور ان سے درد و غم کی داستانیں مرتب ہوں۔

اِس وقت تک میں نے جو کچھ کہا ہے اس میں میں نے تبسم کے بعض ایسے اشعار کی نشان دہی کی ہے جن کے مطالب سے ملتے جُلتے اشعار دوسرے اساتذہ رُومی، اقبالؔ اور غالبؔ وغیرہ کے یہاں بھی ملتے ہیں۔ آپ اِسے میرا تقابلی مطالعہ کہہ سکتے ہیں۔

تبسم کے بعض دوسرے اشعار بھی مجھے بہت پسند آئے ہیں۔ یہ اشعار جہاں ایک بہت بڑے عالمگیر انقلاب کی نشان دہی کرتے ہیں وہاں حالیہ ملکی صورتِ حال کے کامیاب عکاس بھی ہیں۔ اِس لحاظ سے تبسم کے انقلابی کلام کے دو بطن ہوئے۔ کتاب ''انقلابِ نَو'' حالیہ واقعات کے رُونما ہونے سے خاصا عرصہ پہلے چھپ چکی تھی۔ گویا رونما ہونے سے پہلے یہ واقعات شاعر کے دل پر منعکس ہوئے ؎

اُڑ رہے ہیں ریزہ ریزہ ہو کے کچھ کوہِ گراں
کِس طرح آخر دگرگوں ان کی تقدیریں ہوئیں
کِس قدر نازک ہے یا ربّ حشر کا یہ مرحلہ
رُوبرو ہر شخص کے خود اس کی تصویریں ہوئیں

مَیں دیکھتا ہُوں کہ راہگذاروں پہ رقص کرتے ہیں کچھ بگولے
وہ پاؤں اپنے جما سکیں جس سے، ایسا کوئی ہُنر نہیں ہے

سروں سے کچھ تاج گِر رہے ہیں اُلٹ رہے ہیں سریرِ شاہی
وہ دیکھ اِک زلزلہ سا آیا سنبھل سنبھل قصرِ خسروانہ

ایک تازہ انقلاب آخر بپا ہو کر رہا
جس سے ڈرتا تھا جہاں وہ ماجرا ہو کر رہا
ہر شکاری خود پھنسا بیٹھا ہے اپنے جال میں
آ ہو ؤ! دیکھو تمہارے بن میں کیا ہو کر رہا

مَیں اپنی تقریر کو تبسم کے اِن دو اشعار پر ختم کرتا ہوں یہ اشعار کسی تشریح و تعریف سے مستغنی ہیں ؎

میں دیکھتا ہوں کہ آسماں پر نئے ستارے اُبھر رہے ہیں
کیا ہے اپنی جبیں کی افشاں کا اس نے پھر انتخاب کوئی
یہ شرط ہے رات کے اندھیروں سے اِک نیا آفتاب اُبھرے
فقط ستاروں کا ڈوب جانا ہی کچھ دلیلِ سحر نہیں ہے

میں سمجھتا ہوں "انقلابِ نو" دُنیا کے شعری ادب میں ایک منفرد اضافہ ہے۔ (ماہنامہ کتاب جولائی، اگست ۱۹۷۱ء صـ۱۹ تا صـ۲۱)

"دی وائف آف مارٹن گیئر" کے ترجمہ حقیقت یا فریب کا پیش لفظ

(از چوہدری محمد ظفر اللہ خاں پریذیڈنٹ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس۔ ہیگ)

ایک مشہور ضرب المثل ہے کہ بعض دفعہ ایک حقیقی واقعہ افسانے سے زیادہ دلچسپ ہوتا ہے۔ اگر یہ ضرب المثل صحیح ہے تو جو واقعہ اِس کتاب "حقیقت یا فریب" میں بیان کیا گیا ہے اس پر سَو فیصد صادق آتی ہے اِس لئے کہ دراصل یہ ایک واقعہ ہے طبعزاد افسانہ یا ناول نہیں۔

وہ واقعہ یہ ہے کہ سولھویں صدی عیسوی کے وسط میں فرانس کی ایک ہی بستی کے دو زمیندار گھرانوں کی بعض معاشرتی اور معاشی مصلحتوں نے انہیں ایک دوسرے کا زیادہ قُرب حاصل کرنے کی طرف مائل کر دیا۔ اُن مخصوص حالات میں اس کی بہترین صورت یہ سمجھی گئی کہ ان میں سے ایک گھرانے کی لڑکی دوسرے گھرانے کے لڑکے سے بیاہ دی جائے۔ اُس وقت لڑکی اور لڑکا دونوں صغر سن تھے مگر ان کی شادی کی رسم ادا کر دی گئی۔ اس رسم کے بعد ان کی صغر سنی کا زمانہ اچھا گزر گیا اور کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا تاہم جب ان کی زندگی کا وہ حصہ شروع ہوا جس میں جذبات شدّت اختیار کرتے ہیں اور بھر پور جوانی انگڑائی لیتی ہے تو ایک خاص صورتِ حال میں مواخذہ سے بچنے کے لئے لڑکا اپنے باپ کے سخت ضابطۂ زندگی سے گھبرا کر ایک دن گھر سے فرار ہو گیا۔ اس کے بعد واقعات نے عجیب صورت اختیار کی اور وہ پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے گئے۔ اس فرار کے دس گیارہ سال بعد آخر یہ معاملہ ایک غیر معمولی زاویے سے مقدمے کی صورت میں عدالت کے سپرد ہوا۔ عدالت نے ڈیڑھ سو گواہوں کی شہادتیں سُن کر مقدمے کا فیصلہ کر دیا۔ اس فیصلے کے خلاف عدالتِ اعلیٰ میں، جسے ہم آج کی زبان میں ہائی کورٹ کہہ سکتے ہیں اپیل دائر کی گئی۔ عدالتِ اعلیٰ نے تمام پُرانے گواہوں کی شہادتیں از سرِ نو سُنیں اور پچاس نئے گواہ طلب کئے۔ جب بڑے غور و خوض کے بعد عدالت اپنا فیصلہ کرنے کو تھی تو وہ فیصلہ بے معنی ہو کر رہ گیا۔

یہ واقعہ فرانس میں رُونما ہوا۔ فرانس ہی میں مقدمہ چلا اور فرانسیسی زبان ہی میں اس مقدمے کا فیصلہ لکھا گیا مگر چند سال ہوئے شہرۂ آفاق امریکی مصنّفہ جینٹ لیوئیس نے اس واقعہ کے تمام اجزاء اور مقدمے کی کارروائی کے سارے نکات کو برقرار رکھتے ہوئے "دی وائف آف مارٹن گیئر" کے نام سے ایک انگریزی ناول مرتّب کر کے شائع کرا دیا جس کی تلخیص مشہور ریڈرز ڈائجسٹ کے فرانسیسی ملخصات میں شائع ہو چکی ہے۔

اِس واقعہ کے ابتدائی اجزاء اور مقدمے کی کارروائی کے نکات محض ایک مواد کی حیثیت رکھتے تھے۔ فاضل امریکی مصنّفہ نے کرداروں کو اجاگر کیا۔ واقعات کو ترتیب دیا اور تسلسل بخشا۔ ساتھ ہی اسے فضا مہیّا کی اور ناول کی زبان کا لباس پہنایا۔ اس سے جہاں انسانی زندگی کا ایک خاص گوشہ بے نقاب ہوا وہاں فطرتِ انسانی کی کئی کمزوریاں اور کئی خوبیاں بھی سامنے آ گئیں۔ مختصر یہ کہ جینٹ لیوئیس نے اِس مواد کو بڑی چابکدستی سے ناول کی تکنیک میں ڈھال دیا۔ میرے نزدیک یہ ناول کئی لحاظ سے بہت دلچسپ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ عام قارئین کو دلچسپی کا سامان مہیّا کرنے کے علاوہ ہمارے اُردو کے ناول نگاروں کے لئے بھی خیال انگیز ہو سکتا ہے۔

تمام بنی نوعِ انسان کی فطرت یکساں ہے، جذبات یکساں ہیں، اس سے عناصرِ قدرت کا سلوک یکساں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بنی نوعِ انسان کے بیسیوں قسم کے مسائل ہر جگہ وہی ہیں پھر جذبات سے تعلق رکھنے والے مسائل تو بالخصوص تمام انسانوں میں مشترک ہیں۔ غم، خوشی، محبّت، نفرت، رحم، غصّہ کے جذبات ہر انسان میں موجود ہیں اور ان جذبات میں سے کوئی نہ کوئی جذبہ بعض اوقات ہر انسان کے لئے ایک مسئلہ

بن جاتا ہے۔ مارٹن گیئر کی بیوی برتراندوی رول کے ساتھ بھی یہی
ہؤا۔ اُسے اپنے شوہر سے بے پناہ محبت تھی۔ اب ظاہر ہے
کہ یہ ایک بڑا بلند جذبہ ہے مگر خود مارٹن کی کج خیالی کی وجہ
سے برتراند کا یہ بلند جذبہ ہی انجام کار اس کی بربادی کا سامان
بن گیا حقیقت یہ ہے کہ مارٹن گیئر اور برتراندوی رول کا واقعہ
اپنے اندر کئی سبق رکھتا ہے۔ مارٹن گیئر کا ٹیڑھا اندازِ فکر
رکھنے والے کئی لوگ ہمارے معاشرے میں بھی موجود ہیں اور
ہمارے یہاں کئی عورتیں بعض دوسرے زاویوں سے بدنصیب
برتراند کی ہم قسمت ہیں۔

مجھے اردو زبان سے طبعاً محبّت ہے اس لئے قدرتی
بات ہے کہ جو غیر ملکی زبانیں میں جانتا ہوں ان میں کوئی زیادہ
اچھی کتاب میرے مطالعہ میں آئے تو میرا دل چاہتا ہے وہ
اُردو میں منتقل ہو جائے تا کہ ایک طرف جو اُردو دان لوگ
اُس غیر ملکی زبان سے ناواقف ہوں وہ اس سے مستفید ہو
سکیں اور دوسری طرف اس سے اُردو ادب میں اضافہ ہو
چنانچہ میں نے انگریزی ناول دی وائف آف مارٹن گیئر پڑھا
تو مجھے بہت پسند آیا۔ اس پر میری خواہش ہوئی کہ میں کسی
ایسے ادیب کو اس کا ترجمہ اُردو میں کرنے کی تحریک کروں
جو نہ صرف اُردو، انگریزی پر کامل عبور رکھتا ہو بلکہ خود بھی
ایک اچھا افسانہ نگار ہو۔ اس سلسلہ میں بعض ادباء کے نام
بھی میرے ذہن میں آئے۔

مجھے خوشی ہے کہ میری تحریک پر محترم عبدالرشید تبسم
نے اس انگریزی ناول کا ترجمہ اُردو میں کر دیا۔ تبسم صاحب
ایک بلند پایہ شاعر، کامیاب مترجم اور بہترین افسانہ نگار
ہیں۔ آپ کے طبعزاد افسانوں کا ایک مجموعہ "دوست اور
دشمن" کے نام سے چھپ کر قبولیتِ عامہ کی سند حاصل کر
چکا ہے۔ میں نے یہ ترجمہ شروع سے لے کر آخر تک توجہ
سے پڑھا ہے اور بعض مقامات پر اصل انگریزی متن اور
ترجمے کا مقابلہ بھی کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ تبسم صاحب نے اس
ترجمے پر بڑی محنت کی ہے اور وہ اپنے ترجمے میں اصل متن کا
زور اور گرفت برقرار رکھنے میں قابلِ ستائش حد تک کامیاب رہے
ہیں۔ اس پر میں انہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اردو دان
حضرات اس کتاب کی قدر کریں گے اور اسے بڑے شوق سے پڑھیں گے۔ (حقیقت یا

شامی یونیورسٹی میں
حضرت چوہدری صاحب کا تاریخی خطاب

(محترم مولانا شیخ نور احمد صاحب منیر سابق مربّی شام)

۱۹۴۷ء میں چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے اقوامِ متحدہ میں
پاکستان کے وفد کی قیادت کرتے ہوئے مسئلۂ فلسطین کے سلسلہ میں عربوں
کے حقوق کی مدلل اور شاندار وکالت کی تو نمائندہ شام نے خواہش کی کہ
نیویارک سے واپسی پر آپ دو دن کے لئے دمشق بھی ٹھہریں۔ آپ نے
واپسی پر دمشق میں تین دن قیام کیا اور تینوں دن آپ بہت مصروف
رہے۔ نومبر ۱۹۴۷ء کے اختتام پر آپ نے الجامعۃ السوریہ شامی یونیورسٹی
کے ہال میں HOW WE CAN GET RID OFF THE
GRIP OF JEWS کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ تقریر کے
آغاز میں آپ نے بتایا کہ مجلس اقوامِ متحدہ میں فلسطین کا مسئلہ کن
مراحل میں سے گزرا راقم اس لیکچر میں موجود تھا۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہؤا
تھا۔ وکلاء، پروفیسرز، تجار کبار، اہلِ قلم و فکر و نظر اور طلباء نے
اس لیکچر کو سُنا۔ تقریر کا ترجمہ عربی زبان میں ایک مصری پروفیسر نے کیا
اس تقریر میں آپ نے اسرائیلی خطرات کو بھی بیان کیا اور کہا کہ آپ
اس امر کو ذہن میں رکھیں کہ اسرائیل کے لئے جغرافیائی حدود کے لحاظ
سے سمندر کھلا ہے امریکہ کے یہودیوں کی طرف سے جو بہت مالدار
ہیں اسرائیل کو ہر قسم کی امداد پہنچ سکتی ہے اور اسرائیل کی اقتصادی
حالت مضبوط ہوگی اور اس کی جنگی تیاریاں آپ کے اندازے سے
بھی بڑھ کر ہیں۔ عربوں کو متحد ہو کر اس ناسور کو نکالنا ہوگا اور
ختم کرنا ہوگا۔ ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی اخوان المسلمین کے لیڈر نے
اس موقع پر اچانک سٹیج پر آکر کہا "عربوں کا کوئی بچہ، جوان اور بوڑھا
سرظفر اللہ خاں کو فراموش نہیں کر سکتا"۔

آپ نے دورانِ تقریر اس امر کو سخت نامنصفانہ قرار دیا کہ امریکی حکومت
نے چھوٹی چھوٹی حکومتوں کے نمائندگان پر ناجائز دباؤ ڈال کر تقسیم فلسطین
کے حق میں فیصلہ کرا لیا ـــــ حکومتِ شام نے آپ کو اس نمایاں خدمت کے
پیشِ نظر اپنے ملک کا اعلیٰ ترین اعزاز "وسام اُمیۃ الوطنی" عطا کیا۔ اس
اعزازی نشان کے متعلق حکومتِ شام کا یہ طریق ہے کہ یہ صرف کسی حکومت کے
بادشاہ یا پریذیڈنٹ کو دیا جاتا ہے مگر چوہدری صاحب کو انکی اس عظیم الشان
خدمت کے پیشِ نظر یہ اعزاز دیا گیا اور اس طرح آپ نے پاکستان کی عزت کو چار چاند

تیسرا غیر مطبوعہ انٹرویو

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب

سے

جناب ثاقب زیروی اور دیگر احباب لاہور کا انٹرویو

جماعتِ احمدیہ لاہور کے بعض احباب نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی وفات سے چند سال قبل آپ سے ایک انٹرویو لیا۔ یہ انٹرویو تاریخ احمدیت لاہور کمیٹی نے لیا تھا جس کے چیئرمین جناب ثاقب زیروی اور اراکین میں مکرم راجہ غالب احمد صاحب اور مکرم مبارک محمود پانی پتی صاحب شامل تھے۔ یہ انٹرویو امیر جماعت لاہور محترم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب کی موجودگی میں لاہور میں لیا گیا۔ مکرم عبد المالک صاحب بھی اِس موقع پر موجود تھے۔

—— جناب ثاقب زیروی ملک کے کہنہ مشق صحافی ہیں اور تنہا نگار صحافت کی آخری نشانی ہیں طناز ادیب اور مشہور و معروف شاعر ہیں۔ آپ نے اپنی مخصوص صحافتی مہارت اور برجستگی سے حضرت چوہدری صاحب سے بہت سے اہم سوال پوچھے جنہوں نے اِس انٹرویو کو ایک یادگار بنا دیا۔ یہ انٹرویو پہلی بار شائع کرنے کی سعادت ادارہ "انصار اللہ" حاصل کر رہا ہے۔ ہم محترم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع لاہور کے ممنون ہیں کہ انہوں نے یہ انٹرویو اشاعت کے لئے ہمیں عطا کیا۔ اِس اِنٹرویو میں سے بعض حصے تکرار کی وجہ سے حذف کر دئے گئے ہیں کیونکہ وہ باتیں اِسی رسالہ میں دوسرے انٹرویوز میں موجود ہیں۔ (ایڈیٹر)

گفتگو کا آغاز جناب ثاقب زیروی صاحب نے کیا آپ نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب سے پہلا سوال یوں کیا :

براہِ کرم حضرت بانیٔ سِلسلہ سے اپنے تعلق کے واقعات ارشاد فرمائیے۔

● **حضرت چوھدری صاحب :** مَیں نے حضرت بانیٔ سِلسلہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور یہ مجھ پر احسان ہُوا تھا قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل حضرت مولوی نور الدین صاحب کا۔ آپ نے جولائی ۱۹۰۷ء میں میرے والد صاحب کو کارڈ لکھا۔ آپ بہت مختصر نویس تھے مختصر گو بھی تھے۔ "اب آپ اپنے بچّے کی بیعت کروا دیں"۔ مَیں تو پہلے دن سے جس دن مجھے حضرت بانیٔ سلسلہ کی زیارت نصیب ہوئی تھی، لاہور کے لیکچر کے دَوران، ۳؍ستمبر ۱۹۰۴ء کو، اس وقت سے آپ کو مسیح موعود سمجھتا تھا اور جب

اسی سال اکتوبر کے آخر میں میری والدہ صاحبہ اور پھر والد صاحب نے بیعت کی تھی اسی وقت سے مَیں سمجھتا تھا کہ مَیں احمدی ہوں اور میری بیعت ہے۔ لیکن حضرت مولوی نورالدین صاحب کے اس کارڈ سے مجھے یہ احساس ہؤا کہ میرا خود بیعت کرنا بھی لازم ہے۔ میرا خیال تھا کہ ستمبر کی چھٹیوں میں جب والد صاحب قادیان تشریف لے چلیں گے، مجھے بھی ساتھ لیجایا کرتے تھے، تو جب آپ فرمائیں گے، کارڈ تو ان کے نام تھا نا! ، تو مَیں بیعت کر لوں گا۔ چنانچہ ہم چلے گئے۔ ستمبر کا نصف آ گیا۔ والد صاحب نے کچھ کہا نہیں۔ ۱۶ ستمبر کو مَیں نے خود ہی ظہر کی نماز کے بعد، جب حضور خانہ خدا میں تشریف رکھتے تھے، عرض کیا کہ مَیں بیعت کرنی چاہتا ہوں۔ چنانچہ اِس طرح سے مَیں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مَیں اپنی والدہ صاحبہ کی بیعت کے وقت بھی موجود تھا اور والد صاحب کی بیعت کے وقت بھی موجود تھا۔

میری والدہ صاحبہ نے تو تین دفعہ خواب میں حضرت بانیٔ سِلسلہ کی زیارت کی تھی اور جب حضور سیالکوٹ تشریف لائے تو انہیں دیکھنے گئیں کہ آیا یہی وہ بزرگ ہیں جن کو مَیں نے خواب میں دیکھا تھا یا کوئی اَور ہیں اور آپ کو دیکھتے ہی میری والدہ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی اور کہا کہ حضور مَیں بیعت کرنا چاہتی ہوں۔ حضور نے فرمایا اچھی بات۔ مَیں جو الفاظ کہوں میرے ساتھ کہتی جاؤ۔

اس کے بعد مَیں نے دیکھا ہے اپنے سامنے، کہ قادیان میں اگر خصوصاً کوئی وجاہت والا شخص یا سرکاری عہدیدار بیعت کے لئے کہتا تو ہمیشہ تو نہیں لیکن بعض دفعہ آپ فرما دیا کرتے تھے کہ یہ بڑا اہم اور مشکل مرحلہ ہے آپ مزید سوچ لیں اور غور کر لیں لیکن یہاں ایک ایسی عورت تھیں جن کے خاوند کے متعلق حضور کو علم تھا کہ انہوں نے ابھی بیعت نہیں کی۔ انہوں نے کہا کہ مَیں بیعت کرنی چاہتی ہوں تو آپ نے کوئی پس و پیش نہ فرمایا مَیں سمجھتا ہوں کہ ایک رُوحانی تعلق جو خوابوں کے ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ نے قائم فرما دیا تھا پہلے سے موجود تھا۔ میری والدہ صاحبہ کی بیعت کے کوئی ایک ہفتہ بعد میرے والد صاحب نے بیعت کی اس وقت بھی مَیں موجود تھا۔ فجر کی نماز کے بعد حضرت میر حامد شاہ صاحب کے مکان پر جہاں سیالکوٹ میں حضور کا قیام تھا ہم گئے اور والد صاحب نے بیعت کر لی ——— !

جب مَیں نے خود بیعت کی تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ میرے ایک ہم مدرسہ تھے ہم جماعت تو ہم نہیں تھے۔ شاید وہ مجھ سے چند سال پیچھے تھے لیکن عمر میں مجھ سے بڑے تھے اور میرے ساتھ برادرانہ شفقت رکھتے تھے۔ مَیں بہت کمزور سا ہؤا کرتا تھا تو وہ ایک قِسم کی میری حفاظت بھی کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا ہؤا تھا کہ اگر تم نے بیعت کر لی تو میری تمہاری دوستی باقی نہیں رہے گی۔ مَیں نے بیعت کے فوراً بعد ڈاکخانہ میں جا کر ان صاحب کو ایک خط لکھ دیا کہ مَیں نے بیعت کر لی ہے اب میری تمہاری دوستی باقی نہیں رہی۔ تاہم چند سال کے بعد انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ تو سب سے پہلا واقعہ جو میری ذات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یہ تھا۔

لیکن درحقیقت حضرت بانیٔ سِلسلہ کی پہلی زیارت کا واقعہ میری زندگی کی اصل چیز ہے۔ جب حضرت بانیٔ سِلسلہ کا لیکچر لاہور میں ہونا تھا تو والد صاحب بھی لیکچر سُننے گئے اور مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ والد صاحب کے تعلقات جماعتِ احمدیہ کے افراد سے پہلے سے اچھے تھے۔ سیالکوٹ چھاؤنی کے خانۂ خدا کے مقدمہ میں مولوی مبارک علی صاحب کے ساتھ انہیں کام کرنے کا موقع ملا تھا۔ یہ مقدمہ والد صاحب نے لڑا تھا۔ اگرچہ وہ اس وقت احمدی تو نہیں تھے لیکن سیالکوٹ میں اَور کوئی احمدی وکیل اُس وقت موجود نہیں تھا۔ اس مقدمہ میں میرے والد صاحب کو جماعتِ احمدیہ کے سب عقائد کا مطالعہ کرنا پڑا تو فرمایا کرتے تھے کہ زیادہ تر تو اسی وقت میری طبیعت نے فیصلہ کر لیا کہ مَیں احمدی ہو جاؤں گو آخری فیصلہ کرنے کے لئے مَیں دعائیں کرتا رہا اور پھر بیعت کی۔ والد صاحب نے ایک بات اس مقدمہ کے متعلق بیان کی اور فرمایا کہ جس بات کا مجھ پر بہت اثر ہؤا وہ یہ تھا کہ مَیں نے دیکھا کہ شہادت دیتے ہوئے غیر احمدی گواہ جب کسی سوال کا صحیح جواب دیتے ہوئے یہ محسوس کرتے تھے کہ یہ جواب ان کے مقدمہ کو نقصان پہنچائے گا تو وہ فوراً جھوٹ بول دیتے تھے لیکن احمدی گواہ ایسا نہیں کرتے تھے وہ ہمیشہ سچ بولتے تھے چاہے ان کا صحیح جواب ان کی مخالفت ہی میں جاتا ہو۔ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اِس بات کا مجھ پر گہرا اثر پڑا کہ جس شخص کی تعلیم کا یہ نتیجہ ہے وہ شخص یقیناً سچا ہو گا۔

تو خیر! ہم لاہور پہنچے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹ کی جماعت کے امیر تھے وہ جاتے ہی ملے اور فوراً ہمیں اپنے ساتھ لے گئے اور ڈائس کے پاس سٹیج پر ہی والد صاحب کو بڑی عزت سے بٹھایا۔ اس وقت حضور تشریف لا چکے تھے۔ مَیں ٹانگیں نیچے لٹکا کر سٹیج پر بیٹھ گیا اور مَیں نے حضور کے چہرے پر ٹکٹکی باندھی ہوئی تھی۔ اس پہلی زیارت کے بعد مجھے کسی وقت بھی یہ خیال نہیں ہوا کہ آپ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں۔ یوں سمجھئے کہ اسی وقت سے مَیں نے یہ یقین کر لیا کہ یہ شخص صادق ہے۔ مَیں تقریر سنتا رہا۔ بعد میں وہ تقریر چھپ بھی گئی اور اُس میں بیان کردہ بعض الہامات بھی مجھے یاد رہے تھے۔ لیکن اس پہلی نگاہ کے بعد ہی سے مَیں پختہ طور پر احمدیت پر قائم ہوں۔ الحمد للہ۔

پھر یہ کوئی ذاتی واقعہ تو نہیں لیکن حضور کے وصال کے وقت مَیں لاہور میں تھا۔ پھر مَیں ساتھ ہی گیا اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کی جب بیعت ہوئی تو اس وقت مَیں باغ میں موجود تھا۔

● **ثاقب زیروی:** حضرت فضلِ عمر کی قبولیتِ دعا کا کوئی واقعہ بیان فرمائیں جس سے آپ کا براہِ راست تعلق ہو۔

● **حضرت چوہدری صاحب:** بڑے واقعات ہیں بہت واقعات ہیں۔ مثلاً سب سے پہلا تو یہی لے لیں کہ مَیں نے وکالت کا پیشہ اپنے والد صاحب کے جونیئر کے طور پر سیالکوٹ میں ان کی نگرانی میں شروع کیا۔ ان کے شاگرد کے ہی طور پر۔ اور کوئی بیس مہینے وہاں پریکٹس کرنے کے بعد مَیں لاہور آ گیا تھا۔ میری طبیعت قانون کی پریکٹس کے ہی تابع رہی اور مَیں انڈین کیسز کی اسسٹنٹ ایڈیٹری قبول کر کے نقلِ مکانی کر کے لاہور آ گیا۔ اگست کے آخر میں مَیں لاہور آیا اور نومبر میں جبکہ نہ ابھی مَیں نے چیف کورٹ کا مُنہ دیکھا نہ مَیں نے بار ایسوسی ایشن میں آنا جانا شروع کیا کہ مجھے حضرت فضلِ عمر کا ارشاد پہنچا کہ پٹنہ جاؤ اور وہاں ہائی کورٹ میں اپیل ہے اس کی پیروی کرو۔ تعمیلِ ارشاد میں مَیں چل پڑا اور مَیں بالکل خالی تھا یعنی مَیں یہ عرض کرتا ہوں کہ قانون کا علم مجھے تھا یا نہیں یہ تو دُور کی بات ہے مجھے تو اس وقت یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ ہائی کورٹ یا چیف کورٹ میں طرزِ خطاب کیا ہوتی ہے۔ مَیں دعائیں کرتا ہوا چلا گیا سید انعام الحق شاہ صاحب میرے ساتھ تھے۔ ہم ہفتہ کی شام کو وہاں پہنچے۔ اسٹیشن پر سیّد وزارت حسین شاہ صاحب مرحوم ہمیں ملے۔ وہ وکیل نہیں تھے زمیندار تھے اور کسی بڑی سٹیٹ کے مینیجر تھے لیکن اس مقدمہ کے دَوران پہلی عدالت میں بھی اور عدالتِ اپیل میں بھی شامل رہے تھے انہوں نے مقدمہ کی پوری تیاری کی ہوئی تھی۔ قانون کی کتابیں اور دیگر سب کتابیں جن کا تعلق تھا انہوں نے ڈاک بنگلہ کے اُس کمرہ میں جہاں میرے قیام کا انتظام کیا گیا تھا، جمع کی ہوئی تھیں۔ دوسرے دن اتوار کو سارا دن بیٹھ کر مَیں نے تیاری کی اور شام تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے مَیں پوری طرح تیار ہو چکا تھا۔ مَیں یقینی طور پر سمجھتا ہوں اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ حضرت فضلِ عمر کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ پھر اللہ نے مجھے توفیق دی کہ عدالت کے آخری مرحلے پر چیف جسٹس نے میری بڑی تعریف کی جو دوسرے دن اخباروں میں چھپ بھی گئی۔ مَیں تو اسی رات وہاں سے چل پڑا۔ جب مَیں واپس لاہور پہنچا تو مَیں نے یہاں بعد میں سُنا کہ لوگ کہتے تھے۔ کون ہے یہ۔ چوہدری ظفر اللہ خاں کون ہے یہ لاہور کی بار کا تو نہیں۔

یہ پہلا واقعہ ہے قبولیتِ دعا کا۔ یہ فوری طور پر شاید اِس لئے ذہن میں آ گیا ہے کہ یہ میرے پیشہ سے تعلق رکھتا ہے اَور بھی بہت سے واقعات ہیں۔ بڑے واقعات ہیں۔

پھر مدراس ہائی کورٹ میں ہمارا کیس پیش ہوا اس میں بھی یہی سوال تھا جیسے پٹنہ میں تھا کہ احمدی مسلمان ہیں یا نہیں۔ اس کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا۔ وہاں یہ کیس اس طرح پیش ہوا کہ مالابار کے علاقہ میں موپلا مسلمان قوم بستی ہے ان میں خاندان کی سربراہ عورت ہوتی ہے اور عورت ہی مرد کو بیاہ کر لاتی ہے۔ اس علاقہ میں ایک شخص احمدی ہو گیا۔ اسکی بیوی کے بھائیوں نے مدراس کے قاضی سے یہ فتویٰ لیا کہ یہ مُرتد ہو گیا ہے اِس لئے یہ نکاح فسخ ہو گیا ہے اور اسکے بعد اُس کا نکاح کسی اَور کے ساتھ کر دیا۔ اُس شخص نے بجائے اس کے کہ وہ مرکز میں جا کر مشورہ کرتا خود ہی ایک مقامی وکیل سے مشورہ کر کے نکاح پر نکاح کرنے کا فوجداری کیس دائر کر دیا۔ اگر وہ شخص مرکز سے مشورہ مانگتا اور مجھ سے پوچھا جاتا تو مَیں یہی عرض کرتا کہ دیوانی دعویٰ کرنا چاہیئے کہ

جماعتِ احمدیہ میں داخل ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ یہ کیس سیشن جج کے سامنے گیا جو براہمن تھا۔ اس کے سامنے حضرت مولوی شیر علی صاحب کا لکھا ہوُا ایک چھوٹا سا پمفلٹ پیش کیا گیا اس کا عنوان تھا "امتیاز مابین احمدیاں وغیر احمدیاں" اس کا انگریزی ترجمہ اور قاضیٔ مدراس کا فتویٰ عدالت میں پیش کیا گیا۔ عدالت نے یہ فیصلہ دیا کہ جو مواد پیش کیا گیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ احمدیوں کے عقائد غیر احمدیوں سے کتنے مختلف ہیں اس لئے یہ لوگ مسلمان تو نہیں رہے اس لئے مَیں یہ نکاح فسخ قرار دیتا ہوں۔ دوسرے اگر میری یہ رائے غلط بھی ہو تو چونکہ انہوں نے قاضی سے فتویٰ لیا ہے اور نیک نیتی سے اس فتویٰ پر عمل کیا ہے اِس لئے یہ جُرم نہیں۔ اس طرح انہیں بَری کر دیا گیا۔ اس پر ہمارے لوگوں نے مدراس کی حکومت کو درخواست دی کہ بریّت کے اس حکم کے خلاف اپیل کی جائے کیونکہ فوجداری مقدموں میں بریّت کے حکم کے خلاف اپیل صرف حکومت کر سکتی ہے کوئی فریق نہیں کر سکتا۔ حکومت نے کہا کہ اِس میں مذہبی سوال درپیش ہے اس لئے ہم مداخلت نہیں کرتے۔ اب ایک راستہ رہ گیا تھا کہ نگرانی کی درخواست دائر کی جائے۔ حضرت صاحب نے حکم دیا کہ نگرانی داخل کر دی جائے چنانچہ نگرانی داخل کر دی گئی۔ حضرت صاحب نے مجھے حکم دیا کہ تم جا کر پَیروی کرو۔ مَیں نے اس کی تیاری کی۔ اس میں جو یہ سوال تھا کہ احمدی مسلمان ہیں یا نہیں اس کی تیاری تو مَیں پٹنہ کیس میں کر چکا تھا اور اس کے بعد چار پانچ سال پریکٹس بھی کر چکا تھا لیکن جب مَیں نے تیاری شروع کی تو اس میں ایک ایسی روک نظر آئی جس کا اُس وقت دُور کرنا میری تو سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

بات یہ تھی کہ مدراس ہائی کورٹ کے سات ججوں کا فیصلہ تھا، یعنی فُل بنچ تو تین ججوں کو بھی کہہ دیا جاتا ہے پانچ کو بھی کہہ دیتے ہیں لیکن یہ عدالت کے سارے ن [illegible] ہیں لیکن سپیشل فل کورٹ کا فیصلہ تھا کہ ہم بریّت کے حکم کے خلاف نگرانی نہیں سُنیں گے۔ تو مَیں یہ سمجھتا تھا کہ جب مَیں کھڑا ہوں گا تو مخالف وکیل فوراً یہ اعتراض کر کے کہے گا کہ یہ درخواست تو قابلِ سماعت ہی نہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی احساس تھا کہ حضرت صاحب دعا کر رہے ہیں خیر عدالت کا وقت آیا ایک طرف ہم کھڑے تھے دوسری طرف ان کا وکیل تھا ان کا وکیل بھی بڑا قابل شخص تھا اس کا نام تھا سی مدہون نائر اور سر شنکرن نائر جو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن رہے تھے ان کا داماد تھا۔ اس وقت ہائی کورٹ میں گورنمنٹ پلیڈر تھا بعد میں گورنمنٹ کا ایڈووکیٹ جنرل ہوُا، ہائی کورٹ کا جج ہوُا اور پھر پریوی کونسل کا جج مقرر ہوُا۔

پبلک پراسیکیوٹر تھے مسٹر ایڈمس۔ دو جج تھے ان میں سے ایک برہمن تھا مالابار کا۔ اور مالابار میں جب کچھ عرصہ پہلے موپلوں کی گڑبڑ ہوئی تھی بہت سے ہندوؤں کو انہوں نے مارا تھا اس وقت ہماری جماعت کے بعض لوگوں نے اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر بعض ہندوؤں کو وہاں سے نکالا تھا۔ اس بات کا اس کو علم بھی تھا کچھ اس لحاظ سے بھی اس کی ہمدردی ہمارے ساتھ تھی سینئر جج انگریز تھا اس نے سرکاری وکیل سے سوال کیا کہ تمہارا موقف کیا ہے۔ اس نے کہا کہ غیر جانبدار رہنے کی ہدایت ہے۔ جج نے پوچھا ایک قانونی نکتہ بھی اِس میں ہے کہ اگر نیّت نیک ہو تو کیا پھر بھی فعل کو جُرم قرار دیا جا سکے گا۔ اس نے کہا کہ اس پر بھی مَیں غیر جانبدار رہوں گا۔ جج نے کہا پھر تمہاری یہاں موجودگی کی کیا ضرورت ہے گھر جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنی فائل اُٹھا کر رخصت ہو گیا۔

جج نے مجھے ہدایت کی کہ شروع کرو۔ مَیں کھڑا ہوُا۔ اندر سے میرا دل کانپ رہا تھا کہ ابھی مخالف وکیل اعتراض کر دے گا اور مَیں ناچار ہو کر بیٹھ جاؤں گا لیکن حیرانی کی بات ہوئی مخالف وکیل نے کچھ بھی نہ کہا۔ مَیں نے بحث کی اس نے جواب دیا۔ فاضل جج میری بحث سُنتے رہے حوصلہ افزائی بھی کرتے رہے۔ آخر میں انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اگر ہم قرار دیں کہ فیصلہ غلط ہے تو ہم بریّت کے حکم کے خلاف خود سزا دینے کا اختیار نہیں رکھتے ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ اس کی دوبارہ سماعت کی جائے کیا تم اس پر اصرار کرو گے کہ یہ مقدمہ دوبارہ چلایا جائے۔ مَیں نے کہا نہیں۔ ہمیں صرف اپنے حقوق کی حفاظت کرنی ہے وہ حفاظت ہمیں حاصل ہو جائے تو کسی کو سزا دلانا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ اور اگر یہ قرار دے دیا جائے کہ ہمارا موکل اس عورت کا ابھی تک خاوند ہے اور اس کی بیوی کی جو دوسری شادی کی گئی ہے وہ درست نہیں تو یہ ہمارے لئے کافی ہے۔ چنانچہ یہ فیصلہ جو ہمارے حق میں ہوُا یہ بھی حضرت فضلِ عمر کی دعاؤں کا غیر معمولی نتیجہ تھا۔

یہ واقعات کافی نہ ہوں تو ایک اَور واقعہ بھی سُنا دیتا ہوں۔

● ثاقب زیروی : جی ہاں! مقصد تو زیادہ سے زیادہ واقعات معلوم کرنا ہے۔

● حضرت چوہدری صاحب : حضرت بانیٔ سلسلہ کی جدّی جائیداد میں سے صرف تین گاؤں باقی رہ گئے تھے۔ قادیان کے علاوہ دو اَور گاؤں تھے ایک کا نام احمد آباد تھا جو حضرت بانیٔ سلسلہ کے نام پر تھا دوسرا قادر آباد تھا جو حضور کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر کے نام پر تھا۔ قانونی طور پر یہ اس گاؤں کے مالک نہیں بلکہ مالکِ اعلیٰ تھے اور مالکِ اعلیٰ کا یہ حق ہوتا تھا کہ جو معاملہ یا لگان حکومت کو دیا جاتا ہے اس میں کوئی فیصد شرح مقرر ہوتی ہے جو مالکِ اعلیٰ حاصل کر سکتا ہے۔ اس میں ایسی قانونی اُلجھن پیدا ہو گئی کہ ان دیہاتوں کی ملکیت خطرے میں پڑ گئی۔ مقدمہ کیا گیا مگر ابتدائی عدالتوں سے یہ مقدمہ ہمارے خلاف ہو گیا۔ یہ ۲۵ ایکڑ زمین تھی اور در اصل بعد میں یہ علاقے قادیان میں ہی مدغم ہو گئے تھے اور یہاں یہ ہمارے احمدیوں نے مکان وغیرہ بھی بنا لئے تھے۔ مخالفوں کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ اس کے قابض اور مالک ہیں۔ اب قانون یہ تھا کہ اگر ایسا سوال پیدا ہو تو واقعات کے مطابق سوال کا تصفیہ کیا جاتا تھا۔ دو واقعاتی سوال تھے دونوں پر ماتحت عدالتوں نے ہمارے خلاف فیصلہ دے دیا۔ اِس مرحلہ پر مجھے حضرت صاحب کی طرف سے حکم آیا کہ اس کی اپیل ہائی کورٹ میں کرنی ہے جو اُس وقت چیف کورٹ کہلاتی تھی۔ مَیں نے قانون کا جائزہ لیا اور عرض کیا کہ زیرِ تصفیہ دو واقعاتی سوال ہیں کوئی قانونی نکتہ زیرِ تصفیہ نہیں ہے تو واقعاتی سوال پر سیکنڈ اپیل نہیں ہو سکتی اور عدالتوں نے یہ نظیر قائم کی ہے کہ شہادت میں کسی بھی قسم کی پیش رفت کیوں نہ ہو جائے اپیل نہیں ہو سکتی۔ حضور نے فرمایا ہم نے اَور بھی دو تین وکیلوں سے مشورہ کیا ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں لیکن میاں شریف احمد صاحب نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ہم نے اپیل کی ہے اور یہ اپیل منظور ہو گئی ہے لہٰذا آپ اپیل دائر کر دیں۔ چنانچہ مَیں نے تعمیلِ ارشاد میں اپیل دائر کر دی۔ مَیں سمجھتا تھا کہ پہلی پیشی پر ہی یہ مقدمہ ختم ہو جائے گا۔

لیکن پھر وہی ہوا۔ مَیں دلائل دینے کے لئے کھڑا ہی ہوا تھا کہ جج نے میری طرف دیکھا اور کہا ADMITTED یعنی اپیل سماعت کے لئے منظور ہے۔

حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ یہ بہت بڑا رقبہ ہے اور جماعت کے بہت سے لوگوں کا مسئلہ اس میں شامل ہے اور ہم سب کو اس کی بڑی فکر ہے۔ ہمارے مخالفین اگر اس پر قابض ہو جائیں تو ہمارے لئے بڑی مشکلات پیدا ہوں گی۔ تو مجھے کہا گیا ہے کہ مسٹر بیٹمین یا سر محمد شفیع میں سے کسی زیادہ ماہر شخص کو وکیل کر لیا جائے لیکن میرا خیال ہے کہ جو بات اخلاص اور محبّت کر سکتی ہے محض لیاقت نہیں کر سکتی اِس لئے تم ہی اس کی پیروی کرو۔

(نوٹ : تحدیثِ نعمت ایڈیشن دوم ص۱۹۷ میں حضرت چوہدری صاحب نے درج کیا ہے کہ اِس مقدمہ کی پیروی کے وقت میری عمر ۲۵ سال سے بھی کم تھی۔ اِس طرح سے یہ لگ بھگ ۱۹۱۵ء کا وقت بنتا ہے۔ مرتّب)

تو اس کیس کی پیروی مَیں نے کی۔ مخالف میں جو وکیل تھا وہ اچھا قابل شخص تھا۔ اُس کی ضلع میں بھی پریکٹس تھی، ہائی کورٹ میں بھی پریکٹس تھی۔ ہندو تھا۔ لیکن اس نے یہ سوال ہی نہیں اُٹھایا کہ یہ تو دونوں واقعاتی سوال ہیں ان پر اس مرحلہ پر بحث ہی نہیں ہو سکتی۔ اِس طرح سے یہ کیس بھی ہم نے خدا کے فضل و رحم کے ساتھ جیت لیا۔

یہ بھی حضرت فضلِ عمر کی دعاؤں کی بدولت تھا ورنہ یہ کیس تو دائر کرنے کے بھی قابل نہ تھا ــــــ تو بہت واقعات ہیں ــــــ!

● ثاقب زیروی : صد سالہ احمدیہ جوبلی کے بارے میں حضرت فضلِ عمر نے آپ کو کوئی خاص ہدایت عطا فرمائی ہو؟

● حضرت چوہدری صاحب : مَیں جب خلافت جوبلی (۱۹۳۹ء) کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ مجھے پچیس سالہ خلافت جوبلی کے بارے میں تو شرح صدر نہیں لیکن چونکہ جماعت کے پچاس سال بھی پورے ہوتے ہیں اِسلئے میں اجازت دے دیتا ہوں لیکن جماعت کی صد سالہ جوبلی شان سے یا فرمایا بڑی شان سے منانا۔ اِس قسم کے الفاظ تھے۔

● ثاقب زیروی : آپ سے گذارش ہے کہ نوجوانوں کے لئے کوئی نصیحت بیان فرمائیں۔

● حضرت چوہدری صاحب : نوجوانوں کے لئے یہی نصیحت ہے کہ قرآن کریم پڑھیں۔ اس میں تدبّر کریں۔ فکر

کریں اور عمل کریں۔ میں ان دنوں قدرتِ ثانیہ کے مظہر اوّل حضرت مولوی نورالدین صاحب کے سوانح تیار کر رہا ہوں۔ ایک جگہ آپ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ قرآن پڑھو اور یہ سمجھو کہ سارا خطاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم پڑھو دیکھو کہ میں اس پر عمل کرتا ہوں یا نہیں کرتا جو "نہی" ہیں ان سے بچتا ہوں یا نہیں بچتا۔ آدم اور ابلیس کا قصہ پڑھو تو اپنے تئیں سوال کرو آیا میں آدم ہوں یا ابلیس ہوں۔ آپ نے یہی لفظ استعمال کیا ہے اور جو مشکل مقامات ہیں وہ سمجھ میں نہ آئیں تو ان کو نوٹ کرتے جاؤ دوسری بار اپنی بیوی بچوں کو شامل کرو اور ان کو سمجھاتے ہیں اور بتاتے ہیں اللہ کے فضل سے وہ اکثر مشکل مقامات خود ہی حل ہو جائیں گے تیسری بار خاص حلقۂ احباب کو شامل کرو اور چوتھی بار پھر عام لوگوں میں بیان کرو۔

● **ثاقب زیروی:** جزاکم اللہ
آپ نے کس سن میں گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور کب تک یہاں پڑھے۔

● **حضرت چوہدری صاحب:** میں گورنمنٹ کالج لاہور میں اپریل یا مئی ۱۹۰۷ء میں داخل ہؤا۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء میں جیسے میں بیان کر چکا ہوں میں نے بیعت کی۔ اپریل ۱۹۱۱ء تک میں گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتا رہا۔ پھر بی۔ اے کا امتحان وہاں سے پاس کیا اور ستمبر ۱۹۱۱ء میں انگلستان میں قانون کی تعلیم کے لئے چلا گیا۔

● **ثاقب زیروی:** بیعت کے بعد ظاہر ہے کہ آپ کا تعلق جماعت کے ساتھ بہت گہرا ہو گیا ہوگا۔ اس زمانہ میں لاہور کی جماعت کی کیا کیفیت تھی۔ کتنے احمدی تھے۔ نمازیں وغیرہ کہاں پڑھتے تھے۔ جماعت کا تنظیمی ڈھانچہ اس وقت کیا تھا۔

● **حضرت چوہدری صاحب:** جیسے میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں نے لاہور میں رہائش اختیار کی یہ اگست ۱۹۱۶ء کے آخر کی بات ہے۔ اور یہ بھی مجھے پوری طرح یاد ہے کہ میں جمعہ پر باقاعدگی سے جایا کرتا تھا۔ میں بازار جج محمد لطیف میں رہا کرتا تھا۔ دِلّی دروازے کے باہر حضرت میاں چراغ دین صاحب کے مکان میں نمازیں ہؤا کرتی تھیں وہاں میں جایا کرتا تھا۔

اس وقت جو شخصیتیں لاہور کی جماعت میں معروف تھیں ان میں حضرت میاں چراغ دین صاحب بڑے بزرگ تھے اور حضرت بانیٔ سلسلہ کے پُرانے رفقاء میں سے تھے۔ ایک حکیم محمد حسین قریشی صاحب تھے۔ سیّد دلاور شاہ صاحب سیکرٹری تبلیغ تھے لیکن یہ یاد نہیں کہ جماعت کا پریذیڈنٹ کون تھا۔

● **ثاقب زیروی:** ان دنوں جمعہ کی نماز کہاں ہوتی تھی۔

● **حضرت چوہدری صاحب:** جب خانۂ خدا تعمیر ہو گیا تو پھر تو وہیں ہؤا کرتی تھی لیکن اختلاف کے بعد ہماری نمازیں جیسا میں نے عرض کیا ہے میاں چراغ دین صاحب کے گھر پر ہؤا کرتی تھیں۔ وہاں کا بھی ایک واقعہ ہے میرے لئے بڑا مقام ہے اس کا۔ جماعت میں یہ تجویز پیش ہوئی کہ اپنی بیت الذکر بنائی جائے۔ اور بہت سا حصہ جماعت کا وہ تھا جو کہتے تھے کہ کہیں باہر فراخ جگہ پر زمین لے کر بیت الذکر بنائی جائے اور میاں چراغ دین صاحب اور ان کے افرادِ خاندان کی خواہش تھی کہ ان کے گھر کے قریب بنے۔ میاں چراغ دین صاحب کی بیٹھک میں نمازیں وغیرہ ہؤا کرتی تھیں۔ میٹنگز بھی ہوتی تھیں میاں چراغ دین صاحب کا یہ طریقہ تھا کہ وہ ہمیشہ جس تکیے پر بیٹھتے تھے مجھے ساتھ بٹھا لیتے تھے۔ جماعت میں نئی بیت الذکر کے بارے میں مشورہ ہؤا۔ جماعت کی آراء طلب کی گئیں تو کثرت اسی طرف تھی کہ باہر بنائی جائے تو میں نے میاں صاحب کی طرف دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی کہ جیسے جماعت کہتی ہے ویسے ہی ہوگا یعنی بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ آپ نے قبول کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کی پہلی خدمات ایسی بھائیں کہ ہزار کوشش ہوئی لیکن بیت الذکر وہیں بنی جہاں میاں چراغ دین چاہتے تھے۔

● **ثاقب زیروی:** حضرت فضلِ عمر لاہور میں پہلی دفعہ کب تشریف لائے؟

● **حضرت چوہدری صاحب:** لاہور میں پہلی دفعہ کب آئے؟ آنا تو کئی بار کا مجھے یاد ہے لیکن پہلی بار یاد نہیں۔

● **ثاقب زیروی:** قیام آپ ہی کے ہاں ہوتا تھا؟

● **حضرت چوہدری صاحب:** نہیں! شروع میں نہیں۔ جب میرا اپنا مکان مہیّا ہو گیا پھر آتے تھے۔ پہلے تو میں شہر کے اندر رہتا تھا۔

● **ثاقب زیروی:** لاہور میں آپ کے قیام کے دوران حضرت فضلِ عمر کا کوئی قابلِ ذکر واقعہ بیان فرمائیں؟

● **حضرت چوہدری صاحب:** ایک بار جب تجویز ہوئی کہ ملک غلام فرید صاحب کو بطور نائب امام انگلستان بھیجا جائے تو کسی نے ملک صاحب کی شکایت کی کہ وہ اور ان کے ہمجولی نامناسب قسم کے اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ اس کی تحقیق کرکے رپورٹ دو۔ مَیں نے عرض کیا حضور یہ کام اگر کسی اَور کے سپرد کر دیں تو بہتر ہوگا۔ فرمایا کیوں؟ مَیں نے کہا مجھے ان میں سے بعض کے متعلق بات کرنے میں قبض ہے۔ فرمایا دیکھو مَیں انسان ہوں میری طبیعت میں بھی کبھی کسی بات کے متعلق قبض ہوتا ہے لیکن سلسلہ کی مجبوریوں کی وجہ سے بات کرنی پڑتی ہے۔ تم بھی اس بات کو ذہن میں رکھو اور پوری دیانتداری سے اپنی رائے مجھ تک پہنچاؤ۔ تو اس کے بعد مَیں نے جو رپورٹ پیش کی وہ یہی تھی کہ مجھے تو ان کے خلاف کوئی بات نہیں مل سکی۔

● **ثاقب زیروی:** اس دوران کی کوئی خاص بات!

● **حضرت چوہدری صاحب:** میری خاص بات پوچھنے کا سوال ہی نہیں۔ میری ساری تربیت ہی آپ نے اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ مَیں نے جیسا کہ عرض کیا ہے مَیں نومبر کے شروع میں ۱۹۱۴ء میں انگلستان سے واپس وطن پہنچا اور لاہور سے مَیں سیدھا قادیان پہنچا تھا اور پھر سیالکوٹ گیا۔ اپریل ۱۹۱۵ء میں حضور نے مجھے طلب فرمایا کہ دلّی میں جلسہ قرار پایا ہے وہاں کے بارے میں مَیں نے یہ تجویز کیا ہے کہ تقریریں اردو، انگریزی اور عربی میں بھی ہوں اور جس زبان میں تقریریں ہوں اسی زبان میں سوال کئے جائیں اور جواب دیئے جائیں۔ انگریزی میں تمہاری تقریر ہوگی۔ تم NEED OF RELIGION پر تقریر کرو۔ عرض کیا نہ مجھے مذہب کا زیادہ علم ہے نہ مجھے پبلک میں تقریر کرنے کی مشق ہے۔ آپ نے فرمایا مَیں نوٹ لکھا دیتا ہوں ان کو پھیلا لینا اور تقریر کر لینا مَیں دعا کروں گا۔ مَیں نے اس طرح تقریر کی۔ اس کے بعد یہ طریق ہی ہو گیا کہ یا تو آپ از خود مجھے تقریر یا مضمون لکھواتے اور یا اگر مجھے ضرورت پڑتی تو مَیں عرض کر دیتا تھا اور نوٹ لکھوا لیتا۔

اسی طرح ۱۹۲۴ء میں انگلستان میں آپ کی تقریر تھی مذاہب کانفرنس میں۔ اس کے لئے آپ نے جو تقریر لکھی اس کا انگریزی ترجمہ مَیں نے ہی کیا تھا۔ اسی وقت وہ کتاب لکھی گئی تھی احمدیت دی ٹرو اسلام۔ جب دوسرے دن پروگرام کے لحاظ سے کانفرنس میں آپ کی تقریر پڑھی جانی تھی تو ایک دن پہلے شام کو آپ نے مجھے طلب فرمایا۔ ہمارے دوست شام کو جمع ہو کر قادیان کی یاد میں نظمیں بھی پڑھا کرتے تھے۔ خیر! ماسٹر محمد دین صاحب نے فرمایا کہ حضرت صاحب بلاتے ہیں۔ مَیں گیا۔ فرمایا کہ کل میرا جو پرچہ پڑھا جانا ہے تو اس کے بارے میں بعض لوگوں کا تو خیال ہے کہ مَیں خود پڑھوں۔ بعض اَور بھی نام ہیں۔ تم کو اس لئے بلایا ہے کہ تم سے بھی مشورہ کروں۔ مَیں نے عرض کیا میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ خود نہ پڑھیں کیونکہ آپ کو تلفظ وغیرہ کے سلسلہ میں مشق نہیں ہے اس لئے مجھے اس بارے میں تامل ہے کہ ایسا نہ ہو کہ لوگوں کو بات سمجھ نہ آئے اور ان کو بھی اور ہم کو بھی پریشانی ہو اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ کی جگہ کوئی اَور ہو اور اگر آپ میری رائے پوچھیں تو مَیں کہوں گا کہ مجھے پڑھنا چاہیئے مَیں نے اس کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ مَیں محسوس کرتا ہوں کہ اچھی طرح پڑھ سکوں گا۔

حضور نے فرمایا اچھی بات ہے لیکن پہلے امتحان ہوگا۔

وہ تین چار منزلہ وسیع مکان تھا جس میں حضور ٹھہرے ہوئے تھے آپ نے کچھ آدمی اُوپر اور کچھ نیچے بھیج دیئے اور کہا کہ دیکھو اس کی آواز صاف سُنائی دیتی ہے یا نہیں۔ اس کام میں کون کون سے احباب شامل تھے یہ مجھے معلوم نہیں شاید ماسٹر محمد دین صاحب بھی تھے۔ ان سُننے والوں میں سے ایک میاں شریف احمد صاحب بھی تھے۔ مجھے یاد ہے کہ انہوں نے کہا کہ اس کی آواز بھی اچھی ہے سُنا بھی پوری طرح جاتا تھا اور صاف سمجھ بھی آتی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے گلے میں کچھ خراش ہے۔ تو حضور نے فرمایا اچھی بات ہے یہ پڑھے گا ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو کہا کہ آپ اس کے گلے کا علاج کریں۔ انہوں نے ایک بڑی سی چیز پر ٹنکچر وغیرہ دوائی لگا کر میرے گلے کا علاج شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مَیں نے عرض کیا کہ اس علاج سے تو میری آواز جو ہے وہ بھی جاتی رہے گی۔

خیر وہاں گئے۔ جب مضمون پڑھنے کا وقت آیا تو جہاں

میں کھڑا تھا حضور ساتھ ہی تشریف فرما تھے۔ میں مضمون پڑھنے لگا تو میری طرف جھک کر بڑی شفقت سے فرمایا "گھبرانا نہیں! میں دعا کر رہا ہوں"! اللہ نے توفیق دی کہ بڑی عمدگی سے وہ ادا ہوگیا اور وہیں اس کا ثبوت مجھے مل گیا۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، پوری طرح، تِل دھرنے کو جگہ نہ تھی بلکہ سیڑھیوں پر بھی لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ میں جب مضمون پڑھنے کے دوران نظر اوپر اُٹھاتا تھا تو سامنے دُور ایک شخص مجھے کھڑا نظر آتا تھا۔ وہ سُوٹ کے اُوپر اوورکوٹ کی بجائے کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ داڑھی بھی تھی، قد لمبا تھا اس کا۔ جب مضمون ختم ہوا تو بالکل ایسے ہوا کہ جیسے کسی سمندر کا بند ٹوٹ جاتا ہے، لوگوں نے فوراً دھاوا کیا سٹیج کی طرف۔ لوگ حضور سے مصافحہ کرنے لگے۔ وہ شخص جس کو میں دیکھ رہا تھا وہ بھی آیا۔ اس کے آتے آتے سٹیج پر جگہ نہ رہی تھی۔ اُس نے مجھے دیکھا تو میری طرف چلا آیا کہ یہ پڑھنے والا تھا اِسی سے بات کر لیتے ہیں۔

مجھے اُونچی سے کہنے لگا:

I WAS STANDING WAY BACK

(میں بڑی دُور کھڑا تھا)

میں نے کہا: YES SIR I KNOW IT

(جی جناب میں جانتا ہوں)

اُس نے پھر بڑی اُونچی آواز میں کہا:

I AM HARD OF HEARING

(میں اُونچا سُنتا ہوں)

دراصل جو اُونچا سُنتے ہیں وہ بولتے بھی اسی طرح اُونچی آواز سے ہیں۔

خیر میں نے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

SORRY TO HEAR THAT

(مجھے یہ سُنکر افسوس ہوا ہے)

وہ بولا:

I HEARD EVERY WORD CLEARLY AND DISTINCTLY.

(میں نے ایک ایک لفظ صاف اور واضح طور پر سُنا)

میں نے کہا: THANK YOU SIR.

(آپ کا شکریہ جناب!)

وہ پھر بولا:

AND COULD AID SOLID EIGHTEENTH CENTURY ENGLISH. NO MODERN DAMN NONSENCE ABOUT IT.

(میں نے اٹھارہویں صدی کی بہترین زبان سُنی جس میں کوئی جدید فضول لفظ شامل نہیں تھا)

یہ سب حضرت صاحب کی دعا ہی کا نتیجہ تھا۔ تو آپ کی دعاؤں کی قبولیت کے واقعات تو بہت ہیں ــــــ!!

انگلینڈ میں اس قیام کے دوران حضور بہت کم کہیں آتے جاتے تھے اِس لئے کہ لوگ آتے تھے اور آپ کو ملتے تھے۔ عام طور پر یہ ہوتا تھا کہ ہفتہ اور اتوار کے روز جب لوگوں کو نسبتاً فراغت ہوتی تھی تو لوگ زیادہ تعداد میں آجاتے تھے اور پھر بعض اوقات یہ بھی ہوتا تھا کہ جو کچھ اس دن دوپہر کے کھانے پر پکا ہوتا تھا سب ان کو کھلا دیا جاتا تھا اور ہم لوگ ڈبل روٹی وغیرہ پر گذارہ کر لیتے تھے۔ یہ بڑی خوشی کا موقع تھا۔

ایک دن آپ نے کہا کہ کچھ وقت ہے کہیں سیر کو چلیں۔ ہائیڈ پارک قریب ہی تھا۔ چوہدری فتح محمد صاحب سیال بھی ساتھ تھے کسی نے کہا کہ چوہدری فتح محمد صاحب انگلستان میں اِتنا عرصہ گذار چکے ہیں لیکن ان کو یہاں کے رستوں وغیرہ کا کچھ علم نہیں۔ انہوں نے جواب دیا، نہیں! میں سب جانتا ہوں! حضرت صاحب نے فرمایا یہ تو کوئی بحث کی بات نہیں۔ آپ نے مجھ سے مشورہ کر کے فرمایا کہ ہمیں فلاں جگہ پر لے چلیں۔ چنانچہ امتحان شروع ہوگیا۔ ہم ان کی رہنمائی میں چل کھڑے ہوئے۔ ہائیڈ پارک سے باہر نکلے۔ ایک پُل کراس کیا۔ ایک اور چوک میں آگئے وہاں پر ایک سڑک سے ان کو مُڑنا چاہیئے تھا مگر چوہدری فتح محمد صاحب نے تھوڑا سا تامل کیا۔ میں نے اس مرحلہ پر حضرت صاحب سے دریافت کیا کہ اگر یہ غلطی کرنے لگیں تو ان کو بتانا ہے یا نہیں۔ فرمایا نہیں! بتانا بالکل نہیں! چنانچہ ہم آگے گئے۔ چوہدری صاحب نے درست طور پر موڑ مُڑ لیا اور اس مقررہ جگہ پر آرام سے پہنچ گئے۔

جب وہاں پہنچ گئے تو حضرت صاحب نے مجھے فرمایا "آپ نے کیوں کہا تھا؟" میں نے عرض کیا "جی! میں نے کیا

کہا تھا؟ میں نے تو یہی کہا تھا کہ غلطی کرنے لگیں تو بتانا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بتانا۔ تو میں نے بتایا تو کچھ نہیں ۔۔!!" حضور نے فرمایا ہاں کہا تو یہی تھا مگر یہ تو تمہاری وکیلانہ منطق ہے۔ تم نے یہ بات کہہ کر ان کے دل میں ڈال دیا کہ یہ غلطی کرنے لگے ہیں۔ یہ کہہ کر حضور مسکرا دیئے۔ میں بھی دبی سی ہنسی ہنس دیا۔

تو آپ مذاق کی باتیں بھی کر لیتے تھے۔ قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے بارے میں ایک بار ان کی تعلیم کے متعلق فرمایا کہ ایک تو خیال آتا ہے کہ ان کو دمشق یا بیروت بھیج دیں تاکہ عربی میں اچھی استعداد حاصل کر لیں اور چاہیں تو وہاں پر شادی بھی کر لیں۔ پھر خیال آتا ہے کہ شادی کے لحاظ سے تو ہمارے اپنے خاندان میں بڑی اچھی اچھی لڑکیاں ہیں۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا، حضور! تو یہاں بھی کر لیں وہاں بھی کر لیں۔ مثال تو موجود ہے۔ حضور میری بات کو فوراً سمجھ گئے کہ میں حضور ہی کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔

● ثاقب زیروی: حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ساتھ اپنے تعلق کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

● حضرت چوھدری صاحب: حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ساتھ میرا دوستانہ اس وقت سے ہی شروع ہو گیا تھا جب آپ حصولِ تعلیم کے لئے گورنمنٹ کالج لاہور میں تشریف لائے۔ اس کے بعد جب کبھی میں قادیان جاتا آپ ہی کے ہاں ٹھہرتا تھا پھر حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے ہاں بھی ٹھہرا کرتا تھا مگر ہمارے دوستانہ اور اعتماد میں کبھی فرق نہیں آیا۔ بڑے بلند اخلاق کے انسان تھے۔ بڑی مثالی زندگی تھی۔ کالج میں سارا وقت غیر احمدی طلباء بھی ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔

● ثاقب زیروی: اس زمانہ کا کوئی واقعہ یاد ہے آپ کو!

● حضرت چوھدری صاحب: کوئی خاص بات تو یاد نہیں۔ یہ یاد ہے کہ جب میں ان کے گھر جایا کرتا تھا تو حضرت بانئ سلسلہ کے پوتے پوتیوں میں سے صرف امۃ السلام ہی حضور کی زندگی میں پیدا ہوئی تھیں ان کو اپنی گود میں کھلایا کرتا تھا۔

● ثاقب زیروی: آپ لاہور کے امیر کب بنے؟

● حضرت چوھدری صاحب: یہ پورا یاد نہیں ہے لیکن غالباً ۱۹۱۸ء میں۔

● ثاقب زیروی: آپ کی امارت کا کوئی اہم واقعہ کسی خاص شخصیت کا کوئی ذکر؟

● حضرت چوھدری صاحب: انتخاب کے متعلق سُنا دیتا ہوں۔ حضور لاہور تشریف لائے ہوئے تھے اور ایمپرس روڈ پر احمدیہ ہوسٹل میں ٹھہرے۔ میرے والد صاحب اس وقت اپنی پریکٹس بند کر کے قادیان تشریف لے جا چکے تھے اور ناظر اعلیٰ تھے انجمن کے۔ اس کے علاوہ بہشتی مقبرہ کی نظارت بھی آپ کے پاس تھی۔ ساتھ ہی آپ نے حضرت بانئ سلسلہ کی کتب کے انڈیکس بھی بنانا شروع کر دیئے تھے۔ یہ بھی ساتھ ہی تشریف لائے ہوئے تھے۔ میرے ماموں چوہدری عبداللہ خان بھی آئے ہوئے تھے۔ لوگ شام کے وقت ملنے جاتے تھے۔ میں اُس دن جس دن کا یہ واقعہ ہے نہیں گیا تھا۔ وجہ شاید یہی ہوگی کہ میرا اُس دن کا کام ختم نہیں ہؤا ہوگا یا کوئی اور بات ہوگی۔ بہرحال جب یہ لوگ واپس آئے، تو میرے والد صاحب کی یہ عادت تھی کہ جب وہ کسی بات پر مجھ سے آزردہ ہوتے تھے تو مجھے "آپ" کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ مجھے کہا کہ "آپ آج نہیں گئے! لیکن حضرت صاحب نے آپ کے امیر ہونے کے بارے میں مشورہ کیا تھا۔"

نظامِ امارت شروع ہونے کے بعد پہلا امیر حضور نے حضرت مولوی فرزند علی صاحب کو فیروزپور کی جماعتِ احمدیہ کا بنایا تھا دوسرا امیر میں مقرر ہؤا۔

تو جب والد صاحب نے مجھے "آپ" کہہ کر مخاطب کیا تو میرے ماموں صاحب والد صاحب کی ناراضگی بھانپ گئے وہ فوراً میری دلداری کا خیال کر کے بیچ میں بول پڑے "لیکن حضرت صاحب نے تمہیں امیر مقرر کر دیا ہے"۔ حضرت والد صاحب بھی ساتھ ہی بولے "ہاں! لیکن آپ کے حق میں صرف ایک ووٹ آیا ہے"۔ تو پتہ چلا کہ حضرت صاحب نے احبابِ جماعت سے مشورہ کیا تو میرے حق میں صرف ایک رائے تھی۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ جماعت مجھے جانتی تک نہ تھی۔ جماعت میں اس وقت پرانے بزرگ رفقاءِ حضرت بانئ سلسلہ موجود تھے۔ ان میں حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی تھے۔ سید دلاور شاہ صاحب تھے۔

بابو عبدالحمید آڈیٹر تھے۔ سب بڑے نیک لوگ تھے اور پرانے رفقاء میں سے تھے لیکن حضرت صاحب نے مجھے مقرر فرمایا۔ بعد میں جب اور جگہوں پر بھی امیر مقرر ہونے شروع ہوئے تو حضور سے استصواب کیا گیا کہ امراء کے اختیارات کیا ہونے چاہئیں حضور نے فرمایا جو پہلے دو امیر مقرر ہوئے تھے ان دونوں کو مَیں نے ہدایات لکھ کر دی تھیں ان سے منگواؤ کہ مَیں نے کیا ہدایات دی تھیں محترم خان صاحب فرزند علی خان صاحب نے بعد میں فرمایا کہ ان کے خط پر تو حضور نے لکھا تھا کہ جو اختیارات خان صاحب نے لکھے ہیں اور جو یہ چاہتے ہیں وہی امیر کے اختیارات ہوں گے اور ظفر اللہ خان کو جو مَیں نے لکھ کر بھجوائے تھے وہ اختیارات ہوں گے۔

● ثاقب زیروی: وہ خط آپ کے پاس ہیں۔

● حضرت چوہدری صاحب: جی نہیں! وہ اب موجود نہیں! تقسیم کے وقت وہ چیزیں لُوٹی گئیں تھیں۔ اس میں قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل حضرت مولوی نورالدین صاحب کے بھی بعض قیمتی خطوط وغیرہ تھے وہ بھی لُوٹے گئے۔

● ثاقب زیروی: جماعتِ احمدیہ کا تنظیمی ڈھانچہ قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل حضرت مولوی نورالدین صاحب کے وقت کیا تھا؟

● حضرت چوہدری صاحب: تنظیمی ڈھانچہ؟ کیا مراد ہے آپ کی؟

● ثاقب زیروی: جس طرح اِس وقت جماعت انصار، خدام، لجنات، اطفال، ناصرات وغیرہ میں تقسیم ہے اُس وقت کیا صورت تھی؟

● حضرت چوہدری صاحب: نہیں نہیں یہ نہیں تھا اُس وقت۔ یہ ساری باتیں تو خلافتِ ثانیہ کے وقت آئی ہیں۔

● ثاقب زیروی: لاہور میں آپ نے احمدی نوجوانوں کی کوئی علیحدہ تنظیم بھی بنائی تھی؟

● حضرت چوہدری صاحب: ہم نے طالب علموں میں ایک انجمن بنائی تھی۔ ہم چند ہی احمدی طالب علم تھے۔ کوئی درجن بھر ہوں گے۔

● ثاقب زیروی: ایک روایت کے مطابق سر شہاب الدین، علامہ سر محمد اقبال اور سر میاں فضل حسین نے جماعتِ احمدیہ کے بانی یا بعد میں کسی امام جماعتِ احمدیہ کی بیعت کی تھی۔ کیا یہ بات درست ہے؟

● حضرت چوہدری صاحب: سر شہاب الدین نے بیعت کی تھی وہ اس کا اقرار بھی کیا کرتے تھے۔ ان کا ایک واقعہ بھی سُناتا ہوں۔ سر میاں فضل حسین نے یقیناً کبھی بیعت نہیں کی تھی لیکن وہ مخالف بھی نہیں تھے۔ ان کا بھی ایک واقعہ سُناؤں گا۔ ڈاکٹر اقبال نے جہاں تک میرا علم ہے بیعت نہیں کی۔ ان کے والد کے متعلق کہا جاتا ہے کہ شاید انہوں نے بیعت کی تھی۔ تاہم ان کے بڑے بھائی نے بیعت کی تھی۔

چوہدری سر شہاب الدین کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت فضلِ عمر لاہور تشریف لائے۔ آپ کا قیام تو احمدیہ ہوسٹل میں دیال سنگھ کالج کے قریب کوئی جگہ تھی، وہاں تھا۔ مَیں تو اس وقت شہر میں رہتا تھا چوہدری سر شہاب الدین کے مکان میں۔ چوہدری شہاب الدین صاحب نے مجھے کہا کہ مَیں نے حضرت صاحب سے ملنا ہے مجھے ٹائم لے دیں۔ مَیں نے وقت لے دیا۔ جب گئے اور چوہدری شہاب الدین صاحب کو بُلایا گیا تو مَیں نے خیال کیا کہ مَیں باہر ہی بیٹھا رہوں نہ معلوم انہوں نے کیا بات کرنی ہے چنانچہ مَیں نہ اُٹھا۔ چوہدری صاحب نے مجھے دیکھا تو کہا تم بھی ساتھ چلو مَیں نے کوئی راز کی بات تو کرنی نہیں چنانچہ مَیں بھی ساتھ چلا گیا۔ چوہدری شہاب الدین صاحب نے حضرت فضلِ عمر سے عرض کیا کہ آپ کو علم ہے یا نہیں مَیں نے بڑے مرزا صاحب کی بیعت کی تھی مَیں آپ کی بیعت کرنے کو بھی تیار ہوں بشرطیکہ آپ یہ سمجھ لیں کہ مَیں رُوحانی طور پر لُولا لنگڑا، اندھا اور اپاہج آدمی ہوں اور اگر آپ یہ وعدہ کریں کہ آپ مجھے گود میں اُٹھا کر بہشت میں داخل کرا دیں گے تو مَیں آپ کی بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا نہ میرا یہ دعوٰی ہے اور نہ مَیں سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص دیانتداری سے یہ دعوٰی کرسکتا ہے البتہ مَیں یہ کرسکتا ہوں کہ مَیں آپ کو بتاتا جاؤں کہ آپ یہ کریں اور یہ نہ کریں تو اگر آپ یہ سب کرتے جائیں تو بینائی بھی آجائے گی شنوائی بھی آجائے گی چلنا پھرنا بھی آجائے گا۔ ساری روحانی طاقتیں آجائیں گی اور آپ خود چل کر جنّت میں داخل ہوجائیں گے۔

لیکن چوہدری سر شہاب الدین کو شاید یہ سب کچھ منظور نہ تھا ویسے وہ خط وکتابت جاری رکھتے تھے۔ الیکشن وغیرہ میں ان سے رابطہ بھی قائم تھا۔ نکالے ہوئے نہیں تھے نکلے ہوئے تھے۔

سر میاں فضل حسین کے بارے میں یہ ہے کہ ایک دفعہ جب آپ پہلی بار ولایت سے تشریف لائے، بیرسٹری کر کے، تو ابھی انہوں نے پریکٹس شروع نہیں کی تھی کہ ان کے والد صاحب نے انہیں قادیان بھیجا۔ ان کے شہر بٹالہ میں بعض احمدی خاندانوں سے ان کے تعلقات تھے ان کو ساتھ لے کر یہ قادیان آئے میں اتفاق سے وہیں تھا۔ میں ان دنوں طالب علم تھا۔ خاصی دیر انکی ملاقات حضرت بانیٔ سلسلہ سے ہوئی۔ ایک بات مجھے یاد ہے۔ میاں صاحب نے کچھ پریشانی کا اظہار کیا کہ آریہ بہت بڑھتے چلے جا رہے ہیں ان کے بارے میں تشویش ہے۔ تو حضرت بانیٔ سلسلہ نے فرمایا "میاں صاحب ان لوگوں کی بنیاد رُوحانیت پر نہیں ہے اِس لئے یہ زیادہ عرصہ نہیں چلیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر دے یا فرمایا لمبی عمر دے آپ دیکھیں گے کہ یہ ختم ہو جائیں گے"۔

ایک یہ واقعہ یاد ہے۔ میاں صاحب کا لباس بھی یاد ہے سر پر ترکی ٹوپی تھی۔ اچھی صحت والے تھے۔

اور پھر ایک بار میں موجود نہیں تھا میاں صاحب حضرت بانیٔ سلسلہ سے اکیلے بھی ملے تھے۔ یہ حضور کا آخری سفرِ لاہور تھا۔ مئی ۱۹۰۸ء کی بات ہے۔

پھر رؤساء کی جو دعوت کی گئی تھی حضرت صاحب کی اجازت سے اور اس میں حضور نے خطاب بھی فرمایا تھا، اس میں بھی شامل ہوئے تھے۔

لیکن جو واقعہ میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ۱۹۳۴ء میں جب میں ولایت میں تھا اس وقت یہاں یہ بڑا شہرہ ہو رہا تھا کہ میاں صاحب کی جگہ پر آئندہ اپریل میں کونسا شخص ہو۔ میرے پاس چند علماء وفد لے کر آئے اور مجھے کہا کہ یہ کرو، یہ کرو اور احمدیوں کو آگے نہ آنے دو۔ میں نے کہا کہ تم کو کیا اعتراض ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ مسلمان کی جگہ ہے اور ظفر اللہ خاں مسلمان نہیں۔ میاں صاحب نے فرمایا اگر وہ مسلمان نہیں اور اُس نے مسلمان نہ ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں سے بڑھ کر تمہاری خدمت کی ہے تو تم کو اَور کیا چاہیئے۔ انہوں نے کہا نہیں پھر بھی ہم برداشت نہیں کر سکتے کہ یہ سیٹ جو مسلمانوں کی ہے اس پر غیر مسلم قبضہ کر لیں۔ میاں صاحب نے کہا آپ کیوں ان کو غیر مسلم سمجھتے ہیں۔ انہوں نے حضرت بانیٔ سلسلہ کے عقائد کے بارے میں بعض باتیں کہیں کہ وہ فلاں فلاں عقیدہ رکھتے ہیں۔

میاں صاحب نے کہا کہ میں زیادہ مسئلے مسائل نہیں سمجھتا ——— خود انہوں نے مجھے بعد میں بتایا کہ میرے پاس دُرِّثمین فارسی تھی میں اُٹھا اور دوسرے کمرے سے جا کر وہ کتاب اُٹھا لایا اور ان کو دی اور کہا کہ یہ لے جاؤ، اِس کا اچھی طرح مطالعہ کرو اگر اِس کتاب کے مصنف سے زیادہ کسی عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہیں پتہ ہو تو مجھے آکر بتانا۔

ان کے بڑے بیٹے نے بیعت کی آپ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ تو وہ احمدی تو نہیں تھے لیکن حضرت بانیٔ سلسلہ کو مُفتری نہیں سمجھتے تھے۔ مجھے انہوں نے اپنی جگہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں بڑا زور لگا کر رُکن بنوایا حالانکہ ملک فیروز خاں نون کو مجھ سے زیادہ تجربہ تھا۔ وہ صوبے میں وزیر بھی رہ چکے تھے اور ان کا بھائی میاں فضل حسین صاحب کا داماد بھی تھا۔ اَور بھی تھے میاں صاحب کے تعلقات والے احمد یار خاں، سکندر حیات وغیرہ۔

● ثاقب زیروی: علامہ اقبال کا جماعتِ احمدیہ کے متعلق منفی رویہ کس طرح شروع ہوا۔ ٹرننگ پوائنٹ کیا تھا؟

● حضرت چوہدری صاحب: میرا خیال ہے کہ جب احرار نے یہ شور مچانا شروع کیا کہ کشمیر کمیٹی کو اس کے صدر نے اپنی تبلیغ کا ذریعہ بنایا ہوا ہے اس سے یہ رَو شروع ہوئی ورنہ جب حضرت صاحب نے پہلی میٹنگ میں ہی یہ کہا تھا کہ مجھے صدر نہ بناؤ تو ڈاکٹر اقبال نے اصرار سے یہ کہا تھا کہ مرزا صاحب ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ان کو حقوق ملیں اور ہمارے کرنے سے تو کچھ ہونا نہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا جہاں تک انسانی حقوق کا تعلق ہے وہ تو ہمارا فرض ہے ہم کو یہ حقوق دلانے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ پھر آپ صدارت سنبھالیں۔ آپ کے پاس تنظیم ہے، افراد ہیں۔

اِس طرح سے اقبال نے اصرار کر کے آپ کو بنوایا پھر جب ایک سال مکمل ہو گیا تو حضرت صاحب نے کہا کہ اب کام اچھا ہو گیا ہے اب کسی اَور کو مقرر کیا جائے تو پھر اقبال نے اصرار کر کے آپ کو دوبارہ مقرر کروایا۔ اس وقت تک تو ان کی طرف سے کوئی مخالفت نہیں ہوئی اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان کا رویہ بدل گیا۔ یہ تو ہے ایک بات۔

دوسری بات یہ کہ ڈاکٹر اقبال اپنے ہمجولیوں سے بڑا اثر

قبول کرتے تھے۔ ان کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والوں میں ایک صاحب چوہدری محمد حسین پہاڑنگی تھے۔ جماعتِ احمدیہ کے مخالف تھے دوسرے رانا محمد احسن یا محمد حسن۔

ایک دفعہ جبکہ ابھی کشمیر کمیٹی نہیں بنی تھی تو حضرت صاحب لاہور تشریف لائے۔ پتہ چلا کہ ڈاکٹر اقبال بیمار رہیں ان کو کوئی سخت درد وغیرہ تھی۔ حضرت صاحب نے کہا چلو عیادت کے واسطے چلیں۔ ان کے کمرے میں گئے۔ ان کا گھر کا لباس بنیان اور تہمد ہی ہوتا تھا باہر جانے کے لئے سُوٹ وغیرہ پہنتے تھے۔ تو وہ اسی لباس میں تھے۔ ان کو بیماری کی تکلیف بہت تھی وہ ملاقات میں سارا وقت یہی کہتے رہے مرزا صاحب میرے لئے دعا کرنا، مرزا صاحب میرے لئے دعا کرنا، مرزا صاحب میرے لئے دعا کرنا۔ تو جو شخص کسی کو کافر سمجھتا ہو اس کو دعا کے لئے تو نہیں کہتا۔

● ثاقب زیروی: مولوی ظفر علی خاں سے بھی آپ کو کوئی تعلق رہا۔

● حضرت چوہدری صاحب: "مسلم آؤٹ لک" کے توہینِ عدالت کے کیس میں جب اجلاس دوپہر کے کھانے کے لئے برخاست ہؤا تو مولوی ظفر علی خاں پبلک میں بیٹھے تھے میرے دلائل ختم کرتے ہی آئے اور کہا "آج آپ نے اُن لوگوں کا مُنہ کالا کر دیا ہے جو کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں قابل وکیل نہیں ملتے۔"

● ثاقب زیروی: "ورتمان" رسالہ کے مضمون کے بارے میں حضرت فضل عمر نے ایک اشتہار لکھا تھا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرنے والے کیا اب بھی بیدار نہ ہوں گے؟" اس بارے میں جماعتِ احمدیہ لاہور کی مساعی کیا تھی؟

● حضرت چوہدری صاحب: اس میں جماعتِ احمدیہ لاہور کی مساعی یہی تھی کہ راتوں رات یہ اشتہار شہر کی دیواروں پر بڑے نمایاں طور پر لگا دیا گیا تھا۔

● ثاقب زیروی: کشمیر کمیٹی کے معاملات میں آپ کی خدمات کیا تھیں؟

● حضرت چوہدری صاحب: حضرت صاحب نے مجھے ایک دو اپیلیں بحث کرنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔ میں گیا تھا لیکن کشمیر کمیٹی کی سرگرمیوں سے میرا کوئی زیادہ تعلق نہیں تھا۔

● ثاقب زیروی: اور شُدھی تحریک ـــــ ؟

● حضرت چوہدری صاحب: شدھی تحریک میں مَیں نے بھی اپنا نام پیش کیا تھا۔ حضور نے فرمایا تمہارا نام میرے ذہن میں ہے اگر کوئی خاص ضرورت پڑی اور خاص کام پڑا تو مَیں تمہیں استعمال کروں گا۔

● ثاقب زیروی: ۱۹۵۳ء کے حالات میں جب ہنگامہ شروع ہؤا تو آپ بیرونِ ملک تھے۔ باہر کے لوگوں میں آپ کے ملنے جلنے والوں کا کیا تاثر تھا اس صورتِ حال کے بارے میں؟

● حضرت چوہدری صاحب: ان لوگوں کو ان باتوں سے دلچسپی نہیں ہوتی وہ سمجھتے ہیں کہ بعض لوگ متعصب ہوتے ہیں یہ مسلمان آپس میں لگے ہوئے ہیں لگے رہیں۔

● ثاقب زیروی: شاہ فیصل سے آپ کی کوئی خط وکتابت بھی ہوئی۔

● حضرت چوہدری صاحب: جب احمدیوں پر حج بند کیا گیا تو مَیں نے شاہ فیصل کو خط لکھا اس نے بڑے احترام سے جواب دیا ساتھ یہ کہا کہ مَیں نے آپ کا خط علماء کو دے دیا ہے انہوں نے جو جواب دیا ہے وہ مَیں آپ کو بھیج دیتا ہوں۔

● ثاقب زیروی: گول میز کانفرنس میں علامہ اقبال کے کردار کے بارے میں روشنی ڈالیں۔

● حضرت چوہدری صاحب: گول میز کانفرنس میں علامہ اقبال نے کوئی تقریر نہیں کی نہ دوسری میں اور نہ تیسری میں۔

● ثاقب زیروی: پنجاب اسمبلی میں ان کا کردار کیا تھا۔

● حضرت چوہدری صاحب: پنجاب اسمبلی میں بھی انہیں کوئی دلچسپی نہیں تھی اسمبلی کی باتوں میں۔ پنجاب اسمبلی کے بارے میں یہ بات ہے کہ اگرچہ سر میاں فضل حسین پنجاب کے وزیر نہیں تھے بلکہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر تھے لیکن عملاً اسمبلی میں نشستوں کی ترتیب وغیرہ وہی مقرر کرتے تھے۔ میری نشست انہوں نے مقرر کی تھی مولوی سر رحیم بخش اور سر محمد اقبال کے درمیان کہ تم ان دونوں کے بارے میں ذمہ داری لو کہ یہ وقت پر آئیں اور وقت پر جائیں۔ مولوی صاحب کے بارے میں تو کچھ کرنے کی ضرورت

نہیں تھی وہ سارا وقت تشریف رکھتے تھے صرف نماز پڑھنے کیلئے جاتے تھے پھر واپس آجاتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب اوّل تو آتے ہی دیر سے تھے۔ وہ تو کوئی ایسی بات نہ تھی کیونکہ شروع میں سوالات کا وقفہ وغیرہ ہوتا تھا مگر پھر جلدی اُٹھ کر چلے جاتے تھے ان کو بار بار روکنا پڑتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب رُک جائیں فلاں رائے شماری ہونے والی ہے تو آپ اکثر نہ رُکتے اور کہتے کیا ہو جائے گا میری ایک رائے سے کیا فرق پڑ جائے گا۔

دراصل وہ اپنے فلسفہ اور شاعری کے جس میدان میں پرواز کرتے تھے سیاست اس سے بہت نیچے تھی۔ عام سیاسی باتوں سے انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ بہت جلد اُکتا جاتے تھے ان باتوں سے۔ لیکن بعد میں قائد اعظم سے ان کی خط وکتابت بھی رہی سیاسی مسائل پر۔ تاہم کونسل کے کام میں ان کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔

● ثاقب زیروی: پنجاب کے وزیر اعظم سردار خضر حیات کو استعفیٰ دلانے کے لئے آپ نے کیا دلیل دی تھی؟

● حضرت چوہدری صاحب: میں نے جو خط انہیں لکھا اس میں میں نے دلیل یہ دی تھی کہ آپ اب تک یہ فرض کرتے رہے ہیں کہ پاکستان مرکزی سوال ہے اور جہاں تک لوکل حکومت کی تشکیل وغیرہ کا تعلق ہے اس میں اِس بات کا کوئی سوال نہیں۔ اب یہ جو تقریر کی ہے وزیر اعظم ایٹلی نے اس میں کہا ہے کہ مرکزی حکومت کو یا جہاں ضرورت ہوئی ہم صوبائی حکومت کو اختیار دے دیں گے۔ اب آپ کا موقف جائز نہیں رہا اور مسلمانوں کے مفاد کا تقاضا ہے کہ آپ حکومت سے استعفیٰ دے دیں۔ اور مسلم لیگ والے اگر حکومت بنا سکتے ہیں تو بنالیں۔ اس پر انہوں نے مجھے ٹیلی فون کیا کہ تمہاری چٹھی آئی ہے۔ مجھے تم سے اتفاق ہے زیادہ بات میں ٹیلیفون پر نہیں کر سکتا تم یہاں آجاؤ تو میں بات کروں گا۔

چنانچہ میں چلا گیا اور اس طرح سے سردار خضر حیات کی وزارت نے استعفیٰ دے دیا۔

جن کو خدمت کی سعادت ملی

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی تجہیز و تکفین کے بارہ میں جن احباب کو خصوصی خدمت انجام دینے کی سعادت ملی ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ جب حضرت چوہدری صاحب کا انتقال ہوا تو برف پہلی دفعہ مکرم مجیب الرحمٰن صاحب درد لے کر آئے اس کے بعد مکرم شیخ رحمت علی صاحب سابق قائد دہلی گیٹ لینے گئے اور پھر یہ سلسلہ متواتر جاری رہا۔

۲۔ پولو گراؤنڈ میں جہاں آپ کا جنازہ پڑھا گیا وہاں جماعت لاہور کے مخلص اور فدائی مکرم چوہدری عبداللہ خاں صاحب مالک چوہدری ٹریڈرز ہال روڈ لاہور (جو سالہا سال سے عیدین پر لاؤڈ سپیکر کا انتظام کرتے ہیں) نے حسب سابق لاؤڈ سپیکر کا انتظام اپنی ماہرانہ صلاحیت کے مطابق کیا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

۳۔ تمام قافلہ کی لاہور سے ربوہ تک کی ٹرانسپورٹ کے انچارج مکرم کرنل بشارت احمد صاحب تھے۔ ان کے ہمراہ مکرم محمد عیسیٰ درد صاحب اور مکرم منیر احمد صاحب جاوید تھے۔

۴۔ کفن کا مکمل سامان مکرم شیخ رحمت علی صاحب سابق صدر حلقہ دہلی گیٹ نے خریدا اور لے کر آئے۔

اللہ تعالیٰ اِن سب احباب کو جزائے خیر دے آمین۔

(مرسلہ: عبدالمالک لاہور)

شہرتِ عام اور بقائے دوام پانیوالا

اللہ تعالیٰ کا

محترم مسعود احمد خانصاحب دہلوی
سابق ایڈیٹر ماہنامہ انصار اللہ

تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کی دل موہ لینے والی زندہ تصویر، شرافت و نجابت، خلقِ حسن اور ہمدردی و سخاوت کا حسین پیکر۔ تقویٰ اللہ اور تعلق باللہ کے بحرِ بیکراں کا شناور۔ علوم ظاہری و باطنی سے حصہ پانے والا رجلِ رشید۔ شہرتِ عام اور بقائے دوام کے دربار میں بلند مقام پانے والا عبدِ منیب۔ غیر معمولی ذہانت و فطانت، دانش وری و نکتہ رسی اور فہم و فراست میں ممیز و ممتاز۔ پیچیدہ مسائل اور گتھیاں سلجھانے میں خصوصی مہارت کا حامل۔ حکمت و تدبّر اور علمی تبحر میں آپ اپنی مثال۔ محیر العقول حافظہ کی دولتِ بے پایاں سے مالا مال۔ قلم کا دھنی، مجلسی گفتگو اور فنِ خطابت میں طاق۔ قانونی اور آئینی امور میں حیران کن دسترس میں مشاق و شہرۂ آفاق۔ جملہ اسلامی ممالک اور مسلمانانِ عالم کا سچا ہمدرد و بہی خواہ اور عظیم محسن۔ اقوام متحدہ میں ان کے حقِ آزادی کا علمبردار اور ان کے مفادات کا بیباک و نڈر محافظ و ترجمان۔ براہینِ قاطعہ اور دلائل ساطعہ کے زور پر ہر میدان میں فتح پانے والا جری پہلوان۔ ہر حال میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والا مردِ ذی شان۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اعلیٰ ترین قومی اور بین الاقوامی مناصب پر فائز رہتے اور علو و ارتفاع کی منزلیں سر کرنے کے باوجود غایت درجہ خاکسار و منکسر المزاج انسان ــــــ

الغرض وہ ذی مرتبت و والا شان جو اپنے مخصوص انداز میں احسنِ تقویم کی ایک پہچان تھا ۹۰ سال تک انتہائی متحرک، فعال اور سرگرم رہنے اور اقوام و ملل کو فیض پہنچانے کے بعد یکم ستمبر ۱۹۸۵ء بروز اتوار اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت کر گیا اور اس طرح اپنے اس خالق و مالک کے حضور جا حاضر ہوا جس نے اُسے گوناگوں اوصافِ حمیدہ سے متصف کر کے عظیم کارنامے سرانجام دینے کیلئے دنیا میں بھیجا تھا۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں اس شخصیتِ گرامی کا نامِ نامی اور اسم گرامی ہے

ــــ **چوہدری محمد ظفر اللہ خان**

سب سے بڑی خوش نصیبی

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب کی سب سے بڑی خوش نصیبی اور سب سے اہم اور سب سے نمایاں شرف و امتیاز یہ ہے کہ آپ کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے قدسی صفات رفقاء میں شمولیت کے باعث حضرتِ اقدس کی تریاقی صحبت سے فیضیاب ہوتے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے چاروں مقدس خلفاء سے براہِ راست اکتساب فیض کرنے کے انمول مواقع میسّر آئے جنہوں نے آپکی غیر معمولی خداداد صلاحیتوں کے حق میں سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔

خلفاء سلسلہ کی ہدایت و راہنمائی میں چوہدری صاحب موصوف کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر کارہائے نمایاں سرانجام دینے کے علاوہ عظیم الشان دینی اور جماعتی خدمات بجالانے کی بھی سعادت ملی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو جماعت احمدیہ میں بھی محبّت و عقیدت اور تعظیم و تکریم کا ایک بہت ہی نمایاں اور ممتاز مقام حاصل تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ کیونکہ آپ نے اپنے پیچھے خدمت و فدائیت کا ایسا مہتم بالشان ریکارڈ چھوڑا ہے جو آنیوالی نسلوں کو بھی ہمیشہ زیرِ بارِ احسان رکھے گا اور خود بھی خدمت و فدائیت کے نئے ریکارڈ قائم کرنے میں ان کے لیے مہمیز کا کام دے گا۔

مہتم بالشان نشانِ صداقت

چوہدری صاحب موصوف خدمت و فدائیت کا ایسا مہتم بالشان ریکارڈ

قائم کرنے میں اس لیے کامیاب رہے کہ آپ نے اُس عہد کو نبھانے میں جو سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنے متبعین سے لیا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ وہ عہد جسے نبھانے کا ہر احمدی پابند ہے یہ ہے کہ " میں ہر حال میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا "۔ یوں تو ہر احمدی اپنے اُس عہد کو نبھانے کی مقدور بھر کوشش کرتا ہے لیکن چوہدری صاحب موصوف نے جن حالات میں اور پھر جس شان سے اسے کماحقہ نبھایا اُس کی بات ہی کچھ اور ہے۔

بالعموم دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر دنیا میں کسی کو کوئی خاص مرتبہ و مقام حاصل ہو جائے یا کسی نہ کسی ذریعہ سے مال و دولت کی فروانی میسر آجائے تو وہ اُسی قدر دینی فرائض سے غافل ہو جاتا ہے۔ وہ اگر دنیوی مکروہات میں نہ بھی پھنسے تو بھی اس میں دین اور اس کے تقاضوں سے ایک گونہ بے رخی اور بے رغبتی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ برخلاف اس کے چوہدری صاحب موصوف اپنی زندگی میں جوں جوں ترقیات کی منزلیں طے کرتے چلے گئے اور شہرت و ناموری آپ کے قدم چومتی چلی گئی اور بالخصوص اقوام متحدہ میں عربوں کے مفادات کی حفاظت اور مسئلہ فلسطین اور مسئلہ کشمیر کے ضمن میں بڑی طاقتوں اور بھارت کی ہٹ دھرمی اور ظلم و زیادتی کو آشکار کرنے میں آپکی ماہرانہ وکالت اور نہایت مدلّل و موثر اور پر جوش خطابت پر دنیا میں واہ واہ کا غلغلہ بلند ہوا اور اسلامی دنیا اور برصغیر کے گھر گھر میں آپ کا نام گونجا اور ہر طرف آپ کے نام کا ڈنکا بجا اور اس کے ساتھ ہی آپکی بے لوث خدمات جلیلہ کے اعتراف کے طور پر اردن، شام، لیبیا، تیونس اور مراکش کے اعلیٰ ترین سول اعزازات آپکی خدمت میں پیش ہونے لگے۔ آپکا سر محبت الٰہی اور انابت الی اللہ کے زیر اثر اپنے ربّ جلیل کی بارگاہ میں اور زیادہ جھکتا چلا گیا حتیٰ کہ تحدیثِ نعمت کا حق آپ نے اس شان سے ادا کیا کہ آپ مجسم شکر بن گئے۔ آپ سے ملنے اور آپ کو قریب سے دیکھنے والے لاکھوں انسان اس بات کے گواہ ہیں کہ خلوت و جلوت میں آپکے ہونٹ مالکِ حقیقی کی ستائش میں ہمہ وقت جنبش کر رہے ہوتے تھے۔ خدا تعالیٰ آپ کو دنیا میں سرفرازی عطا کرتا چلا گیا اور آپ اُسی قدر خاص تعہد کے ساتھ انابت الی اللہ اور خاکساری میں روز افزوں ترقی کرتے چلے گئے۔ یہ معجزانہ اثر تھا سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی قوت قدسیہ اور تریاقی صحبت کا اور خلفاء سلسلہ سے کامل وابستگی اور ان کی اطاعت گزاری کا۔ حضرت اقدس کا ایک منظوم ارشاد ہے

سه جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

حضرت چوہدری صاحب نے خداداد سرفرازی میں خاکساری اور تذلل و نیستی کا چولہ پہن کر خدا تعالیٰ کی جناب میں حسبِ استطاعت عاجزی اختیار کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آخر محبت الٰہی کا یہ جذبہ رنگ لایا اور وہ اس طرح کہ آپ اُس یارِ ازل کو پانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ اُس کے اور وہ ان کا ہو گیا اور اس کے ثبوت کے طور پر وہ یارِ ازل آپکو ترقی پر ترقی دینا اور سرفرازی پر سرفرازی عطا کرتا چلا گیا۔ وہ تمام بشارتیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے درخشندہ مستقبل کے بارہ میں آپکی قدسی صفات والدہ ماجدہ کو دی تھیں وہ سب حسبِ وعدہ الٰہی ایک ایک کر کے پوری ہوتی چلی گئیں۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو چوہدری صاحب موصوف کا وجود اور آپ کی پوری زندگی ایک مہتم بالشان نشان کی حیثیت رکھتی ہے۔

ذاتی مشاہدات کی ایک جھلک

حضرت چوہدری صاحب موصوف جب ۱۹۳۵ء میں وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن مقرر ہوئے اور آپ نے مستقل طور پر نئی دہلی میں سکونت اختیار کی تو خاکسار کو اپنی طالبعلمی کے زمانہ سے ہی آپ کو قریب سے دیکھنے، آپ کی انگریزی اور اردو تقاریر سننے اور جماعتی اجلاسوں اور احمدی احباب کی بعض نجی تقاریب میں آپ کے ارشادات سے مستفیض ہونے کے مواقع بکثرت میسر آئے۔ بعد ازاں جب خاکسار تعلیم مکمل ہونے پر زندگی وقف کر کے پہلے قادیان پھر لاہور اور پھر ربوہ آیا اور الفضل سے منسلک ہوا تو گاہے گاہے آپکی تقاریر کی خبریں مرتب کرنے اور بعض مواقع پر آپ سے علیحدگی میں ملاقات کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس تمام عرصہ میں آپ کے جن بلند پایہ اوصاف سے خاکسار از حد متاثر ہوا اور آپ کی جن محیّر العقول خداداد صلاحیتوں کا اظہار خاکسار کے مشاہدہ میں آیا ان کی ایک جھلک ہی سطور ذیل میں پیش کرنا فی الوقت خاکسار کے مدّنظر ہے۔ محترم چوہدری صاحب موصوف کے اخلاق عالیہ اوصافِ حمیدہ قومی و ملّی اور جماعتی خدمات اور کارناموں پر ایک مختصر مضمون میں کماحقہ روشنی ڈالنا میں کیا کسی کیلئے بھی ممکن نہیں ہے۔ ہر کوئی اپنے تجربہ اور مشاہدے اور بساط کے مطابق انکی ایک جھلک ہی پیش کر سکتا ہے۔ میں بھی خراج عقیدت کے طور پر بساط بھر کوشش کی جسارت کر رہا ہوں ــــ خاکسار کی اس ادنیٰ سی کاوش سے بھی چوہدری صاحب ایسے نابغۂ روزگار وجود کی عظمت و شان اور آپ پر خدا تعالیٰ کے بے پایاں لطف و احسان کا اندازہ لگانے میں شاید کسی قدر مدد مل سکے۔

محبت الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ

حضرت چوہدری صاحب کی ذاتِ والاصفات میں محبتِ الٰہی اور

اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر دو جذبے اپنے کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ محبتِ الٰہی کے جذبہ کا ذکر سطور بالا میں "مہتم بالشان نشانِ صداقت" کے ذیلی عنوان کے تحت آچکا ہے۔ جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ آپ کے عشق کا تعلق ہے میں فی الوقت ایک عیراز جماعت دانشور کے تاثرات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

اپنے قیامِ دہلی کے دوران عیدین کی نمازیں بالعموم چوہدری صاحب موصوف ہی پڑھایا کرتے تھے۔ ہر بار بہت پُر معارف خطبہ ارشاد فرماتے اس سے عید کی تقریب کا لطف دوبالا ہو جاتا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے غالباً ۳۹-۱۹۳۸ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ کے موضوع پر سلسلہ وار تین بہت معرکہ آرا تقاریر کیں۔ ان تقاریر کا شہر کے علمی حلقوں میں بہت شہرہ ہوا۔ لوگ آپکی تقریر سے مستفیض ہونے کیلئے کھنچے چلے آتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے تذکارِ مقدسہ سے اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے۔

ان جلسوں کا اہتمام اینگلو عربک کالج کے وسیع و عریض ہال میں کیا جاتا تھا۔ ان میں سے ایک جلسہ کی صدارت سر راما سوامی مڈالیار نے کی۔ دوسرے جلسہ میں صدارت کے فرائض سر محمد یامین نے انجام دیئے۔ تیسرے جلسہ کے صدر ڈاکٹر ذاکر حسین تھے جو بعد میں بھارت کے صدر بنے۔ ان میں سر ضیاءالدین سر سید رضا علی اور بہت سے دیگر عمائدین بھی ذوق و شوق سے شریک ہوتے رہے۔

میں اس زمانہ میں کالج میں پڑھتا تھا۔ میرے کالج کے ایک پروفیسر جو سیرت النبیؐ کے موضوع پر چوہدری صاحب کی ایک تقریر سن چکے تھے ایک روز مجھ سے کہنے لگے کہ آئندہ جب چوہدری صاحب کی تقریر ہو تو میں چاہتا ہوں کہ تم سٹیج سے نیچے ہال کی پہلی قطار میں میرے لیئے نشست کا انتظام کراؤ اور وہ نشست ہو بھی اُس جگہ کے عین سامنے جہاں کھڑے ہو کر چوہدری صاحب تقریر کریں۔ اِس کی وجہ میں تقریر سننے کے بعد بتاؤں گا۔ جب اگلا جلسہ منعقد ہوا میں نے پروفیسر صاحب کی خواہش کے مطابق ان کے لیے نشست کا انتظام کرا دیا۔ تقریر مسلسل تین گھنٹے تک جاری رہی۔ سامعین ہمہ تن گوش بنے تقریر سنتے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے اذکارِ مقدس پر سر دُھنتے رہے۔ تقریر کیا تھی نور کا ایک سیلِ رواں تھا جو آگے ہی آگے بڑھ رہا اور قلوب و اذہان کو سیراب کر رہا تھا اور انہیں دھو دھو کر منوّر کر رہا تھا۔

اگلے روز میں کالج میں پروفیسر صاحب مذکور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تقریر کا سحر ان پر ہنوز طاری تھا۔ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے لو میں تمہیں بتاتا ہوں میں نے سب سے اگلی قطار میں ایک مخصوص نشست کا اہتمام کرنے کیلئے کیوں کہا تھا۔ دراصل بات یہ ہے میں چوہدری صاحب کی پہلی تقریر سے ہی بہت متاثر ہوا تھا لیکن میں ہال میں دور بیٹھا ہوا تھا۔ میرے دل میں خیال گزرا چوہدری صاحب بہت بلند پایہ وکیل اور سحر طراز خطیب ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ وکالت اور خطابت کے زور پر اپنی تقریر کو پُراثر بنانے کے فن کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور دکھاوے کے طور پر ظاہر کر رہے ہیں کہ احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے سرشار ہیں۔ میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ میں اگلی تقریر میں چوہدری صاحب کے قریب بیٹھ کر اور تقریر کے ساتھ ساتھ انکی دلی کیفیت کا اندازہ لگا کر اصل حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ سو واقعی میں اس دفعہ قریب بیٹھ کر تقریر کے دوران چوہدری صاحب کے چہرے کا گہری نظر سے مطالعہ کر کے انکی دلی کیفیت کا اندازہ لگاتا رہا۔ میں قریبی اور گہرے مشاہدے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ شخص تصنع اور بناوٹ سے بالکل پاک ہے اور جو کچھ کہہ رہا ہے دل سے کہہ رہا ہے۔ اس کی زبان واقعی اس کے دل کی ترجمان ہے۔ اس کے رگ و ریشہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق رچا ہوا ہے اور اس کے زیر اثر ہی یہ اپنے محبوب کے حسن و جمال کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ چوہدری صاحب موصوف کا دلکش وجود ایک دل موہ لینے والے خوش رنگ گلاب کی طرح تھا جس میں سے محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھینی بھینی خوشبو پھیل پھیل کر ہم نشینوں کے مشامِ جاں کو معطر کر رہی ہوتی تھی اور ہر کوئی یہ محسوس کیے بغیر نہ رہتا تھا کہ ؎

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد

غیر معمولی ذہنِ رسا اور خطابت کا مثالی جوہر

قائدِاعظم نے بجا فرمایا تھا — " ظفر اللہ خان کا دماغ خداوندِ کریم کا زبردست انعام ہے" (ہفت روزہ "مسلم آواز" کراچی جون ۱۹۵۲ء) اور پاکستان ٹائمز کے اداریہ نویس کا یہ قول سولہ آنے درست ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خان کی مسلمہ لیاقت کو چار چاند لگانے والی دو چیزیں تھیں ایک انکی مثالی یادداشت اور دوسرے غیر معمولی ذہنی صلاحیت کی مدد سے پیچیدہ مسائل کی تہہ تک براہ راست اور فوری رسائی کی اہلیت (پاکستان ٹائمز ۱۳ ستمبر ۸۵ء)
اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے چوہدری صاحب موصوف کو ایک اور ملکہ بھی عطا

کیا تھا اور وہ تھا انگریزی زبان میں خطابت کا منفرد انداز۔ اس عطائے خداوندی کے ذریعہ آپکی غیر معمولی ذہنی اور فکری صلاحیتوں کا اس رنگ میں اظہار ہوا کہ دنیا ورطۂ حیرت میں پڑے بغیر نہ رہی اور اقوامِ عالم کو آپکی اصابتِ رائے، قوتِ استدلال اور اس کے منفرد پیرایۂ اظہار کا لوہا ماننا پڑا۔

چوہدری صاحب موصوف نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں مسئلہ فلسطین، مسئلہ کشمیر اور شمالی افریقہ کے عرب ممالک کی آزادی سے متعلق پیچیدہ مسائل کی گتھیوں کو حل کرنے میں اپنے خداداد فنِ خطابت سے عجب منفرد انداز میں فائدہ اٹھایا۔ پھر آپ نے بھارتی مندوب کرشنا مینن اور دنیا کے دوسرے نامور مقررین کے ساتھ معرکہ آرا جھڑپوں کے دوران فنِ خطابت میں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا جس طرح سکہ بٹھایا اسکی وجہ سے بحیثیت ایک منفرد خطیب کے آپکی شہرت اطراف وجوانب عالم میں پھیلتی چلی گئی۔ اور دنیا بھر کے اخباروں میں تقاریر کے دوران آپکی خطابت کے منفرد انداز کو آشکار کرنے والے فوٹو بکثرت شائع ہوئے اور سال ہا سال تک شائع ہوتے رہے۔

چوہدری صاحب موصوف کا قلوب و اذہان کو قائل کرنے اور مدِّ مقابل کو اپنی قوتِ استدلال اور زورِ بیان سے عاجز و لاچار کرنے والا یہ اندازِ خطابت جماعت احمدیہ کے افراد کیلئے بھی ایک نئی بات تھی۔ اس لیے کہ جماعت میں آپ اکثر وبیشتر جو تقاریر کیا کرتے تھے ان کا انداز موثر اور دلپذیر ہونے کے باوجود اقوام متحدہ کی تقاریر سے یکسر مختلف ہوا کرتا تھا۔ جماعت میں آپ اکثر تربیتی موضوعات پر تقاریر فرماتے تھے ان تقاریر میں پُرزور و پُرجوش اندازِ بیان سے زیادہ نرم گفتاری، سوز و گداز اور عجز و انکسار کی جھلک نمایاں ہوتی تھی۔ میں بچپن ہی سے دہلی، قادیان، لاہور اور ربوہ میں چوہدری صاحب موصوف کی اردو اور انگریزی تقاریر سنتا چلا آرہا تھا۔ جب اقوامِ متحدہ میں کی جانے والی آپ کی ولولہ انگیز اور تہلکہ خیز تقاریر کا دنیا بھر میں غلغلہ بلند ہوا تو میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ چوہدری صاحب موصوف کبھی یہاں (یعنی ربوہ میں) بھی کسی تقریر کے دوران اسی جوش، ولولہ اور زورِ بیان کا مظاہرہ کریں جس کا مظاہرہ اقوامِ متحدہ میں کر کے آپ نے ساری دنیا میں ایک شور برپا کر دکھایا ہے۔

ایک معرکہ آراء تقریر

میری یہ خواہش ۱۹۵۹ء کے اوائل میں پوری ہوئی۔ چوہدری صاحب موصوف ان دنوں ہیگ کی عالمی عدالت میں نائب صدر کے عہدہ پر فائز تھے اور رخصت گزارنے ربوہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ تعلیم الاسلام کالج یونین کی طرف سے چوہدری صاحب موصوف کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ آپ طلباء کالج سے انگریزی میں خطاب فرمائیں جسے آپ نے ازراہ شفقت منظور فرمایا۔ چنانچہ آپ نے ۲۲ جنوری ۱۹۵۹ء کو "MAN IS A UNIVERSE IN HIMSELF" کے موضوع پر طلباء سے خطاب کیا۔ تعلیم الاسلام کالج کا ہال طلباء اور ربوہ کے اہلِ علم اصحاب سے اس طرح کھچا کھچ بھرا ہوا تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔

کرسئ صدارت پر کالج یونین کے نائب صدر محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب کے بیٹھنے کے بعد تلاوت قرآن مجید سے کارروائی کا آغاز ہوا۔ بعدہٗ چوہدری صاحب موصوف نے انگریزی میں تقریر شروع کی۔ سیدنا حضرت اقدس بانئ سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب "توضیح مرام" میں یہ رقم فرما کر کہ انسان اپنی ذات میں عالم صغیر کی حیثیت رکھتا ہے اس موضوع پر بہت لطیف پیرائے میں روشنی ڈالی ہے۔ چوہدری صاحب موصوف نے حضور اقدس کے ارشادات سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے پہلے کائناتِ ارضی و سماوی میں پوشیدہ طاقتوں، ایک نہایت ہی محکم و ابلغ نظام کے تحت ان طاقتوں کی کارفرمائی اور اس کے نتیجہ میں رونما ہونے والے تغیرات کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ انسانی صلاحیتوں، ان کے نشو و ارتقاء اور انسان کے لیے مادی و روحانی ترقیات کے بیحد وسیع امکانات کو بہت ہی پرمعارف انداز میں ذہن نشین کرایا۔ آپ نے اُن ذرائع پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی جن کی مدد سے ہر شخص قدرت کی ودیعت کردہ صلاحیتوں کو نہایت متوازن طریق پر اس طور سے بروئے کار لا سکتا ہے کہ درمیانی ناکامیوں میں مایوسی اسکے قریب نہ پھٹک سکے اور حالات کی نامساعدت یا راہ میں پیش آنے والی مشکلات اس کے لیے سدِّ راہ نہ بن سکیں اور وہ ہر آن ترقی کی طرف قدم بڑھاتا اور اپنے شخصی جوہر کو اجاگر کرتا چلا جائے حتیٰ کہ ایسا کمال حاصل کرلے کہ اس کا وجود دوسروں کیلئے سراسر خیر اور بھلائی کے سوا کچھ نہ ہو۔ اس ضمن میں آپ نے جذبۂ عمل کو ہر آن بیدار رکھنے، مشکلات کو ترقی کا زینہ سمجھنے، کسی حال میں بھی ہمت نہ ہارنے، مسلسل جدوجہد کو اپنا شعار بنانے، خدائی قانون سے کامل مطابقت اختیار کرتے، اجتماعی فلاح کو مدنظر رکھنے، افضالِ خداوندی کو ہرگز محدود نہ سمجھتے، غیر نفع بخش تقالی سے بچنے،

تعمیری فکر کی عادت ڈالنے، قول و فعل میں مکمل یکسانیت پیدا کرنے اور زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر کرتے ہوئے صبر و استقلال کے ساتھ مصروفِ عمل رہنے کے زریں اصولوں اور انکی پُرحکمت باریکیوں کو نہایت خوبی سے واضح فرمایا اور ساتھ کے ساتھ قرآن مجید کی آیات پیش کر کے یہ امر ذہن نشین کرایا کہ ہر صورتِ حال، ہر موقع و محل اور ہر شعبۂ زیست میں زندگی کو کامیابی اور فائز المرامی سے ہمکنار کرنے کا تمام راز قرآن مجید کی بے مثال و لازوال تعلیم کو مشعلِ راہ بنانے اور اسکی حقیقی روح کو سمجھتے ہوئے اس پر صدقِ دل سے عمل پیرا ہونے میں مضمر ہے۔

چوہدری صاحب موصوف کی یہ تقریر نفسِ مضمون کے لحاظ سے ایک نہایت ٹھوس اور پُرمغز تقریر تو تھی ہی یہ آپ کے مخصوص اندازِ خطابت کی آئینہ دار ہونے کی وجہ سے روانی و زورِ بیان اور جذب و تاثیر کے لحاظ سے بھی ایک شاہکار تقریر تھی۔ اس تقریر کی فنی خوبیوں پر روشنی ڈالنے سے پہلے اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جن بندگانِ خاص کو بلند روحانی مدارج عطا کر کے اصلاحِ خلق کی غرض سے عزیمت کے مقام پر فائز فرماتا ہے ان کا اندازِ تخاطب اور زبان و بیان کا انداز جس ناقابلِ بیان تاثیر کا حامل ہوتا ہے اور ان کا کلام تسخیر و تطہیرِ قلوب کی جس زبردست قوت سے مالا مال ہوتا ہے اس کی تو بات ہی کچھ اور ہے۔ دوسرے لوگوں کو ان سے کوئی نسبت ہی نہیں دی جاسکتی اس لیے کہ ع

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

البتہ یہ صحیح ہے کہ جن دوسرے لوگوں کو ادبی فصاحت و بلاغت اور طلاقت کی قوتیں ودیعت کی جاتی ہیں ان کا اندازِ بیان بھی تاثیر سے یکسر خالی نہیں ہوتا۔ کچھ نہ کچھ اثر کا ان میں بھی ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ چوہدری صاحب موصوف اس مؤخر الذکر قبیل کے سحر بیان مقررین میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام کے حامل تھے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر نامور مقرر کا اپنا الگ رنگ ڈھنگ ہوتا ہے۔ ان میں تقابل کی گنجائش نہیں ہوتی۔ میں نے رہ اور لاہور میں اُس وقت کے اکثر نامور سیاسی لیڈروں اور اسی قبیل کے دیگر مشاہیر کی اردو اور انگریزی تقاریر سنی ہیں۔ وہ سب اپنے اپنے رنگ میں میدانِ تقریر کے شہسوار مانے جاتے تھے اور ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

کے مصداق تھے۔ اُس روز تعلیم الاسلام کالج میں حضرت چوہدری صاحب کا خطابت کا انداز سب سے جدا، سب سے الگ اور سب سے نرالا تھا۔

جس طرح ٹرین سٹیشن سے رینگتی ہوئی آگے کھسکتی اور پھر آہستہ آہستہ رفتار پکڑتی ہے اور بالآخر فرّاٹے بھرتی ہوئی سفر پر روانہ ہوتی ہے اسی طرح چوہدری صاحب کی تقریر قدرے دھیمے انداز میں شروع ہوئی لیکن پھر درجہ بدرجہ پُرزور انداز میں آگے بڑھتی چلی گئی اس میں فرّاٹے بھرنے اور گڑگڑاہٹ پیدا کرنے والی تیز رفتار ٹرین کی طرح اچھی خاصی گھن گرج بھی تھی اور سٹیشن سے روانہ ہونے والی نرم رو ٹرین کی دل آویز دھمک بھی۔ کبھی ساون کی موسلا دھار بارش اور اس کے زور شور کا سماں بندھ جاتا اور کبھی مہاوٹوں کی ہلکی پھوار اور اس کا دل آویز ترنم اور فرحت بخش ٹھنڈک کا سرور رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتا۔ نپے تلے فقرے اور ان میں نگینہ کی طرح جڑے ہوئے نہایت برمحل اور موزوں الفاظ نہایت پُرشوکت انداز میں بڑی تیزی اور تواتر سے ادا ہو رہے تھے۔ ایک عجیب سماں بندھا ہوا تھا۔ اور ساتھ کے ساتھ وہ بدل بھی رہا تھا اور ہر بدلا ہوا سماں اپنے اندر ایک عجیب لطافت لیے ہوئے تھا۔ الغرض چوہدری صاحب موصوف کے چہرے کے اتار چڑھاؤ اور مختلف نکات ذہن نشین کرانے کے نت نئے انداز نے بادلوں کے گرجنے، موسلا دھار بارش کے برسنے اور ترنم ریز پھوار کی رم جھم کے وقفہ وقفہ سے بدلنے والے نظاروں نے سامعین کو محوِ حیرت بنا رکھا تھا۔

رپورٹر کے فرائض میں مقرر کے بیان کردہ مضمون کو اپنے فہم کی گرفت میں لانا ہی نہیں ہوتا بلکہ سامعین پر وارد ہونے والی کیفیات کا اندازہ لگانا بھی اس کیلئے ضروری ہوتا ہے بقول شاعر ؎

سب لوگ جدھر وہ ہیں اُدھر دیکھ رہے ہیں
ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں

رپورٹر مقرر کے ساتھ ساتھ سامعین کو بھی مسلسل دیکھ رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے جب بھی ہال میں بیٹھے ہوئے سامعین پر نظر ڈالی ہر کسی کو حیرت زدہ پایا۔ سب حیرت سے آنکھیں پھاڑے چوہدری صاحب کی طرف دیکھ رہے تھے اور اس توجہ سے آپ کے ارشادات سن رہے تھے گویا کہ ایک ایک لفظ دل میں اتر رہا ہے۔ سامعین کی یہ کیفیت ایک نہ بھولنے والے نظارہ کی طرح آج بھی میرے ذہن میں تازہ ہے۔ تقریر نے ختم ہونا تھا سو ایک گھنٹہ جاری رہنے کے بعد وہ ختم ہوگئی لیکن سامعین کے دل و دماغ سے اس کا سحر ختم نہ ہوا اور نہ ختم ہو سکتا تھا۔

اقوام متحدہ میں چوہدری صاحب موصوف کی معرکہ آرا اور یادگار

تقاریر کے دوران مختلف سحر انگیز مواقع پر مختلف زاویوں سے لیے گئے بیشمار فوٹو دنیا بھر کے اخبارات میں چھپا کرتے تھے اُس روز تعلیم الاسلام کالج ہال میں ان فوٹوز کی زندہ اور جیتی جاگتی متحرک فلم آنکھوں کے سامنے آگئی اور دل پکار اٹھا اقوام متحدہ میں اہم اور پیچیدہ مسائل پر بحث کے دوران معرکے سر کرنا کوئی معمولی اعزاز نہیں، یہ عزت، یہ امتیاز، یہ شرف، یہ فخر واقعی چوہدری صاحب کیلئے ہی مخصوص تھا ؎

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

محیر العقول حافظہ اور اس کی کرشمہ سازیاں

اللہ تعالیٰ نے حضرت چوہدری صاحب کو نہایت بلند پایہ ذہنی صلاحیتوں کیساتھ محیر العقول حافظہ کی دولتِ لازوال سے بھی مالا مال فرمایا تھا۔ جو بات ایک دفعہ آپ کے مشاہدہ میں آجاتی یا کوئی بات آپ ایک بار پڑھ یا سُن لیتے وہ آپ کے ذہن کے نہاں خانوں میں ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو جاتی اور اگر برسہا برس کے بعد بھی کبھی اس کا ذکر آجاتا تو آپ اسکی جملہ تفصیلات پوری صحت کے ساتھ دہرا دیتے اور اس بارہ میں آپ کا فرمایا ہوا سند شمار ہوتا آپ کے محیر العقول حافظہ کی کرشمہ سازیوں کے بعض واقعات میرے تجربہ میں بھی آئے۔ ان میں سے دو واقعات بیان کرتا ہوں۔

پہلا واقعہ : آج سے قریباً بیس سال پہلے کی بات ہے کہ ہمارے نائیجیرین احمدی بھائی جناب ظفر اللہ الیاس جلسہ سالانہ کے موقع پہ پہلی بار ربوہ آئے۔ جلسہ کے ایک اجلاس کے دوران وہ سٹیج پر آکر میرے قریب بیٹھے۔ چند منٹ بعد ان کی تقریر ہونا تھی۔ اس وقفہ میں مَیں نے ان سے کہا کہ آپ کے دینی نام کے ساتھ کوئی افریقی نام نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے فرمایا میری پیدائش پر میرے والدین نے میرا نام الیاس رکھا تھا اور اس کے ساتھ ایک افریقی نام بھی تھا۔ میں دو تین سال کا تھا کہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب لیگوس میں جامع احمدیہ (جماعت احمدیہ نائیجیریا کے مرکزی خانۂ خدا) کا سنگ بنیاد رکھنے کی غرض سے وہاں تشریف لائے۔ نائیجیریا کے لوگ آپکی ایک جھلک دیکھنے کیلئے ٹوٹے پڑتے تھے۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں آپکا نام گونج رہا تھا۔ میرے والد آپ کی مسحور کن شخصیت سے بیحد متأثر ہوئے۔ میرے والد نے انہی دنوں میرے افریقی نام کو حذف کرکے آپکے نام نامی کو میرے نام کا جزو بنا کر مجھے ظفر اللہ الیاس کہنا شروع کر دیا۔ سو اسوقت سے ہی مَیں ظفر اللہ الیاس کہلاتا ہوں۔ انہوں نے اتنا ہی بتایا تھا کہ تقریر کیلئے ان کا نام پکارا گیا وہ تقریر کرکے چلے گئے اور میں ان سے یہ نہ پوچھ سکا کہ یہ کس سال کی بات ہے۔ میرے قریب ہی مکرم مولانا نسیم سیفی صاحب بیٹھے تھے جو عرصہ دراز تک نائیجیریا میں مربی انچارج رہے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ چوہدری صاحب موصوف نے جامع احمدیہ کا سنگِ بنیاد کس سن میں رکھا تھا۔ انہوں نے کہا میں تو پہلی بار ۱۹۴۵ء میں نائیجیریا گیا تھا۔ یہ اس سے پہلے کی بات ہے۔ صحیح سن مجھے یاد نہیں برادرم ظفر اللہ الیاس صاحب نے جو بات بتائی تھی میں جلسہ کی خبر میں اس کا ذکر کرنا چاہتا تھا اس کیلئے مجھے جامع احمدیہ لیگوس کے سنِ تاسیس کی ضرورت تھی۔ میں نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی کہ یہ بات کس سے دریافت کروں۔ میں نے دیکھا کہ سٹیج کے عقبی حصے میں چوہدری صاحب موصوف ایک کرسی پر بیٹھے کارروائی سن رہے ہیں۔ میں پلک جھپکنے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ آپ نے جامع احمدیہ لیگوس کا سنگِ بنیاد کس سن میں رکھا تھا۔ میری زبان سے ابھی فقرہ مکمل بھی نہیں ہوا تھا کہ آپ نے بلا توقف یکدم فرمایا "۱۲ر مارچ ۱۹۴۳ء بروز جمعہ، بعد نماز عصر" بعد ازاں جب میں نے ۱۲ر مارچ ۱۹۴۳ء سے بعد کے الفضل کے شماروں پر نظر ڈالی تو ۱۹ر مارچ ۱۹۴۳ء کے الفضل میں شائع شدہ رپورٹ سے جامع احمدیہ لیگوس کے سنگِ بنیاد کی بعینہٖ اسی تاریخ کی تصدیق ہوئی جو چوہدری صاحب موصوف نے بیس پچیس سال بعد میرے استفسار پر چشم زدن میں بتائی تھی۔

دوسرا واقعہ : یہ اس زمانہ کی بات ہے کہ چوہدری صاحب موصوف اقوامِ متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب کی حیثیت سے خدمات بجا لا رہے تھے۔ آپ نیویارک سے پاکستان آئے ہوئے تھے اور کچھ عرصہ کے لیے "بیت الظفر" ربوہ میں مقیم تھے۔ ایک دن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے مجھے یاد فرمایا۔ جب میں حاضرِ خدمت ہوا تو تیس چالیس صفحات پر مشتمل ایک مسوّدہ مجھے دیا اور فرمایا کہ میں یہ مسوّدہ چوہدری صاحب موصوف کی خدمت میں لے جاؤں اور ان سے کہوں کہ آپ قانونی نقطۂ نگاہ سے ضروری اصلاح فرما دیں اور اگر اصلاح کی ضرورت نہ ہو تو پڑھ کر واپس بھجوا دیں۔ حضرت میاں صاحبؓ مسوّدہ میں اصلاح کو ضروری خیال فرماتے تھے جبکہ بعض دیگر اصحاب الرائے کے نزدیک اصلاح چنداں ضروری نہ تھی۔

جونہی میں نے مسوّدہ چوہدری صاحب موصوف کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فوراً ہی اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ باری باری ہر صفحہ

پر نظر ڈال کر تیزی سے اوراق الٹ رہے تھے۔ چند منٹ میں آپ نے سارا مسودہ مطالعہ فرما لیا اور مسودہ میں ایک لفظ بھی تبدیل نہ کیا میں نے خیال کیا آپ کی رائے بھی یہی ہے کہ مسودہ میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے۔ لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ مسودہ کی سطر سطر بلکہ لفظ لفظ آپ کے ذہن میں محفوظ ہو چکا ہے اور مطالعہ کے دوران آپ دل ہی دل میں یہ فیصلہ بھی فرماتے جا رہے ہیں کہ اس میں کہاں کہاں اصلاح ضروری ہے۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ مطالعہ کے بعد آپ مسودہ کسی تبدیلی کے بغیر واپس فرما دیں گے۔ لیکن آپ نے مسودہ کا آخری صفحہ ختم کرنے کے بعد مجھ سے پنسل طلب فرمائی اور پنسل ہاتھ میں لیتے ہی مسودہ کے ورقوں کو دوبارہ الٹنا شروع کر دیا۔ اور جگہ جگہ فقرات بدلنے اور اصلاح فرمانے لگے۔ آپ کی نگاہ تیزی سے مختلف صفحات کے انہی فقرات اور الفاظ پر پڑتی تھی جن میں اصلاح کی ضرورت تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپنے چند منٹ کے اندر اندر پورے مسودہ میں اصلاح فرما دی اور مسودہ مجھے تھماتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

میری حیرت کی انتہا نہ تھی کہ منٹوں سیکنڈوں میں یہ سب کچھ ہو کیسے گیا۔ اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ یہ حقیقت ہے کہ خواب؟ میں مسودہ لے کر حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے بڑی احتیاط سے تمام اصلاحات چیک کیں اور ان پر بہت اطمینان اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ بلا کی ذہانت اور بلا کے حافظہ نے حضرت چوہدری صاحب موصوف کی شخصیت میں عجب جامعیت پیدا کر دکھائی تھی اور آپکو کمالات کا ایک حسین مرقع بنا چھوڑا تھا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

عجز و انکسار کا انتہائی کمال

حضرت چوہدری صاحب کے نابغۂ روزگار وجود کا ایک انتہائی قابل قدر امتیازی نشان یہ تھا کہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر اعلیٰ ترین مناصب پر فائز رہنے کے باوجود عجز و انکسار آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا یہ جذبہ آپ پر ہمیشہ غالب رہتا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک عاجز اور کمزور بندہ ہوں، یہ محض اس کا فضل ہے کہ اس نے مجھ ایسے عاجز اور کمزور انسان کو ترقیات سے نوازا ہے، اگر خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مقبول دعائیں اور ان کے نتیجہ میں نازل ہونیوالا فضلِ عظیم میرے شامل حال نہ ہوتا تو میں اپنی محنت اور کوشش سے یہ اعلیٰ مناصب کبھی نہ حاصل کر سکتا۔ اس جذبہ کے تحت ہی آپ نے اپنی انگریزی سوانح عمری کا نام "The Servant of God" رکھا جس کے معنے ہی اللہ تعالیٰ کے عبد منیب کے ہیں۔ آپ کی عاجزی وانکساری کے دو ایک چشم دید واقعات ذیل میں درج کرتا ہوں

پہلا واقعہ: یوں تو مجھے چوہدری صاحب موصوف کے قیام ربوہ کے دوران جماعتی کاموں کے سلسلہ میں آپ سے ملنے کے متعدد مواقع میسّر آئے۔ لیکن ان ملاقاتوں میں کام سے متعلق باتوں کے سوا ادھر ادھر کی کوئی بات کرنے کی کبھی جرأت نہیں ہوئی ۱۹۵۵-۵۶ء کے زمانہ کی بات ہے کہ ایک دن میں کسی جماعتی کام کے سلسلہ میں حاضر خدمت ہوا۔ اس روز میں نے محسوس کیا کہ آپ کسی قدر فراغت کے موڈ (Mood) میں ہیں۔ ہمت کر کے ایک بات جو عرصہ دراز سے میرے ذہن میں تھی عرض کر ہی دی۔

میں نے عرض کیا کہ اب تک ہم نے سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور سیدنا حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ کی بعض کتابیں انگریزی میں ترجمہ کر کے مغربی ممالک میں پھیلائی ہیں۔ اگر اسلام اور احمدیت کے بارہ میں آپ بعض کتابیں رقم فرمائیں اور وہ آپ کے نام سے شائع ہوں تو میں سمجھتا ہوں یورپ اور امریکہ کے لوگ انہیں شوق سے پڑھیں گے اور یقیناً اثر قبول کریں گے۔ آپ میری اس بات پر قدرے مسکرائے اور پھر فرمایا ہمارے لوگوں نے نہ جانے ظفر اللہ کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ ظفر اللہ تو اللہ تعالیٰ کا ایک عاجز اور علمی لحاظ سے بے مایہ انسان ہے۔ جو اثر حضرت اقدس اور خلفائے سلسلہ کی تحریروں میں ہے وہ اس کی زبان و بیان میں کہاں۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ پھر کسی قدر توقف سے فرمایا اگر میں کتابیں لکھوں بھی تو میرے لیے حضرت اقدس اور خلفائے سلسلہ کے فراہم کردہ بیش بہا علمی خزانے سے استفادہ کرنا ناگزیر ہو گا میرے نزدیک یہ امر بدرجہا بہتر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے لوگ اس بیش بہا علمی خزانہ سے براہ راست مستفیض ہوں۔ مجھ ایسا خوشہ چین انہیں کب متاثر کر سکتا ہے۔ میں یہ جواب سن کر خاموش ہو گیا۔ آپ نے اس وقت تک کتابیں لکھنے کی طرف توجہ نہیں کی جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک خواب کے ذریعہ اس بارہ میں اشارہ نہیں ملا۔ آپ نے بعض کتب خود بھی تصنیف فرمائیں لیکن زیادہ توجہ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور خلفائے سلسلہ کی تحریرات کو انگریزی زبان میں منتقل کرنے پر مرکوز رکھی۔ آپ کی تصنیف کردہ اور ترجمہ کردہ کتابوں کی مجموعی تعداد ۵۴ ہے

دوسرا واقعہ: ۱۹۷۶ء کی گرمیوں میں میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ

انگلستان گیا ہوا تھا اور لندن کے احمدیہ مشن کی تیسری منزل کے ایک کمرہ میں مقیم تھا۔ انہی دنوں لاہور کے ایک نامی گرامی صحافی نے جو میرے بھی دوست ہیں چوہدری صاحب موصوف کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ خط کے آخر میں انہوں نے یہ بھی لکھا کہ مسعود احمد دہلوی آجکل حضرت امام جماعت احمدیہ کے ساتھ انگلستان گئے ہوئے ہیں۔ اگر وہ لندن مشن میں ہی مقیم ہوں اور ان کا اور آپ کا آمنا سامنا ہو تو ان تک میرا سلام پہنچا دیں۔ مجھے تو اس بات کا علم نہ تھا لیکن جس طرح اور جس رنگ میں یہ بات میرے علم میں آئی اس نے مجھے محوِ حیرت کر دیا۔ اس سے چوہدری صاحب موصوف کی عظمتِ کردار کا نقش میرے دل و دماغ پہ اس طرح نقش ہوا کہ میں تاحیات اسے فراموش نہیں کر سکتا۔ میرے لیے تو وہ لمحہ باعثِ صد افتخار تھا، ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

ایک روز میں ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے کمرے میں کچھ لکھ پڑھ رہا تھا۔ اچانک کاریڈور میں چوہدری صاحب موصوف کے قدموں کی آواز کانوں میں پڑی۔ چوہدری صاحب موصوف کا فلیٹ اس بڑے فلیٹ سے ملحق تھا جس کے ایک کمرے میں مَیں مقیم تھا۔ ان دنوں آپ کی طبیعت ناساز تھی کمزوری کی وجہ سے آپ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے تھے۔ اور سلیپروں کے گھسٹنے کی وجہ سے ان میں سے آواز پیدا ہوتی تھی میں نے خیال کیا کہ آپ خان بشیر احمد خان رفیق مبلغ انچارج سے کوئی بات کرنے اس فلیٹ میں تشریف لائے ہیں۔ لیکن میں اچانک چونک پڑا جب میرے کان میں چوہدری صاحب موصوف کی آواز "السلام علیکم" آئی میں نے یکدم نظر اٹھا کر دیکھا تو چوہدری صاحب موصوف کو اپنے کمرے کے دروازہ میں کھڑے پایا۔ ہڑبڑا کر اٹھا اور مصافحہ کا شرف حاصل کیا آپ نے فرمایا فلاں صاحب کا خط آیا ہے انہوں نے آپکو سلام لکھا ہے۔ میں نے عرض کیا آپ نے اتنی سی بات کیلئے تکلیف فرمائی اور خود تشریف لائے۔ کسی کے ہاتھ پیغام بھجوا دیا ہوتا میں خود حاضرِ خدمت ہو جاتا۔ فرمایا میں جواباً خط لکھ رہا تھا، کوئی آدمی پاس نہ تھا، سلام پہنچائے بغیر میں لکھ نہیں سکتا تھا کہ میں نے سلام پہنچا دیا ہے اس لیے میں خود چلا آیا تاکہ خط مکمل کر کے اس سے فارغ ہو سکوں۔ اس جواب پر میں ششدر ہوئے بغیر نہ رہا۔ چوہدری صاحب کی فطری عاجزی و انکساری طبیعت کی سادگی اور عظمتِ کردار کا دل پر ایسا نقش ثبت ہوا جو کبھی مٹ ہی نہیں سکتا۔ جب بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے (اور اکثر آتا ہی رہتا ہے) تو چوہدری صاحب موصوف کی عظمتِ کردار کے آگے سر احتراماً جھک جاتا ہے۔ اور روح بے اختیار سلام پر سلام بھیجنے شروع کر دیتی ہے

تیسرا واقعہ:

چوہدری صاحب موصوف جب منسٹر کے رینک میں اقوامِ متحدہ میں پاکستان کے مندوبِ اعلیٰ مقرر ہوئے تو ملکی اور غیر ملکی اخبارات نے آپ کے نام کے ساتھ "ہز ایکسی لنسی" لکھنا شروع کر دیا۔ آپ کی تقاریر سے متعلق بعض انگریزی خبروں کے تراجم الفضل میں بھی شائع ہوئے۔ ان میں بھی دوسرے اخبارات کی طرح آپ کے نام کے ساتھ "ہز ایکسی لنسی" لکھا گیا۔ اس کے بعد جب آپ ربوہ تشریف لائے اور نماز کے وقت بیت المبارک میں مَیں آپکی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا الفضل نے میرے نام کے ساتھ "ہز ایکسی لنسی" کیوں لکھنا شروع کر دیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ایک الفضل ہی نہیں سارے اخبارات "ہز ایکسی لنسی" لکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے دوسرے اخبارات سے غرض نہیں اور نہ میں انہیں منع کر سکتا ہوں الفضل آئندہ میرے نام کے ساتھ یہ یا کوئی دوسرا لقب بالکل استعمال نہ کرے۔ میں صرف "محمد ظفر اللہ" ہوں۔ دوسروں کو کیا معلوم کہ میرے نام کے ساتھ القابات کا استعمال میری طبیعت پر کس قدر گراں گزرتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد الفضل میں آپ کے نام کے ساتھ تمام معروف القابات (جن کے آپ مسلمہ طور پر مستحق تھے) کا استعمال ہمیشہ کیلئے ترک کر دیا گیا شہرتِ عام اور بقائے دوام کے دربار میں بلند مقام پانے کے باوجود عجز و انکسار کا یہ اعلیٰ نمونہ ایک عبدِ منیب ہی دکھا سکتا ہے جو احمدیت کی آغوش میں پروان چڑھا ہو۔

اسراف سے کلّی اجتناب اور انفاق فی سبیل اللہ

سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ارشاد فرمایا ہے ـــ "مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے۔" (ملفوظات جلد دوم ص۹۶)

حضرت چوہدری صاحب موصوف بحمداللہ تعالیٰ سعادت مندی اور تقویٰ شعاری کے اس معیار اور محک پر اس شان سے پورے اترے کہ آنیوالی نسلوں کیلئے ایک نہایت ہی حسین قابلِ تقلید نمونہ پیش کر دکھایا۔

اللہ تعالیٰ نے بین الاقوامی سطح پر شہرت، ناموری اور ہر دلعزیزی کے علاوہ مال بھی آپ کو بڑی کثرت سے عطا فرمایا اس کثرت سے کہ دولت کے انبار آپ کے قدموں میں لگ گئے لیکن ایک سچے اور حقیقی عبدِ منیب کی طرح آپ نے اس دولت سے کوئی علاقہ نہ رکھا اور آپ اس کے بیشتر حصہ کو خدا تعالیٰ کے دین اور اس کی مخلوق کی ہمدردی اور بہتری کی راہ

میں بے دریغ خرچ کرتے چلے گئے لندن میں احمدیہ مشن کی سہ منزلہ عالیشان عمارت اور محمود ہال کی وسیع و عریض عمارت تمام تر اپنے خرچ پر تعمیر کرانے کے علاوہ سلسلہ کی مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر اس شان سے حصہ لیا کہ جماعت احمدیہ انگلستان کے جملہ افراد پر بحیثیت مجموعی سبقت لے گئے بقیہ دولت سے جو ایک خطیر رقم پر مشتمل تھی آپ نے ایک ٹرسٹ قائم فرمایا اور خود اس سے بکلّی دستبردار ہو گئے۔ اس ٹرسٹ کی طرف سے ناداروں بیواؤں اور یتیموں کو وظائف دینے کے علاوہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنیوالے کم استطاعت طلباء کو وظائف دیئے جاتے ہیں۔ یہ عظیم صدقۂ جاریہ آپ کی بلندیٔ درجات کا موجب ہوتا چلا جائے گا۔

آئندہ نسلوں کیلئے انفاق فی سبیل اللہ کا ایسا حسین قابلِ تقلید نمونہ پیش کرنے کی آپکو اس لیے توفیق ملی کہ آپ نے قرآنِ مجید کی تعلیم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنی ضروریات کو محدود کرتے اور ہر نوع کے اسراف سے بکلّی مجتنب رہنے کا بطور خاص اہتمام فرمایا۔ آپ کی زندگی ذاتی مصارف کے اعتبار سے وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (الفرقان : ۶۸) کا ایک بہت ہی دل موہ لینے والا نمونہ تھی۔ ایک چھوٹے سے واقعہ کا میں بھی عینی شاہد ہوں جس سے یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ آپ اسراف سے بچنے میں کس قدر احتیاط سے کام لیتے تھے۔

۵۷-۱۹۵۶ کی بات ہے کہ چوہدری صاحب موصوف ربوہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا ابو العطا صاحب ان دنوں جامعۃ المبشرین کے پرنسپل تھے۔ ان کی درخواست پر آپ نے جامعہ میں تشریف لا کر طلباء سے خطاب فرمایا۔ تقریر کے بعد آپ واپس روانہ ہونے سے قبل حضرت مولانا صاحب، جامعہ کے اساتذہ اور دیگر چیدہ مدعوین کے ساتھ کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ آپ کے گرد جو حلقہ بنا ہوا تھا اس میں مَیں بھی شامل تھا۔ چوہدری صاحب موصوف کے عین سامنے محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب مرحوم کھڑے تھے۔ باتیں کرتے کرتے چوہدری صاحب موصوف کی نظر محترم میاں صاحب مرحوم کی شیروانی کے بٹنوں پر پڑی۔ ایک بٹن ڈھیلا ہو کر آگے کی طرف لٹکا ہوا تھا۔ آپ نے میاں صاحب کو مخاطب کر کے کہا میاں آپکی شیروانی کا بٹن لٹک رہا ہے اس کی حفاظت کا خیال کریں۔ انہوں نے کہا جی ہاں میں گھر جا کر اس میں ٹانکے بھروا لوں گا۔ چوہدری صاحب موصوف نے آگے ہاتھ بڑھا کر بٹن کھینچ لیا اور اسے میاں صاحب مرحوم کی شیروانی کی جیب میں ڈال دیا اور فرمایا بٹن اب محفوظ ہوا ہے اگر راستہ میں بٹن گر جاتا تو پھر اس جیسے بٹن کا ملنا محال ہی نہیں ناممکن ہوتا اور آپ کو شیروانی کے سارے بٹن تبدیل کر کے نئے لگوانے پڑتے اور اس پر بلاوجہ رقم خرچ کرنا پڑتی۔ میرا طریق یہ ہے کہ اگر میرے اچکن یا سوٹ کا کوئی بٹن ڈھیلا ہو جائے اور گھر سے باہر مجھے اس کا علم ہو تو میں اسے فوراً توڑ کر جیب میں ڈال لیتا ہوں اور اوّلین فرصت میں اسے دوبارہ اس کی جگہ لگوانے کا اہتمام کرتا ہوں

بات بظاہر چھوٹی سی تھی لیکن اسراف اور فضول خرچی سے بچنے کے تعلق میں طبیعت کی افتاد اور زندگی کو صحیح نہج پر ڈھالنے اور اہم کام سرانجام دینے کے اعتبار سے بہت بڑی اور انقلاب انگیز تھی۔ اسراف سے بہر طور مجتنب رہنے سے متعلق طبیعت کی یہی افتاد تھی جس نے چوہدری صاحب موصوف کو انفاق فی سبیل اللہ کے سلسلہ میں آنے والی نسلوں کیلئے نہایت حسین قابلِ تقلید نمونہ پیش کرنے کا زبردست حوصلہ عطا کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

ادبی چاشنی کا حامل لطیف مزاح

اللہ تعالیٰ نے حضرت چوہدری صاحب کو بہت بلند پایہ ذہانت، محیر العقول حافظہ، علوم و فنون میں غیر معمولی دسترس، خطابت کا مثالی جوہر اور دیگر بیشمار ظاہری و باطنی اوصاف کے ساتھ ساتھ بہت شگفتہ طبیعت بھی عطا فرمائی تھی۔ بعض اوقات موقع اور محل کی مناسبت سے ایسے شگفتہ انداز میں گفتگو فرماتے کہ خود سننے والوں کی طبیعت میں فرحت اور شگفتگی پیدا ہو جاتی آپ کا مزاح کا انداز ادبی چاشنی کا حامل ہوتا بسا اوقات آپ رعایت لفظی اور صوتی مناسبت سے فائدہ اٹھا کر بات میں عجب لطف پیدا کر دکھاتے۔ آپ کے ہم عمر بے تکلف دوست آپکی اس خوبی پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈال سکتے ہیں۔ میں تو اپنی عمر اور حیثیت کے لحاظ سے ان لوگوں میں سے ہوں جن کے حصہ میں صرف دور کا ہی جلوہ آیا تھا۔ نہایت لطیف مزاح کے دو ایک واقعات جو عام مجالس یا جلسوں کے مواقع پر میرے مشاہدے میں آئے بیان کرتا ہوں

(۱) اُس زمانہ کی بات ہے کہ آپ وائسرائے کی ایگزیکٹیو کونسل کے رکن کی حیثیت سے دہلی میں رہائش پذیر تھے۔ جماعت احمدیہ دہلی کا جلسہ سالانہ کھلے میدان میں پنڈال کے اندر ہو رہا تھا۔ اس کے ایک اجلاس کی صدارت چوہدری صاحب موصوف فرما رہے تھے۔ ان دنوں محترم حسن رہتاسی صاحب مرحوم دہلی آئے ہوئے تھے۔ پروگرام میں تلاوت قرآنِ مجید اور سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے پُرمعارف منظوم کلام کے بعد حسن رہتاسی صاحب کی نظم بھی شامل تھی جو انہوں نے خود سنانا

تھی۔ رہتاسی صاحب بہت پرگو اور بلند پایہ شاعر تھے انکی دینی نکات
پر مشتمل نظم کچھ زیادہ ہی طویل تھی ختم ہونے میں نہ آتی تھی حسن صاحب
لہک لہک کر نظم سنا رہے تھے اور سامعین سر دھن رہے تھے۔ اس
طویل نظم کے قافیے کچھ اس انداز کے تھے۔

حسینوں میں، جبینوں میں، زمینوں میں، دفینوں میں
خزینوں میں مکینوں میں وغیرہ وغیرہ۔

نظم کی غیر معمولی طوالت نظم الاوقات میں مخل ہو رہی تھی جسے
چوہدری صاحب موصوف صدر اجلاس کی حیثیت سے بہت محسوس فرما رہے
تھے۔ خدا خدا کر کے نظم ختم ہوئی تو آپ نے اطمینان کا سانس لیا۔ لیکن
غضب یہ ہوا کہ جونہی حسن رہتاسی صاحب نے نہ ختم ہونے والی نظم ختم کی سامعین
میں سے بعض نے جو کلام حسن سے بیحد محظوظ ہو رہے تھے مطالبہ کر دیا
کہ حسن صاحب کو ایک اور نظم سنانے کا موقع دیا جائے۔ اس مطالبہ پر
چوہدری صاحب موصوف نے بحیثیت صدر اجلاس برجستہ فرمایا مزید نظم
سنانے کی میں اجازت نہیں دے سکتا اس لئے کہ

وہ ہو گی ختم جا کر پھر کہیں برسوں مہینوں میں

اس برجستہ لطیف جواب پر حاضرین بے ساختہ ہنس پڑے۔ مطالبہ
مسترد فرمایا لیکن اس شگفتہ انداز میں کہ خود مطالبہ کرنے والوں میں شگفتگی
کی لہر دوڑے بغیر نہ رہی۔

(۲) ربوہ میں ۱۹۶۴ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر ۲۷ دسمبر کو صبح
کے اجلاس میں حضرت چوہدری صاحب صدارت کے فرائض انجام دے
رہے تھے اور محترم میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت
احمدیہ راولپنڈی تقریر فرما رہے تھے مردانہ جلسہ گاہ اور زنانہ جلسہ گاہ (جو
ایک دوسرے سے بہت طویل فاصلے پر واقع تھیں) کے مابین لاؤڈ سپیکر
کے ذریعہ رابطہ قائم تھا تاکہ مردانہ جلسہ گاہ کی اہم تقاریر سے مستورات
بھی مستفیض ہو سکیں۔ صوتی رابطہ کے اس نظام میں کسی خرابی کے
باعث مستورات کے جلسہ کی آواز مردانہ جلسہ گاہ میں آنے لگی اس سے
محترم میاں عطاء اللہ صاحب کی تقریر میں چند سیکنڈ کیلئے شدید خلل
واقع ہوا۔ اور انہوں نے وقتی طور پر اپنی تقریر روک دی اور ساتھ
ہی مزاح کے انداز میں کہا عورتیں غالب آگئی ہیں۔ شاید اس لیے کہ
آجکل دنیا کے ایک حصہ پر ملکہ کا راج ہے۔ اس ریمارک پر لوگ
مسکرانے لگے۔ چوہدری صاحب موصوف نے بڑے ہی برجستہ انداز میں
فوراً ہی فرمایا۔ ملکہ کا راج جہاں ہو گا، ہو گا ہمیں اس سے غرض نہیں
یہ جماعت احمدیہ عالمگیر کا جلسہ سالانہ ہے۔ یہاں اور یہاں بیٹھے ہوئے
احمدیوں کے قلوب پر مرزا کا راج ہے۔ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔
اس پر حاضرین بے ساختہ ہنس پڑے۔ لاؤڈ سپیکر کے نظام میں
جو خرابی واقع ہوئی تھی منتظمین نے چند سیکنڈ کے اندر اندر اسے درست
کر دیا جس سے دوسرے کی آوازیں آنی یکدم بند ہو گئیں اور جلسہ
کی کارروائی بہت معمولی سے برائے نام وقفہ کے بعد پھر جاری ہو
گئی۔ لیکن چند سیکنڈ کا یہ معمولی سا وقفہ حقیقت پر مبنی برجستہ گوئی
کے طفیل سامعین کے لیے روحانی کیف و سرور اور ایک گونہ ظرافت طبع
کا سامان کر گیا۔

بنیادی اہمیت کا حامل سب سے اہم وصف

حضرت چوہدری صاحب کا بنیادی اہمیت کا حامل سب سے اہم وصف جس کی طرف میں مضمون کے شروع میں اشارہ کر چکا ہوں یہ تھا کہ آپکو
اس حقیقت کی کامل معرفت حاصل تھی کہ انہیں دنیا میں جو غیر معمولی
کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل خاص
کے طور پر ان کی ہیچمدانی کے باوجود انہیں ملکی اور بین الاقوامی
سطحوں پر جن بلند اور ممتاز مقامات تک پہنچایا ہے یہ سب کچھ انہیں
احمدیت کے طفیل ایک نشان کے طور پر حاصل ہوا ہے اور ہوا بھی ہے
سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور آپ کے مقدس خلفاء
کی مقبول دعاؤں کے ثمرہ کے طور پر۔ یہی وجہ ہے کہ آپ میں خلافت
کے آسمانی نظام کے ساتھ گہری وابستگی اور غایت درجہ محبت و عقیدت
کی راہ سے کامل اطاعت کا جذبہ اوج کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ آپ نے
سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقدس خلفاء کے ساتھ قلبی وابستگی اور دلی محبت
وعقیدت کی راہ سے کامل اطاعت کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا کہ جو بعد
میں آنیوالے بلند ہمت اور اولوالعزم نوجوانوں کیلئے مشعل راہ کا کام
دیگا۔ میں اپنے ذاتی مشاہدہ کی بناء پر اس اعلیٰ نمونہ کی دو مثالیں
ذیل میں ہدیہ قارئین کرتا ہوں

(۱) ۵۸-۱۹۵۷ء کی بات ہے کہ چوہدری صاحب موصوف
ربوہ آئے ہوئے تھے اور "بیت الظفر" میں مقیم تھے۔ ایک روز میں
ایک کام کے سلسلہ میں پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے دفتر گیا۔ میں
وہاں پہنچا ہی تھا کہ اتنے میں سیدنا حضرت مصلح موعود نور اللہ
مرقدہ نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو بلا کر ہدایت فرمائی کہ چوہدری
ظفر اللہ خان صاحب کو فوری طور پر بلوایا جائے۔ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب
کی نظر مجھ پر پڑی تو کہا آپ دوڑے دوڑے جائیں اور محترم چوہدری صاحب

تک یہ اطلاع پہنچا کر کہ حضور نے انہیں فوری طور پر یاد فرمایا ہے
انہیں اپنے ہمراہ لیتے آئیں۔ میں بھاگم بھاگ "بیت الظفر" پہنچا اپنے
آنے کی اطلاع کرائی چوہدری صاحب موصوف پورا لباس زیب تن کیے
تشریف لائے یہ سنتے ہی کہ حضور نے فوری طور پر یاد فرمایا ہے کھڑے
پاؤں اُسی وقت میرے ہمراہ پیدل چل پڑے آپ بہت تیزی سے لمبے لمبے
قدم اٹھاتے ہوئے چل رہے تھے۔ چلنے کی رفتار کا اندازہ اس سے
ہو سکتا ہے کہ آپکی رومی ٹوپی کا پھندنا مسلسل ہوا میں ہل رہا تھا میرے
لیے قدم ملانا مشکل ہو گیا۔ آپ نے میرا سانس قدرے چڑھا ہوا دیکھکر
فرمایا میں تو اس لیے تیز چل رہا ہوں کہ مجھے فوری طور پر پہنچنے کا حکم ہے
میں نہیں چاہتا کہ حضور کو زیادہ دیر انتظار کی زحمت اٹھانی پڑے
آپ بے شک آرام سے چلیں اور بعد میں دفتر پہنچ جائیں۔ حضرت
چوہدری صاحب کی معیت میں کسی اور کی شرکت کے بغیر اکیلے چلنے اور
باتیں کرنے کا یہ نادر موقع میں کیسے گنوا سکتا تھا۔ میں یہ ظاہر کر کے کہ
مجھے تیز چلنے میں کوئی دقت نہیں ہے قدم سے قدم ملا کر ساتھ چلتا
رہا اور آپکے ساتھ ہی دفتر پرائیویٹ سیکرٹری پہنچا۔ چوہدری صاحب موصوف
تو فوراً ہی حضور کی خدمت میں جا حاضر ہوئے اور میں باہر کھڑا سوچتا
رہا کہ اللہ اللہ چوہدری صاحب موصوف میں تعمیلِ ارشاد اور اطاعت
کا جذبہ کس اوجِ کمال کو پہنچا ہوا ہے۔

(۲) ۱۹۷۶ء کی گرمیوں میں قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر سیدنا
حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ انگلستان یورپ اور امریکہ
کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ آپ اپنے سفر کے پہلے مرحلہ کے طور پر پاکستان
سے لندن میں وارد فرما ہوئے۔ حضرت چوہدری صاحب بھی حضور کے
استقبال کیلئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضور نے چوہدری صاحب سے
فرمایا جلسہ ہائے سالانہ کی میری افتتاحی تقاریر (۱۹۶۵ء تا ۱۹۷۵ء) حال
ہی میں کتابی شکل میں شائع ہوئی ہیں ایک دوست نے جو بہت اچھی
انگریزی لکھتے ہیں ان کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کا مسودہ میں
اپنے ساتھ لایا ہوں۔ میں چاہتا ہوں اپنے مخصوص سٹائل میں آپ ان
کا انگریزی میں ترجمہ کریں اور وہ ترجمہ کتابی شکل میں شائع ہو چوہدری
صاحب موصوف نے فوراً ہی اس کی حامی بھری لیکن ساتھ ہی عرض کیا
پہلے جو ترجمہ ہوا ہے اگر اس کا مسودہ حضور عنایت فرمادیں تو ترجمہ کرنے
میں سہولت رہے گی حضور نے فرمایا وہ تو میں آپ کو نہیں دوں گا مجھے
ڈر ہے کہ اگر وہ ترجمہ آپکے پیشِ نظر ہوا تو کہیں آپکا اپنا سٹائل
متاثر نہ ہو جائے۔ چوہدری صاحب نے اس ارشاد پر فوراً سرِ تسلیم خم کیا
اور خود ہی براہ راست ترجمہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔

لندن میں ہفتہ عشرہ قیام کے بعد حضور یورپ اور امریکہ کے دورہ
پر روانہ ہونے لگے۔ روانگی کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ لندن کی جماعت
کے احباب حضور کو دعاؤں کے ساتھ رخصت کرنے کیلئے جمع تھے
چوہدری صاحب موصوف بھی آئے ہوئے تھے۔ موٹریں تیار کھڑی تھیں
حضور کی تشریف آوری کا انتظار تھا کہ حضور موٹر میں سوار ہوں تو
قافلہ سفر پر روانہ ہو۔ اس اثناء میں چوہدری صاحب موصوف نے
خاکسار سے دریافت فرمایا پہلے ترجمہ کا مسودہ کس کے پاس ہے۔ میں
نے عرض کیا اصل مسودہ حضور ہی کے پاس ہے لیکن اس کی ایک نقل
حضور نے میرے پاس بھی رکھوائی ہوئی ہے۔ اس کے چند منٹ بعد
حضور موٹر میں سوار ہونے کیلئے قیام گاہ سے باہر تشریف لائے
چوہدری صاحب موصوف نے آگے بڑھ کر شرف مصافحہ حاصل کیا اور
عرض کیا حضور کی افتتاحی تقاریر کا ترجمہ میں مکمل کر چکا ہوں (یہ بات
پہلے ہی حضور کے علم میں تھی کیونکہ چوہدری صاحب بعض تقاریر کا
ترجمہ حضور کو دکھا چکے تھے اور حضور نے اپنی پسندیدگی کا اظہار بھی
فرمادیا تھا) اب اگر حضور پہلے ترجمہ کا مسودہ عنایت فرمادیں تو
میں اس میں سے بعض مذہبی اصطلاحات کا ترجمہ دیکھ لوں گا اور اگر
کسی اصطلاح کا ترجمہ بہتر ہوا تو اپنے ترجمہ کی نظرِ ثانی کرتے وقت
اسے اپنالوں گا۔ حضور نے فرمایا وہ مسوّدہ تو سامان میں بندھ چکا
ہے۔ اگر آپ پہلے مانگتے تو میں ضرور دے دیتا ساتھ ہی حضور نے
میری طرف دیکھا اور فرمایا ایک کاپی تو آپ کے پاس بھی ہے لیکن آپ
نے بھی اسے سامان کے ساتھ محفوظ کر دیا ہوگا اور سامان پہلے ہی
ائیرپورٹ جا چکا ہے۔ میں نے عرض کیا اس ترجمہ کی کاپی تو میرے پاس
بریف کیس میں اس وقت بھی موجود ہے۔ حضور کے ارشاد پر میں نے
وہ کاپی اسی وقت پیش کر دی اور حضور نے وہ چوہدری صاحب موصوف
کو بخوشی عنایت فرمادی۔

جب حضور قریباً ایک ماہ بعد یورپ اور امریکہ کے دورہ سے
واپس تشریف لائے تو چوہدری صاحب نے خود کیے ہوئے ترجمہ کا مسوّدہ
ہی حضور کی خدمت میں پیش نہیں کیا بلکہ نہایت اعلیٰ اور قیمتی کاغذ پر کتابی
شکل میں طبع کردہ اس کا ایک نسخہ بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل کی
کتاب کا کاغذ طباعت اور جلد اتنی خوبصورت اور دیدہ زیب تھی کہ
حضور اسے ملاحظہ فرما کر ازحد مسرور ہوئے اور پسندیدگی اور خوشنودی
کا اظہار فرمایا۔

یہ تھا چوہدری صاحب موصوف کے جذبہ اطاعت کا درجۂ کمال پہلی دفعہ مسوّدہ دینے سے انکار پر کسی اصرار کے بغیر سر تسلیم خم کرنے میں ذرا پس وپیش کا اظہار نہ کیا اور پھر تعمیلِ ارشاد میں صرف ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ کم سے کم وقت میں اسے کمال نفاست اور خوبصورتی کے ساتھ کتابی شکل میں طبع کرا کے اور حضور کی خدمت میں پیش کر کے خوشنودی حاصل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

عملی نمونہ کے ذریعہ آنیوالی نسلوں کیلئے پیغام

الغرض جس لحاظ سے بھی دیکھا جائے حضرت چوہدری صاحب نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی دی ہوئی توفیق سے اس دنیا میں ایک بہت ہی کامیاب اور قابلِ رشک زندگی گزاری۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو جو بلند پایہ ذہنی، فکری، اخلاقی اور روحانی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں انہیں سیدنا حضرت بانی سلسلہ کی قوت قدسیہ اور تریاقی صحبت سے فیضیاب ہونے اور بعد ازاں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقدس خلفاء کے فیوض وبرکات سے براہِ راست مستفیض ہونے کے نتیجہ میں ایسی جلاء ملی کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور اطاعت کے شیریں ثمر کے طور پر آپ کا اپنا وجود بھی بنی نوع انسان اور اقوامِ عالم کیلئے فیض رساں وجود بن گیا۔ آپ نے خدا تعالیٰ کے دین اور بنی نوع انسان کی خدمت کا حق اس شان سے ادا کیا کہ نوع انسان اور بالخصوص مسلم اقوام آپکی شکر گزار ہوتی چلی گئیں۔ اور آپ خود ایک سچے اور حقیقی عبدِ منیب کی حیثیت سے حمد اور شکر کے بے پناہ جذبہ کے زیر اثر اللہ تعالیٰ کی جناب میں جھکتے چلے گئے حتیٰ کہ آپ کے وجود کا ذرّہ ذرّہ مجسم شکر بن گیا۔

اپنی عظیم الشان ملکی، ملّی اور بین الاقوامی خدمات کی وجہ سے شہرتِ عام اور بقائے دوام پانے والا اللہ تعالیٰ کا یہ عبدِ منیب دینی اور دنیوی ہر دو لحاظ سے غایت درجہ کامیاب زندگی گزارنے کے بعد اب اپنے رب کے حضور حاضر ہو چکا ہے۔ جہاں اسے مسلسل

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۙ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ○ (الفجر: ۲۸ تا ۳۱)

کی بشارتیں مل رہی ہیں۔ وہ ہمارے لیئے اور آنیوالی نسلوں کیلئے اپنے عملی نمونہ سے یہ پیغام چھوڑ گیا ہے کہ وہ بھی خلافت کے ساتھ قلبی وابستگی اختیار کر کے اور دلی محبّت اور عقیدت کی راہ سے کامل اطاعت کا نمونہ پیش کر کے تقویٰ و طہارت اور تعلق باللہ میں ترقی کریں اور اپنی خداداد استعدادوں کے صحیح خطوط پر نشوو ارتقاء کا سامان کر کے اپنے آپ کو سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی اس بشارت کا مصداق بنائیں :-

"میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ)

ایسے نابغۂ روزگار وجودوں کا جماعت میں بکثرت پیدا ہونا مقدّر ہو چکا ہے۔ ایسا آئندہ بھی ہوگا اور ضرور ہوگا اس لیے کہ ؏

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

لیکن مبارک ہوں گے وہ لوگ جو اپنے وجودوں میں اس آسمانی فیصلہ کے پورا ہونے کیلئے دعاؤں اور انتھک محنت کے ذریعہ کوشاں ہوں گے کیونکہ جویندہ یابندہ بھی اپنی جگہ بہت اہم صداقت پر مبنی ہے بشرطیکہ سعی و کوشش حقیقی ہو اور خدا تعالیٰ کے غیر معمولی فضلوں کو جذب کرنے والی ہو۔

میرا استعفیٰ حاضر ہے!

"اس جلسے کے چند روز پہلے خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم نے اس امر کے خلاف اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ چوہدری ظفر اللہ خان نے ایک فرقہ وار جلسۂ عام میں شرکت کا ارادہ کیا ہے لیکن چوہدری ظفر اللہ خان نے خواجہ ناظم الدین سے کہا کہ میں انجمن سے وعدہ کر چکا ہوں اگر چند روز پہلے مجھے یہ مشورہ دیا جاتا تو میں جلسے میں شریک نہ ہوتا لیکن وعدہ کر لینے کے بعد میں اس جلسے میں تقریر کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں اگر اس کے باوجود بھی وزیر اعظم اس بات پر مُصر ہوں کہ مجھے جلسے میں شامل نہ ہونا چاہیئے تو میں اپنے عہدے سے مستعفی ہونے کو تیار ہوں۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء صفحہ ۷۶-۷۷)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے

غیر مطبوعہ خطوط

دوستوں، عزیزوں اور آپ سے محبت کرنے والوں کے نام

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آپ خطوط کے جواب بہت پابندی سے اور جلد تر دیا کرتے تھے۔ اُردو میں لکھے گئے بے شمار خطوط آپ نے اپنے ہاتھ سے تحریر فرمائے جبکہ انگریزی کے بیشتر خطوط ٹائپ میں ہوتے تھے۔ یہ خطوط حضرت چوہدری صاحب کی انمول یادوں کا ایک گراں قدر سرمایہ ہیں۔ اس عظیم خزانے میں سے بعض خطوط میں سے اقتباسات قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش ہیں۔

—— ایڈیٹر

جناب سیّد محمد شاہ کے نام

(انگریزی سے ترجمہ)

دی ری ٹریٹ
شملہ ۸ رجولائی ۱۹۴۱ء

ممبر آف کونسل
سیلائی

میرے پیارے محمد شاہ

آپ کے ۴ تاریخ کے لکھے گئے خط اور نیک جذبات کا بہت بہت شکریہ۔ اگرچہ ہوگا وہی جو ہز ایکسی لینسی (مراد وائسرائے ہند۔ ناقل) چاہیں گے تاہم مَیں یہ ظاہر نہیں کروں گا کہ یہ معاملہ صرف اور صرف میرے لئے ذاتی طور پر بڑی شکر گزاری کا موجب نہیں ہے۔

اس وقت میرا پروگرام بڑا غیر یقینی ہے کیونکہ مجھے ابھی تک یہ معیّن طور پر نہیں بتایا گیا کہ مَیں اپنی موجودہ ذمّہ داریوں کا چارج کب دوں گا۔ میرے اِس جگہ کو چھوڑنے اور دوسری قانونی ذمّہ داریوں کو سنبھالنے کے عرصے میں یقیناً ایک موزوں وقفہ ضرور ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ ماہ مَیں کسی وقت لاہور سے گزروں گا اور شاید یہ ممکن ہوسکے کہ مَیں آپ سے مل سکوں۔ تاہم اگر یہ نہ ہوسکا تو یقیناً آپ کے لئے یہ بات مشکل نہ ہوگی کہ میری نئی ذمّہ داریاں سنبھالنے کے بعد کسی دن آپ دہلی تشریف لے آئیں۔

نیک تمنّاؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص
(دستخط) ظفر اللہ خان

خان صاحب سیّد محمد شاہ صاحب ایڈووکیٹ پاکپتن (ضلع منٹگمری)

نوٹ: مندرجہ بالا خط ہمیں سید محمد شاہ صاحب کے صاحبزادے جناب سید افضل حیدر صاحب ایڈووکیٹ نے عطا فرمایا ہے اور یہ اُن دنوں کا ہے جبکہ حضرت چوہدری صاحب وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن کا عہدہ چھوڑ کر فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج کا عہدہ سنبھالنے والے تھے۔

نوٹ: ذیل کا خط حضرت چوہدری صاحب نے جناب سید محمد شاہ صاحب کو انگریزی میں تحریر فرمایا۔ اِس خط کی فراہمی کے لئے ہم جناب افضل حیدر کے ممنون ہیں۔ اس میں جناب پطرس بخاری صاحب کے بارے میں جس مضمون کا ذکر ہے وہ بھی جناب افضل حیدر صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ ترجمہ پیش ہے۔ یہ خط ٹائپ میں نہیں تھا بلکہ حضرت چوہدری صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ بسم اللہ اور السّلام علیکم کے الفاظ عربی میں لکھے گئے ہیں۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۵ر جون ۵۹ء　　عالمی عدالت انصاف
ہیگ

میرے پیارے محمد شاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

لاہور کے ایک اُردو رسالے نے مجھے کہا ہے کہ مَیں ان کیلئے اے۔ ایس۔ بخاری کے بارے میں ایک تحریر لکھوں۔ مَیں اس کی ایک کاپی اِس خط کے ساتھ منسلک کر رہا ہوں شاید آپ کو اس سے دلچسپی ہو۔

مجھے امید ہے کہ آپ کی صحت اچھی ہوگی اور آپ اپنا خیال رکھتے ہوں گے۔ مَیں نے چند دن قبل ایک پریشان کُن خواب دیکھا ہے جس کا آپ سے بھی تعلق ہو سکتا ہے۔ اگرچہ مجھے امید ہے کہ ایسا نہیں ہوگا۔

نیک تمنّاؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص
(دستخط) ظفر اللہ خان

نوٹ: جناب افضل حیدر صاحب نے بتایا ہے کہ اِس خط کے جواب میں اُن کے والد محترم نے حضرت چوہدری صاحب کو لکھا کہ تھوڑا عرصہ قبل اُن کو دل کی تکلیف ہوئی تھی۔

جنابِ عباس حیدر کے نام

نوٹ: ذیل کا خط حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے اپنے دوست سید محمد شاہ صاحب ایڈووکیٹ کے بڑے صاحبزادے سیّد عباس حیدر کے نام لکھا۔ ان دنوں حضرت چوہدری صاحب فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج کے عہدے سے مستعفی ہو کر والئ بھوپال نواب حمید اللہ خاں کے آئینی مشیر کے طور پر خدمات انجام دے رہے تھے۔ یہ خط ہمیں جناب افضل حیدر صاحب نے فراہم کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمید منزل
بھوپال
۴۷ء-۹-۲

پیارے عباس۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا محبت نامہ ۳ر اگست کا لکھا ہوا مجھے ۱۷ر اگست کو ملا تھا کیونکہ مَیں ۴ر اگست سے لے کر ۱۷ر اگست تک سفر میں تھا اور میری ڈاک میری غیر حاضری میں یہیں جمع ہوتی رہی۔ اُسی دن مَیں نے آپ کی خدمت میں جواب لکھ دیا تھا (انگریزی میں) جو امید ہے آپ کو مل چکا ہوگا۔ آج آپ کا محبت نامہ ۱۹ر اگست کا لکھا ہوا ملا ہے جو آج ہی کی ڈاک میں آیا ہے۔ اتنا عرصہ تو لاہور کی طرف سے ڈاک بھی بند رہی ہے کل سے آنی شروع ہوئی ہے لیکن سب خط دیر کے لکھے ہوئے ہیں عموماً ۱۹، ۲۰ر اگست کے۔ آپ کی خیریت معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ جن حالات میں سے لاہور گزر رہا ہے اُن میں آپ پڑھائی کی طرف تو بہت کم توجّہ کر سکے ہوں گے گو اگر انسان اپنی طبیعت کی تربیت پوری طرح کرلے تو پریشانی میں بھی توجہ کے ساتھ کام کر سکتا ہے جیسے علّامہ اقبال نے کہا ہے

مثلِ گوہر در تہہِ دریا نشستن میتواں

باؤنڈری کمیشن کے فیصلہ سے بے شک مجھے بہت صدمہ ہوا خصوصاً اس وجہ سے کہ قادیان مشرقی پنجاب میں شامل کر دیا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلامی تبلیغ کے رستہ میں بہت سی مشکلات پیدا ہو جائیں گی لیکن اس میں ضرور اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہے جو اِس وقت ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے اور اپنے وقت پر ظاہر ہوگی۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اپنے فرائض کی ادائیگی اور اللہ تعالے

کی رضا جوئی اور دین کی خدمت میں کسی قسم کی سستی نہ کریں اور
پہلے سے بڑھ کر قربانیوں پر آمادہ ہو جائیں اور آپ لوگوں کو
بھی جو ابھی زندگی کے آغاز میں ہیں یہ تہیہ کر لینا چاہیئے کہ آپ
دین کی خدمت کو باقی سب باتوں پر ترجیح دیں گے اور اس میں
کسی قسم کی کوتاہی اور سستی نہیں کریں گے تاکہ جو غفلت اور
کوتاہی پچھلی چند صدیوں میں ہمارے بزرگوں سے صادر ہوتی
رہی اُس کا ازالہ ہو کر اسلام کا قدم پھر ترقی کے زینہ پر پختہ
ہو جائے۔ مسلمانوں کے لئے اِس کے سوائے اور کوئی ذریعہ
ترقی کا بلکہ اپنی ہستی کو قائم رکھنے کا نہیں ہے۔ مجھے بہت سا
وقت سفر میں رہنا پڑتا ہے کل پھر دہلی اور وہاں سے پرسوں
کراچی جا رہا ہوں ابھی آئندہ پروگرام کا علم نہیں۔

یہاں موسم بہت خوشگوار ہے برسات کا سماں بھی
بہت بھلا ہوتا ہے اور جب موسم کھل جاتا ہے تو اس وقت
کی بہار بھی بہت دِل لبھانے والی ہوتی ہے لیکن مجھے تو یہاں
زیادہ ٹھہرنے کا موقع بھی نہیں ملتا۔ یہ جگہ بہت خوبصورت ہے
اگر سردیوں میں کبھی موقع ہو تو آپ ضرور یہاں آئیں۔

ہم سب یہاں بفضل اللہ بخیریت ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا
حافظ و ناصر ہو۔ آمین

والسلام خاکسار
ظفر اللہ خان

جنابِ افضل حیدر کے نام

ذیل کا خط حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے
اپنے عزیز دوست سیّد محمد شاہ ایڈووکیٹ کی وفات پر انکے
صاحبزادے جناب سیّد افضل حیدر کو اظہارِ تعزیت کے لئے
لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لندن
۲۴ مئی ۱۹۶۷ء

عزیزم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابھی ابھی آپ کا غم نامہ ہیگ سے ہو کر مجھے یہاں ملا ہے۔
اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔ بہت ہی پیارا وجود تھا جو اللہ تعالیٰ
کی مشیّت کے ماتحت ہم سے جُدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کمال فضل
سے اسے اپنی رحمت کے آغوش میں جگہ دے۔ آمین۔ میری طرف
سے اپنی والدہ محترمہ، اپنے بھائیوں، چچوں اور دیگر افرادِ خاندان
کی خدمت میں مخلصانہ ہمدردی کا پیغام گذارش کر دیں۔ اللہ تعالیٰ
اپنے فضل و رحم سے آپ سب کو اور ہمیں اِس عارضی مفارقت
پر صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ دعا ہے کہ وہ ارحم الراحمین
خود آپ سب کا مونس و غمخوار اور وارث و کفیل ہو اور ہر
پریشانی سے محفوظ رکھے اور ہر مرحلے پر ناصر ہو۔ آمین۔ سیّد
محمد شاہ ہم سے سبقت لے گئے لیکن ہم سب بھی اپنے اپنے وقت
پر ان کے ساتھ شامل ہونے والے ہیں۔ مجھے تو ہرگز توقع نہیں
تھی کہ وہ آگے نکل جائیں گے لیکن یہ جُدائی عارضی ہے اور
میرے لئے تو نہایت مختصر ہے پھر بھی اِس وقت دل پر مفارقت
کا اثر غالب ہے۔ دل اور دل کے جذبات بھی اسی کے عطا کردہ
ہیں جس نے موت وحیات کا سلسلہ اپنی کامل حکمت کے ماتحت
جاری فرمایا ہے۔ اس کی حکمت اور اس کی رضا کو قبول کرنا اور
اُس کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا ہی سلامتی کا رستہ ہے۔ غفر اللہ
لہٗ برحمتہٖ۔

دل بدرد آید وہجر اینچنیں یکرنگ دوست
لیک خوشنودیم بر فعلِ خداوندِ کریم

P.T.O مکرر۔ میں ایک ہفتہ ہوا ہیگ سے یہاں آ گیا تھا بقیہ موسم
گرما کا اکثر حصہ انگلستان میں گزرے گا۔ پتہ یہی مناسب ہوگا
جو دوسری طرف درج ہے۔

والسلام
خاکسار
ظفر اللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس
دی ہیگ
دی پریذیڈنٹ
۸ اپریل ۱۹۷۰ء

میرے پیارے افضل، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
براہِ کرم میری طرف سے اپنے خط محررہ ۲ اپریل کے بارے میں

مخلصانہ شکریہ قبول کریں جس میں آپ نے میرے انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کا صدر منتخب ہونے پر نیک تمناؤں کا اظہار کیا ہے۔ مَیں آپ کے جذبات کی گہری قدر کرتا ہوں۔

مجھے یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ آپ نے کامیابی سے حج کر لیا ہے۔ میری دعا ہے کہ ربِّ کعبہ اسے پوری طرح سے قبول فرمائے۔

براہِ کرم اپنے خاندان کے تمام افراد کو میری طرف سے مخلصانہ جذبات پہنچا دیں۔

آپ کا مخلص
ظفر اللہ خاں

(انگریزی سے ترجمہ)

جنابِ ایس۔ایم ظفر کے نام

ذیل کے خط میں حضرت چوہدری صاحب نے اپنی جس طویل گفتگو کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے کہ جنابِ ایس۔ایم ظفر اقوامِ متحدہ میں کشمیر کا کیس پیش کرنے گئے تھے۔ حضرت چوہدری صاحب نے جنابِ ظفر کو بڑی تفصیل سے اس کیس کے بارے میں بتایا۔ حضرت چوہدری صاحب کا بیان اتنا طویل اور مسلسل اور مکمل تھا کہ جناب ایس۔ایم ظفر کو کچھ بولنے کی ضرورت نہ پڑی۔ خط میں اسی ملاقات کا ذکر ہے۔ یہ خط انگریزی میں لکھا گیا ہے ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان مشن ٹو دی یونائیٹڈ نیشنز
پاکستان ہاؤس
8 ایسٹ۔ 65th سٹریٹ
نیویارک 21۔ N.Y.

۲۳ ستمبر ۱۹۶۵ء

پیارے ظفر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے امید ہے کہ واپسی پر تمہارا سفر آرام سے گزرا ہوگا۔ مجھے احساس ہے کہ مَیں انتہائی طور پر خود غرض ثابت ہؤا تھا کیونکہ سارا وقت مَیں نے اپنی اجارہ داری قائم رکھی تھی۔ لیکن دراصل بات یہ ہے کہ اِس کیس میں اتنا کچھ کہے جانے کی گنجائش ہے اور کچھ کہنے کے لئے اتنا کم وقت میسّر تھا اِس لئے ابھی بہت سی باتیں جو کہنی چاہیئے تھیں مَیں نے آپ کی اندازہ لگانے کی صلاحیت پر چھوڑ دیں اور یہی میرے جھاگ اُڑاتی آبشار کی طرح محض طلاقت بیانی کے مظاہرہ کا مقصد تھا۔

مَیں اپنے جُرم کا اعتراف کرتا ہوں اور یہاں تک کہتا ہوں کہ اس کی شدّت کو کم کرنے کا بھی خواہاں نہیں ہوں سوائے اسکے کہ

دانم کہ ادب بضبطِ رازاست　　در پردۂ خامشی نیاز است
اِلّا چہ کنم کہ مئے تو لی　　تند است بروں فتد زمینا

اللہ کی رحمتوں اور دعاؤں کے ساتھ

انتہائی مخلص
(دستخط) ظفر اللہ خاں

جنابِ اَسعد کے نام

ایک صاحب نے حضرت چوہدری صاحب سے انسان کے مقصدِ پیدائش اور اس کے حصول کے ذریعے کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے خط لکھا۔ حضرت چوہدری صاحب نے اس کو جو جواب دیا وہ حکمت و معرفت کا ایک زرّیں باب ہے۔ اِس خط کی فوٹوسٹیٹ پر مقام درج نہیں اور تاریخ بھی کسی حد تک اندازے سے پڑھی گئی ہے۔ اِس خط کی فراہمی کے لئے ہم محترم ائیر مارشل (ریٹائرڈ) ظفر چوہدری صاحب کے ممنونِ احسان ہیں۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جولائی ۱۹۸۱ء

پیارے اسعد　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

محبّت نامہ ۱۴ر جولائی کا لکھا ہؤا ملا۔ جزاکم اللہ۔ آپ نے جو سوال لکھا ہے اس کے جواب میں جو فہم اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے اس کا اظہار انگریزی کے مقابلے پر اُردو میں نسبتاً آسان ہے اِس لئے خلافِ معمول اُردو میں جواب لکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اگر آپ کو کوئی مشکل پیش آئے تو شیخ صاحب سے مدد لے لیں۔

جہاں تک آپ کے الفاظ سے مَیں سمجھ سکا ہوں میرا اندازہ ہے کہ آپ وما خلقت الجنّ والانس اِلّا لیعبدون (۵۱-۵۷) کے مفہوم کی وضاحت چاہتے ہیں۔ اِس آیت کے لفظی

معنے تو یہ ہیں "میں نے چھوٹے اور بڑے سب انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری پرستش کریں"۔ لیکن لیعبدون کے مفہوم کے سمجھنے میں کچھ آسانی ہو جاتی ہے اگر ہم اس کے یوں معنی کریں کہ وہ میرے عبد بنیں۔ یعنی میری صفات کا عکس بنیں۔"

لیکن لیعبدون کا جو مفہوم بھی لیا جائے "میری عبادت کریں" "میرے عبد بنیں" "میری صفات کا عکس بنیں"۔ اس مفہوم کے حاصل کرنے کا کیا طریق اختیار کیا جائے۔ قرآن کریم میں مختلف مقامات پر اپنے عباد (عباد الرحمٰن۔ مومنون۔ محسنون) کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً ۱۷: ۲ تا ۴۔ ۲۳: ۲ تا ۱۲۔ ۲۵: ۶۴ تا ۷۸۔ ان کا مطالعہ کریں۔ غور کریں۔ عمل کریں۔

اس تمام جدوجہد میں ایک زرّیں اصول اگر ہر وقت بطور کسوٹی کے مدّنظر رہے تو عملاً حصولِ مقصد میں بہت ممد ہو سکتا ہے اور وہ اصول بھی دراصل لیعبدون ہی کی تفسیر ہے۔ وہ اصول یہ ہے کہ ہر بات میں بڑی سے بڑی ہو یا چھوٹی سے چھوٹی مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو۔ مثلاً اپنے منصبی فرائض کی ادائیگی توجہ محنت، دیانتداری، تندھی سے کی جائے نہ اس لئے کہ افسرانِ بالا خوش ہوں۔ ترقی ملے۔ تنخواہ بڑھے بلکہ خالصتاً اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو۔ بیوی کے ساتھ حُسنِ سلوک ہو نہ اس لئے کہ بیوی خوش ہو۔ محبّت بڑھے۔ گھر کا ماحول خوشگوار ہو بلکہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو۔ اسی طرح اولاد کی تربیت، دوستوں کے حقوق کی ادائیگی، مہمان نوازی، خوش خُلقی، سب نیکیاں ہیں لیکن اگر ان سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو تو یہ سب نہایت اعلیٰ درجے کی نیکیاں بن جاتی ہیں اور آڑے وقت میں اور آزمائش کے مواقع پر انسان کو تقوٰی کے اعلیٰ مدارج پر قائم رکھنے میں ممد ہوتی ہیں جس شخص کا مقصد بیوی کے ساتھ حُسنِ سلوک میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو گا وہ بیوی کو خوش کرنے کے لئے رشوت نہیں لے گا تاکہ بیوی کو اس کے حسبِ پسند قیمتی تحفہ پیش کر سکے۔ یہ اصل تقوٰی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا یقینی ذریعہ ہے ہر بات چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی خدا تعالےٰ کی خوشنودی کی خاطر ہو۔

شیطان کا حملہ مومن پر اس رنگ میں بھی ہوتا ہے کہ وہ مومن کو چھوٹی نیکی کی رغبت دلا کر بڑی نیکی سے محروم کر دیتا ہے۔ اس پہلو سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ اِلّا لیعبدون کا ایک پہلو یہ بھی ہے۔ عبادت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کو ہر بات پر ترجیح دو۔ دین کو دُنیا پر مقدم کرنے سے بھی یہی مراد ہے لا الٰہ اِلّا اللہ کا بھی یہی مطلب ہے۔ اللہ اکبر کا بھی یہی مفہوم ہے۔ اسلام کا یہی خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

جب کسی بات کا فیصلہ کرنا ہو کہ یوں کریں یا یوں کریں تو معیار یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا موجب ان میں سے کونسی بات ہو گی۔ پھر اس پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں اور قائم رہنے کے لئے دعا کرتے رہیں۔ یہ ہے استقامت جس کے متعلق کہا گیا ہے الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ ۴۱: ۳۱-۳۶ کا بار بار اور غور سے مطالعہ کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور ہر لحظہ حافظ و ناصر ہو۔ آمین

والسلام
خاکسار
ظفراللہ خان

محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کے نام

محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کو حضرت چوہدری صاحب سے ایک لمبا تعلق رہا ہے اور آپ کے پاس حضرت چوہدری صاحب کے نادر خطوط کا ایک قیمتی ذخیرہ موجود ہے اس میں سے بعض خطوط کے اقتباسات بغرض اشاعت ماہنامہ "انصاراللہ" کو دینے کے لئے ہم محترم مولانا کے ممنون ہیں جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ

۲۷ جون ۱۹۵۸ء

مکرم مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

..... آپ ازراہِ نوازش صاحبزادہ صاحب (حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مراد ہیں۔ ناقل) کی خدمت میں حاضر ہو کر خاکسار کی طرف سے عیادت کریں اور خاکسار کو ان کی صحت کے متعلق اطلاع بخشیں۔ ممنون ہوں گا۔ اور یہ خواب بھی ان کی خدمت میں گذارش کر دیں۔ کل صبح فجر کی نماز کے بعد خواب

میں دیکھا کہ مَیں ان کی خدمت میں حاضر ہوں ان کے ہاتھ میں
ایک مسودہ ہے مجھے احساس ہوُا کہ یہ خاکسار کی تقریر کا
مسودہ ہے جو شکاگو کانگرس کے لئے تیار کی ہے۔ صاحبزادہ
صاحب نے کچھ مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا "سیکیورٹی کونسل
(مجلسِ امن) کا کیا فرض ہے ؟" مَیں نے گذارش کی "دنیا کے
امن کا قیام" اور ساتھ ہی احساس ہوُا کہ صاحبزادہ صاحب
کی طرف سے گویا اشارہ ہے کہ تقریر میں یہ مضمون بھی شامل کرنا
چاہیئے تھا۔ بیداری ہونے پر اس احساس سے بے چینی ہوئی
کہ تقریر کے مسودہ میں کچھ فروگذاشت ہوئی ہے۔ دفتر آنے
پر ایک تار امریکہ سے ملا کہ بوسٹن میں ایک کانفرنس میں تمہاری
شمولیت کی خواہش ہے جو یکم اور ۲ اگست کو ہوگی اور جس کا
موضوع ہوگا "مذاہبِ عالم کا امنِ عالم کے ساتھ تعلق"
THE RELATION OF WORLD RELIGIONS
TO WORLD PEACE ۔ خاکسار کا پہلا تاثر تو یہ تھا
کہ خاکسار شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کانفرنس میں شمولیت
کے نتیجہ میں ہیگ سے غیر حاضری کا عرصہ دس دن کی بجائے
۱۷ دن ہو جائے گا اور ترجمہ کے کام کے لحاظ سے (ترجمہ
قرآن کریم مراد ہے۔ ناقل) اور اس لحاظ سے کہ میری غیر حاضری
میں میرے گھر سے یہاں اکیلے ہوں گے دقت ہوگی۔ مَیں یہ جواب
لکھوانے کو تھا کہ اسی صبح کا خواب یاد آ گیا اور مَیں نے محسوس
کیا کہ صاحبزادہ صاحب کا خواب میں اشارہ اس دوسری کانفرنس
کی طرف تھا جس کا موضوع براہِ راست امنِ عالم سے متعلق ہے
واللہ اعلم بالصواب ..... آپ صاحبزادہ صاحب کی
خدمت میں گزارش کریں کہ اگر اس موضوع پر وہ خاکسار کی
راہنمائی کر سکیں تو ممنون ہوں گا ..... ممکن ہے اس دوسری
کانفرنس میں شمولیت کا موقع پیش آئے اس کے پیشِ نظر حضورؒ
سے راہنمائی کی درخواست ہے جو نوٹ حضور ارشاد فرمائیں
وہ خاکسار کو بھجوا دیں۔

والسلام
خاکسار
ظفراللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ
۳ اکتوبر ۱۹۵۸ء

مکرم مولانا　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

..... تین چار دن ہوئے خواب میں دیکھا کسی دوست کو
ایک سلسلہ نئے مکانات کا دکھا رہا ہوں جو زیرِ تعمیر، فراخ اور
خوبصورت ہیں سمجھتا ہوں کہ یہ سب میرے مکان ہیں۔ کُل چار
مکان ہیں۔ ایک کے متعلق دل میں خیال ہے کہ یہ والد صاحب
مرحوم نے شروع کرایا تھا لیکن ابھی زیرِ تعمیر ہے۔ ہر مکان کے
آگے سڑک کی طرف ایک عمدہ مسجد بھی بنوائی جا رہی ہے جو گویا
مکان کا حصّہ بھی ہے اور باہر سے بھی لوگ براہِ راست اس میں
داخل ہو سکتے ہیں۔ اس سے چند دن قبل بھی ایک نیا زیرِ تعمیر مکان
دیکھا تھا جو ان سب سے بہت زیادہ فراخ تھا اور دل میں خیال
تھا کہ اوپر کی بہت کھلی اور فراخ منزل میں ایک حصّہ میں والدہ
صاحبہ مرحومہ مقیم ہیں یا وہ حصّہ ان کے لئے ہے۔ پرسوں رات
نواب محمد دین صاحب مرحوم کو دیکھا۔ تفصیل یاد نہیں رہی لیکن
خواب مبشر تھا۔ کل رات دیکھا کہ چند مہمانوں کو ایک شہر دکھا رہا
ہوں گھوڑا گاڑی میں لیکن گاڑی خاصی لمبی ہے اور احساس
یہ ہے کہ موٹر ہے ایک حصّہ سڑک میں گہرا پانی اور کیچڑ تھا لیکن
اگرچہ گاڑی لمبی تھی اور ہم چند آدمی تھے اور ایک ہی گھوڑا تھا
لیکن گھوڑا خوب تیزی سے گاڑی کو لے نکلا۔ نہ صرف گاڑی رُکی
نہیں بلکہ اس مقام سے معمول سے زیادہ تیزی سے نکل گئی اور
کوئی چھینٹا وغیرہ نہیں پڑا پھر ساتھ ہی آگے گویا مقام مقصود
ہے جہاں جماعت کے لوگ جمع ہیں اور نمازِ ظہر کی تیاری ہے
کھلا میدان ہے جس میں مکانات بھی ہیں لیکن نئے تعمیر شدہ۔
بھائی عبدالرحیم صاحب مرحوم آگے بڑھ کر ملے اور فرمایا نماز
کی تیاری کر لو پھر نماز پڑھیں۔ خواب تو سب بظاہر مبشر ہیں اور
پھر جنّت کی خوشبو لئے ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔
.....

والسلام
خاکسار
ظفراللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ

۱۰ اکتوبر ۱۹۵۸ء

مکرم مولانا　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

..... آخری جزو کا ترجمہ ارسالِ خدمت ہے۔ الحمد للہ کہ یہ مرحلہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحم اور اس کی عطا کردہ توفیق سے تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ باقی مراحل بھی بخیر و خوبی تکمیل تک پہنچا دے۔ آمین۔ نظرِ ثانی کے متعلق مختصر طور پر مکرم جناب صاحبزادہ صاحب (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مراد ہیں۔ ناقل) کی خدمت میں پچھلے ہفتے گزارش کر چکا ہوں .....

والسلام

خاکسار

ظفراللہ خان

(نوٹ: خط مذکور میں ترجمے سے مراد قرآن کریم کا ترجمہ ہے۔ اس سے پہلے کے خطوط میں درج ہے کہ فلاں فلاں سورۃ کا ترجمہ بھجوا رہا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت چوہدری صاحب نے قرآن کریم کا ترجمہ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں ختم کر لیا تھا۔ ناقل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ

۱۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء

مکرم مولانا　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) مکرم جناب نائب ناظر صاحب اصلاح وارشاد کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ (حضرت فضل عمر۔ ناقل) نے خاکسار کی جلسہ سالانہ کی تقریر کا مضمون "احمدیہ تعلیم کا اثر دوسرے مسلمانوں پر" تجویز فرمایا ہے .....

(۲) مناسب موقع پانے پر جب حضور کی طبیعت پر گراں نہ گذرے استصواب فرمالیں کہ عقائد علم کلام تعمل وغیرہ کے کن شعبوں کی طرف اشارہ کرنا یا تقریر میں ذکر کرنا مناسب ہوگا۔ جزاکم اللہ..... خاکسار غالباً جلسہ کے عین پہلے حاضر ہو سکے گا۔ ان ایام میں حضور ایدہ اللہ کی طبیعت پر بوجھ بھی ہوتا ہے اور وقت بھی کم میسر ہوتا ہے اس لئے قریب کی فراغت میں استصواب فرمالیں اور خاکسار کو مطلع فرما دیں تاکہ پھر سارے مضمون پر غور کر لیا جائے.....

والسلام

خاکسار

ظفراللہ خان

نوٹ: کسی نے یہ سوال کیا تھا کہ قرآن مجید نے جو فرمایا ہے فیھا تحیون فیھا تموتون ومنھا تخرجون اس زمین میں ہی تم لوگ زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے دوبارہ نکالے جاؤ گے تو مرنے کے بعد انسانی جسم تو ختم ہو جاتا ہے اور رُوح باقی رہتی ہے جو قبر میں نہیں ہوتی تو اس زمین سے دوبارہ نکالے جانے کا کیا مطلب ہے۔ یہ سوال چوہدری صاحب کی خدمت میں تحریر کیا گیا۔ جواباً آپ نے فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لاہور

۴ فروری ۱۹۶۰ء

مکرم مولانا　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

..... ملفوف کا جواب آپ بھیج دیں۔ قبر کے ساتھ بیشک کچھ تعلق تو ہے۔ ایک انسان دس منٹ ایک کمرے میں ٹھہر جائے تو وہاں اثر باقی رہتا ہے جس جسم میں عمر بھر رُوح زندگی کرتی رہی اس کے ساتھ یقیناً تعلق رہتا ہے۔ فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون کوئی مشکل پیش نہیں کرتا۔ منھا تخرجون فرمایا ہے یہ تو نہیں فرمایا کہ پھر اِسی جہان میں قیام ہوگا۔ تبدل الارض غیر الارض بھی فرمایا ہے بقادر علیٰ ان یخلق مثلھم بھی فرمایا ہے غرض آپ میری نسبت بہتر جانتے ہیں ..... زمین سے انسان پیدا ہوا وہی رُوح جو زمین سے پیدا ہوئی اُسی سے نکلی آئندہ زندگی میں جسم بنے گی منھا تخرجون ہی ہے .....

والسلام

خاکسار

ظفراللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ

۲۸ مارچ ۱۹۶۰ء

مکرم مولانا   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

..... حضرت صاحبزادہ صاحب (مراد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب۔ ناقل) تیسویں سپارے کی نظر ثانی (انگریزی ترجمہ قرآن مراد ہے۔ ناقل) فرمادیں تو یہ بھی غنیمت ہے لیکن بقیہ حصے کی کوئی نہ کوئی نظر ثانی ضروری ہے۔ ایک شخص کی ذمہ داری پر چھپنا مناسب نہیں۔ مکرمی جناب ملک غلام فرید صاحب سے دریافت کرلیں اگر ان کی نگاہ میں کسی تبدیلی کی ضرورت ہو تو اس پر صاحبزادہ صاحب غور فرمالیں.....

مکرر..... صاحبزادہ صاحب نے جو نظر ثانی ترجمہ کی فرمائی ہے وہ مسودہ مجھے بھیجنے کی ضرورت نہیں اُن کی نظر ثانی کے مطابق تبدیلی کرلی جائے۔   والسلام

خاکسار

ظفراللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ

۲۳ مئی ۱۹۶۰ء

مکرم مولانا   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

..... الحمدللہ تفسیر صغیر کے انگریزی ترجمے کی طباعت زیر نظر ہے۔ پہلے انگریزی ترجمے کے ختم ہوجانے کی وجہ سے بہت دقت ہورہی ہے۔ مانگ متواتر ہے اور اسے پورا نہ کرسکنے کی وجہ سے ندامت اُٹھانی پڑتی ہے..... مکرمی عبدالسلام میڈسن A. S. MADSEN ڈنمارک میں قرآن کریم کا وہاں کی زبان میں ترجمہ کررہے ہیں۔ مجھ سے انہوں نے تفسیر صغیر والے ترجمہ کا مسودہ طلب فرمایا تھا۔ شروع کے ۷½ سپاروں کا ترجمہ تو ربوہ میں ہی کیا گیا تھا وہ میرے پاس نہیں تھا باقی ۲۲½ سپاروں کا ترجمہ انہیں بھیج دیا گیا تھا۔ انہوں نے انڈیکس کے متعلق بھی دریافت کیا تھا.....   والسلام   خاکسار

ظفراللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ

۴ جولائی ۱۹۶۰ء

مکرم مولانا   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

..... میرے عہدے کی موجودہ میعاد شروع فروری میں ختم ہوجائے گی لیکن اس اثناء میں آخر ستمبر یا شروع اکتوبر میں دوبارہ انتخاب ہوگا۔ خود بھی دعا فرمائیں اور خاص دوستوں اور بزرگوں کی خدمت میں بھی دعا کے لئے گذارش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے اعلیٰ کامیابی عطا فرمائے۔ آمین.....

والسلام خاکسار

ظفراللہ خان

(نوٹ: موجودہ عہدے سے مراد عالمی عدالتِ انصاف کے جج کے عہدے پر آپ کی پہلی دفعہ تقرری ہے۔ ناقل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ

۸ راگست ۱۹۶۰ء

مکرم مولانا   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

..... انتخاب کے سلسلے میں کچھ سیاسی مقاصد کام کرتے نظر آتے ہیں۔ ابھی کوئی صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا۔ جیسے مَیں نے لکھا ہوگا ہندوستانی اور جاپانی امیدواروں کی تائید میں ان کی حکومتیں بہت زور سے کام کررہی ہیں۔ ہماری حکومت بھی مناسب کوشش کررہی ہے۔ صدرِ حکومت بھی بہت دلچسپی لے رہے ہیں نتیجہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ حالات بہت دعاؤں کے متقاضی ہیں اور یہ بات خود موجب برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم اور ذرہ نوازی سے کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

مکرر: اوپر کی سطریں لکھنے کے بعد ایک اطلاع یہ بھی ملی ہے کہ جاپانی امیدوار رومن کیتھولک ہے اس لئے رومن کیتھولک حکومتوں کی ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ واللہ المستعان۔   والسلام

خاکسار

ظفراللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ
۱۲ ستمبر ۱۹۶۰ء

مکرم مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

..... انتخاب کے متعلق ابھی کوئی پختہ اندازہ تو نہیں ہو سکتا لیکن بظاہر حالات امید افزا ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

قرآن کریم کے انگریزی ترجمے کی طباعت کا معاملہ کس مرحلے پر ہے؟ مجھ سے احباب دریافت فرماتے رہتے ہیں مَیں انہیں مرکز کا حوالہ دے دیتا ہوں ..... والسلام

خاکسار
ظفر اللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ
۱۰ر اکتوبر ۱۹۶۰ء

مکرم مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا والا نامہ مورخہ ۵ر اکتوبر شرفِ صدور لایا۔ جزاکم اللہ۔ الفضل میں پے در پے چند افسوسناک خبریں پڑھیں جن سے بہت قلق ہوا۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔ ان میں سے تین نہایت مفید وجودوں کی وفات کی خبریں ہیں جن کی مفارقت سے ایسے دل غم سے پُر ہوئے اور ایسی آنکھیں اشکبار ہوئیں جو مجھے بہت ہی پیارے ہیں جن کا غم میرا غم اور جن کے آنسو میرے آنسو ہیں۔ کاش مَیں خود موجود ہوتا اور اپنی ہمدردی اور ان کے غم و اندوہ میں اپنی شرکت کا خود ان کی خدمت میں اظہار کر سکتا گو شاید زبان تو کچھ بیان نہ کر سکتی

درد مندیم و خبر مید ہد از سوزِ درون
دہن خشک و لبِ تشنہ و چشمِ ترِ ما

سے وہ میرے دل کی کیفیت کا اندازہ کر لیتے۔ اب آپ سے ملتجی ہوں کہ ان بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر اس دُور افتادہ کی طرف سے ہمدردی اور غم کا اظہار کر دیں۔ اللہ تعالیٰ انکے دلوں کو تسکین بخشے اور اپنے کمال فضل و رحم سے ان کے جُدا ہونے والے پیاروں کو اپنی رحمت کے سائے میں علیین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ (۱) مکرمی جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب جن کی صالح اور سچی اور حقیقی رفیقۂ حیات اُن سے جُدا ہوئیں جس جُدائی سے ان کی زندگی میں ایک گہرا خلا پیدا ہو گیا۔ (۲) مکرمی مولانا جلال الدین شمس صاحب جن کی بزرگ والدہ ماجدہ کا سایہ ان کے سر سے اُٹھ گیا اور وہ گویا آج آغوشِ مادر کی شفقت۔ حفاظت۔ خبر گیری سے محروم ہو گئے اور ماں کی محبت بھری دردمندانہ دعاؤں کا سلسلہ مشیّتِ ایزدی اور حکمتِ الٰہی کے ماتحت بند ہو گیا۔ ماں سے جُدائی کا غم میرا دل خوب اندازہ کر سکتا ہے۔ اپنی شفیق...... ماں کا جنازہ پڑھاتے وقت شمس صاحب کے دل کی کیا کیفیت ہو گی۔ (۳) محترمی مولانا ابو العطاء صاحب جنہیں اپنی لختِ جگر کی جُدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ وہ وجود بھی کیسا صالحہ مفید بابرکت وجود تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں جانے والوں اور پیچھے رہنے والوں پر ہوں وہ اپنے مولا کے بلانے پر اُس کے حضور حاضر ہو گئے اور پیچھے رہنے والوں نے اپنے مالک کی رضا کو صبرِ جمیل کے ساتھ قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی عبودیت اور محبت کے تعلق کو مضبوط تر کر لیا۔ بلائے کز حبیب آید ہزارش مرحبا گفتم۔

سیّد داؤد احمد صاحب کا والا نامہ تو نہیں ملا۔ بیشک اس رقم کی تحریک میرے ذمے ڈالی گئی تھی۔ مَیں نے کچھ کوشش چند ایام میں جو مجھے میسّر آئے کی تھی۔ یہاں سے بھی تحریک کرتا رہا ہوں۔ انشاء اللہ اب واپسی پر پھر کوشش کروں گا۔ چوہدری بشیر احمد صاحب اور برادران کی خدمت میں پانچ ہزار کی تحریک کی تھی۔ کرنیل عطاء اللہ صاحب اور برادران کی خدمت میں پانچ ہزار کی۔ شیخ اعجاز احمد صاحب (ایک ہزار)۔ عزیزم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب (ایک ہزار) اور خاکسار کی طرف سے (تین ہزار) پانچ ہزار کا وعدہ بھجوا چکا ہوں (ادائیگی کی واپسی پر بفضل اللہ امید رکھتا ہوں۔ وباللہ التوفیق)۔ مکرمی جناب کرم الٰہی صاحب کوئٹہ نے سب سے پہلے ایک ہزار کا وعدہ کیا اور غالباً ادائیگی بھی کر دی۔ جماعت کراچی میں بیس ہزار کی تحریک کی تھی چند وعدے میری موجودگی میں ہوئے بھی تھے امیر صاحب کراچی سے دریافت کیا جائے۔ امیر صاحب لاہور کو بھی تحریک کی تھی ان سے بھی دریافت کیا جائے۔ چوہدری انور حسین صاحب شیخوپورہ۔ خواجہ عبد الرحمٰن صاحب سیالکوٹ۔ شیخ بشیر احمد صاحب لاہور وغیرہ

وغیرہ۔ لیکن مرکز کی طرف سے بھی تو تحریک ہوتی رہنی چاہیئے تا یہ نہایت اہم کام احباب کی توجّہ کو جذب کرے۔ ہاں ملک صنا خان صاحب سے بھی گذارش کی تھی۔ ملفوف تراشہ سیّد داؤد احمد صاحب کی خدمت میں پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

مکرر: محمد سلیم صاحب بی۔ اے معرفت مکرمی غلام محمد صاحب دفتر الوصیّت کو پیغام بھجوا دیں کہ وہ لاہور عزیزم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب سے مل لیں۔

والسّلام
خاکسار
ظفر اللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیمبرج
۱۰ اگست ۱۹۶۱ء

مکرم مولانا السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

..... کل انشاء اللہ شام یہاں سے روانہ ہو کر رات نیویارک پہنچ جاؤں گا (تقرر کے متعلق اندازہ سے بڑھ کر مخالفت تھی نہ میری بے شمار خامیوں کی وجہ سے بلکہ حسبِ معمول میرے عقیدے کی وجہ سے)

(حاشیہ: صرف آپ کی اطلاع کے لئے)

اِس لئے بہت دعاؤں کا محتاج ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم اور ذرّہ نوازی سے کما حقّہا عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرماتا جائے۔ ہر مرحلہ پر ہادی و ناصر ہو اور اعلیٰ کامیابی اور سُرخروئی عطا فرمائے اور اندرون اور بیرون کے مخالفین اور حاسدین کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ خود بھی دعا فرماتے رہیں اور بزرگان اور احباء کی خدمت میں بھی تحریک کرتے رہیں خصوصاً حضرت مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی۔ سیّد مختار احمد صاحب شاہجہانپوری۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری۔ مولوی جلال الدین شمس صاحب۔ مولوی ابوالعطاء صاحب۔ مولوی محمد یعقوب صاحب۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب۔ ماسٹر محمد دین صاحب۔ یہ بھی اشارہ ہوا ہے کہ اِس رنگ میں بھی دعائیں کی جائیں مبادا ان تزل قدم بعد ثبوتها واللّٰہ المستعان وما توفیقی اِلّا باللّٰہ العلی العظیم .....

والسلام
خاکسار
ظفر اللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیویارک
۱۸-۹-۱۹۶۱ء

مکرم مولانا السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

..... (۱) یہاں پہنچنے کے بعد مصروفیت بہت بڑھ گئی ہے اور احباب کی کرم فرمائی بصورت ارسال خطوط میں بھی بہت اضافہ ہو گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ دلوں میں اِس قدر توجہ ہے اور دعاؤں کا موجب بھی ہے فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلك لیکن مجھے اردو دان اور اردو نویس احباب کے خطوط کے جواب کے لئے وقت نہیں ملتا۔ معذور ہوں۔ اِس لئے مندرجہ ذیل مفہوم کا اعلان مناسب الفاظ میں الفضل میں شائع کروا دیں۔ جزاکم اللہ

مَیں احباب کا نہایت ممنون ہوں کہ وہ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔ ایسی حالت میں کہ مَیں دُعاؤں کا نہایت محتاج ہوں اور اپنے والا ناموں سے بھی نوازتے رہتے ہیں۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔ لیکن میں بوجہ شدّت مصروفیت تمام احباب کے والا ناموں کا جواب لکھنے سے قاصر ہوں اس کی معافی چاہتا ہوں۔ جو احباب اپنے حُسنِ ظن کی وجہ سے خاکسار کو دعا کے لئے لکھتے ہیں ان کیلئے ضرور دعا کرتا ہوں۔ جو کسی اَور امر کے متعلق لکھتے ہیں اگر انکی خدمت میں میرا جواب نہ پہنچے تو سمجھ لیں کہ ان کے ارشاد کی تعمیل میرے اختیار میں نہیں .....

والسلام
خاکسار
ظفر اللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیویارک
۳ دسمبر ۱۹۶۱ء

مکرم مولانا السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

..... ۳۱ دسمبر کو عزیز حمید نصر اللہ خان بیت الظفر کا قبضہ صدر انجمن احمدیہ کے حوالے کر دیں گے ..... یکم جنوری سے

تمام انتظام کی ذمہ دار صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ محترمی مکرمی جناب صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب کی خدمت میں خاکسار کا عاجزانہ سلام اور درخواستِ دعا گذارش کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔

والسلام
خاکسار
ظفراللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیویارک
۶ مئی ۱۹۶۲ء

مکرم مولانا السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

......(۵) بچوں کے نام پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذہنی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ موافق و مخالف ہر بات کو غور اور فکر کے بعد تسلیم یا ردّ کیا جائے جو بات صحیح نظر آئے اسے قبول کرنے اور جو غلط نظر آئے اُسے ردّ کرنے میں ضد یا جنبہ داری کا دخل نہ ہو بلکہ خالصتاً حق کی حمایت اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی مدِّ نظر ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل و رحم سے اس کی توفیق بخشے۔ آمین

والسلام خاکسار
ظفراللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیویارک
۱۱ جولائی ۱۹۶۲ء

مکرم مولانا السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

.....مَیں یہ عریضہ ہسپتال سے لکھ رہا ہوں۔ کل سہ پہر مَیں یہاں داخل ہوُا آج ـ ـ بائیں آنکھ کا نزول الماء کا اپریشن انشاء اللہ ہوگا۔ خاص احباب کی خدمت میں دعا کے لئے گذارش خاکسار کی طرف سے کر کے ممنون فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے اپریشن کو ہر لحاظ سے کامیاب فرمائے اور کامل طور پر فائدہ مند بنائے۔ آمین۔ اخبار میں اعلان مناسب نہیں۔ ہفتہ بھر ہسپتال میں ٹھہرنا ہوگا اس کے بعد بھی آٹھ دس دن لکھنے پڑھنے کی احتیاط لازم ہوگی۔

.....خاکسار کے لئے دعا فرماتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔

والسلام
خاکسار
ظفراللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیویارک
۲۸ جولائی ۱۹۶۲ء

مکرم مولانا السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کے والا نامے باقاعدہ ملتے رہے۔ جزاکم اللہ۔ خاکسار ۱۰ جولائی کو ہسپتال میں داخل ہوُا۔ ۱۱ کو اپریشن ہوُا۔ ۱۹ کو ہسپتال سے واپس آیا۔ ۲۴ کو پھر ڈاکٹر صاحب نے آنکھ کا معائنہ کیا۔ ہر مرحلے پر بفضلِ تعالیٰ انہوں نے پورے اطمینان کا اظہار کیا الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب کی خدمت میں اور جن احباب کی خدمت میں آپ نے دعا کے لئے گذارش کی تھی یہ اطلاع بھی پہنچا دیں اور خاکسار کی طرف سے دلی اور عاجزانہ شکریہ بھی کہ ان سب نے کمال شفقت سے اِس دُور افتادہ عاجز بھائی کو اپنی مخلصانہ دعاؤں میں یاد رکھا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ آئندہ معائنہ پرسوں ہوگا۔ امید ہے پرسوں نئی عینک کا نمبر بھی مل سکے گا۔ ابھی لکھنے پڑھنے پر پابندی ہے امید ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے ہفتہ عشرہ تک یہ پابندی رفع ہو سکے گی۔ دعا جاری رکھیں اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

والسلام خاکسار
ظفراللہ خان

(نوٹ: اِس خط میں صرف والسلام خاکسار ظفراللہ خان کے الفاظ اپنی قلم سے لکھے معلوم ہوتے ہیں۔ ناقل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خرطوم سوڈان
۳۱ جنوری ۱۹۶۳ء

مکرم مولانا السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مَیں بفضلِ تعالیٰ بخیریت ہوں کل صبح انشاء اللہ تعالیٰ قاہرہ

جاؤں گا۔ لیبیا، روم، تونس، الجزائر، مراکش ہوتا ہؤا انشاء اللہ ۷ رفروری کو لندن پہنچوں گا۔ ۱۱ رکو نیویارک۔ لندن میں پتہ

C/O IFTIKHAR ALI ESQ.
DEPUTY HIGH COMMISSIONER
35 LONDON SQ. LONDON
S.W. I

نچلا رقعہ رمضان کے فدیہ کے لئے ہے کسی ایسے صاحب کی خدمت میں یہ رقم پیش کر دیں جو مُنہ سے مانگنے والوں کے زمرے میں نہ ہوں۔ جزاکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

والسلام خاکسار
ظفراللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ
۸ ستمبر ۱۹۶۴ء

مکرم مولانا　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

..... ایک تو الفضل میں اپنی طرف سے میری اطلاع کی بناء پر اعلان کروا دیں کہ میں بوجہ متواتر سفر کے پاکستان پہنچنے تک احباب کی خدمت میں عریضہ ارسال نہ کر سکوں گا اور ۱۰ ستمبر کے بعد کے ڈاک میں ڈالے ہوئے خط اس عرصے میں مجھے نہ مل سکیں گے۔ میری طرف سے مناسب الفاظ میں معذرت کر دیں (غرض یہ ہے کہ احباب اس عرصے میں خط لکھنے اور ڈاک پر وقت اور روپیہ صرف کرنے کی زحمت سے بچ جائیں) ..... مکرمی جناب صاحبزادہ میرزا طاہر احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر خاکسار کی طرف سے سلام اور درخواستِ دعا گذارش کریں۔ سفر کا مندرجہ بالا پروگرام گذارش کر دیں اور لندن اور نیو یارک کے پتے عرض کر دیں کہ اگر ضرورت پیش آئے یا التفاتِ خاطر ہو تو تواریخ مندرجہ کے مطابق والا نامہ اِن پتوں پر خاکسار کو پہنچ سکتا ہے۔.....

والسلام
خاکسار
ظفراللہ خان

(حضرت چوہدری صاحب بے شمار مستحقین کی مالی امداد فرمایا کرتے تھے۔ ایک خط میں ایسے مستحقین کی فہرست درج کرنے کے بعد تحریر فرمایا۔ یہ خط لندن سے ۷ را پریل ۱۹۶۵ء کو لکھا گیا)

..... سب قابلِ امداد معلوم ہوتے ہیں اور مجھ ناچیز عاصی نابکار سے بہت بڑھ کر مستحق۔ جناب افسر خزانہ صاحب کے ساتھ مشورہ کر کے (اگر ضرورت ہو تو وہ سائلان کے مزید حالات معلوم کر لیں) خاکسار کو اطلاع دیں کہ کس قدر مدد مناسب ہوگی اتنے میں مَیں غور بھی کروں گا اور دعا بھی کروں گا کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و رحم سے کوئی رستہ کھول دے۔ ھو المستعان ھو علیٰ کُلّ شیءٍ قدیر۔

..... صاحبزادہ میرزا طاہر احمد صاحب کی خدمت میں بعد سلام مسنون گزارش کریں کہ ان کے والا نامے کے لئے چشم براہ ہوں لیکن اصرار بھی نہیں کہ ان پر بوجھ نہ ہو.......

والسلام خاکسار
ظفراللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لندن
۴ رجولائی ۱۹۶۵ء

مکرم مولانا　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

...... انشورنس کے بارے میں خاکسار کسی مشورے میں شامل نہیں ہؤا اور نہ اس کے متعلق کوئی معلومات ہیں۔ البتہ (حضرت فضلِ عمر۔ ناقل) کے مندرجہ ذیل ارشادات خوب یاد ہیں:۔

۱۔ حکومت کی طرف سے جو انشورنس قانوناً لازم قرار دیدیا جائے وہ جائز ہے۔
۲۔ ایسا نظامِ انشورنس جو باہمی تعاون کی صورت میں ہو اور جس کے نفع نقصان کی ذمّہ داری کلیۃً انہی افراد پر ہو جو اس میں شامل ہوں جائز ہے۔
۳۔ ایسا نظامِ انشورنس جس میں بیمہ کرنے والا ادارہ جس خطرے کا بیمہ کیا جائے اُس خطرے کے امکانات کو کم کرنے کے طریق اختیار کرے جائز ہے۔ مثلاً زندگی کا بیمہ ہو تو وقتاً فوقتاً طبّی معائنے کا انتظام یا طبّی مدد کا انتظام

آگ سے نقصان کا بیمہ ہو تو آگ کے متعلق احتیاط کا انتظام، آگ لگ جانے پر جلد بجھا دینے کا انتظام خواہ یہ انتظام بیمہ کرنے والے ادارے کی طرف سے ہوں خواہ بیمہ کی شرائط کا حصّہ ہوں اور ان کی ذمّہ داری بیمہ کرنے والے پر ہو جائز ہے۔

۴۔ ایسا بیمہ جس کے نتیجے میں بیمہ کرنے والا ادارہ اپنے عام فرائض سے بڑھ کر ذمّہ داری اُٹھائے مثلاً بیمہ شدہ اشیاء کا ڈاک سے بھیجنا جن کے متعلق ڈاک کا محکمہ زائد ذمّہ داری لیتا ہے جائز ہے۔

صاحبزادہ میرزا طاہر احمد صاحب کی خدمت میں خاکسار کا سلام پہنچا دیں اور گذارش کر دیں کہ خاکسار امریکہ کے سفر سے واپس آگیا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

والسّلام خاکسار
ظفراللہ خان

محترم بشیر احمد خان رفیق صاحب کے نام

برطانیہ کے سابق مربی انچارج اور امام بیت الفضل لندن کو قریباً دس سال کا عرصہ حضرت چوہدری صاحب کے ساتھ گذارنے کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ بھی لمبا عرصہ برطانیہ میں مربی انچارج رہنے کی وجہ سے محترم خان صاحب کا حضرت چوہدری صاحب سے تعلق رہا۔ محترم خان صاحب کے پاس بھی حضرت چوہدری صاحب کے خطوط کا ایک نادر ذخیرہ موجود ہے اس میں سے چند خطوط کے اقتباسات برائے اشاعت "انصاراللہ" کو عطا فرمانے پر ہم موصوف کے تہہ دل سے شکر گذار ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔　　(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ
۲؍ اپریل ۱۹۷۱ء

برادرم مکرم　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

آپ کا والانامہ مرقومہ ۲۳؍ مارچ کل شرفِ صدور لایا۔ جزاکم اللہ..... ترجمہ قرآن کریم کے رستے میں ڈاک خانہ کی ہڑتال عارض ہوگئی۔ اب ایک خط مسٹر سٹینڈش کا آیا ہے کہ اس مہینے کے آخیر تک پہلی قسط (خانۂ خدا) میں پہنچنے کی امید کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ۹، ۱۰، ۱۱ر اپریل کو لندن میں جماعت ہائے برطانیہ کے صدر اور سیکرٹری صاحبان جماعتی امور کے متعلق مشورے کے لئے جمع ہوں گے۔ حضرت (امام جماعتِ احمدیہ۔ ناقل) کی خدمتِ اقدس میں دعا کیلئے عرض کریں اور خود بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

والسّلام خاکسار
ظفراللہ خان

مکرر۔ جناب وکیل المال صاحب تحریکِ جدید کی خدمت میں گزارش کر دیں کہ ۶۸-۱۹۶۹ء اور ۷۰-۱۹۷۱ء میں خاکسار کی آمد میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ دونوں سالوں میں آمد ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ سے کم تھی۔

والسّلام خاکسار
ظفراللہ خان
موصی نمبر ۱۶۸۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیس پیلس
دی ہیگ
۱۳؍ اپریل ۱۹۷۱ء

برادرم مکرم　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

..... مشرقی پاکستان کی صورتِ حال کے بارے میں کوئی صحیح تاثر قائم کرنا بہت مشکل ہے لیکن جو صورتِ حال معلوم ہوئی ہے اس کی روشنی میں میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مسٹر بھٹو کے آئین ساز اسمبلی کے اجلاس میں شرکت سے انکار اور صدرِ پاکستان کی طرف سے اسمبلی کے اجلاس کا التواء دونوں اقدامات درست نہیں ہیں۔ یہ ایک غیر آئینی اقدام ہے جس کا مقصد اکثریتی پارٹی پر یہ دباؤ ڈالنا ہے کہ وہ کسی ایسی مفاہمت پر راضی ہو جائے جو مغربی پاکستان کو قابلِ قبول ہو۔ اس سے اکثریتی پارٹی کو یہ جائز شکایت پیدا ہوئی ہے کہ صدر نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ اگر یہ بات یقینی بھی ہوتی کہ اکثریت اسمبلی میں اپنی تعداد کے بل پر ایسا آئین منظور کروالے گی جو مغربی پاکستان کو امکانی

طور پر قابلِ قبول نہ ہوتا تو اس سے اُس وقت نبٹا جانا چاہیئے تھا جب ایسی صورتِ حال سامنے آجاتی۔ اُس وقت بھی مفاہمت حاصل کرنے کی کوشش کی جاسکتی تھی۔ اس وقت کی جانے والی کوششوں کے بارے میں میرا اندازہ ہے کہ یہ کامیاب نہ ہو سکیں گی اور ملک کو ایسی صورتِ حال سے دوچار ہونا پڑے گا جب کہ دونوں حصّوں کی علیحدگی ہی صورتِ حال کا واحد حل ہوگی یہ ایک انتہائی افسوسناک صورتِ حال ہوگی چنانچہ ضرورت اِس امر کی ہے کہ ہر ممکن کوشش بروئے کار لائی جائے اور دانشمندانہ سیاست کی ہر صلاحیّت استعمال کی جائے تاکہ پاکستان کی یکجہتی کو قائم رکھا جاسکے۔ آخر میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ اکثریت کی واضح طور پر ظاہر کی گئی خواہشات کو بروئے عمل لایا جائے ورنہ اس کے سوا اَور کوئی حل ملک کو تباہی سے نہیں بچا سکتا۔

اگر صورتِ حال کے بارے میں درست حقائق کا علم ہوسکے تو ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی رائے میں کسی قدر تبدیلی لاسکے لیکن اس صورت کو کبھی بھی کوئی تسلیم نہیں کرسکتا کہ ملک کے ایک حصّے یا دوسرے حصّے کو آئین یا طرزِ حکومت کے بارے میں کسی ایسی بات کو تسلیم کرنے پر مجبور کیا جائے جس کو وہ صحیح یا غلط طور پر اپنے مفادات کے لئے نقصان دہ بلکہ تباہ کُن سمجھتا ہو۔ یہ وہ المیہ ہے جو موجودہ صورتِ حال کی تہہ میں موجود ہے تاہم جیسا کہ مَیں نے کہا ہے حقائق کا صحیح علم نہ ہونے کی صورت میں کسی قِسم کی قیاس آرائی میرے خیال میں بے فائدہ ہے۔

نیک تمنّاؤں کے ساتھ
آپ کا مخلص
ظفر اللہ خان

(انگریزی سے ترجمہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ
۱۶ر جون ۱۹۷۱ء

برادرم مکرم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے والا نامے ۲۶ اور ۲۸ر مئی کے لکھے ہوئے اپنے وقت پر مل گئے تھے۔ جزاکم اللہ۔ خاکسار نے انگریزی ترجمے (قرآن کریم: ناقل) کا ایک نسخہ خاص جلد میں مجلّد حضرت (امام جماعتِ احمدیہ۔ ناقل) کی خدمتِ اقدس میں معرفت عزیزم مکرم میرزا مظفر احمد صاحب ارسال کر دیا تھا۔ امید ہے کہ حضور کی خدمت میں پہنچ چکا ہوگا..... آپکی غیر حاضری میں لندن جانا کچھ خوشی کا موجب نہیں۔ خدا کرے کہ آپکے خواب کے سب حصّے ظہور میں آئیں..... خواب کا اوّل حصّہ تو بفضل اللہ بہت مبشّر ہے گو خاکسار کا دامن تو تقصیروں ہی سے پُر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے عفو کا سمندر بیکراں ہے اور اس کے فضل کی حد نہیں۔
..... آپ "قریب" ہیں خاکسار کے لئے دعا کی یاددہانی کرتے رہیں جزاکم اللہ اور خود بھی دعا کرتے رہیں۔ یوفقکم اللہ .....

والسلام خاکسار
ظفر اللہ خان

نوٹ: حضرت چوہدری صاحب نے اُوپر والے خط کے آخری حصّے میں جو لکھا ہے آپ "قریب" ہیں اس میں جناب خان بشیر احمد رفیق صاحب کے حضور رحمہ اللہ کے پرائیویٹ سیکرٹری کے عہدے پر فائز ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ناقل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیس پیلس
دی ہیگ
۱۲ر نومبر ۱۹۷۱ء

پیارے امام صاحب   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ نے ۵ر نومبر کے لکھے ہوئے دو خطوط کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مَیں نے آپ کو جلالۃ الملک شاہ فیصل کو لکھے جانے والے خط کے بارے میں پوری طرح وضاحت نہیں کی۔ اس کا حج پر جانے کی میری ذاتی خواہش سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی مَیں نے اس میں ایسی کوئی بات لکھی ہے۔ اس خط کا مضمون سعودی عرب کے سفارتی مشنوں کے احمدیوں کو حج پر جانے کے ویزے نہ دینے کے بارے میں ہے۔ مَیں نے جلالۃ الملک کو یہ خط لکھنے کے بارے میں حضرت صاحب سے اجازت حاصل کی تھی اور یہ اجازت مِل جانے پر مَیں نے شاہ فیصل کو یہ خط لکھا جس میں وہ سطور بھی شامل تھیں جن کے بارے میں حضرت صاحب نے مجھے ازراہِ نوازش ہدایت فرمائی تھی۔ جب تک اس خط کا کوئی مثبت جواب نہ آئے اس وقت تک میرے حج پر جانے کا معاملہ التوا میں ہی رہے گا۔

قرآن کریم کے ترجمے کے آئندہ ایڈیشن کے بارے میں آپ نے جو ہدایات ارسال فرمائی ہیں ان پر انشاء اللہ عمل درآمد کیا جائیگا مجھے امید ہے کہ اس ضمن میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی تاہم طبعی طور پر مجھے معاہدہ کرنا ہوگا اور پریس کا تعاون حاصل کرنا ہوگا مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کام ہو جائے گا اور ہم اس سلسلے میں درست طور پر آگے بڑھ رہے ہیں۔ براہِ کرم دعا کریں کہ یہ سارا معاملہ بسہولت طے ہو جائے۔

آپ کی اطلاع کے لئے یہ بھی بتاتا چلوں کہ میں نے حضرت صاحب کے نام اپنے خط میں پہلے ایڈیشن کی اضافی چھپائی کے بارے میں ذکر کیا تھا اور بتایا تھا کہ اس مقصد کے لئے تمام بلاک وغیرہ محفوظ کر کے رکھے ہوئے ہیں اور ان کا جائزہ لے لیا گیا ہے لیکن مسٹر سٹینڈش نے مجھے کہا ہے کہ دوسرے ایڈیشن کی تیاری کے لئے میں ان کی مدد کروں اور ہم اس معاملے پر غور کے لئے دسمبر کے وسط میں ملاقات کریں گے۔ دوسرے ایڈیشن کے بارے میں یہ بھی شرط عائد کی گئی ہے کہ یہ حضرت صاحب کی خواہش اور بتائے ہوئے طریق پر چھپے گا۔

..... ہم سب کو بھارت کے مقابل پر پاکستان کی درپیش صورت حال پر بہت تشویش ہے چنانچہ طبعی طور پر میں اس مسئلے کے بارے میں زیادہ دعائیں کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسا حل نکال دے جو اس کی عظمت وشان کا اظہار کرنے والا ہو .....

سلمیٰ مبارکہ نے مجھے دعا کرنے کے لئے لکھا ہے کیونکہ حامداللہ خان کی والدہ نے ایک خواب میں دیکھا ہے کہ میری دعائیں اُن کے حق میں قبول ہوں گی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک ہی قسم کے دو خطوط دو بھائیوں کو ارسال کئے ہیں (یہ دو بھائی آپس میں ناراض تھے۔ ناقل) اس میں ان کو تلقین کی گئی تھی کہ وہ آپس میں صلح کر لیں۔ آج مجھے ان دونوں کی طرف سے جوابی خطوط موصول ہوئے ہیں جن میں انہوں نے اطلاع دی ہے کہ محض اور محض خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان دونوں نے میرے مشوروں کو مانا ہے اور آپس میں صلح کر لی ہے چنانچہ ان دونوں کے درمیان اب صلح اور خوشی ومسرت بحال ہوگئی ہے۔ بہترین تمناؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص

ظفراللہ خان

(انگریزی سے ترجمہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ

۱۴ مارچ ۱۹۷۲ء

برادرم مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مارچ کا وسط آن پہنچا ہے اور آپ کی آمد کے متعلق کوئی پختہ اطلاع نہیں۔ امید ہے یہ عریضہ آپ کو روانگی سے قبل مل جائے گا۔

آپ کی آمد کی اس وجہ سے بھی انتظار ہے کہ خاکسار کے عریضہ متعلقہ حج کا جواب تو آیا ہوا ہے لیکن خدمتِ اقدس میں پہنچانے کی کوئی ترکیب ذہن میں نہیں آئی ....

آپ کے غالباً علم میں ہوگا کہ ...... یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور (خانۂ خدا) میں مقیم ہیں انہوں نے بھی یورپ کے نئے مکروہ فیشن کی پیروی میں سر کے بال عورتوں کی نسبت بھی لمبے کر لئے ہیں۔ ایک روز (خانۂ خدا) سے گزرتے وقت ہمارے رجسٹرار صاحب نے بھی انہیں دیکھا اور ان کی ہیئتِ کذائی پر متعجب ہوئے۔ اب تین چار روز ہوئے محترم جناب بشیرالدین عبیداللہ صاحب کی ..... تشریف آوری پر خاکسار ان کی خدمت میں حاضر ہؤا تو انہوں نے بھی یہ ذکر فرمایا اور اپنی شدید ناپسندیدگی کا اظہار کیا خصوصاً اس جہت سے کہ (خانۂ خدا) میں رہتے ہوئے ایسا نمونہ پیش کیا جائے۔ خاکسار نے گذارش کی آپ سمجھائیں انہوں نے فرمایا میں نے بہت سمجھانے کی کوشش کی ہے وہ ماننے کی طرف نہیں آتے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ محترم جناب مولوی ابوبکر محمد ایوب صاحب دق ہیں .....

خاکسار گذارش کرتا ہے کہ آپ ..... کو اگر مناسب سمجھیں تو یہ مشورہ دیں کہ وہ اپنے بھائی کو ہدایت دیں کہ یا تو پوری اصلاح کریں اور یا اپنے قیام کا کہیں اور بندوبست کریں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ معاملہ حضرت (امام جماعتِ احمدیہ۔ ناقل) کے علم میں آئے اور حضور ایدہ اللہ کے رنج کا باعث ہو۔ ایسے معاملے میں ..... ٹال مٹول قابل قبول نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ طرز یورپ میں اوباشی کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہے۔ (خانۂ خدا) میں مقیم نوجوان کا اسے اختیار کرنا اوروں کے لئے موجب ابتلا ہو سکتا ہے اور سلسلے کے لئے باعثِ شماتت۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحم سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا

حافظ و ناصر ہو۔ آمین
والسلام
خاکسار
ظفر اللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس
پیس پیلس۔ دی ہیگ۔ نیدر لینڈز
۱۴ر اکتوبر ۱۹۷۲ء

پیارے امام صاحب　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
...... ہمدرد کے حکیم محمد سعید صاحب نے مجھے خط لکھا ہے کہ ان کا فاؤنڈیشن

ISLAM : ITS MEANING FOR MODERN MAN.

دوبارہ شائع کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے بھی اس کو دوبارہ شائع کرنے کی بات کی تھی اور میں نے عرض کیا تھا کہ اس بارے میں اُوٹلیج اور کاگن پال کے مسٹر نارمن سے پوچھ لیا جائے کہ ان کو اس پر کوئی اعتراض تو نہیں۔ شاید آپ اس ضمن میں ان سے بات کر سکیں۔ یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ تازہ ایڈیشن ہمدرد شائع کرے یا کوئی اور بشرطیکہ یہ معقول قیمت پر دستیاب ہو جائے۔ چونکہ فوری طور پر کتاب کی کوئی ایسی مانگ نہیں ہے اسلئے مجھے امید ہے کہ ہارپر اینڈ رو (نیویارک) اور اوٹلیج اینڈ کاگن پال (لندن) دوبارہ اشاعت کی اجازت میں روک نہیں بنیں گے۔
.....
آپ کا مخلص
ظفر اللہ خان

(انگریزی سے ترجمہ)

(نوٹ از ناقل) اس خط میں جن مسٹر نارمن کا ذکر ہے ان کا پورا نام مسٹر نارمن فرینکلن ہے جو مشہور برطانوی پبلشنگ فرم کے چیئرمین ہیں۔ انہوں نے حضرت چوہدری صاحب کی کتاب SEAL OF THE PROPHETS بھی شائع کی ہے۔

ان خطوط میں مسٹر سٹینڈش کا ذکر بار بار آیا ہے۔ یہ صاحب ایک پبلشنگ کمپنی کرزن پریس کے مینجنگ ڈائریکٹر ہیں اور حضرت چوہدری صاحب کے قرآن کریم انگریزی ترجمہ کے ناشر ہیں۔
ایک خط میں حضرت چوہدری صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ انگریزی ترجمہ قرآن "حضرت صاحب کی خواہش اور بتائے ہوئے طریق پر چھپے گا"۔ حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب نے اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ قرآن کریم انگریزی ترجمہ کے ساتھ جب بھی شائع ہو تو یہ عربی انداز میں دائیں سے بائیں شائع ہو اور انگریزی ترجمہ بھی اسی ترتیب سے اس کے ساتھ شائع ہو یعنی انگریزی ترجمہ عربی متن کے انداز پر یعنی دائیں سے بائیں چھپنا چاہیئے چنانچہ پہلے ایڈیشن کے بعد کے ایڈیشن حضور کی خواہش کی تعمیل میں دائیں سے بائیں چھپے۔ (بشیر احمد رفیق)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
لاہور چھاؤنی
۲۷ر نومبر ۱۹۷۲ء

برادرم مکرم　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
والانامہ مرقومہ ۲۲ر نومبر شرف صدور لایا۔ جزاکم اللہ۔
خاکسار بفضل اللہ بخیریت مطابق پروگرام یہاں پہنچ گیا تھا۔ فالحمد للہ۔ میرے لئے اب کہیں "SETTLE" ہونے کا تو موقع نہیں۔ جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی کرم ہے کہ سفر آخرت کی آخری منزلیں آرام میں بسر ہو رہی ہیں اور اس ارحم الراحمین کی طرف سے عفو اور خطاپوشی کا سلوک جاری ہے۔ سجدت لہٗ روحی وجنانی۔
حضرت (امام جماعت احمدیہ۔ ناقل) کی خدمت اقدس میں حاضری کے وقت آپ سب کی طرف سے سلام اور درخواست دعا گذارش کر دی تھی۔ حضور نے آپ کی صحت کے متعلق دریافت فرمایا اور اس سلسلے میں فرمایا انہوں نے اپنے والدین کو تو بہت پریشان کیا اور رُلایا.....
آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کے نمائندہ متعینہ کراچی سے ملاقات ہوئی انہوں نے کہا اگر آپ "اسلام" دوبارہ چھپوانا چاہیں تو ہم اس میں روک نہیں ہوں گے۔ اب واپسی پر آپ سے مشورہ ہوگا۔
جملہ احباب کی خدمت میں سلام گذارش کر دیں۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین　والسلام
خاکسار
ظفر اللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لندن

۱۱ر جون ۱۹۸۰ء

برادرم مکرم　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا والانامہ مرقومہ ۷ر جون ابھی ابھی ملا ہے۔ جزاکم اللہ۔ ...... آپ نے جس امر کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اس کی تعمیل خاکسار ذاتی طور پر کرنے سے تو قاصر ہے آپ کو معلوم ہے کہ خاکسار کی آمد قریب قریب تمام کی تمام بعض پہلے سے قائم کردہ مدوں میں منتقل ہو جاتی ہے۔ ذاتی اخراجات کے لئے جو کچھ اپنے لئے بچتا ہے اس میں سے ۵۰۔۱۰۰ پونڈ کی گنجائش تو نکالی جا سکتی ہے لیکن بیک وقت اس سے زیادہ کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ عین اس وقت قادیان میں فدیہ رمضان بھیجنے کی فکر میں ہوں۔ مکرم ڈار صاحب کا ایک سلسلے میں ۲۵۰ پونڈ کا قرضہ ہو گیا تھا۔ ۵۰ پونڈ فی سہ ماہی کر کے ۱۵۰ پونڈ ادا ہوا ہے یکصد پونڈ ابھی باقی ہے۔ پچھلے آٹھ ماہ کے دوران دو دوستوں کی شادی پر ایک ایک سو پونڈ تحفہ کے طور پر دینے کا انتظام اسی محدود ذاتی صیغے سے کرنا پڑا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے کہ محتاج نہیں ہوں لیکن آپ کو معلوم ہے کہ میری آمد کن صیغوں میں جاتی ہے۔ SOUTH FIELDS TRUST بند ہو کر اس کی جگہ احمدیہ فونڈیشن نے لی۔ بے شک کسی حد تک نگرانی میں کرتا ہوں لیکن تمام تر ذمہ داری اب عزیزان انور احمد (نائب صدر) اور فیاض احمد (آنریری سیکرٹری) پر ہے۔ میں دخل نہیں دیتا لیکن سفارش کر سکتا ہوں۔ اس میں ..... دقتیں ہیں ..... مجھے علم ہے کہ غیر ملکی طلباء کی فیسوں میں بھاری اضافہ ہو جانے اور ان کے دیگر اخراجات کے بڑھ جانے سے فونڈیشن کو مشکل پیش آ رہی ہے۔

پھر کراچی میں FAZAL BENEVOLENT A.S.S.C.T.N. ہے جس کے نگران شیخ اعجاز احمد صاحب ہیں انہیں احمدیہ فونڈیشن سے ہر سہ ماہی ایک ہزار پونڈ گرانٹ ملتی تھی فونڈیشن نے حال میں اپنی مشکلات کے پیش نظر وہ گرانٹ بند کر دی ہے ....

والسلام

خاکسار

ظفر اللہ خان

بنام حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس

(ایک بار حضرت چوہدری صاحب کے نام یہ غلط بیانی منسوب کی گئی کہ نعوذ باللہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہیں کرتے۔ آپ نے حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کے نام ایک تفصیلی خط میں اس کا جواب دیا۔ آخر میں آپ نے قسم کھا کر اپنے عقیدہ کا اظہار کیا خط سے متعلقہ حصّہ پیش خدمت ہے۔ ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیویارک

۱۸ر نومبر ۱۹۶۲ء

محترم مولانا　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

...... میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر صدق دل سے بیان کرتا ہوں کہ میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور خاتم المرسلین یقین کرتا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبہ پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کے انکار کو قرآن کریم اور قرآن کریم کے نازل کرنے والی ہستی کا جو عالم الغیب اور علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے انکار سمجھتا ہوں ......

والسلام خاکسار

ظفر اللہ خان

(ذیل کا خط انگریزی سے ترجمہ کیا گیا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیویارک

۱۴ر نومبر ۱۹۶۳ء

پیارے مولوی صاحب　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں آپ کے والا نامے محررہ ۱۵ر اکتوبر کا بہت ممنون ہوں اس کا جواب میں اب تک اس لئے نہ دے سکا کہ میں یہ چاہتا تھا کہ آپ کو اپنے ہاتھ سے اس کا جواب لکھوں لیکن چونکہ ایسا ابھی تک ممکن نہیں ہو سکا اور وقت گزرتا جا رہا ہے اس لئے میں مجبور ہو کر آپ کو ٹائپ شدہ خط ارسال کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ برا نہیں مانیں گے ....

عالمی عدالتِ انصاف کے جج کے عہدہ کے لئے انتخاب میں کامیابی کے لئے آپ کی دُعاؤں کا مَیں از حد ممنون ہوں ۔ یہ انتخابات ۱۲۔ اکتوبر کو منعقد ہوئے اور مَیں محض اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے ایک خالی آسامی کے لئے منتخب ہو گیا ہوں جس طرح سے ووٹ ڈالے گئے اس سے یہ بات واضح طور پر پتہ چل جاتی ہے کہ میرا یہ انتخاب خاص اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تحت عمل میں آیا ہے ۔ اس کی تفاصیل ذرا پیچیدہ ہیں لیکن بات کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ میرا اصل مقابلہ لبنانی امیدوار سے تھا ۔ کسی امیدوار کی کامیابی کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اسکو سلامتی کونسل میں کم سے کم چھ ووٹ اور جنرل اسمبلی میں کم سے کم ۵۸ ووٹ حاصل ہوں پہلی رائے شماری میں میرے مخالف نے سلامتی کونسل کے سات اور جنرل اسمبلی کے ۶۲ ووٹ حاصل کئے اور اس کے باوجود مَیں منتخب ہو گیا ہوں حالانکہ مَیں نے سلامتی کونسل میں چھ ووٹ اور جنرل اسمبلی میں ۵۸ ووٹ حاصل کئے ہیں ۔ سلامتی کونسل یا جنرل اسمبلی میں اگر میرا ایک بھی ووٹ کم ہوتا تو مَیں اِس عہدہ کے لئے منتخب نہ ہو سکتا ۔ انتخاب کے آخری چند دن مقابلہ بہت دلچسپ ہو گیا تھا اور ووٹ ڈالے جانے سے نصف گھنٹہ قبل یہ افواہ اُڑائی گئی کہ مَیں نے اپنا نام واپس لے لیا ہے ۔ ہمارے پاس اس افواہ کے ازالہ کا کوئی ذریعہ نہ تھا اور ان تمام باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم فضل و رحم کے ذریعہ ایسی صورتِ حال پیدا فرما دی جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوُا کہ مجھے کامیاب قرار دے دیا گیا حالانکہ شروع میں مَیں نے اپنے حریف کی نسبت کم ووٹ حاصل کئے تھے .....

آپ کو یاد ہو گا کہ مَیں نے اپنے پہلے خطوط میں سے کسی میں کہا تھا کہ عدالت میں میرا اِنتخاب ہو جانے کی صورت میں مَیں ایک پراجیکٹ شروع کرنا چاہتا ہوں جو میرے ذہن میں تھا اور جو اگر خدا تعالیٰ کے فضل و رحم سے پوری طرح مکمل ہو گیا تو اس سے موازنۂ مذاہب کے میدان میں بہت اہم فوائد حاصل ہو سکیں گے مجھے احساس ہے کہ ایک وقت میں آپ کے ذہن میں یہ منصوبہ تھا اور مجھے امید ہے کہ اب تک ہو گا کہ سینٹ میتھیوز کی کہانیوں کو اکٹھا کیا جائے ۔ جو منصوبہ میرے ذہن میں ہے وہ اس سے بہت بڑا منصوبہ ہے اس کی کچھ وضاحت مَیں اِس خط میں کر دیتا ہوں اور جب ہماری ملاقات ہو گی تو ہم زیادہ تفاصیل کے ساتھ اس پر غور کریں گے ۔

میرے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ مَیں وضاحت کروں کیونکہ آپ مجھ سے بہت بہتر طور پر جانتے ہیں کہ قرآن کریم اور بائیبل کے درمیان کون کون سے اُمور متنازعہ ہیں ۔ میری یہ خواہش ہے کہ ہم اِس موضوع پر ایک گہری عالمانہ تحقیق کریں کہ جس میں تمام ایسے متنازعہ نکات کو زیرِ بحث لایا جائے جن میں قرآن کریم کا بیان بائیبل کے بیان سے مختلف ہے اور ایک ایک نکتے پر اندرونی اور بیرونی متن کے لحاظ سے ، تاریخی ، ارضیاتی وغیرہ شہادتوں کے ذریعہ یہ ثابت کیا جائے کہ قرآن کا بیان درست ہے ۔ یہ کام اگر مضبوط بنیادوں پر پوری ہمت سے کیا جائے تو اس سے اِس مسئلہ پر واضح ترین ثبوت حاصل ہو سکتا ہے کہ قرآن جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے درحقیقت خدا کا کلام ہے اور بائیبل جہاں جہاں قرآن سے اختلاف کرتی ہے وہاں پر حقیقت سے دُور ہو جاتی ہے ۔ یقینی طور پر آپ کو اِس قسم کی ریسرچ میں پیش آنے والی مشکلات اور دیگر ضروری امور کا بخوبی علم ہو گا ۔

اِس کام کا ایک بڑا حصہ تفسیرِ کبیر میں کیا گیا ہے لیکن کافی کام ابھی کرنا باقی ہے ۔

مَیں تجویز کرتا ہوں کہ ہم آپس میں گفت و شنید کے بعد اِس کام کے لئے ایک بورڈ مقرر کرتے ہیں جو بطور مثال مندرجہ ذیل لوگوں پر مشتمل ہو :-

۱ ۔ آپ خود بحیثیت چیئرمین
۲ ۔ مولوی ابو العطاء صاحب
۳ ۔ مولوی ابو المنیر نور الحق صاحب
۴ ۔ دفتر تبشیر کے توسط سے ایک عالم یا جامعہ کے پروفیسروں میں سے کوئی صاحب ۔
۵ ۔ شیخ عبد القادر صاحب اکاؤنٹنٹ کالونی ملز ۔ بطور ماہر برائے بائیبل اور اس کے ماخذ ۔

سب سے پہلا کام اِس ضمن میں یہ ہونا چاہئیے کہ متوازی کالموں میں وہ متعلقہ نکات درج کئے جائیں جو بائیبل اور قرآن دونوں میں بیان ہوئے ہیں ۔ اس کے بعد ایک تفصیلی فہرست مرتب کی جائے جس میں دونوں کتب کے مابین اختلافی امور کو نوٹ کیا جائے ۔

اِس سے اگلا مرحلہ یہ ہو گا کہ دونوں کتب کے درمیان

اختلافی امور کو علیحدہ علیحدہ گروپوں میں تقسیم کرکے وہ سارا مواد درج کیا جائے جو قرآن کریم کی صداقت کو واضح کر دیتا ہو۔
تیسرا مرحلہ یہ ہو کہ اس مواد کو تحریری طور پر مرتب کر لیا جائے۔

چوتھے مرحلہ پر اس کو ایک کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے جو میری رائے میں اُردو اور انگریزی دونوں میں ہونا چاہیئے۔ مَیں اِس ضمن میں ہر ایسی خدمت کے لئے تیار ہوں جو مجھ سے ہو سکے اس میں مالی تعاون بھی شامل ہے جو مَیں بڑی عاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ جس قدر بھی ضروری ہو گا مَیں فراہم کروں گا۔

تاہم میرا اصل کام یہ ہو گا کہ مَیں اس تحقیق کے آخری مسودے کو انگریزی میں ڈھال سکوں گا۔ اگرچہ مَیں جب بھی پاکستان آؤں گا تو اس خدمت کے علاوہ جو بھی صلاح و مشورہ ہو گا اس میں بھی شامل ہو تا رہوں گا۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ آپ اِس منصوبے کے امکانات کا جائزہ لیں گے اور اس ضمن میں جس جس سے ضروری سمجھیں گے مشورہ کریں گے جو ان نکات پر مشتمل ہو سکتا ہے۔ اوّل: اس منصوبے کی ضرورت، دوم: اس کی افادیت اور سوم اس کی تیاری کا طریق اور آخری یہ کہ اس کو کس انداز میں پیش کیا جائے جب تک مَیں آپ سب سے ملنے کے لئے ربوہ آ سکوں اس سے پہلے پہلے امید ہے آپ یہ کام کر سکیں گے اور میری حاضری پر ہم سب مل کر اِس بارے میں کوئی لائحہ عمل طے کر سکیں گے۔

مخلصانہ جذبات کے ساتھ
آپ کا مخلص
ظفر اللہ خان

مکرم محمود مجیب اصغر صاحب کے نام

مکرم محمود مجیب اصغر صاحب انجنیئر نے اپنے ایک خط میں حضرت چوہدری صاحب سے سوال کیا کہ کامیاب زندگی کا گُر کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضرت چوہدری نے مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لندن
۱۰ رجولائی ۱۹۷۷ء

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا والا نامہ مرقومہ ۲ رجولائی شرفِ صدور لایا۔ جزاکم اللہ خاکسار کی تحریر پر طبّی پابندی ہے مختصر جواب گذارش ہے۔ آپ کے حسب ارشاد متعدد بار دعا کی بفضل اللہ توفیق ملی ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے قبول فرمائے۔ آمین

کامیابی کا گُر اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کرنا ہے۔ اسلام کے بھی یہی معنی ہیں۔ اللہ اکبر کا بھی یہی مفہوم ہے لا الٰہ الّا اللہ بھی یہی تعلیم دیتا ہے۔ تمام راز اسلمت لرب العالمین میں ہے۔ لیکن لفظی وظیفہ کافی نہیں عمل درکار ہے کہ ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کیا جائے یہاں تک کہ یہ طریق جزوِ فطرت بن جائے۔ یہ حالت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کے حصول کا گُر خود اللہ تعالیٰ نے ہی سکھایا ہے ایاك نعبد و ایاك نستعین ہے۔ عبادات خصوصاً نمازیں توجہ اور خشوع ہو قرآن کریم پر پورا عمل ہو جس کا طریق یہ ہے کہ قرآن کریم پڑھتے وقت نفس کا محاسبہ جاری رہے کہ کیا ہر حکم ہر ہدایت ہر نصیحت پر عمل ہے یا نہیں اور پوری تعمیل کی دردمندانہ رنگ میں توفیق طلب ہوتی رہے۔ چھوٹی سے چھوٹی نیکی کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے اور خفیف سے خفیف نافرمانی سے پرہیز ہو۔

ذکر اللہ اور صلوٰۃ علی الرسول پر مداومت ہو
بندگانِ خدا کی ہمدردی اور خدمت شعار ہو
اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

والسلام خاکسار
ظفر اللہ خان

مکرم رانا مبارک احمد صاحب کے نام

مکرم رانا مبارک احمد صاحب علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے صدر حلقہ ہیں اس سے قبل بہاولپور میں بڑی دیر تک

جنرل سیکرٹری اور سیکرٹری مال رہے ہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لندن

۲۹۔ اکتوبر ۱۹۷۶ء

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا والا نامہ مورخہ ۱۲ ستمبر اپنے وقت پر مل گیا تھا۔ مومن کے لئے ہر نوع کی ہدایت کا خزانہ قرآن کریم ہے اللہ تعالیٰ آپ کو توجہ کرنے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام خاکسار
ظفر اللہ خان

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے نام

(نوٹ: حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی حضرت بانیٔ سلسلہ کے رفیق تھے اور نیکی، تقویٰ اور تعلق باللہ میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ علم وفضل میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے الہامات رؤیا اور کشوف کئی کتب میں شائع شدہ موجود ہیں ——— ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کراچی

۳۔ اگست ۱۹۵۴ء

مکرم مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والا نامہ جناب کا شرفِ صدور لایا۔ جزاکم اللہ۔ آپ کے الہامات جو آپ نے پہلے خاکسار کو تحریر فرما دیئے تھے اور جو کشفی نظارہ آپ نے اس آخری مکرمت نامہ میں تحریر فرمایا ہے تینوں بہت مبشر ہیں۔ دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحم سے ان تمام بشارتوں کو بوجہ احسن ظہور میں لے آئے اور خاکسار کو ان کا اہل بننے اور ان کے پورے شکر کی توفیق بخشے آمین۔

امید ہے آپ بفضل اللہ ہر لحاظ سے بخیر وعافیت ہوں گے اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ وناصر ہو۔ آمین

آپ نے اپنے الہامات اور یہ کشفی نظارہ تو حضرت فضلِ عمر کی خدمتِ اقدس میں تحریر فرما دیئے ہوں گے تا حضور کی مبارک دعاؤں کی سعادت بھی حاصل ہو سکے۔

والسلام
خاکسار
ظفر اللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیویارک۔ ملک امریکہ

۲۸ ستمبر ۱۹۵۴ء

مکرم مولانا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خاکسار منیلا کانفرنس سے فارغ ہو کر جاپان کے رستہ امریکہ آیا۔ ٹوکیو سے روانہ ہوتے وقت زکام اور نزلہ کی شکایت تھی۔ لمبے ہوائی سفر کی وجہ سے یہ اس قدر شدت اختیار کر گئی کہ کان بھی بند ہو گئے۔ سفر میں جہاں جہاں قیام ہؤا ڈاکٹروں کو دکھایا اور علاج ہوتا رہا۔ اب دو ہفتہ کے بعد بفضل اللہ صحت ہوئی ہے۔ الحمد للہ۔ خفیف سا اثر کانوں پر اور آواز پر باقی ہے آہستہ آہستہ اصلاح ہو رہی ہے۔ کامل صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار بین الاقوامی عدالت کی ججی کے لئے ہندوستانی امیدوار کے مقابل انتخاب میں امیدوار ہے۔ پہلے جب اس قسم کا موقع پیدا ہوتا رہا تو حضرت (امام جماعتِ احمدیہ) ایدہ اللہ بنصرہ کو پسند نہیں تھا حضور موجودہ مقام کو خدمت کا بہتر موقع خیال فرماتے تھے۔ سال کے دوران میں بعض ایسے حالات نمودار ہوئے کہ حضور نے اس انتخاب میں اپنے تئیں پیش کرنے کی خاکسار کو اجازت بخش دی۔ یہ انتخاب غالباً ۶۔ ۷۔ ۸۔ اکتوبر یا ان تاریخوں کے قریب کسی موقع پر یہاں اقوامِ متحدہ کی مجلسِ امن اور مجلسِ عامہ میں ہوگا۔ کامیابی کے لئے دونوں مجالس میں کثرت آراء کی تائید لازم ہے مجلسِ امن کے گیارہ اراکین ہیں۔ ان میں سے اب تک بفضل اللہ چھ ہم سے تائید کا وعدہ کر چکے ہیں امید ہے کہ انشاء اللہ ایک یا دو اَور کی تائید بھی حاصل ہو جائیگی عام قیاس یہی ہے کہ جس امیدوار کو مجلسِ امن میں کثرت کی تائید حاصل ہو جائے مجلسِ عامہ بھی دوسری یا تیسری رائے شماری میں اس کی تائید کر دیتی ہے لیکن ہماری کوشش یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحم سے دونوں مجالس میں ہی پہلی رائے شماری پر ہی کامیابی عطا فرمائے۔ مجلسِ عامہ میں کُل ۶۰ آراء اس انتخاب میں

حصّہ لینے والی ہیں۔ کثرت حاصل کرنے کے لئے ۳۳ آراء کی تائید
درکار ہے۔ ۲۵ ممالک اب تک ہم سے وعدہ کرچکے ہیں ۱۵۔
۲۰ ممالک نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ کوشش جاری ہے۔ آپ کی
خدمت میں درخواست ہے کہ آپ خود بھی دعا فرمائیں اور خاص
خاص دوستوں اور بزرگوں کی خدمت میں بھی دعا کی تحریک فرمائیں
کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے کامیابی اور سُرخروئی عطا فرمائے
آمین۔ حضرت (امام جماعت احمدیہ) کی خدمت میں بھی خاکسار نے
دعا کے متعلق یاددہانی کا عریضہ لکھا ہے۔

امید ہے آپ بفضل اللہ بہمہ وجوہ بخیریت ہوں گے۔

والسلام خاکسار
ظفراللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیویارک
۲۳۔ اکتوبر ۱۹۵۴ء

مکرم مولانا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کے دو گرامی نامے ۹ اور ۱۰۔ اکتوبر کے لکھے ہوئے
ملے۔ جزاکم اللہ۔ آپ کی مبارکباد اور دعاؤں کا بہت بہت شکریہ۔
اِس انتخاب میں کامیابی محض بزرگوں اور احباب کی دعاؤں کی
طفیل اللہ تعالیٰ کے احسان اور ذرہ نوازی کا کرشمہ ہے۔
فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ اِس عہدہ کی میعاد ۹ سال ہوتی ہے
لیکن اگر میعاد پوری کرنے سے قبل کوئی جج فوت ہوجائے یا استعفےٰ
داخل کردے تو بقیہ میعاد کے لئے نیا انتخاب ہوتا ہے۔ یہ جگہ
ہندوستانی جج کی وفات سے پچھلے سال خالی ہوئی۔ ابھی میعاد
میں سے ½ ۶ سال باقی ہیں۔ اب تک قاعدہ یہی رہا ہے کہ اگر
کوئی جگہ میعاد کے درمیان خالی ہوجائے تو بقیہ عرصہ میعاد کیلئے
اُسی ملک کا امیدوار منتخب کیا جاتا ہے جس ملک کے جج کے فوت
ہونے یا مستعفی ہونے سے جگہ خالی ہوئی تھی۔ اِس لئے اِس جگہ
کے متعلق بہت سے ممالک کا رجحان اسی طرف تھا کہ یہ جگہ ہندوستانی
امیدوار کو ملنی چاہیئے۔ علاوہ اس کے ہندوستان کی طرف سے
چھ ماہ قبل کوشش شروع کردی گئی تھی اور ہم نے تھوڑا عرصہ
ہؤا کوشش شروع کی تھی۔ بہت سے ممالک ہندوستان کی تائید
کا وعدہ کرچکے تھے۔ ان حالات میں کامیابی بظاہر مشکل تھی لیکن

"ہمیں باشد دلیلِ آں کہ ہست از خلق پنہانے"!
مَیں آپ کی دعاؤں کا نہایت ممنون ہوں۔ جزاکم اللہ
احسن الجزاء۔

مَیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے اللّٰھمّ انّی اعوذ بك
من جهد البلاء ودرك الشقاء وسوء القضاء وشماتة
الاعداء کا وِرد اس وقت سے رکھتا ہوں جب سے آپ نے اس
دعا کی تحریک فرمائی اور اُن ایّام میں جب انتخاب قریب تھا یہ دُعا
اور بعض اَور دعائیں وِرد اور وظیفہ رہیں۔ نمازوں میں اکثر اور
سونے سے قبل معوذتین پڑھ لیتا ہوں۔ سوتے وقت درود،
آیۃ الکرسی اور اخلاص، فلق اور النّاس اور ان کے بعد سونے
کی دعا خاکسار کا معمول ہے۔ آپ ہدایت فرماتے رہتے ہیں تو اِن
امور میں سُستی نہیں ہوتی۔ جزاکم اللہ

جج منتخب ہونے پر مَیں نے اپنا استعفیٰ یہاں وزیر اعظم
صاحب کی خدمت میں پیش کردیا تھا اور انہوں نے ناچار منظور
بھی فرما لیا تھا۔ غالباً اِس عریضہ کے آپ کی خدمت میں پہنچنے
تک اس کا اعلان بھی ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

والسلام خاکسار
ظفراللہ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیویارک
۲۵ نومبر ۱۹۶۳ء

مکرم مولانا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عزیز محترم برکات احمد کی اچانک وفات کی خبر سے بہت رنج
اور صدمہ ہؤا۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ عزیز کے
ساتھ وافر رحمت کا سلوک روا فرمائے اور اپنے کمال فضل و
رحمت سے عزیز کو علیّین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین
یا ارحم الراحمین۔ آپ کے لئے اور جماعت اور جملہ متعلقین
کے لئے یہ صدمہ دل دہلا دینے والا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیّت
کے سامنے سوائے صبر و رضا کے اَور کوئی چارہ نہیں۔ آپ جیسا
عارف اِن رموز کو اِس خاکسار عاجز پُر خطا و عصیان سے بہت
بہتر پہچانتا ہے اِس لئے اِس بارے میں مزید گذارش گستاخی

شمار ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے آپ سب کے دُکھی دلوں کی ڈھارس ہو اور خود غمخواری فرمائے اور مونس و رفیق و وارث ہو۔ آمین

والسلام
خاکسار
ظفر اللہ خان

(نوٹ: محترم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔ اے واقفِ زندگی حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کے لائق اور ذہین فرزند تھے۔ قادیان میں ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۶۲ء تک ناظر امور عامہ، ناظر دعوۃ و تبلیغ اور ناظر بیت المال وغیرہ اہم مناصب پر فائز رہے۔ بدر قادیان کے ایڈیٹر اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ صرف ۵۴ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے تھے۔ ایڈیٹر)

محترم مولوی عزیز احمد صاحب راجیکی کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیویارک
۱۲ دسمبر ۱۹۶۳ء

عزیز مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عزیز اسد اللہ خان کا آخری خط آپ کے نہایت واجب الاحترام والد بزرگوار اور میرے محسن اور استاد اور سلسلۂ احمدیہ کے ایک بلند اور مضبوط ستون اور جماعت کے ایک نہایت ہمدرد مونس و غمخوار کی وفات کی اندوہناک خبر لایا۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔ یہ صدمہ صرف آپ کے اور آپ کے عزیزوں ہی کے لئے زلزلہ کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ تمام جماعت کے لئے مصیبت کا درجہ رکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے سامنے سرِ تسلیم ہی ہر مومن کا مقام ہے۔ فصبرٌ جمیلٌ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے ہمارے پیارے محترم بزرگ کو جنّت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ سب کا اور ہمارا مونس و غمخوار اور وارث ہو۔ آمین۔ اِس عاجز کی طرف سے اپنے تمام عزیزوں کی خدمت میں افسوس اور ہمدردی کا پیغام پہنچا کر ممنون فرمائیں اور مجھے اپنے غم میں شریک شمار کریں۔

اِس عریضہ کے جواب کی ہرگز زحمت نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

والسلام
خاکسار
ظفر اللہ خان

مکرم ہدایت اللہ چوہدری صاحب راولپنڈی کے نام

موصوف نے مارچ ۱۹۷۰ء میں حضرت چوہدری صاحب کو ان کے عالمی عدالتِ انصاف کا صدر مقرر ہونے پر مبارکباد کا خط لکھا جس کے جواب میں خط کا شکریہ ادا کرنے کے بعد حضرت چوہدری صاحب نے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
عالمی عدالت انصاف۔ دی ہیگ۔ دی پریذیڈنٹ
۱۹ مارچ ۱۹۷۰ء

جناب محترم　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

.....میں آپ کی جانفشانی اور سخت مشکل حالات کے باوجود آپ کے خوشگوار رویّے کو سراہتا ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس نے آپ کی پہلے بھی رہنمائی کی ہے اور اب تک آپ کی کوششوں کو اپنے فضلوں سے نوازا ہے آئندہ بھی آپ کو اپنے رحم اور برکات سے نوازے، آپ سے راضی ہو، اور آپ کی مزید شاندار ترقیات کے دروازے کھولے۔　　نیک تمنّاؤں کے ساتھ　آپ کا مخلص
(انگریزی سے ترجمہ)　　ظفر اللہ خان

مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب لندن کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۹ ہائی سیٹ۔ کیمبرج۔ ۱۱-۶۱-۳

مکرمی　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے تصویر کا اور آپ کی دعاؤں کا نہایت ممنون ہوں۔ جزاکم اللہ۔ میں آج ہی نیویارک جا رہا ہوں میرے لئے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے نئی ذمہ داریوں کے کماحقّہٗ ادائیگی کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ ہر مرحلہ پر ہادی و ناصر ہو اور اعلیٰ کامیابی اور سرخروئی عطا فرمائے۔ آمین۔ واللہ المستعان وما توفیقی اِلّا باللہ العلی العظیم۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین　　والسلام　خاکسار
ظفر اللہ خان

(مکرم ڈاکٹر عبد الرشید تبسّم صاحب ایم-اے، پی ایچ ڈی)

عالمِ تکوین میں تیرا وجودِ باصفا
اِک کرامت، ایک الہامِ جلی، اِک معجزہ

تُو وہ گُل ہے باغ میں جس سے بڑھا حُسنِ بہار
ہر نفس تیرا چمن میں ایک موجِ نَو ہُوا

جانے کتنے مضطرب طوفان تیرے دل میں ہیں
تُو کہ ہے تجھ کو لئے پھرتا جنونِ مثلِ صبا

گرمیٔ فیضِ دمِ عیسیٰؑ تری گفتار میں
کلکِ سلطان القلم سے ہے قلم تیرا بنا

آخرِ شب تیرے نالوں سے ہے لرزاں کائنات
اور چرچا دن کو تیری گرمیٔ گفتار کا

ہو گئی پیوست تیری جان زُلفِ یار سے
یار کے محرابِ ابرو میں ادا سجدہ کیا

تُو فنا کو ڈھونڈتا پھرتا ہے کُوئے یار میں
ڈھونڈتی پھرتی ہے ہر اقلیم میں تجھ کو بقا

حُسن نے وا کر دیئے بندِ قبا تیرے لئے
اب ہے تیری جرأتِ عشق اور حُسنِ خودنما

تیری نظروں پر ہیں اسرارِ حقیقت آشکار
جانتا ہے تُو کہ ہے کیوں چاک ہر گُل کی قبا

تُو بتا سکتا ہے شبنم رات بھر روتی ہے کیوں
تُو سُنا کرتا ہے گل کے ٹوٹتے دل کی صدا

کر رہی ہے مصلحت بیں عقل ابھی ہر سُو فساد
بار ہے اس پر ابھی تیرے جنوں کا سِلسلہ

تُو نے دیکھا ناخداؤں کو خُدا بنتے ہوئے
تُو نے دیکھے غرق ہوتے سارے مصنوعی خدا

تُو نے دیکھی ہے براہیموں سے نمرودوں کی جنگ
تُو نے دیکھا آگ کو گلزار بنتے بارہا

کتنے تودے ریت کے سمجھا کئے خود کو پہاڑ
ہو کے سرکش، رقص ہے کتنے بگولوں نے کیا

کشتیوں پر کشتیاں ڈوبی ہیں ساحل کے قریب
اِک سفینہ عین منجدھاروں میں بچ جاتا رہا

تُو نے دیکھے ریزہ ریزہ ہوتے کچھ کوہِ گراں
آج ٹھکراتی ہے ان ریزوں کو ہر موجِ ہوا

ہو رہی ہے آج پھر تعمیر اِک دُنیا نئی
اس کے معماروں میں تجھ معمار کا فن ہے جُدا

تُو عجم کی آبرو، تُو دَورِ حاضر کا وقار
تیرے دَم سے مرتبہ اقوامِ عالم کا بڑھا

عارفانِ رہ کا منزل کو چلا جب کارواں
سارے سالاروں سے نکلا تُو نہایت تیز پا

سینچتا آیا ہے تُو اپنے پسینے سے چمن
اپنے خُوں سے رنگ تُو نے تازہ پھولوں میں بھرا

سُن کے تیرا نام ادب سے سر سرائیں گے شجر
ذکر جب بھی اِس بہارِ نَو کا گلشن میں ہُوا

دیکھ اپنا آپ تُو آئینۂ ایام میں
حُسن دِل آویز تیرا، نقش تیرے دل رُبا

گُنگ بیٹھا ہے تبسّم جلوہ گاہِ یار میں
کم نظر، کم علم، کم رُو، کم ہُنر، کم حوصلہ

(یہ نظم حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی زندگی میں لکھی گئی - ۸ نومبر ۱۹۸۲ء)

میرے نہایت پیارے اور محترم باباجی کو اللہ تعالیٰ نے پیدائش سے ہی اپنے خاص فضلوں اور برکتوں سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ماں باپ سے نوازا جو بہت نیکوکار اور دیندار تھے۔ والد تو اپنے زمانہ کے لحاظ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے لیکن والدہ جو اَن پڑھ تھیں اُن کے خدا تعالیٰ پر ایمان کا یہ عالم تھا کہ یکے بعد دیگرے بیٹے فوت ہو رہے تھے لیکن اُن کے اللہ تعالیٰ پر ایمان کی مضبوطی میں کوئی فرق نہ آیا یہاں تک کہ محترم چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کے بڑے بھائی رفیق کے لئے جب اُس وقت دعا کی جبکہ خیال تھا کہ شاید فوت ہو چکا ہے تو اپنے اللہ کے حضور صرف ایک ہفتہ کی مُہلت طلب کی اور اس کے بعد اس ہفتہ کے دَوران اس ہنستے کھیلتے رفیق کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد ہی زبان پر جاری رہی کیونکہ وہ ایمان رکھتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور جو وعدہ کیا ہے اس کو ایفا کرنا ہے۔ دوسرا کوئی خیال دل سے نہ گذرا۔ اللہ تعالیٰ پر ایسا پختہ ایمان رکھنے والی اور اُس کی راہ میں ہر شئے قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہنے والی ماں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے ظفراللہ خاں جیسی نعمت سے نوازا۔ وہ ظفراللہ خان جس کی آنکھ نے جب ساڑھے گیارہ سال کی عمر میں حضرت بانیٔ سلسلہ کو دیکھا تو اس کی بصیرت نے دل وجان سے اس کو قبول کیا۔ جس دَم اُس کی نظر حضور پر پڑی اُسی دَم حضور پر عاشق ہو گیا اِس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے جو تاثرات آپ کے چہرہ پر ہوتے تھے ان کو دیکھنے والا دیکھ تو سکتا تھا لیکن بیان نہیں کر سکتا تھا۔ خود فرماتے تھے کہ مجھے ابھی تک وہ نظارہ یاد ہے اور اُسی طرح وہ چہرہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

اپنی والدہ کی بیعت کے وقت ساتھ موجود تھے۔ والد نے چند روز بعد بیعت کی جس دن والد صاحب نے بیعت کی اُس دن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ "صبح فجر کے وقت مَیں والد صاحب کے ہمراہ روانہ ہوُا راستہ میں چوہدری محمد امین صاحب کا مکان تھا اور والد صاحب اُن کو احمدیت کے متعلق سمجھایا کرتے تھے اور خواہش رکھتے تھے کہ وہ سمجھ جائیں تو ساتھ ہی بیعت کرلیں۔ جب ہم چوہدری صاحب کے مکان پر پہنچے تو والد صاحب نے کہا تم بُلاؤ۔ خاکسار نے پکارا تو چوہدری محمد امین صاحب نے جواب دیا آپ جائیں مَیں ابھی اَور غور کرلوں اور والد صاحب حضرت بانیٔ سلسلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کرلی"۔ اور کس قدر اطمینان اور خوشی اور راحت انہیں اُس دن ہوئی ہوگی جب یہ دیکھا کہ میرے باپ نے بھی میرے محبوب کی بیعت کرلی ہے۔ جو عشق کی شمع ساڑھے گیارہ سال کی عمر میں جلائی تھی وہ ساڑھے بانوے سال کی عمر تک روشن رہی بلکہ ایسے بھڑکی کہ کسی طوفان کا کوئی جھونکا اُس کی بڑھتی ہوئی آب وتاب میں رکاوٹ نہ بن سکا۔ اپنی تمام زندگی مکمل تابعداری اور اطاعت میں گذاری اپنے معشوق کے ہر محبوب کو معشوق ہی بنا لیا۔ اوّل قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب جن کے سامنے اِس طرح پیش ہوتے کہ اتنی بزرگی اور عمر میں اس قدر بڑی

ہستی نے بھی اِس کم سن کے عشق کی داد دی اور اس کی پوری پوری راہنمائی فرمائی۔ اس کے بعد حضرت فضلِ عمر کہ جنہوں نے ایسی شفقت اور محبّت اور اعتماد سے نوازا کہ اُن کی غلامی کے سوا دل میں کوئی دوسرا خیال بھی نہ گذرتا تھا۔ ایسی اطاعت کی کہ جو مثال بن گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث کے ساتھ خدمت کا وقت عنایت فرمایا۔ ایک عجیب ساتھ تھا کہ ایک زمانہ تھا کہ چوہدری صاحب ایک گارڈین کی حیثیت رکھتے تھے اور پھر ایک وہ وقت آیا کہ خدام میں داخل ہوئے۔ ایک نازک رشتہ تھا جس کا اِس قدر احساس تھا کہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت فضلِ عمر کی جناب میں تو کبھی بے تکلفی سے بات کر لیتا تھا لیکن قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث کے سامنے عرض کرتے ہوئے حجاب محسوس ہوتا ہے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ رابع کا کچھ زمانہ بھی عطا فرمایا جس میں ہم نے آپ کی حالت میں محبّت کا وہ رنگ دیکھا کہ مثال ملنا مشکل ہے۔ اِس کے متعلق تفاصیل مَیں پھر کبھی عرض کروں گا۔

ایک خواب

محترم باباجی کی زندگی کے حالات مختلف انداز اور مختلف پیرایہ میں ہر شخص بیان کرتا ہے اور کرے گا اِس لئے خاکسار چند اُن امور اور واقعات کا ذکر کر دیتا ہے جو عام طور پر شاید احباب کے علم میں نہ ہوں گے۔ اِس سے قبل خاکسار ایک خواب کا ذکر کر دے جو مکرم چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ (باباجی کے ماموں زاد بھائی) نے خاکسار کو اُن دنوں سُنائی جبکہ وہ محترم باباجی کی آخری علالت میں عیادت کے لئے تشریف لائے تھے۔ خاکسار کے کسی بات کے ذکر کرنے پر مکرم باجوہ صاحب یکدم چونک پڑے اور کُرسی پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ ماتھے پر ہاتھ رکھا اور مجھ سے کہا تم سے بات کرنے پر ایک چالیس سال پُرانا خواب یاد آ گیا ہے اور عجب اتفاق ہے کہ گذشتہ چالیس سال یہ خواب کبھی بھی یاد نہیں آیا۔ انہوں نے یہ خواب قادیان میں دیکھا تھا۔ مکرم باجوہ صاحب نے دیکھا کہ کسی کی سواری آ رہی ہے۔ سامنے ایک فوجی جیپ ہے اُس کے پیچھے والی کار میں سامنے کی سیٹ پر مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب بیٹھے ہیں اور پیچھے والی سیٹ میں درمیان میں حضرت فضلِ عمر تشریف فرما ہیں۔ دائیں جانب صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ہیں اور بائیں طرف صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ہیں اور تینوں نے پگڑیاں پہنی ہوئی ہیں۔ اس کے پیچھے ایک کار ہے جس میں سامنے کی سیٹ پر مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب بیٹھے ہیں کار کا پچھلا حصہ نہیں دیکھا۔ کہتے ہیں کہ مَیں حیران ہوتا ہوں کہ حضرت فضلِ عمر تو پگڑی پہنتے ہیں یہ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے بھی پگڑیاں پہنی ہوئی ہیں۔ بڑا واضح خواب ہے۔ خلفاء کے متعلق اطلاع تھی اور ساتھ یہ خبر بھی تھی کہ خلافتِ رابعہ تک اللہ تعالیٰ حضرت باباجی اور محترم چچا جان محترم چوہدری اسد اللہ خان صاحب کو زندگی عطا فرمائے گا۔

وہ واقعہ جو کتنے عہدوں کی حیثیت بتلا گیا

حضرت باباجی کا دستور تھا کہ بین الاقوامی عدالت سے فراغت کے بعد گرمیوں میں انگلستان میں اور سردیوں میں پاکستان میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ عموماً انگلستان سے اپنے پروگرام کی اطلاع بھجوا دیا کرتے تھے اور ہدایت ہوتی تھی کہ حضور کی خدمت میں عرض کر دینا کہ فلاں روز لاہور پہنچوں گا اور حضور کی خدمت میں حاضری کے لئے وقت اور تاریخ کا تعیّن کر لینا۔ ایک مرتبہ کسی ایسے ہی موقع پر ہم حضرت باباجی کے ساتھ لاہور سے ربوہ روانہ ہوئے۔ مکرم شیخ اعجاز احمد صاحب بھی ساتھ تھے۔ راستہ میں خانقاہ ڈوگراں کے قریب کار کا ایک ٹائر پنکچر ہو گیا۔ کار میں ایک ٹیوب صحیح حالت میں موجود تھی اور خاکسار نے خیال کیا کہ ابھی بہت وقت ہے اِس لئے خانقاہ ڈوگراں ایک مرمّت والے کے پاس رُک گیا تاکہ جو ٹائر پنکچر ہؤا ہے اُس میں دوسری ٹیوب ڈلوا لے۔ کار سے ٹائر نکال کر مرمّت والے کو دیا مُڑ کر دیکھا تو سامنے کی سیٹ خالی تھی شیخ صاحب پچھلی سیٹ پر تشریف رکھتے تھے۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ باباجی کہاں ہیں تو بتلایا کہ وہ کہہ گئے ہیں کہ مَیں اُس بس میں سوار ہو جاتا ہوں اگر کار ٹھیک ہو گئی تو تم راستے میں مجھے لے لینا ورنہ ابھی اتنا وقت ہے کہ مَیں بس پر بر وقت ربوہ پہنچ جاؤں گا۔ خاکسار نے دیکھا تو ابھی بس میں سوار نہیں ہوئے تھے۔ بھاگ کر گیا اور یقین دلایا کہ ہم پانچ سے دس منٹ کے اندر روانہ ہو سکتے ہیں اور ابھی بہت وقت ہے

تو بادلِ ناخواستہ واپس تشریف لے آئے۔ خاکسار کی نگاہ سے وہ نظّارہ محو نہیں ہوتا۔

۸۷ سال کی عمر کا یہ حضرت بانیٔ سلسلہ کا رفیق، سلسلہ کا متواتر خادم، جو بحیثیت پریذیڈنٹ جنرل اسمبلی فرسٹ سٹیزن آف دی ورلڈ (ساری دُنیا میں نمبر ایک شخصیت) کہلایا۔ انٹرنیشنل کورٹ کا صدر رہا کس طرح اپنے نحیف بدن کو تیز تیز قدموں سے اُس بوسیدہ بس کی طرف کشاں کشاں لئے جا رہا تھا کہ اپنے روحانی آقا سے ملاقات کے لئے ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہ ہو۔ وہ اس ایک فعل سے کتنے سبق دے گیا۔ کتنے عُہدوں کی حیثیت بتلا گیا۔ کتنی حقیقتوں کے راز کھول گیا اور میرے جیسے کتنوں کی گردنیں جُھکا گیا۔ جب بھی وہ نظّارہ یاد آتا ہے تو رُوح کانپ جاتی ہے اور ماتھے پر پسینہ آجاتا ہے۔

اپنے حکم کا تابع فرمان جسم

نومبر ۱۹۸۳ء میں صحت کی کمزوری اور لمبی علالت کی وجہ سے اپنے ذہن میں یہ فیصلہ کئے ہوئے کہ اب مالکِ حقیقی کی خدمت میں حاضری کا وقت ہے لندن سے لاہور تشریف لائے۔ خاکسار اسلام آباد ہوائی اڈہ پر استقبال کے لئے حاضر تھا۔ بازو کو سہارا دینا پڑتا تھا۔ ہر قدم پر جسم کو ایک جھٹکا لگتا تھا۔ جب ہم لاہور پہنچے تو کمرہ میں تشریف لائے، اپنی بیٹی کو گلے لگایا اور کہا "لو میں آگیا ہوں"۔ اِس فقرہ میں سب کچھ موجود تھا۔ دوسری صبح خاکسار اور امۃ الحی بیگم کو بُلایا اور فرمایا کہ میری طبیعت بہت خراب ہو رہی ہے کسی ڈاکٹر کو بلاؤ۔ ایسا فقرہ خاکسار نے تمام زندگی آپ کی زبان سے سُنا ہی نہ تھا سخت گھبرا گیا فوراً ڈاکٹر صاحبان کو ٹیلیفون کئے جو اطلاع ملتے ہی روانہ ہو گئے۔ معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ صحت کی انتہائی کمزوری اور سفر کی وجہ سے کمر میں اور چھاتی کی پچھلی جانب شدید درد ہے۔ ای سی جی اور دیگر ٹیسٹ خون وغیرہ کے موصول ہونے پر ڈاکٹر رؤف یوسف صاحب نے حیرانی کا اظہار کیا کہ اِس حالت میں چوہدری صاحب سفر کس طرح کر سکے خون کی اِس طرح کی تصویر میں تو انسان کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ جو مکرم باباجی کی قوتِ ارادی سے واقف ہیں وہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس طرح یہ سفر کیا ہوگا۔

کئی ایسے مواقع آئے کہ حیرانی ہوتی تھی کہ حضرت باباجی اسقدر محنت کس طرح کر لیتے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کو دُہرا رہے تھے اور چند دیگر بزرگان جن میں نوجوان اور حضرت باباجی سے کم عمر دوست ساتھ تھے صبح سے لے کر شام تک کام کیا کرتے تھے اور شام کو چوہدری صاحب تو ویسے ہی نظر آتے تھے اور دوسروں میں سے اکثر شدید تھکے ہوئے۔ بعض اوقات تو اس کام کے باوجود مغرب کے بعد باباجی نے مزید کوئی مصروفیت رکھی ہوتی تھی جس میں پوری طرح چاق و چوبند ہو کر حصّہ لیتے تھے ایک مرتبہ خاکسار نے دریافت کیا کہ آپ اِس قدر مشقّت کس طرح برداشت کر لیتے ہیں تو جواب میں فرمایا "میں نے اپنے جسم کو کبھی اجازت نہیں دی کہ میرے حکم کی نافرمانی کرے"۔ یہ بھی وہ قوتِ ارادی۔

کمال شوق کا مرکز — جلسہ سالانہ

نومبر ۱۹۸۳ء میں بہت فکر تھا کہ اپنی صحت کی کمزوری کی وجہ سے شاید جلسہ پر نہ جا سکیں تو فرمایا کہ تم ایسا انتظام کر لینا کہ میں پیچھے کی سیٹ پر لیٹ کر چلا جاؤں۔ اسی طرح مکرم ڈاکٹر وسیم احمد صاحب کو بھی بار بار کہتے تھے کہ کچھ ایسا انتظام کرو کہ میں جلسہ پر جا سکوں۔ ڈاکٹر صاحب نے خون میں سُرخ خلیوں کی شدید کمی کی وجہ سے (جو اُس وقت ۸ فیصد کے لگ بھگ تھے) تجویز کیا کہ خون دیا جائے۔ اِس طرح چار دفعہ خون دینے کے نتیجہ میں کمزوری میں افاقہ ہو گیا اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے باباجی جلسہ سالانہ ۱۹۸۳ء میں شامل ہو سکے۔ اِس شمولیت پر اِس قدر خوش تھے کہ گو صحت کی حالت میں بھی عادت تھی کہ ساڑھے نو بجے تک آرام کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے لیکن جلسہ کے دَوران کسی دن بھی رات ساڑھے گیارہ بجے سے قبل فارغ نہ ہوئے۔ آپ کے چہرے کی خوشی اور شگفتگی نے آپ کی بیٹی اور خاکسار کو باوجود خواہش کے اِس امر سے باز رکھا کہ ہم آپ کی خدمت میں جلدی آرام کرنے کی گذارش کر سکیں۔

قدرتِ ثانیہ کے مظہر رابع حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی نظم "دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو" جس روز سُنی تو اُس کا بار بار ذکر کیا اور اس کی ٹیپ کی خواہش کی۔ خاکسار نے بازار سے پتہ کروایا تو معلوم ہوا کہ اس قدر لوگوں نے اُس کی

خواہش کی ہے کہ دوسرے روز شام سے قبل حاصل نہیں ہوسکتی اِس اثناء میں ایک دوست لاہور کے مل گئے جن سے وہ حاصل ہوگئی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء ۔ باباجی کی خدمت میں پیش کی تو بہت خوش ہوئے۔ بار بار اسے سُنا۔ خاکسار نے کبھی اِس سے قبل باباجی کو ریڈیو یا ٹیپ سُنتے نہیں دیکھا تھا اور نہ اس کے علاوہ بعد میں کبھی دیکھا۔ جب ہم ربوہ سے واپس لاہور آئے تو اکثر حصّہ راستہ کا اُس ٹیپ کو سُنتے رہے۔

ربّ کے حضور حاضری کی تیاری

علالت کے دَوران انتہائی صبر اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہونے کا ثبوت ہر لمحہ آپ سے ملتا رہا۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ میرے تو اَب جانے کا وقت ہے۔ اِس قدر طبیعت اپنے ربّ کے حضور جانے کے لئے تیاری میں تھی کہ ایک مرتبہ سے زائد مکرم ڈاکٹر وسیم احمد صاحب سے اِس بات کا اظہار کیا کہ کئی دفعہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا وقت قریب آگیا ہے لیکن امۃ الحی، حمید اور بچے فوراً علاج کی طرف توجّہ کرتے ہیں اور ان کی تضرعات اور بے چینی کے نتیجہ پر اللہ تعالیٰ اس کو ٹال دیتا ہے اور آپ بھی اس میں شامل ہوتے ہیں کہ فوراً آجاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری کے لئے اِس طرح ہر وقت تیار رہتے تھے کہ ہم کو آپ کی طبیعت کی ناسازی کا پتہ بعض اَوقات آپ کے بار بار کلمہ دُہرانے اور درُود پڑھنے کی وجہ سے چلتا تھا۔

ماں کی یاد

جب بھی طبیعت ناساز ہوتی ہمیشہ اپنی بیٹی کو بُلایا کرتے تھے۔ مجھ سے بارہا کہا کہ امۃ الحی کے آجانے سے مجھے اطمینان ہوجاتا ہے اور وہ کچھ ایسا کرتی ہے کہ میری طبیعت سے بے چینی دُور ہوجاتی ہے۔ کبھی تم اپنی بیٹی کو پاس بٹھا کر جبکہ خود لیٹے ہوتے تھے فرمایا کرتے تھے تم اُونچی آواز میں دعائیں پڑھو میں تمہارے ساتھ دُہراؤں گا اِس سے مجھے بہت سکون ملتا ہے اور باپ بیٹی یہ عمل دیر تک کرتے رہتے تھے۔ بعض اَوقات بستر پر ہی بیٹھنے کی خواہش ہو تو امۃ الحی سے کہتے تھے کہ تم آکے میرے پیچھے دوسری طرف مُنہ کرکے بیٹھ جاؤ تاکہ مَیں تمہاری کمر سے اپنی کمر لگا کر سہارا لے کر بیٹھ سکوں۔ اِس حالت میں بعض اَوقات گھنٹوں گذر جاتے اور اگر کوئی ایسا شخص آجاتا جس سے امۃ الحی کا پردہ ہو تو وہ اپنے سارے جسم اور سر کو ڈھانپ کر اُسی حالت میں بیٹھی رہتی تھیں لیکن باباجی پسند نہ فرماتے تھے کہ وہ چلی جائیں۔ اِس بات کا اظہار فرماتے تھے کہ تمہاری شکل بے بے جی سے ملتی ہے۔ ایک دفعہ امۃ الحی دفعتہً کمرے میں آئیں اور کوئی بات ایسی محبّت کے ساتھ عرض کی کہ باباجی نے یکدم اُوپر دیکھا تو آنکھوں سے آنسُو رواں ہوگئے۔ ایسی حالت ہوگئی کہ امۃ الحی جس قدر تسلّی اور شفقت سے اُس حالت میں سے نکالنے کی کوشش کرتیں اُسی قدر اثر زیادہ ہوتا یہاں تک کہ امۃ الحی کے لئے ممکن نہ رہا کہ وہاں ٹھہرے اور اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ باباجی نے فرمایا کہ آج امۃ الحی کو دیکھا تو یُوں لگا کہ بے بے جی ہیں اور طبیعت بے چین ہوگئی۔ تین روز تک یہ حالت جاری رہی کہ تمام وقت آنسُو رواں رہے۔ اور باپ بیٹی دونوں ایک ایسی حالت میں تھے کہ نہ باپ کو جذبات پر ایسا قابو آیا کہ وہ بیٹی کو بُلائے اور نہ ہی بیٹی کو ہمّت ہوئی کہ باپ کے پاس جائے۔ جذباتِ محبّت سے مغلوب ایک دوسرے کی خیریت معلوم کر لیتے تھے۔

گو طبیعت میں یہ بات پختہ تھی کہ اب میری رخصت کا وقت ہے لیکن علاج کے سِلسلہ میں کبھی بھی انکار نہیں کیا۔ ہر علاج کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ آپ کے نواسے عزیزم مصطفٰے کا حاضرِ خدمت ہونا اور عرض کرنا "ابّا ٹیکہ لگانا ہے" اور ساتھ ہی باباجی اپنے بازو سے کُرتے کو اُوپر کرنا شروع کر دیتے تھے۔

جب تک آخری شدید بیماری میں بستر پر کُلیتہً لیٹ نہیں گئے اپنے طریقۂ زندگی کو قائم رکھا۔ مقررہ جگہ کُرسی پر بیٹھ کر ناشتہ کرتے اور کھانا کھاتے۔ بستر سے اُٹھنے کے بعد مقررہ جگہ پر بیٹھ کر مطالعہ کرتے یا خطوط وغیرہ پڑھتے یا سُنتے تھے۔ مقررہ جگہ پر بیٹھ کر (کمزوری کی وجہ سے) نمازیں ادا کرتے تھے۔ اپنی ساری بیماری کے دَوران جب تک اللہ تعالیٰ نے ہوش میں رکھا تمام کی تمام نمازیں باقاعدگی کے ساتھ بر وقت باجماعت ادا کیں۔ بعض اَوقات علالت کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب نے رات کو ایک یا دو بجے بھی نیند آور

دوا کی بھاری مقدار دی ہوتی تھی لیکن صبح نماز کے وقت بہرصورت جاگ جاتے تھے اور وقت پوچھتے تھے۔ پھر فرمانا کہ وقت ہو گیا ہے نماز پڑھا دو۔ علالت اور دوائی دونوں کبھی نماز کی ادائیگی میں حارج نہ ہو سکیں۔ علالت کی شدت میں بعض مواقع ایسے بھی آئے کہ جب کبھی خاکسار نماز پڑھانے لگتا تو ایک شخص کو ہدایت کر دیتا تھا کہ دور سامنے ایک طرف بیٹھ جائے اور متواتر دیکھتا رہے کہ خاکسار کو گمان گذرتا تھا کہ طبیعت اس قدر ناساز ہے کہ نماز کے دوران ہی کچھ ہو نہ جائے اور خاکسار کو نماز پڑھانے کی وجہ سے معلوم نہ ہو۔ لیکن محترم باباجی ایسی حالت میں بھی نماز بیٹھ کر اور باجماعت ادا کرتے رہے۔

بعض اوقات حالاتِ حاضرہ کا تذکرہ چل جاتا تھا جس میں مختلف اوقات پر مکرم ثاقب زیروی، مکرم مجیب الرحمٰن صاحب، مکرم مرزا نصیر احمد صاحب وغیرہ شامل ہوتے تھے۔ ہماری باتوں کو غور سے سنا کرتے لیکن کوئی تبصرہ نہ فرماتے۔ بار بار ایسے مواقع آئے تقریباً ہر بار جواباً فرماتے فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے گا۔ کبھی کسی امر پر پریشانی کا اظہار نہ فرماتے تھے۔

۲۴ جولائی ۱۹۸۵ء سے شروع ہونے والی علالت ایسی شدید صورت اختیار کر گئی کہ چند روز بعد تمام وسائل ناکارہ ہو گئے اور ہر کوشش ناکام ہو گئی۔ ان چند دنوں میں سب اہلِ خانہ کی ایسی حالت تھی کہ اس کا بیان الفاظ میں نہیں ہو سکتا۔ امۃ الحی ایک عرض بصورت دعا بار بار کرتی تھیں کہ ابا مجھ سے بات کریں۔ اور بہت دعا کرتی تھیں۔ آخر ایک دن تمام سہارے ہم سب کی نگاہ میں ٹوٹ گئے اور تمام نے باری باری ماتھے کو چوما اور اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا۔ انسانی اور طبی اندازہ تھا کہ چند لمحوں سے زیادہ وقت نہیں ہے۔ خاکسار نے سورہ یٰسین کی تلاوت شروع کی پھر تمام بچوں نے اور امۃ الحی نے قرآن مجید کھول کر تلاوت شروع کر دی۔ ہلکی ہلکی سانس تھی نبض بہت کمزور تھی۔ بلڈ پریشر ۰ پر آ گیا تھا پھیپھڑوں کی کارکردگی بہت محدود تھی۔ اسی حالت میں ساری رات گذری ہر وقت یہی احساس رہا کہ یہ آخری سانس ہے یہ آخری سانس ہے۔ جب یہ حالت تھی تو عزیزم مصطفیٰ ایسی ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ کہ جن میں اس کے دل کی حالت عیاں تھی خاکسار کے پاس آیا اور کہا کہ ابو اب کیا کریں۔ خاکسار نے کہا کہ بیٹا جس طرح تمہاری زندگی اور میری زندگی اس وقت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اسی طرح ابا کی زندگی بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے تم ڈاکٹر صاحب کی ہدایت کے مطابق علاج جاری رکھو۔ اس نے کہا میں بھی تو یہی کہتا ہوں۔ وہ ساری رات باقاعدگی کے ساتھ اور پوری طبی احتیاط کے ساتھ جو بھی علاج تجویز تھا کرتا رہا۔ ہم نے وہ ساری رات اس طرح گذاری کہ نگاہ بھی ہٹانا مشکل تھا کہ شاید کب وقت آ جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے مزید وقت عطا کیا اور بیٹی کی اس تڑپ کو قبول فرمایا کہ "ابا مجھ سے بات کریں۔ ابا مجھ سے بات کریں"۔ دوسری صبح ڈاکٹر صاحب نے معائنہ کے بعد کہا کہ حالت کل رات کی نسبت قدرے بہتر ہے۔ اس سے اگلے روز صبح کے وقت خاکسار نے السلام علیکم کہا تو جواب دیا وعلیکم السلام۔ خاکسار نے کہا الحمد للہ۔ نماز کے وقت کا دریافت کیا۔ حضرت اقدس کے پورے احترام کے نام سے دریافت کیا کہ کہاں ہیں خاکسار نے عرض کیا لندن میں۔ فرمایا ہم کہاں ہیں خاکسار نے عرض کیا لاہور میں۔ حضور سے ملاقات کی اس قدر شدید خواہش تھی کہ اگر صحت ذرا بھی اجازت دیتی تو یقیناً اس کے لئے سفر اختیار کرتے۔

انسانیت کی قدروں کا احترام

انسان کی قدر اس حد تک تھی کہ آپ کی تحریروں میں اس کے بار بار اور بے شمار ثبوت ملتے ہیں۔ ہر شخص سے انتہائی انکساری سے پیش آتے تھے۔ اپنی بیماری میں کمزوری کی وجہ سے ملنے آنے والوں کے لئے اٹھ نہیں سکتے تھے جو ملنے کے لئے آتا اس سے کہتے کہ معاف کیجئے گا مجبوری کی وجہ سے اٹھ نہیں سکا۔ کسی کا سامنے کھڑے رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مہمان اور غیر سے تو تکلف بجا ہے لیکن خاکسار کو بھی تجربہ ہے کہ اکثر فرماتے بیٹھ جاؤ اور پھر بات کرتے۔ مجھے اس بات کا احساس تھا۔ ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ خاکسار خدمت میں حاضر ہوا اور اس خیال سے کہ فرمائیں گے بیٹھ جاؤ کوئی کرسی اس جگہ قریب نہیں تھی اس لئے جس کرسی پر آپ تشریف فرما تھے اس کے قریب جا کر اکڑوں بیٹھ گیا تاکہ بات سن سکوں اور کھڑا بھی نہ ہوں۔ فوراً اونچی آواز سے فرمایا اٹھو اٹھو اور ساتھ ہاتھ سے بھی تیزی سے اشارہ فرمایا۔ خاکسار فوراً کھڑا ہو گیا اور زندگی کا ایک اور سبق حاصل کیا۔

امیر جماعت کا غیر معمولی اِحترام

خاکسار اِس امر کو بیان کرتے ہوئے حجاب محسوس کرتا ہے لیکن اس کا ذکر صرف اِس خیال سے کر دیتا ہے کہ اِس سے ایک ایسی نصیحت اور طریقۂ کار کی نشان دہی ہوتی ہے کہ اس کا بیان کرنا مفادِ عام میں ہے اور خاکسار کی ذات کا اُس سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے کئی مواقع پر اور کئی امور میں جہاں آپ خیال فرماتے تھے کہ مشورہ کرنا چاہیئے اور خیال ہوتا تھا کہ اِس نا اہل عاصی اور ناکارہ بندہ کو اس میں شامل کرنا چاہیئے تو عموماً اُس مشورہ کے لئے طلب کرنے پر فرماتے "ہم نے خیال کیا کہ امیر صاحب سے مشورہ کیا جائے"۔ خاکسار نہ تو کبھی کوئی مشورہ دینے کے قابل تھا اور نہ اب ہے اور کبھی بھی کسی ظفر اللہ خان کو کسی حمید نصر اللہ کے مشورہ کی ضرورت نہیں ہوا کرتی لیکن آپ کی بلندئ ایمان اور تعلقِ سِلسلہ کی ایک مثال تھی کہ جہاں قیام تھا وہاں کے امیر کو مشورہ میں شامل کیا جائے خواہ اُس کے آپ کے دربار میں ایسے موقع پر حاضری کے وقت رونگٹے کھڑے ہوتے ہوں۔

حُسنِ ظنّ میں کمال

طبیعت میں بہت حُسنِ ظنّ تھا۔ جو بھی کوئی شخص کہتا تھا اُس پر پورا یقین کرتے تھے۔ طبیعت کا یہ اصول تھا کہ جو کسی نے کہا ہے اگر درست کہا ہے تو ٹھیک ہے اگر اُس نے کسی چالاکی یا غلط بیانی سے کہا ہے تو مَیں کیوں شک کروں اُس کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتا ہوں۔ خاکسار کو آپ کی اِس بات سے بہت خوف رہتا تھا اور صحیح بات بھی جس کا ذاتی طور پر پورا پورا علم بمع ثبوت کے نہ ہو عرض نہیں کر سکتا تھا۔ حُسنِ ظنّ اور سخاوت ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ مجھ سے خود ذکر فرمایا کہ ایک شخص (جس کا نام خاکسار کو نہیں بتلایا) ایک دفعہ مجھ سے ملنے کے لئے آنے والا تھا اُس کے متعلق مجھے کسی نے بتلایا کہ یہ شخص ایسی کہانی سُناتا ہے کہ لوگوں سے رقم وصول کر لیتا ہے اور پھر واپس نہیں دیتا۔ مَیں نے کہا کہ اچھا اُس کو آنے دو مَیں اُس کو سرزنش کروں گا۔ وہ شخص مجھے ملنے کے لئے آیا اور کچھ عرصہ کے بعد جب میرے کمرے سے روانہ ہوُا تو میرا ایک چیک اُس کے ہاتھ میں تھا۔

اِحسان کے معانی ——؟

ایک شخص کے ہاتھوں ہم اہلِ خانہ کو بہت پریشانی اُٹھانی پڑی اور اس کے بعد اس شخص نے امداد کا سوال کیا۔ خاکسار نے اِس امر کی اطلاع مکرم باباجی کو کی اور ہدایت طلب کی جواب میں تحریر فرمایا کہ میری والدہ فرمایا کرتی تھیں کہ ایسے شخص سے نیکی کرنا جس نے تمہارے ساتھ نیک اور اچھا سلوک کیا ہو تو یہ تو کوئی نیکی نہیں کہ اُس نے نیک سلوک کیا اور تم نے بھی نیک سلوک کر دیا نیکی تو وہ ہے کہ دوسرے کی طرف سے کوئی نیکی نہ ہو اور تم نیکی کرو اور اصل نیکی تو وہ ہے کہ دوسرے کی طرف سے تمہارے ساتھ بُرائی ہوئی ہو اور تم اُس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر نیکی کرو۔ اِس لئے اِس شخص کی اُس ضرورت کے لئے جو اُس نے تمہارے پاس بیان کی ہے رقم اِسی خط میں بھجوا رہا ہوں۔ احسان کے معانی کو خاکسار اُس دن سمجھ سکا۔

آپ اِنتہائی دعاگو شخص تھے اور بڑے تواتر کے ساتھ دعا کرنے والے تھے۔ ہر ایک شخص کا نام لے کر اُس کی ضرورت کو مدِنظر رکھ کر دعا کرتے تھے۔ خاکسار کے ایک دفعہ پوچھنے پر بتلایا کہ ایسے اشخاص کے نام ۲۰۰ سے تجاوز کرتے ہیں جن کے لئے میں روزانہ بلاناغہ اُن کے نام لے کر اُن کے مقصد کے لئے دعا کرتا ہوں۔ دیگر احباب کے لئے اس کے علاوہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا زندگی کا مقصدِ اوّلین تھا۔ امۃ الحی سے ذکر کیا کہ مَیں دن میں تقریباً ۷ ہزار مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔

اپنی اولاد کے لئے متواتر دعا کیا کرتے تھے۔ خاکسار سے کئی مرتبہ فرمایا کہ مَیں تمہارے لئے باقاعدہ دعا کرتا ہوں۔ ہم سب کی زندگی آپ کی دعاؤں کی برکتوں سے بھری ہوئی ہے۔ عزیزم مصطفیٰ نے ایف، ایس سی میں اعلیٰ نمبر حاصل کئے تو لندن سے حضرت باباجی نے بات کرتے ہوئے اُس سے کہا کہ تمہاری کامیابی میں آدھا حصہ میری دعاؤں کا ہے۔ حالانکہ کامیابی تو کُلیۃً آپ کی دعاؤں کا ہی نتیجہ تھی۔

عزیزم محمد اور عزیزم مصطفیٰ کو خاص طور پر حضرت باباجی کی بیماری میں، جس کی شدت کا آغاز ۱۹۸۲ء میں ہوُا تھا، بہت

اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے سترھویں اجلاس کے صدر حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب جنرل اسمبلی میں ۔

اقوامِ متحدہ کے ادارے ایف۔اے۔او کی تقریب سے خطاب

اِسی تقریب کا ایک اَور منظر

بیور کالج یونیورسٹی امریکہ کی طرف سے ڈاکٹر آف لاز کی اعزازی ڈگری کی تقریب۔ دائیں سے تیسرے امریکہ کے سابق وزیر خارجہ مسٹر ڈین رسک ہیں

الجمهورية السورية

براءة وسام أمية

منح رئيس الجمهورية السورية بناءً على اقتراح رئيس مجلس الوزراء وبمرسوم

رقم ١٢٢٥ تاريخ ٤ كانون الأول ٩٤٧ الرصيعة من وسام أمية الوطني

صاحب المعالي محمد ظفر الله خان

حرر في دمشق الشام في اليوم ٢١ المحرم سنة ١٣٦٧ و ٤ كانون الأول سنة ١٩٤٧

[illegible] [illegible]

حکومتِ شام کی طرف سے اعلیٰ ترین سول اعزاز حضرت چوہدری صاحب کو دیا گیا۔ اس تاریخی دستاویز کا عکس جس کی رُو سے یہ اعزاز پیش کیا گیا۔

لانچ

دانے دار کیویئر
سالمن مچھلی لیموں کے ساتھ
پیرو مرغی کا گوشت چنا ہوا
کھیرے، ٹماٹو لال مولی

پرندوں کا گوشت

سوداک مچھلی بھونا ہوا
مرغی کا گوشت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے

نارنگیوں کا سلاد
کافی
میوہ جات

۱۰ جون ۱۹۶۳ء
ماسکو

رُوس کے دَورہ ۱۹۶۳ء کے موقع پر حکومتِ رُوس کی طرف سے جو ضیافت دی گئی اس کا مینو کارڈ اُردو میں تحریر کیا گیا —— قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت چوہدری صاحب کے احترام میں مینو میں شراب شامل نہیں۔

سرکردہ افریقن رہنماؤں سے بے تکلفی
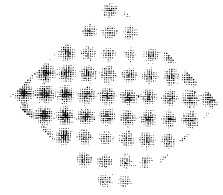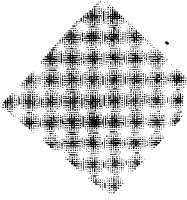
اقوامِ متحدہ کی ایک تقریب میں
نائیجیریا کے ایک سفارت کار کی
حضرت چوہدری صاحب سے ملاقات
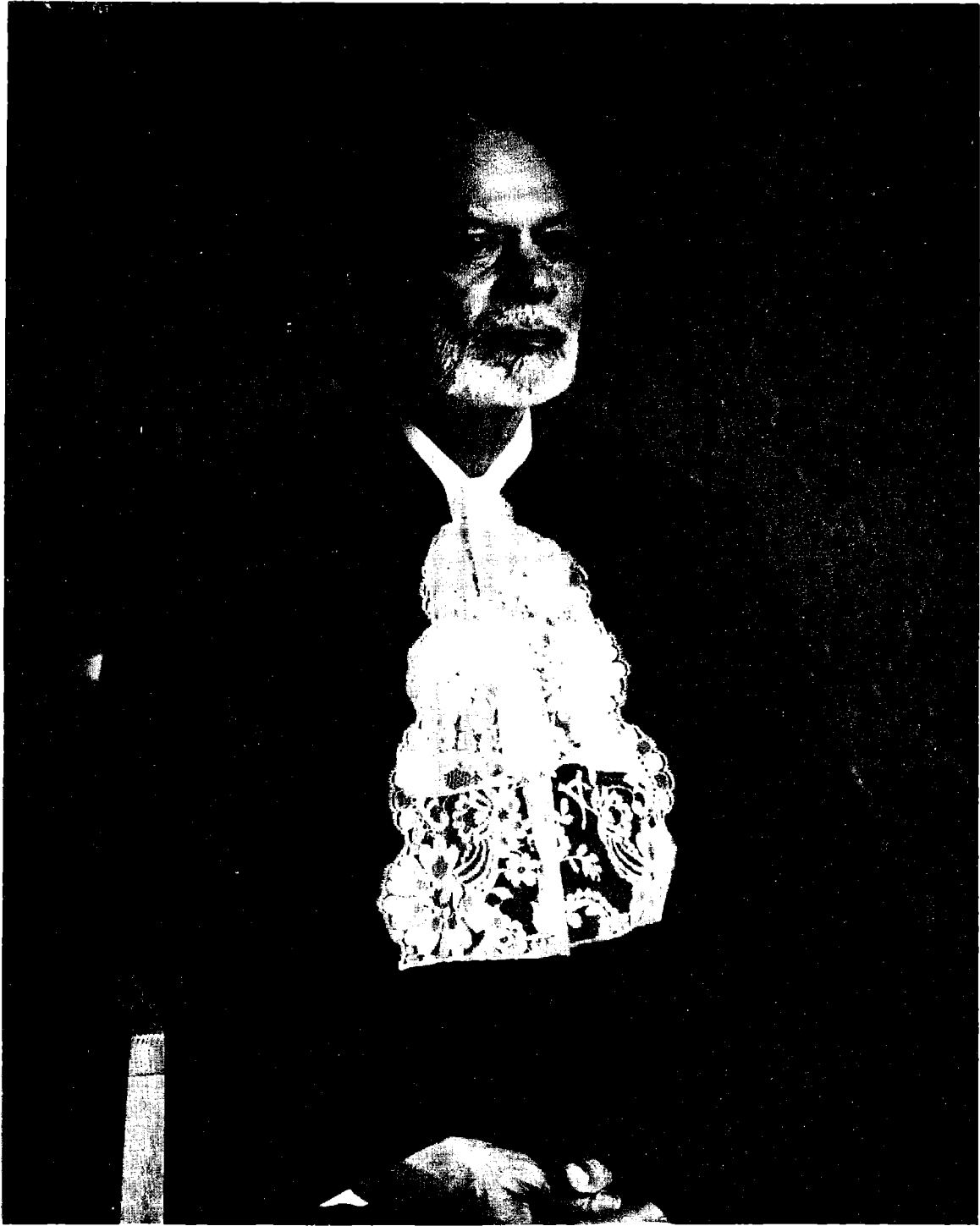
عالمی عدالتِ انصاف کے جج ، نائب صدر اور صدر کے عُہدوں پر فائز رہنے والے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ۔

(فوٹو بشکریہ : اقوامِ متحدہ)

خصوصی اظہارِ تشکر

ادارہ "انصار اللہ" حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی صاحبزادی محترمہ امۃ الحی صاحبہ بیگم صاحبہ محترم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب کا انتہائی ممنون و مشکور ہے کہ انہوں نے حضرت چوہدری صاحب کی انتہائی نادر و نایاب خوبصورت تصاویر بکمال شفقت شائع کرنے کے لئے عطا فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

ایک اعلیٰ عہدیدار کے ساتھ
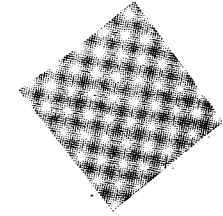
اقوامِ متحدہ کی ایک تقریب میں

حضرت چوہدری صاحب کے والدِ محترم حضرت چوہدری نصراللہ خاں صاحب
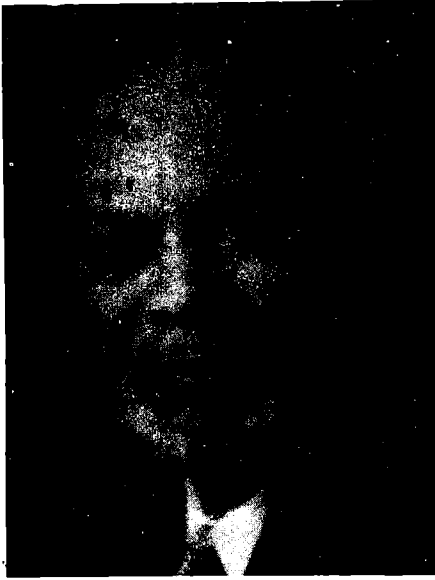
حضرت چوہدری ظفراللہ خاں صاحب بھائیوں میں سب سے بڑے۔
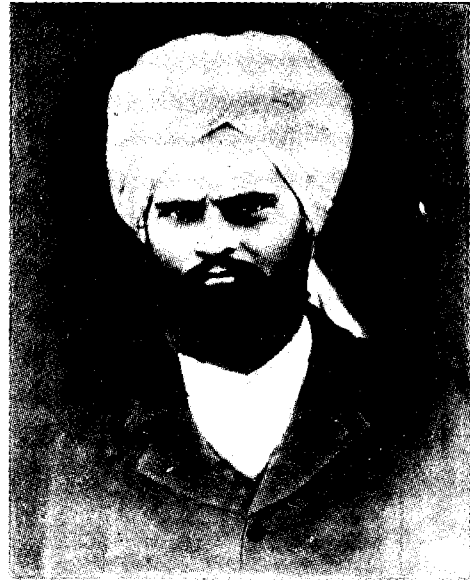
چوہدری اسداللہ خان

چوہدری عبداللہ خان
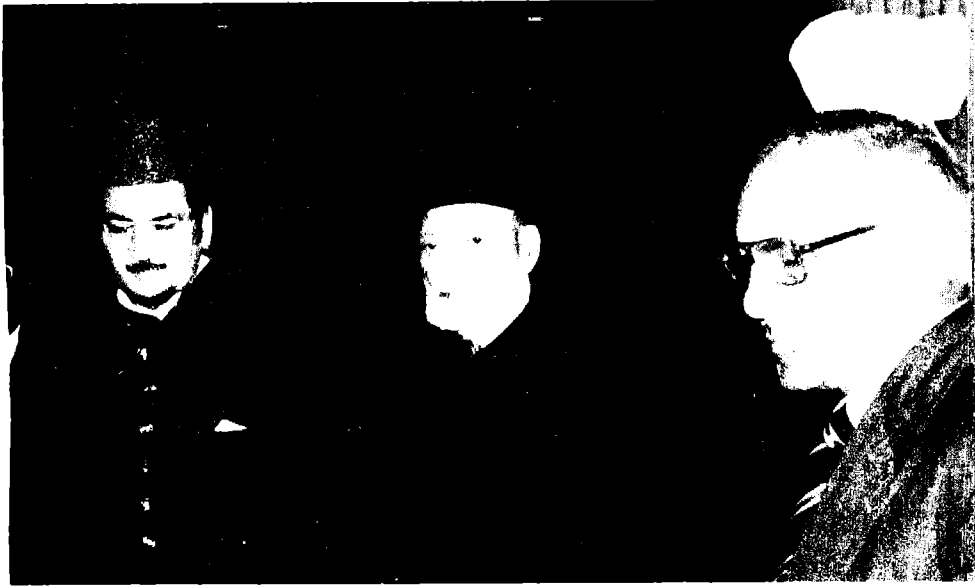
حضرت چوہدری صاحب اپنے داماد محترم چوہدری حمید نصراللہ خان صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع لاہور (بائیں) کے ساتھ

محمد افضل سلمہٗ۔

احمد نصراللہ خان

حضرت چوہدری صاحب کے نواسے

مصطفےٰ نصراللہ خان۔

ابراہیم نصراللہ خان۔

خدمت کا موقع ملا۔ بیماری کی اصل نوعیت کا علم تو پاکستان تشریف لے آنے کے بعد ہوا اور گو بیماری کی ابتداء ایک لمبے عرصہ سے ہو چکی تھی لیکن اُس کی تشخیص نہیں ہوئی تھی جس کے نتیجہ میں صحت زیادہ کمزور ہو گئی تھی اور جب قوّتِ برداشت بھی جواب دینے لگی تو آپ نے باقی حصّہ پاکستان میں گذارنے کا فیصلہ کیا۔ اِن دونوں بچوں نے خدمت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اللہ تعالےٰ ان کو اجرِ خیر عطا فرمائے اور اپنے نانا کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اِسی طرح محترم ڈاکٹر وسیم احمد صاحب نے بھی بالکل اولاد کی طرح خدمت کی۔ درست ہے کہ حضرت باباجی کے مقام اور اُن کی ہستی کو مدّ نظر رکھتے ہوئے کوئی بھی اُن کی خدمت کو فخر محسوس کرتا لیکن جس دلی خواہش، محبت، لگن اور فکر سے ڈاکٹر صاحب نے خدمت کی ہے اور اس میں وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ جس طرح ترقی ہوئی ہے اُس کے گواہ تو ہم اہلِ خاندان ہی ہیں۔ ہم میں سے کوئی بھی تا حیات ڈاکٹر صاحب کی اس شفقت کو فراموش نہیں کر سکتا۔ اور ڈاکٹر صاحب کی خدمت کے انداز کا اندازہ آپ اِس سے لگا سکتے ہیں کہ ایک روز حضرت باباجی نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ آپ نے میری اِس طرح خدمت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگر مجھے اجازت دی کہ کسی کی سفارش کروں کہ اسے جنّت میں جگہ دی جائے تو مَیں آپ کی سفارش کروں گا۔

باپ بیٹی کی مثالی محبّت

شدید بیماری اور بے ہوشی کی حالت کہ جس میں انسانی اور طبّی اندازہ ہُوا تھا کہ اب وقتِ آخر ہے کے بعد اللہ تعالیٰ نے قدرے طبیعت میں بہتری پیدا فرما دی بیٹی کی شدید خواہش والی دعا کو قبول فرمایا اور تقریبًا تین ہفتہ کا ایسا وقت عطا فرمایا کہ اُس میں باپ بیٹی نے ایک دوسرے کے ساتھ تمام بند توڑتے ہوئے ایک دوسرے کے لئے اپنی محبت اور پیار کی شدّت کا کھلا کھلا اظہار کیا۔ میرا دل اور میری آنکھیں اِس بات کی گواہ ہیں کہ دونوں کے لئے وہ وقت اُن کی زندگی کا بہترین حصّہ تھا۔ امۃ الحی نے اپنے والد سے ایسی محبت کا اظہار کیا جیسے ایک ماں اپنے بچّہ کے لئے کرتی ہے اور باباجی نے کمال شفقت سے اُس کا اُسی رنگ میں جواب دیا کہ جیسے کوئی پورے ناز سے محبت کرتا بھی ہے اور کرواتا بھی ہے۔ دونوں کو علم تھا کہ اب جُدائی قریب ہے۔ بہت سی باتیں ہوئیں جن میں انتہائی بے تکلّفی تھی اُن سب کا ذکر اِس مضمون میں کرنا خاکسار درست خیال نہیں کرتا کہ وہ باپ بیٹی کی باتیں تھیں اور بیٹی کی امانت ہیں۔ البتہ ایک بات کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ بار بار فرماتے تھے کہ امۃ الحی، حمید اور بچوں کی خواہش اور محبّت اور جُدائی کا خوف اور ان کی دعاؤں اور دلی خواہش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ وقت عنایت فرما رہا ہے اسلئے اپنی وفات سے چار پانچ روز قبل امۃ الحی کو جو کہ قریب ہی کھڑی رہتی تھی فرمایا "بیٹی میری خواہش ہے کہ مَیں تمہارے بہت قریب لگ کر بیٹھ جاؤں"۔ بیٹی نے کہا "ابّا میرا یہ مقام کہاں کہ آپ میرے قریب لگ کر بیٹھیں آپ حکم فرمائیں کہ مَیں آپ کے قریب لگ جاؤں" تو ہاتھ سے اشارہ کر کے بلایا۔ امۃ الحی نے سینہ پر سر کو رکھ دیا تو باباجی نے انتہائی پیار سے فرمایا "بیٹی تم نے اپنی پوری کوشش کرلی"۔ امۃ الحی: "جی ابّا"۔ باباجی: "بیٹی نتیجہ تمہاری خواہش کے مطابق تو نہیں نکل رہا"۔ امۃ الحی: "جی ابّا، آپ کی حالت تو خراب ہو رہی ہے"۔ فرمایا "تو پھر اب کیا کرنا چاہیئے"۔ عرض کیا: "اللہ تعالیٰ کے حضور آپ بھی دعا کریں مَیں بھی دعا کرتی ہوں"۔ فرمایا: "دیکھو تمہارے بالوں کی ایک لٹ بھی بکھری ہوئی نہ ہو تم جیسا لباس پہنتی ہو اگر اس سے بہتر نہیں تو ویسا ضرور پہننا۔ تمہاری آنکھوں سے آنسو گرتا کوئی نہ دیکھے کہ ہم جب کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی رضا پر راضی ہیں تو اس کا اظہار بھی کرنا چاہیئے"۔ حضرت باباجی کے وصال کے بعد جو مستورات امۃ الحی سے ملنے آئیں اب یہ وہی بتا سکتی ہیں کہ اُن کے سامنے کیا حال رہا مجھے تو یہی علم ہے کہ اکیلے میں ہی اُس کے آنسو نکلے۔ ہاں یہ مجھے علم ہے کہ بہت نکلے۔

حضور سے پیار

حضور سے محبّت کا جو عالم تھا اُس کے بارے میں صحیح صورتِ حال بیان کرنا تو بڑا مشکل ہے۔ حضور کو بھی علم ہے کہ وہ کیا تھا اور حضور کو جو محبت تھی اُس کا اظہار حضور کے خطبہ میں بھی ہے اور خاکسار اُس کے متعلق علم بھی رکھتا ہے لیکن اس کے متعلق کچھ زیادہ عرض نہیں کرنا چاہتا صرف دو واقعات عرض کر دیتا ہے۔

باباجی کی شدید بیماری میں ایک دن امۃ الحی نے عین بیداری

کے عالم میں یہ نظارہ دیکھا کہ حضور بڑی تیزی کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور باباجی کے بستر کے پاس قیام فرمایا ہے اور کافی دیر تک وہاں رہے ہیں۔ تو اِس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک نظارہ ملاقات کا اور محبت کا دکھلا دیا۔ ایک اَور بزرگ (وہ ہدایت کرتے ہیں کہ میرا نام نہ بتلایا کرو) نے بیان فرمایا کہ عین اُس دن اُس وقت کہ جب لاہور میں نمازِ جنازہ ادا کر کے ربوہ روانگی تھی اُنہوں نے دیکھا کہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب تشریف لائے ہیں اور ان سے کہتے ہیں (نام لے کر) مَیں حضور سے مل آیا ہوں اور اب ربوہ جا رہا ہوں۔

اِس جگہ خاکسار یہ بھی عرض کر دے کہ حضرت چوہدری صاحب اپنی زندگی میں آخری مرتبہ اپنی قوّت سے (حضور سے سہارا لیا ہو تو لیا ہو) حضور کی تشریف آوری پر کُرسی سے خود اُٹھے تھے۔ اس کے بعد ہمیشہ سہارے سے ہی اُٹھ سکے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت باباجی کو وقت رخصت کی اطلاع دی تھی ویسے ہی اَوروں کو بھی دی تھی۔ ایک بزرگ نے بیان فرمایا کہ وفات سے دو تین روز قبل خواب میں دیکھا کہ حضرت چوہدری صاحب تشریف لائے ہیں خوب چمکدار چہرہ اور جوانی کی عمر ہے اور مجھ سے کہا کہ "دیکھو اب مَیں جا رہا ہوں تم میرے لئے باقاعدہ دعا کرنا مَیں تمہارے لئے دعا کروں گا" اور پھر ایک لمبی سی کار میں بیٹھے اور تشریف لے گئے۔ وہ بزرگ تحریر کرتے ہیں کہ مَیں پہلے بھی باقاعدگی کے ساتھ حضرت چوہدری صاحب کے لئے دعا کیا کرتا تھا لیکن اُس دن کے بعد اُس میں بہت شدّت پیدا ہو گئی۔

حضرت باباجی کی وفات کے چند دن بعد انہیں بزرگ کا خاکسار کو خط ملا جس میں تحریر کیا کہ رات مَیں نے خواب میں حضرت چوہدری صاحب کو پھر دیکھا۔ آپ نے برجس (گھوڑے پر سواری کا لباس) پہن رکھی ہے اور بہت جوانی کی عمر ہے۔ میرا نام لے کر فرمایا (.... مَیں اکیلا نہیں میری ایک بیٹی بھی ہے) وہ خاکسار کے نام خط میں تحریر کرتے ہیں کہ "مَیں خواب میں ہی سمجھ گیا کہ فرماتے ہیں کہ تم میرے لئے دعا کرتے ہو لیکن مَیں اکیلا نہیں میری ایک بیٹی بھی ہے اس کے لئے بھی دعا کیا کرو اِسلئے آپ اپنی بیگم کو اطلاع کر دیں کہ آج صبح سے اُن کے لئے بھی باقاعدگی سے دعا کا عہد کیا ہے"۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے۔ جزاهم الله احسن الجزاء۔

وقت کے گذرنے کے ساتھ ہم تمام اہلِ خانہ کا احساسِ محرومی اور احساسِ جُدائی بڑھتا جا رہا ہے۔ پہلے تو وقت ضبط اور خاموشی میں گذرتا تھا اب آہستہ آہستہ جذبات ضبط کی حدود سے نکلنا شروع ہو گئے ہیں۔ ہم سب اللہ تعالیٰ سے یہی امید لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ پردہ پوشی اور درگذر کے سایہ تلے محض اپنی شفقت اور رحم سے وہ دن لائے کہ پھر اپنے اس مہربان و مشفق سے ملاقات ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

تُو ہمالہ تھا

(مکرّم میر مبشر احمد صاحب طاہرؔ آف پسرور)

خدا کے فضل سے رُتبہ بلند و بالا تھا
لگے ہے ایسے کہ سُورج بھی تیرا ہالہ تھا

مہک تھی جس کی زمانے میں چار سُو پھیلی
وہ عطر بیز وہ خوش رُو حسین لالہ تھا

عدو بھی ہو گیا قائل ترے دلائل سے
طریقِ بحث عجب تھا ترا نرالا تھا

ہر ایک لفظ جو نکلا زبان سے تیری
پھر اس کے بعد وہ تاریخ کا حوالہ تھا

حریف تیرے بھی گرچہ بلند قامت تھے
قسم خدا کی مگر اُن میں تُو ہمالہ تھا

بلند رُتبے تھے نازاں کہ تُو ہے مَسند پر
عظیم ماں کی دُعاؤں نے تجھ کو پالا تھا

ملی غلاموں کو آزادیاں اُسی راہ سے
وہ راستہ کہ تری سوچ نے نکالا تھا

بیاں مَیں اُس کا کروں بھی تو کیا کروں طاہرؔ
وہ عندلیب کہ جس کو گُلوں نے پالا تھا

حضرت چوہدری صاحب کی شاندار علمی خدمات

(محترم مولانا ابو المنیر نور الحق صاحب۔ ربوہ)

انگریزی ترجمۂ قرآن کا عظیم کارنامہ

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے یوں تو خاکسار کی ملاقات ۱۹۳۸ء سے تھی لیکن قریبی تعلقات ربوہ دارالہجرت میں ۱۹۵۵ء سے قائم ہوئے اور خدا کے فضل سے یہ تعلقات دن بدن بڑھتے چلے گئے۔ ان دنوں آپ بین الاقوامی عدالتِ انصاف کے رکن تھے اور آپ کا قیام ہیگ میں تھا۔ عام طور پر دسمبر کے ایام میں پاکستان تشریف لاتے اور کچھ عرصہ ربوہ قیام فرماتے۔ ربوہ قیام کے دوران کافی وقت آپ کے ساتھ مل بیٹھنے کا مل جاتا اور آپ کی مجلس سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملتا۔ ربوہ میں پہلے پہل آپ کا قیام حضرت صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کے ہاں ہوتا تھا بعد ازاں اپنی کوٹھی بیت الظفر میں ٹھہرا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ کوٹھی آپ نے صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو دے دی پھر اگر وہاں ٹھہرنا ہوتا تو باقاعدہ اجازت سے وہاں قیام فرماتے۔

حضرت فضلِ عمر نے ۱۹۵۷ء میں حضرت چوہدری صاحب کو ہدایت فرمائی کہ وہ تفسیر صغیر کا انگریزی ترجمہ جتنی جلدی ہو سکے کر دیں۔ جلسہ سالانہ کے اختتام کے بعد چوہدری صاحب دو ماہ کے قریب یہاں ٹھہرے اور آپ نے حضور کے ارشاد کو نہایت سرعت سے عملی جامہ پہنایا اور ساڑھے سات پاروں کا ترجمہ مکمل کر لیا۔ حضرت چوہدری صاحب نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ تفسیر صغیر کے انگریزی ترجمہ کا کام بہت اہمیت رکھتا ہے اس لئے حضور ایسے دو اصحاب کو مقرر فرمائیں جو ترجمہ پر نظر ثانی کرتے جائیں چنانچہ اس کام کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مولوی محمد دین صاحب مقرر ہوئے۔ بعد ازاں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ کو بھی اس کام میں شریک کر لیا اور مجھے لکھا کہ ان کو بھی چوہدری صاحب کے ترجمہ کی ٹائپ شدہ کاپی دے دی جائے۔

مکرم چوہدری صاحب دو اڑھائی ماہ پاکستان میں ٹھہرنے کے بعد ہیگ روانہ ہو گئے اور ترجمۃ القرآن کے کام میں پوری مستعدی سے لگ گئے چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد ۲۳ مئی ۱۹۵۸ء کو سورۃ اعراف کا اور ۶ جون کو سورۃ انفال و توبہ کا ترجمہ مکمل کر کے مجھے بھجوا دیا اور مجھے بذریعہ خط ہدایت فرمائی کہ جونہی ترجمہ مجھے ملے میں آپ کو اس کی رسیدگی کی اطلاع دیتا رہوں۔ آپ ٹائپ شدہ ترجمہ کی تین کاپیاں بھجواتے ان میں سے دو کاپیاں میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو پیش کر دیتا اور ایک اپنے پاس محفوظ کر لیتا۔ آپ کو ہیگ میں مفوضہ کام کی کافی مصروفیت تھی لیکن ترجمہ کے کام کی سرانجام دہی کے لئے آپ زیادہ سے زیادہ وقت نکالتے چنانچہ آپ نے ۲۰ جون ۱۹۵۸ء کو مجھے جو خط لکھا اس سے پتہ چلا کہ جس رفتار سے آپ ترجمہ کا کام کر رہے ہیں اس کی اوسط ایک پارہ فی ہفتہ بنتی ہے۔ آپ جوں جوں ترجمہ مکمل کرتے گئے مجھے بھجواتے رہے اور میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی خدمت میں نظر ثانی کے لئے پیش کرتا رہا تا آنکہ یہ کام ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۸ء تک یعنی کل نو ماہ کے قلیل عرصہ میں مکمل ہو گیا۔ اور چوہدری صاحب نے ترجمہ کی تکمیل کی خوشخبری دیتے ہوئے لکھا کہ الحمد للہ یہ عظیم مرحلہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم اور اس کی عطا کردہ توفیق سے تکمیل کو پہنچا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے پہلے ساڑھے سات پاروں کے ترجمہ پر نظر ثانی فرمائی اور یہ دیکھ کر کہ یہ ترجمہ تسلی بخش ہے سارا

ترجمہ تحریک جدید صدر انجمن احمدیہ کے سپرد کر دیا تا وہ اس کی اشاعت
کا انتظام کریں لیکن کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ یہ ترجمہ چھپ
نہ سکا۔ ۱۹۶۰ء میں آپ نے یہ غیر مطبوعہ ترجمہ مکرم عبدالسلام میڈسن
صاحب کو دیا جو ڈینش زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کر رہے تھے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے حضرت چوہدری صاحب کا یہ
ترجمہ بوجوہ شائع نہ ہو سکا لیکن کئی سال بعد آپ نے اسی تیار شدہ
ترجمۃ القرآن کو ایک نیا اسلوب دے کر تیار فرمایا جسے قدرتِ ثانیہ
کے مظہرِ ثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے بہت پسند فرمایا اور
بعد دعا اس کی اشاعت کی اجازت دی۔ ۱۹۷۰ء میں حضرت چوہدری
صاحب جب پاکستان تشریف لائے تو یہ نیا تیار شدہ ترجمہ آپ کے
پاس تھا۔ آپ نے مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے مفسّر
قرآن اور خاکسار ابوالمنیر نورالحق کو ارشاد فرمایا کہ ہم دونوں چند
دن کی فرصت نکال کر لاہور میں آپ کی قیام گاہ ۹۳ خورشید عالم
روڈ پر پہنچیں آپ یہ ترجمہ ہمیں سنانا چاہتے ہیں تاکہ اگر کہیں ترجمہ
میں تبدیلی کی ضرورت ہو تو وہ کر دی جائے گی۔ چنانچہ ہم دونوں دس
دنوں کے لئے آپ کے پاس پہنچ گئے اور آپ نے شروع سے آخر
تک سارا ترجمہ ہمیں سنایا۔ اس ضمن میں صبح ناشتہ کے بعد کام پر
بیٹھتے تو شام تک بلکہ اس کے بعد بھی آپ ترجمہ سنانے کا کام کرتے
رہتے یہاں تک کہ آپ نے ایک ہفتہ کے اندر اس کام کو ختم کر لیا
بعد ازاں یہ ترجمہ آپ کی زندگی میں شائع ہوا اور اب تک اس کے
کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور رہتی دنیا تک لوگ اس سے
مستفید ہوتے رہیں گے۔ انشاء اللہ۔

—— ۲ ——

ترجمۃ القرآن کے عظیم شاہکار کے علاوہ آپ نے ایک اور
مہتم بالشان کارنامہ بھی سرانجام دیا ہے جو ابھی غالباً منظرِ عام
پر نہیں آیا لیکن وہ بھی (انشاء اللہ) آپ کے نام کو قیامت تک
زندہ جاوید رکھے گا اور یہ کارنامہ ہے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ
احمدیہ کی اپنی کتب میں بیان شدہ تفسیرِ قرآن کا انگریزی ترجمہ۔
اس کی تفصیل یہ ہے کہ ادارۃ المصنفین کی طرف سے ۱۹۶۹ء سے
لے کر ۱۹۸۲ء تک حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی اپنی کتب میں بیان شدہ
تفسیر مرتب کر کے شائع کرنی شروع کی گئی۔ اب تک اس کی پانچ جلدیں
طبع ہو کر منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ جوں جوں یہ جلدیں ترتیب وار تیار ہو کر
شائع ہوئیں حضرت چوہدری صاحب ان کا ساتھ ساتھ انگریزی زبان
میں ترجمہ کرتے گئے۔ آپ اس بات سے پوری طرح باخبر رہتے کہ کونسی
جلد کس حد تک تیار ہو گئی ہے اور کب تک تیار ہو کر شائع ہو گی چنانچہ
آپ نے مجھے یہ ارشاد فرمایا ہوا تھا کہ تفسیر کی جلد تیار ہوتے ہی
فوراً ان تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ جونہی آپ تک کتاب
پہنچتی آپ اس کا مطالعہ فرما کر اس کے ترجمہ میں لگ جاتے اور کم از کم
وقت میں اسے مکمل کر لیتے اور اس کی ٹائپ کاپیاں تیار کروا لیتے۔
یہ ترجمہ پانچ جلدوں میں آپ کے پاس تیار تھا اور فرماتے تھے کہ
انہوں نے اس کے چھپنے کا انتظام کر دیا ہے۔

ادارۃ المصنّفین کے ساتھ وابستگی

۱۹۵۸ء میں سیدنا حضرت فضلِ عمر نے قرآن مجید، تفسیر
قرآن مجید، حدیث اور تاریخ احمدیت پر مشتمل کتب کی وسیع پیمانے
پر اشاعت کے لئے تصنیف کا ایک اہم ادارہ "ادارۃ المصنّفین"
قائم فرمایا۔ اس ادارہ نے رُبع صدی میں بہت عظیم الشان لٹریچر
پیدا کیا۔

اس ادارہ کے ہر سال سات ڈائریکٹر مقرر ہوتے رہے حضرت
چوہدری صاحب متواتر اکیس سال اس کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے
اور چار سال اس کے صدر رہے۔ اس عرصہ میں آپ کا قیام ہیگ
اور لندن میں رہا جلسہ سالانہ کے ایام میں آپ ایک دو ماہ کے لئے
پاکستان تشریف لاتے تو ربوہ آنے کے پروگرام سے مطلع فرماتے
اور لکھتے کہ فلاں وقت پر آپ ادارہ کے دفتر تشریف لائیں گے چنانچہ
ربوہ کے قیام کے دوران زیادہ سے زیادہ وقت ادارہ کے لئے
نکالتے۔ دورانِ سال ہونے والے کام کی تفصیل حاصل کرتے اور
ہر امر پر اظہارِ رائے فرماتے اور راہنمائی کرتے۔ تاریخ احمدیت کی
جلدوں کے متعلق میرا طریق یہ تھا کہ میں کوشش کرتا تھا کہ اشاعت
سے پہلے ہی تیار شدہ جلد دکھا دوں تاکہ آپ اگر کوئی اصلاح تجویز
کریں تو اسے کر دیا جائے۔ تاریخ احمدیت کی تدوین اور ترتیب
کے کام پر خصوصاً بڑی تعریف اور تسلی کا اظہار فرماتے اور ہر پیش لفظ
میں اپنی دلی خوشی کے جذبات کا اظہار فرماتے۔ ساتویں جلد سے
سولھویں جلد تک کے لئے آپ نے میری درخواست پر پیش لفظ
لکھ کر دیا جو تاریخ کی جلدوں کی ابتداء میں طبع شدہ ہے۔
مطالعہ کے بعد تاریخ کی جس جلد کو اس کی اشاعت سے قبل

ملاحظہ نہ فرما سکتے اس کی طباعت کے بعد اس کے متعلق اپنی رائے
سے مطلع فرماتے۔ چنانچہ پہلی تین جلدوں کے متعلق جو رائے آپ نے
بھجوائی وہ ان جلدوں کے ساتھ تو نہیں لگ سکی ہاں الفضل کے
شماروں میں چھپی ہوئی ہے۔ تاریخ احمدیت کی پانچویں جلد کے لئے
جو پیش لفظ آپ نے ۳۰؍اپریل ۱۹۶۴ء کو لکھ کر مجھے بھجوایا وہ
اس جلد کے ساتھ طبع ہو کر لگ نہیں سکا اِس لئے اس کو ذیل
میں درج کیا جاتا ہے تاکہ وہ آئندہ کے لئے محفوظ بھی ہو جائے
اور احباب بھی آپ کے خیالات سے استفادہ کر سکیں:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ احمدیت کی پانچویں جلد سے خلافتِ ثانیہ کی تاریخ
کی ابتداء ہوتی ہے یعنی اُس دَور کی جس کی خبر پہلے سے وحیٔ الٰہی
میں اِن پُرشوکت الفاظ میں دی گئی تھی مظہر الاوّل والاخر
مظہر الحق والعلاء ..... خلافتِ ثانیہ کی تاریخ ایک لحاظ
سے سبز اشتہار کی پیشگوئی کے ظہور کی تفصیل ہو گی لیکن یہ یاد
رکھنا چاہئیے کہ ایسی عظیم شان کی پیشگوئی کا ظہور صرف ایک بار
نہیں بلکہ بار بار ہوتا ہے اور صرف ایک دَور تک محدود نہیں
رہتا لمبے عرصہ تک چلتا ہے۔ جو نشان اس کے ظہور کی تائید میں
ظاہر ہوتے ہیں وہ صرف ایک ملک یا ایک نسل کی ہدایت کا موجب
اور ذریعہ نہیں بنتے ان کا حلقۂ اثر بہت وسیع اور ممتد ہوتا
ہے۔ خود پیشگوئی کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس پیشگوئی کا موعود
دُنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور بہتوں کی ہدایت کا موجب
ہوگا اِس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ علاوہ سلسلہ کی تاریخ کی
حفاظت کے تقاضے کے پیشگوئی کی تائید میں ظاہر ہونے والے
نشانوں کی تاریخ اور تفصیل کو نہایت احتیاط سے محفوظ کر لیا
جائے۔ یہ ذمّہ داری اگر موجودہ نسل کے ہاتھوں پوری طرح
سرانجام نہ دی گئی تو آنے والی نسلوں کو بجا حق شکوے کا
ہوگا کہ ہم نے ان کے حق میں غفلت سے کام لیا ہے اور ہم
اللہ تعالیٰ کے رُوبرو جواب دِہ ہوں گے۔ اس ذمّہ داری کے
مدّ نظر حضرت (فضلِ عمر) نے ارشاد فرمایا تھا کہ سلسلے کی تاریخ
کو محفوظ کرنے کا انتظام ہونا چاہئیے۔ ادارۃ المصنفین کی طرف
سے اِس ارشاد کی تعمیل میں چار جلدیں تاریخِ احمدیت کی شائع
ہو چکی ہیں اور اب پانچویں جلد شائع ہو رہی ہے۔ سلسلے کی تاریخ
اپنی مدّت کے لحاظ سے تین چوتھائی صدی سے تجاوز کر رہی ہے
موجودہ وقت میں خال خال وہ بزرگ اور مقدّس ہستیاں اب
نظر آتی ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود کے دستِ مبارک پر بیعت
کی سعادت نصیب ہوئی جن کی آنکھوں نے اس نور کا جلوہ اپنی
آنکھوں سے دیکھا جن کے خوش نصیب ہاتھوں نے ان مبارک
ہاتھوں کو چھوُا بلکہ وہ بزرگ بھی اب تھوڑے رہ گئے ہیں جنہوں
نے (حضرت مولانا نورالدین) کا زمانہ پایا۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے
کی سعادت حاصل کی اور قرآن کریم کے معارف اور نکات
آپ سے سیکھے یا آپ کی زبان معجز بیان سے سُنے۔ موجودہ نسل
اور آئندہ نسلوں کے لئے سلسلہ کی ابتدائی تاریخ سے واقفیت
حاصل کرنے اور اس ذریعے سے ایمان کو تازہ اور محکم کرنے کا
ایک بڑا ذریعہ تاریخ احمدیت میں مہیا کیا جا رہا ہے۔ تاریخِ احمدیت
کی پانچویں جلد میں خلافتِ ثانیہ کے دَورِ اوّل یعنی پہلے سترہ سال
کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے یا یوں اندازہ کر لیجئے کہ یہ جلد
ان واقعات پر مشتمل ہے جو موجودہ نسل کے چالیس سالہ
احباب کی پیدائش سے پہلے یا ان کی طفولیّت کے زمانے میں
ظہور پذیر ہوئے تھے۔ ان کے لئے یہ جلد زمانے کے لحاظ
سے بھی تاریخ کی حیثیت رکھتی ہے اور ہم سب کے لئے ہدایت
کا چشمہ اور رُوح اور دل کی غذا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے
فضل و رحم سے تمام ان بزرگوں کی سعی کو مشکور فرمائے جنہوں
نے اس کی تالیف و اشاعت میں مخلصانہ محنت کی ہے اور انہیں
وافر اجر سے نوازے اور ان کی محنت کے اس شیریں ثمر کو قبولیت
سے نوازے اور ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس نعمت کی
پوری قدر کریں اور اس سے پورا فائدہ اُٹھائیں تا ہم لَئِنْ
شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ کے انعام کے مستحق ٹھہریں۔

والسلام
ظفر اللہ خان
۳۰؍اکتوبر ۱۹۶۴ء

آٹوگراف!

مکرم محمد احمد اشرف صاحب تحریر فرماتے ہیں: ایک بار
ایک طالب علم آپ کی خدمت میں آٹوگراف لینے
حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے فرمایا: تمام بنیادی ہدایات اور نصائح قرآن کریم
میں بیان کر دی گئی ہیں اُس کا مطالعہ کریں اور اُس پر عمل کریں ——— !

باتیں حضرت چوہدری ظفراللہ خانصاحب کی

احباب کے خطوط سے بعض اقتباسات

بہت سے احباب جماعت نے چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کی وفات پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے تعزیتی خطوط رقم فرمائے ہیں۔ ان خطوط میں احباب وخواتین نے بعض واقعات۔ خوابیں اور اہم باتیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں سے چند خطوط کے اقتباسات قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہیں۔ (ادارہ)

۱۔ کیپٹن ایچ اے ایاز خاں۔ جنرل ریپریزنٹیٹو برائے ہنگری نے اپنے خط محررہ ۸۵/۹/۲۰ میں لکھا۔

کتاب مجاہد ہنگری میں چوہدری صاحب کے متعلق درج ہے کہ جب بھی وہ مجھے خواب میں دیدار سے مشرف فرماتے۔ اسی صبح کو کسی نہ کسی اخبار میں میرا انٹرویو شائع ہوا کرتا اور میں اخباروں کا منتظر رہتا۔

۲۔ مکرم عبداللطیف صاحب واقف زندگی سابق مبلغ انچارج جرمن مشنز ہمبرگ مغربی جرمنی سے اپنے خط محررہ ۸۵/۹/۴ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس عاجز کے ساتھ انہیں والہانہ محبت تھی۔ میرے بیٹے کی وفات کے بعد ان کا اس عاجز کے ساتھ سلوک اور بھی مشفقانہ ہوگیا اور میرے دوسرے بیٹے عزیز کبیر کی حالت بھی بہت زیادہ نازک ہوگئی حضرت چوہدری صاحب نے نہایت کرب اور اضطراب کے ساتھ عزیز کے لیے دعائیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں رویاء کے ذریعے عزیز کی کامل صحت یابی کی بشارت دی جو معجزانہ طور پر غیر معمولی حالات میں پوری ہوئی۔"

۳۔ محترمہ بیگم قمر عطاء اللہ صاحبہ اہلیہ محترمہ کرنل محمد عطاء اللہ صاحب مرحوم اپنے خط میں لکھتی ہیں۔

حضرت چوہدری ظفراللہ خانصاحب مرحوم ومغفور کی وفات سے پہلے اسی دن علی الصبح فجر کی نماز کے لگ بھگ میں نے ایک خواب دیکھا۔ کہ میں اپنے ننھیال سیالکوٹ میں ہوں اور کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی وفات پاگئے ہیں۔ جس مکان میں ان کی وفات ہوئی ہے وہ میری نانی صاحبہ کی بڑی بہن کا ہے اور ہمارے مکان کے ساتھ ہی ہے۔ ان بزرگ خاتون کا نام جنت بی بی تھا لیکن عرف عام میں وہ بے بے وڈھی کے نام سے مشہور تھیں اور بڑی باخدا عورت تھیں علاوہ بیٹیوں کے ان کا ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام فضل حق تھا اور انکی حویلی بے بے وڈھی کی حویلی یا فضل حق صاحب کے مکان سے موسوم تھی خواب میں میں وہاں پہنچ کر دیکھتی ہوں کہ انسانوں کا ایک ہجوم جمع ہے اور میں اندر نہیں جاتی لیکن ہجوم میں مجھ کو مکرم مرزا انس احمد صاحب دکھائی دیتے ہیں۔ میں حیران ہوں اور کچھ سمجھ نہیں پاتی۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

۴۔ مکرم میاں اقبال احمد صاحب ایم اے ایڈووکیٹ راجن پور

اپنے خط محررہ ۳/۹/۸۵ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"۶۵-۱۹۶۴ء کی بات ہے میں کراچی میں زیر تعلیم تھا حضرت چوہدری صاحب نے احمدیہ ہال میں خدام الاحمدیہ کے ایک اجتماع سے خطاب فرمایا جب باہر تشریف لانے لگے تو آپ نے اپنے جوتے بائیں ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے۔ مَیں نے ان کے پہلو کی طرف ہو کر ان کے جوتوں کو پکڑنے کے لیے ہاتھ لگایا۔ اس عظیم وجود نے میری طرف دیکھا اور اپنے جوتوں پر اپنی گرفت اور مضبوط کر لی اور فرمایا "بالکل نہیں" اور میری مؤدبانہ کوشش کے باوجود مجھے اُٹھانے کے لیے جوتے نہ دیئے۔ ان کی یہی عادات ہی تو ان کو دلوں پر حکومت بخشتی ہیں۔"

۵۔ مکرم ڈاکٹر کرشن احمد صاحب ۱۹۔ گلشن اقبال کوہاٹ چھاؤنی سے اپنے خط محررہ ۷/۹/۸۵ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت چوہدری صاحب کے احسانات کی دنیا بہت ہی وسیع ہے وہ اس ناچیز کے بھی بہت ہی پیارے محسن تھے تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں مَیں نے میٹرک میں داخلہ لیا۔ مالی حالت کمزور تھی جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت چوہدری صاحب سے ملا انہوں نے ازراہِ شفقت میرے نام ماہوار وظیفہ جاری فرمایا۔ پھر تعلیم الاسلام کالج اور اس کے بعد میڈیکل کالج میں گیا تو حضرت چوہدری صاحب نے خود ہی وظیفہ بڑھا دیا اور یہ وظیفہ ایم بی بی ایس کے بعد ہاؤس جاب مکمل کرنے تک جاری رہا۔ اللہ تعالےٰ اپنے خاص فضل و کرم سے حضرت چوہدری صاحب کو اس کا بے انتہا اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

۶۔ مکرم خلیفہ صباح الدین احمد صاحب مربی سلسلہ ربوہ اپنے خط محررہ ۱۷ ستمبر ۱۹۸۵ء میں تحریر فرماتے ہیں:۔

دو سال قبل کراچی کی ایک محفل کا واقعہ مجھے یاد ہے برادرم رفیع الدین احمد ابن ڈاکٹر کرنل تقی الدین احمد صاحب کے ہاں حضرت چوہدری صاحب کا عشائیہ تھا۔ شہر کے معززین مدعو تھے ان میں جج حضرات کچھ جرنیل اور دوسرے اعلیٰ افسران اور تاجر صاحبان بھی تھے۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ چوہدری صاحب آپ نے یہ بلند مقام کیسے حاصل کیا۔ حضرت چوہدری صاحب نے جواب دیا کہ جب میں نے شروع میں سیالکوٹ میں وکالت شروع کی تو بعض مقدمات میں اللہ تعالےٰ نے مجھے نمایاں کامیابی عطا فرمائی، حضرت فضل عمر نے میری رہنمائی فرمائی اور مقدمات بھی دیئے میری کامیابی کو دیکھ کر بعض وکلاء اور معززین میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کے پاس استعداد موجود ہے آپ بلند مقام حاصل کریں گے، لیکن صرف ایک کمی ہے جو کہ آپ کی ترقی میں روک بن سکتی ہے وہ ہے احمدیت اگر آپ احمدی نہ ہوتے تو اعلیٰ مقام تک پہنچتے۔ حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا کہ مَیں نے کہا کہ اگر مجھ میں کوئی خوبی ہے تو وہ یہ ہے کہ مَیں احمدی ہوں اور اللہ تعالےٰ نے اگر مجھے کوئی مقام دینا ہے تو اسی خوبی کے طفیل ہی ملے گا ورنہ مَیں اپنے آپ کو کسی قابل نہیں پاتا۔ حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا آج دیکھیں خدا تعالیٰ نے مجھے احمدیت کے طفیل اور اپنے بزرگ امام جماعت کی دُعاؤں کے طفیل دنیا کے بلند ترین مقام سے نوازا۔ یعنی انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کا صدر جو کہ عدلیہ کا بلند ترین مقام ہے اور جنرل اسمبلی کا صدر جو کہ یو این او کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ یہ دونوں مقام اکٹھے آج تک کسی کو نہیں ملے۔ مکرم چوہدری صاحب نے فرمایا کہ میری خواہش ہے اور مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی یہ دونوں مقام کسی احمدی کو ہی ملیں گے۔

حضرت چوہدری صاحب آخری عمر میں باوجود کمزوری کے اپنی ہمت کو برقرار رکھتے رہے۔ قوتِ ارادی بہت مضبوط رکھتے تھے کراچی کی اسی محفل کا واقعہ ہے کہ جب چوہدری صاحب کی گاڑی برادرم رفیع الدین احمد صاحب کے گھر آ کر رُکی تو خاکسار نے چوہدری صاحب کا استقبال کیا اور دروازہ کھولا اور حضرت چوہدری صاحب کو کار سے باہر آنے میں مدد کے طور پر کچھ سہارا دینا چاہا آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اچھا آپ سہارا دیتے ہیں تو لے لیتا ہوں۔ یعنی باوجود کمزوری اور نقاہت کے آپ کو سہارا لینا بھی گوارا نہ تھا۔ صرف لحاظ کی وجہ سے لے لیا۔

۷۔ مکرم سید ادریس عاجز کرمانی صاحب ربوہ تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت چوہدری صاحب کی بیماری کے دوران ایک مولوی کا تکلیف دہ بیان اخبار میں نظر سے گذرا۔ اس روز میں حضرت چوہدری صاحب کی عیادت کے لیے حاضر ہو رہا تھا۔ اس بیان سے طبیعت میں بڑی بیقراری پیدا ہوئی۔ چاندماری کا میدان عبور کرتے ہوئے سنسان جگہ ہونے کی وجہ سے طبیعت میں رقت پیدا ہوئی اور خدا کے حضور عاجزانہ دُعا کی کہ مولا کریم حضرت چوہدری صاحب کی عمر میں اضافہ فرمادے بظاہر حالات

کے تیور کچھ اور ہیں۔ دُعا کے بعد ہی معاً دل میں یہ الفاظ القاء ہوئے "۱۔ اگست نکل جائے گا" چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یکم ستمبر کو وفات ہوئی۔

۸- ظفر ہی ظفر

مکرم محمود احمد سنوری صاحب کوئٹہ۔

ہم چھوٹے تھے ۱۶ سال کی عمر قادیان میں منارۃ المسیح کے قریب ایک قبر تھی۔ ہم لوگ وہاں بیٹھے تھے۔ ادھر سیڑھیوں سے دیکھا۔ حضرت چوہدری صاحب جو ہندوستان کے ریلوے وزیر تھے تشریف لا رہے ہیں اور خطبہ حضرت فضل عمر کا جاری تھا کہ جناب ہمارے ساتھ وہیں آکر سُنتوں کی نیت سے نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ مَیں ساتھ بیٹھا تھا۔ دیکھا کہ ساتھ ساتھ لوگوں نے جوتے رکھے ہیں۔ جگہ بھی مٹی آلود ہے۔ آپ جب تک رکوع میں جائیں مَیں نے فوراً ہی سب جوتے اُٹھا کر تمام جگہ صاف کر دی اور پھر اپنے رومال سے جلدی جلدی تمام جگہ کو اچھی طرح صاف کر دیا۔ خطبہ ہوا نماز ہوئی اور آپ نماز ادا کر کے وہیں سے واپس تشریف لے جانے کے لیے جانے لگے تو بہت سے لوگ بغلگیر ہوئے مگر مجھے آپ کی اس جگہ بیٹھنے اور نماز پڑھنے اور نماز کے بعد آپ سے مصافحہ کرنے کا پہلا فخر کبھی نہیں بھولتا۔ ایسا بڑا انسان اس کا شروع سے ہی یہ اخلاق سبحان اللہ سبحان اللہ!

آپ کی والدہ محترمہ کو اللہ تعالیٰ نے کشفی صورت میں دکھایا کہ آپ چیف جسٹس ہوں گے (یہ کون کہہ سکتا تھا) پاکستان بنا اور خدائے بزرگ و برتر نے چند لوگوں کی مخالفت سے آپ کو فارن منسٹری چھوڑنے کی صورت پیدا ہونے پر آپ کو ساری دنیا کا چیف جسٹس ہی بنا دیا اور پھر آپ اقوام متحدہ کے صدر بنے۔

مَیں آپ کو دُعا کے لیے بہت خطوط لکھا کرتا تھا مجھے اپنے بیٹے عزیزم بلند اختر کی اعلیٰ تعلیم کا فکر دامن گیر رہتا تھا۔ ایک دفعہ کئی خطوط جانے پر آپ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ عزیزم بلند اختر کو اسم بامسمّٰی کرے گا۔ مَیں نے دُعا کی ہے مگر میرے پاس کلرک نہیں جو خطوط کا جواب دے سکے۔ آپ تسلی رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی و تشفی کے مطابق عزیزم کو کامیاب کیا اور اب عزیز امریکہ میں چیف انجینئر ہے اور حضرت چوہدری صاحب نے ۱۹۸۰ء میں اس کا نکاح بھی لاہور میں پڑھا تھا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

مَیں ۱۹۶۸ء ستمبر میں لندن میں تھا حضرت چوہدری صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ لندن مشن میں نماز مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھی گئیں۔ امام بیت الفضل لندن خان بشیر احمد رفیق نماز پڑھا کر تشریف لے گئے اور جو نمازی تھے وہ بھی چلے گئے۔ مجھے شوق تھا کہ اس پاک اور مقدس انسان کی نماز کو دیکھوں۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب قریباً دو گھنٹے نوافل اور سجدوں میں پڑے دنیا و مافیہا سے بے خبر دُعاؤں میں مشغول رہے آپکو ہوش نہ تھا کہ مشن میں کوئی ہے یا نہیں اکیلے ہیں یا لوگ بھی ہیں۔ بہرصورت دو گھنٹہ بعد آپ کا نورانی اور مسکراتا ہوا چہرہ دکھائی دیا اور آپ تشریف لے جانے کو اُٹھے مَیں جوتیوں کے قریب بھاگ کر گیا اور آپ کے بوٹ اُٹھا کر آپ کو پیش کیے۔ میرے محسن بزرگ نے نہایت خندہ پیشانی سے فرمایا کہ آپ نے مجھ پر کیا شفقت کی آپ تو حضرت مولوی صاحب (قدرت اللہ سنوری) کے صاحبزادے ہیں۔ مَیں نے دیکھا دُعائیں کر کر کے آپ کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔ آمین۔

امیر تم ہو!

مکرم محمد انیس الرحمٰن صاحب مربی سلسلہ لکھتے ہیں :-

چودھویں صدی کے اختتام اور پندرھویں صدی کے آغاز پر ایک جلسہ بریڈفورڈ میں منعقد کیا گیا اس کے لئے خاکسار نے حضرت چوہدری صاحب کو خطاب کی دعوت دی۔ فرمانے لگے ہر سال ملکہ برطانیہ ممبران پارلیمنٹ اور اہم افراد کو ایک سالانہ دعوت دیا کرتی ہے اس میں مجھے بھی بُلایا ہے اور وہ دعوت تمہارے جلسہ کے دن ہے مگر تمہارا جلسہ چونکہ ایک دینی کام ہے اِس لئے مَیں دعوت کو چھوڑتا ہوں۔ چنانچہ لندن سے قریباً تین سَو میل کا سفر کر کے بریڈفورڈ تشریف لائے۔ مَیں نے عرض کیا آپ جلسہ کی صدارت فرمائیں۔ فرمایا مَیں نہیں صدارت تم خود کرو گے اِس کی وجہ یہ ہے کہ اس علاقہ کے امیر اور مبلّغ تم ہو اِس لئے تم اجلاس کی صدارت کرو گے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

خاکسار یکم ستمبر کو صبح آٹھ بجے دارالذکر میں جماعت احمدیہ لاہور کے دفتر میں گیا وہاں بیٹھا ہی تھا کہ امیر جماعت لاہور محترم چوہدری حمید نصر اللہ خاں صاحب کی کوٹھی سے فون آیا جو مکرم مولوی نذیر احمد صاحب نے سُنا اور پھر مکرم چوہدری فتح محمد صاحب نائب امیر کو بلوایا کہ آپ کا فون ہے بات کرلیں جو کہ اس وقت اپنے دفتر میں کام کر رہے تھے۔ محترم چوہدری صاحب تشریف لائے اور فون پر بات کی جس سے معلوم ہُوا کہ حضرت چوہدری صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہے چنانچہ محترم نائب امیر صاحب اپنے دفتر کو بند کر کے نیچے کار میں جا کر بیٹھ گئے اور پھر عزیزم طاہر کے ہاتھ پیغام بھجوایا کہ مالک صاحب کو کہہ دیں فوری نیچے آجائیں خاکسار جلدی جلدی نیچے گیا اور مکرم چوہدری صاحب سے ملا۔ آپ نے فرمایا:

کار میں بیٹھ جاؤ کوٹھی جانا ہے چوہدری صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہے۔

خاکسار اور مکرم نائب امیر صاحب زیرِ لب دعائیں کرتے ہوئے روانہ ہوئے اور ساڑھے آٹھ بجے کوٹھی پہنچ گئے۔ کوٹھی میں جا کر بیٹھے تھے کہ نو بجے کے قریب حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے نواسے عزیزم برادرم محمد فضل حق صاحب آئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ ابّا ابھی پونے نو بجے انتقال فرما گئے ہیں۔ اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون۔ فوری طور پر ہر طرف اطلاع کرنے کا انتظام کیا گیا۔ ہر چہرہ غمگین تھا اور ہر آنکھ پُرنم مگر خدا تعالیٰ کے حکم کے آگے سب کے سر نگوں تھے سوائے اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون کے کچھ کرنے کا یارا نہیں۔

خاکسار محترم چوہدری فتح محمد صاحب نائب امیر لاہور کا ممنون ہے جنہوں نے مجھ پر یہ شفقت فرمائی اور آخری بیماری کی تشویشناک حالت کی اطلاع ملنے پر مجھے ساتھ لے گئے۔

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب سے خاکسار کی ملاقاتوں کا سلسلہ ۱۹۶۹ء سے جاری ہے۔ ان کی سوانح حیات پر مشتمل واقعات بے شمار ہیں۔ ان کا وجود ہر ایک کے لئے نافع تھا۔ وہ خاص خدائی حکمت کے تحت اس دُنیا میں آئے اور اسکے اِذن سے روانہ ہو گئے۔ اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون۔ ان کے آنے کا بھی ایک وقت تھا اور جانے کا بھی ایک وقت مقرر تھا۔ وہ جو خدائی صفات کے مظہر تھے اور بے شمار خوبیوں کے مالک تھے جن کی ذات سے کیا اپنے اور کیا غیر کیا اہلِ وطن اور کیا عالمگیر برادری سب نے فائدہ اُٹھایا۔ وہ بنی نوع انسان کے سچے ہمدرد خیرخواہ اور محسن تھے۔ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ ان پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور لحظہ لحظہ درجات بلند کرے اور ان کی خوبیوں کو اپنانے کی ہم سب کو توفیق دے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ کی زندگی کا ایک اہم واقعہ

۱۹۷۲ء کی بات ہے مجلسِ عاملہ خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کی مکرم ملک منور احمد صاحب جاوید قائد ضلع کے ذریعہ محترم چوہدری صاحب سے ملاقات کا پروگرام تھا۔ وقتِ مقررہ پر وہاں ان کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ تعارف ہُوا اور پھر کسی صاحب نے جو عاملہ کے رُکن تھے سوال کیا کہ چوہدری صاحب آپ حضرت بانیٔ سلسلہ کے رفیق ہیں ان کا کوئی واقعہ بیان فرمائیں جس پر چوہدری

صاحب نے فرمایا میں نے کبھی بھی حضرت بانیٔ سلسلہ کو ننگے سر نہیں دیکھا۔
حضرت چوہدری صاحب کی ہر لمحہ کوشش اور خواہش ہوتی تھی کہ نیکی کی بات لوگوں تک پہنچے اور پھر اس بات سے بے حد خوش ہوتے جب کوئی اس پر عمل کرتا جس میں اس کا اپنا ہی بھلا ہوتا اور نیکی میں ترقی کا موقع پاتا۔ اور پھر حضرت چوہدری صاحب کی ایک خوبی جس کا مجھ پر بے حد اثر ہوا وہ یہ تھی کہ قرآن پاک کے اس قول کے مطابق وہ بات کسی کو کبھی نہیں کہتے تھے جو خود نہیں کرتے تھے اسی وجہ سے آپ کی نصیحت اثر رکھتی تھی۔

دُور رس نگاہ

محترم امیر صاحب کے ہاں ایک شخص چوکیدار کابل خاں رہا تھا جو کافی پرانا خادم تھا اور جب حضرت چوہدری صاحب پاکستان آتے تو ان کی خدمت کا بھی اس کو موقع ملتا۔ ایک روز یوں ہوا کہ حضرت چوہدری صاحب کے کچھ پیسے کھو گئے جس پر آپ نے کابل خاں کو بلوایا جو باہر بیٹھا تھا اور فرمایا کابل خاں یہاں کچھ پیسے گر گئے ہیں۔ اس نے خوب تلاش کیا تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا چوہدری صاحب یہ دس پیسے ہیں اور تو کوئی رقم نہیں۔ اس کا بات کرنے کا انداز یہ تھا کہ دس پیسے ہی تو ہیں۔ جس پر حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا:

اِس دس پیسے کا پوسٹ کارڈ لے آؤ اور وہ خیبر سے لے کر کراچی تک کا سفر دس پیسے میں کرے گا اور تمہارا پیغام پہنچا دے گا۔

جس پر وہ شرمندہ ہوا اور پھر کئی دفعہ یہ بات اُس نے لوگوں کو بتائی کہ دیکھو حضرت چوہدری صاحب نے کیسی پیاری بات مجھے بتائی کہ مال کی حفاظت کرنی چاہیئے اور اس سے صحیح فائدہ اُٹھانا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کے دئیے ہوئے مال کا صحیح استعمال بھی نیکی ہے بلکہ اس کی رضا کی راہوں میں سے ایک راہ ہے۔

خاکسار جب ۱۹۸۱ء میں قادیان گیا تو جانے سے قبل شام کو ملاقات کے لئے حاضر ہوا اور عرض کی کہ قادیان کیلئے کل صبح خاکسار کی روانگی ہے دُعا کی غرض سے آیا ہوں تاکہ سفر و حضر میں مولا کریم کی حفاظت ملے اور جن مقاصد کے لئے یہ سفر کر رہا ہوں ان میں کامیابی حاصل ہو اور مولا کی رضا مل جاوے۔ خاکسار جب چلنے لگا تو فرمایا:

"خاکسار بہت گنہگار ہے میرے لئے بہشتی مقبرہ میں اور بیت الدعا میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے اور میری والدہ کی قبر پر بھی دعا کر کے آنا میری طرف سے عزیزم مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو اور دیگر تمام درویشان کو سلام عرض کر دینا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔"

اس کے بعد دروازے تک چھوڑنے کے لئے تشریف لائے۔

وقت کا بہترین مصرف

۱۹۷۵ء کی بات ہے خاکسار ملاقات کے لئے شام کے وقت حاضر ہوا تو حضرت چوہدری صاحب سیر کر رہے تھے سلام عرض کرنے کے بعد ساتھ ہو لیا اور سیر کرتا رہا۔ دورانِ سیر میں نے عرض کی چوہدری صاحب سیر میں آپ کیا کرتے ہیں۔ فرمانے لگے:

"قدرتِ ثانیہ کے مظہر ثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کا بیان فرمودہ رُوحانی پروگرام جس میں صد سالہ جوبلی کی دعائیں شامل ہیں پڑھتا ہوں اور مقررہ تعداد اِس وقت میں پوری کر لیتا ہوں۔"

غرض آپ اپنے وقت کو یونہی ضائع نہیں کرتے تھے بلکہ لمحہ لمحہ خدا تعالیٰ کی یاد میں گزارتے کیونکہ ایسا ہونا ضروری تھا اس لئے کہ آپ اس خدا تعالیٰ کے پاک مسیح کے ساتھی تھے جس کو الہام ہوا تُو وہ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔

شفقت و ذرّہ نوازی

۵ جنوری ۱۹۸۳ء کو خاکسار اور مکرم ملک صلاح الدین صاحب مؤلف اصحابِ احمد قادیان حضرت چوہدری صاحب کی سوانح حیات پر مشتمل ایک انٹرویو لینے گئے۔ دو بجے سے شام چھ بجے تک انٹرویو کیا۔ جب انٹرویو مکمل ہو گیا اور چلنے لگے تو محترم ملک صاحب کو میری طرف اشارہ کر کے فرمایا آپ اِن کو جانتے ہیں۔ مکرم ملک صاحب نے عرض کی یہ عبد المالک صاحب نمائندہ خالد و تشحیذ ہیں اور صدر مجلس موصیاں لاہور ہیں جس پر آپ نے فرمایا:

"مَیں ان کو مولوی ایسٹ اینڈ ویسٹ کہتا ہوں۔ بیتِ سپین کے افتتاح کے موقع پر یہ وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ امریکہ میں دیکھا تو یہ وہاں تھے۔ کینیڈا میں دیکھا تو یہ وہاں پہنچے ہوئے تھے۔"

اور پھر فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری حضرت مسیح کے متعلق کہتے تھے کہ وہ جہاں چاہتے تھے حاضر ہو جاتے اور جہاں سے چاہتے تھے غائب ہو جاتے تھے ان کی بھی ایسی ہی حالت ہے اور اس کے بعد فرمایا السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اور اس کے بعد اندر تشریف لے گئے۔

خاکسار کی آخری ملاقات حضرت چوہدری صاحب سے (جبکہ وہ مکمل ہوش میں تھے) ۲۲ جولائی ۱۹۸۵ء کی شام چھ بجے ہوئی۔ ہوا یوں کہ خاکسار کوٹھی گیا تو محترم امیر صاحب گھر کے دروازہ سے باہر آ رہے تھے دیکھ کر فرمانے لگے مالک صاحب کیسے آئے۔ عرض کی چوہدری صاحب سے ملاقات کروا دیں مہربانی ہوگی۔ جس پر حضرت چوہدری صاحب کے خادم مکرم نصیب اللہ صاحب کو فرمایا کہ باباجی سے عرض کرو مالک صاحب ملنا چاہتے ہیں۔ جب مکرم نصیب اللہ صاحب نے جا کر عرض کی تو فرمایا:

"مولوی ایسٹ اینڈ ویسٹ آئے ہیں بُلا لو"۔

خاکسار نے جا کر سلام عرض کی۔ کرسی پر تشریف فرما تھے میز سامنے رکھا ہوا تھا جس پر رسالہ خالد اور تشحیذ الاذہان ماہ جولائی پڑے ہوئے تھے۔ مَیں نے عرض کی کہ امریکہ گیا ہوا تھا محترم شیخ مبارک احمد صاحب، برادر مظفر احمد ظفر، مکرم چوہدری ضیاء الحق صاحب، مکرم برادر صادق صاحب، مکرم انعام الحق صاحب کوثر، مکرم حمید صاحب (شاہین سویٹ والے) سلام عرض کرتے تھے۔ فرمایا "وعلیہم السّلام"۔ پھر عرض کیا دُعا کی التجا بھی کرتے تھے۔ فرمایا "اللہ تعالیٰ سب پر فضل فرمائے"۔

خاکسار نے نیویارک کے مشن ہاؤس کا ذکر کیا جو کوئینز (QUEENS) کے علاقہ میں لیا ہے بہت بڑی جگہ ہے اور علاقہ بہت اچھا ہے۔

خاکسار نے چلنے کی اجازت چاہی تو فرمایا تشریف رکھیں کیا آپ کو جلدی ہے حالانکہ خاکسار نے ان کی صحت کے لحاظ سے ایسا کیا تھا چنانچہ پھر لندن کی باتیں شروع ہو گئیں حضور کی صحت کا پوچھا خاکسار نے چوہدری صاحب سے ان کی صحت کا پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا اس عمر اور بیماری میں جیسا ہونا چاہیئے ویسا ہی ہے اور پھر فرمایا "مولوی صاحب آپ میرے لئے دعا نہیں کرتے"۔ خاکسار نے عرض کیا چوہدری صاحب آپ کے لئے حضور بھی اور ساری جماعت دعا کرتی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی، صحت والی فعال زندگی دے۔ اس پر کچھ دیر رُکے اور پھر فرمایا "آپ دعا کریں اللہ تعالیٰ نے جس قدر میری عمر لکھی ہے اب اس کو کم کر دے کیونکہ میرا دل یہاں نہیں لگتا"۔ مَیں نے عرض کیا چوہدری صاحب یہاں آپ سے پیار کرنے والے بہت ہیں۔ فرمایا "وہاں اِس سے بھی زیادہ ہیں"۔ اس کے بعد خاکسار نے مصافحہ کیا، دعا کی اِلتجا کی اور واپس کمرہ سے باہر آ گیا۔

۲۴ جولائی ۱۹۸۵ء کو آپ بے ہوش ہوئے اور کافی دِنوں کے بعد جب ہوش میں آئے تو انہوں نے پہلی بات جو کی وہ یہ تھی کہ "نماز کا وقت ہو گیا ہے؟" ان کے نواسے محمد فضل حق صاحب نے عرض کیا ابّا ہو گیا ہے جس پر فرمایا "تو پھر مولوی ایسٹ اینڈ ویسٹ کو بُلاؤ مجھے نماز پڑھا دے"۔ گویا کہ انہوں نے میرا نام ہی مولوی ایسٹ اینڈ ویسٹ رکھا ہوا تھا اور اپنے دوستوں مکرم شیخ اعجاز احمد صاحب اور مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب سے بھی اکثر ذکر کرتے تھے۔

مارچ ۱۹۸۳ء کو خاکسار کی والدہ کا انتقال ہوا۔ جب حضرت چوہدری صاحب کو علم ہوا تو مجھے بلوایا، گلے لگایا اور اظہارِ تعزیت فرمایا اور فرمایا والدین خدا تعالیٰ کی عظیم نعمت ہوتے ہیں اور پھر والدہ کا مقام ہی اللہ تعالیٰ نے بڑا اعلیٰ بیان فرمایا ہے اور پھر اپنی والدہ مرحومہ کے واقعات سُنائے اور ان کی دعاؤں کا تذکرہ فرمایا نیز فرمایا

"مَیں تو دعا کرتا ہوں مولا کریم مجھے میری بے بے سے ملا دے"۔

اور خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد السلام علیکم کہہ کر اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے۔

خط کے القاب؟

مکرم محمد انیس الرحمٰن صاحب مربّی سلسلہ گلگشت کالونی ملتان کی روایت:۔

ایک انگریز دوست مسٹر جان وارنر میرے ذریعہ احمدی ہوئے آپ نے چوہدری صاحب کو دعا کے لئے خط لکھا جس میں احتراماً بڑے لمبے چوڑے القاب لکھے۔ حضرت چوہدری صاحب نے جواب میں فرمایا آپ مجھے صرف "مائی ڈیئر ظفر" لکھیں ——!! اس شخص پر آپ کی عاجزی اور انکساری کا گہرا اثر پڑا۔

منتخب احمدی احباب کا اظہارِ عقیدت

محبتوں، مروتوں اور شفقتوں کے چند واقعات

جنابِ ثاقب زیروی صاحب
مدیر ہفت روزہ "لاہور" لاہور

مَیں اِسے اپنے ربّ کا فضل سمجھتا ہوں کہ مجھے بھی مرحوم و مغفور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان نوّر اللہ مرقدہٗ کو قریب سے دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ پنجابی کی ایک معروف ضرب المثل ہے کہ

"راہ" پئے جانئیے یا "واہ" پئے جانئیے
یعنی کسی انسان کی صحیح پہچان یا تو اُس کے ساتھ لمبا
سفر کرنے پر ہوتی ہے یا کوئی معاملہ پڑنے پر۔

اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تأمّل نہیں کہ حضرت چوہدری صاحب کی شخصیّت ان دونوں معیاروں پر باون تولے پوری اُتر تی تھی۔ اُن کے علم و فضل، اُن کی نیکی اور نیکوکاری، اُن کی مبسوط و دلنشیں خطابت اور اُن کے دُنیاوی مقام و مرتبہ سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن ان تمام رُوحانی، اخلاقی، دینی اور دنیوی رفعتوں اور بلندیوں کے باوجود اُن میں نہ غرورِ علم تھا، نہ غرورِ سجدہ تھا اور نہ غرورِ مرتبہ اُن کی شخصیّت اور ذات احمدیت کی پہچان بلکہ چلتی پھرتی احمدیت تھی۔ اُن کی محبّتوں، مروّتوں اور شفقتوں کے درجنوں واقعات قلب و ذہن پر نقش ہیں جن کی یاد رُوح کو انبساط ہی نہیں ایک خاص قسم کی طمانیت عطا کرتی ہے جن میں سے آج دو تین ہی کے بیان پر اکتفا کروں گا۔

تحدیثِ نعمت: یوں تو زندگی میں سینکڑوں بار مصافحہ کرنے اور خیر و عافیت دریافت کرنے کے مواقع ملتے رہے لیکن اِس ناچیز کو اس عظیم انسان کو بہت ہی قریب سے دیکھنے کا موقع ۱۹۷۰ء میں اُس وقت نصیب ہُوا جب موصوف عالمی عدالتِ انصاف (ہیگ) کے پریذیڈنٹ تھے اور مجھے "اِنٹرنیشنل فرینڈشپ ایسوسی ایشن" کی دعوت پر واٹرلو ہوٹل (بلیک برن) میں منعقدہ ایک تقریب "ثاقب کے ساتھ ایک شام" میں شرکت کے لئے انگلینڈ جانا پڑا مَیں ستمبر ۷۰ء کے اوائل میں لندن پہنچا اور ابھی وہیں تھا کہ حضرت چوہدری صاحب کا بیت الفضل لندن کے امام بشیر احمد خاں صاحب رفیق کو فون آیا ــــ "مجھے حضرت امام جماعتِ احمدیہ کے مکتوبِ گرامی سے معلوم ہُوا ہے کہ ثاقب زیروی صاحب لندن آئے ہوئے ہیں۔ مَیں نے انہیں "یُو۔کے" کے بڑے بڑے شہر دکھانے کا پروگرام بنایا ہے۔ مَیں پرسوں صبح پہنچ جاؤں گا آپ اُن سے کہہ دیں سفر کے لئے تیار رہیں ــــ" امام صاحب کی زبانی یہ پیغام سُن کر مَیں دَم بخود سا رہ گیا اور اُن سے عرض کیا کہ مَیں ایک نہایت کم مایہ اور تردامن انسان ہوں اللہ تعالیٰ کی ستار العیوبی سے بھرم بنا ہُوا ہے مَیں اُس نیکوکار کے ساتھ مسلسل آٹھ دس دن چوبیس گھنٹے کیونکر گزار سکوں گا براہِ کرم کوشش کریں کہ یہ پروگرام منسوخ ہو جائے حضرت چوہدری صاحب زحمت نہ فرمائیں نجانے کیوں اپنی تردامنی کے باعث مجھے اِس سفر کے بارے میں انشراحِ صدر نہیں۔" مگر امام صاحب نے کہا کہ وہ تو چوہدری صاحب کو نہیں روک سکتے اور پھر تیسری صبح کو حضرت چوہدری صاحب عین معیّن وقت پر اُس کمرے میں آ وارد ہوئے جس میں مَیں فروکش تھا مجھے چار و ناچار سفر کے لئے تیار ہونا پڑا گو مَیں اب بھی کسی لطیفہ٫

غیبی کے اِنتظار میں تھا جو اس پروگرام میں تبدیلی کا موجب بن سکے۔

لندن سے ہڈرزفیلڈ کو روانہ ہونے سے قبل مَیں نے آپ سے دریافت کیا "حضرت! سُنا تھا آپ اپنی زندگی کے حالات اور یادداشتیں ترتیب دے رہے ہیں یہ ترتیب و تدوین کس مرحلہ میں ہے؟" فرمایا ——— "مَیں نے (اپنی طرف سے) مسوّدہ مکمل کرکے شیخ اعجاز احمد اور چوہدری بشیر احمد صاحبان کو بھجوا دیا ہے کتاب کی کتابت اور طباعت پاکستان ہی میں ہوگی" ———

"کتاب کا نام کیا تجویز ہوا ہے" مَیں نے عرض کیا۔

فرمایا ——— "بے کم وکاست"۔

"بے کم وکاست"!! میرے مُنہ سے یہ الفاظ نکلتے ہی میرے چہرے پر ایک مایوس کُن حیرت بکھر گئی۔

فرمایا ——— "نام سُنکر آپ خاموش ہوگئے ہیں؟"

بڑے تامّل کے بعد عرض کیا ——— "اس لئے کہ اہلِ ادب کے ایک طبقے کے نزدیک "بے کم وکاست"، "گفتنی ناگفتنی" اور "رطب و یابس" کا مترادف بھی ہے"!

میرا یہ گستاخانہ جواب سُنکر اب کے حضرت چوہدری صاحب خاموش ہوگئے اور اُن کی اس گہری خاموشی نے مجھے اپنی گستاخی کے کرب میں مبتلا کر دیا۔ بہرحال سفر شروع ہوا لیکن اس رنگ میں کہ کوئی ستر اسی میل تک ہم میں باہم کوئی گفتگو نہ ہوئی حتیٰ کہ ہڈرزفیلڈ پہنچ گئے۔ نمازوں کے بعد حضرت چوہدری صاحب نے احبابِ جماعت سے کوئی ایک گھنٹہ تک تربیتی گفتگو فرمائی۔ مَیں نے تعمیلِ ارشاد میں دو نعتیں سُنائیں اور پھر ہم بریڈفورڈ کے لئے روانہ ہوگئے جہاں "ایلگزینڈرا ہوٹل" میں ہمارے کمرے (پہلے سے) بُک تھے۔ کھانے کے بعد ہم اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ کوئی ساڑھے نو بجے شب کے قریب حضرت میرے کمرے میں وارد ہوئے اور فرمایا ——— "آپ کے پاس پڑھنے کے لئے اُردو کی کوئی کتاب ہے؟" عرض کیا میرے پاس "شہابِ ثاقب" کا ایک نسخہ ہے جو آپ ہی کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ہے۔ مَیں نے وہ نسخہ نکالا اور اُس پر اِنتساب کی چند سطور لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ——— صبح ناشتے پر اکٹھے ہوئے تو مَیں نے حضرت چوہدری صاحب کے چہرے پر ایک خاص قسم کی پُرسکون بشاشت محسوس کی۔ ناشتے کے بعد فرمایا ——— "شہابِ ثاقب" میں جو ابتدائیہ، دیباچہ یا "پیش لفظ" آپ نے لکھا ہے جس میں آپ نے نیاز محمد خاں (ابن ایم خان) عبداللہ خاں (بھائی جان ابوحمید ظفر) اور عبدالمجید سالک صاحب کی اپنے ساتھ مروّتوں اور محبّتوں کا تذکرہ کیا ہے مجھے اُس کا عنوان بہت پسند آیا ہے ——— کیا آپ کی مراد "تحدیثِ نعمت" کے عنوان سے ہے (مَیں نے عرض کیا)۔ فرمایا "ہاں"۔ اور مَیں نے یہ سُنتے ہی پہلے تو دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس کے فضل نے میری گستاخی میں سے بھی ایک "خیر" کا پہلو نکال دیا تھا۔ پھر عرض کیا:

حضرت! سچ یہ ہے کہ آپ کی زندگی جو اللہ تعالیٰ کے بے پایاں افضال و اکرام کا مجموعہ ہے اس کے تذکرہ کے لئے اس سے بہتر نام اَور کوئی نہیں ہوسکتا۔

فرمایا ——— آپ اجازت دیں تو مَیں یہ نام رکھ لوں ——— عرض کیا ——— مَیں گزارش کروں گا کہ ضرور یہی نام رکھیں ——— اور یوں آپ کی خود نوشت سوانح حیات کا نام حتمی طور پر "تحدیثِ نعمت" طے پا گیا۔

ہُن تُسیں شروع کرو: اور اب اِسی سفر کا ایک اَور واقعہ بھی سماعت فرمائیے جس کا میرے قلب و ذہن پر کئی دنوں تک اثر رہا اور جسے ہر دفعہ دوہراتے وقت مجھے ایک خاص قسم کی حلاوت محسوس ہوتی ہے ——— جماعتِ احمدیہ پریسٹن (یو۔کے) کے افراد (مرد و خواتین) حضرت شیخ محمد عمر صاحب کے ہاں جمع تھے۔ حضرت چوہدری صاحب "جماعتی نظام کی اہمیّت" کے موضوع پر تقریر فرما رہے تھے کہ پچاس ایک منٹ کے بعد مَیں نے لکھ کر "غسل خانے" جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت نے خطاب روک دیا اور حضرت شیخ صاحب نے اُٹھ کر مجھے غسل خانہ دکھایا۔ مَیں چند منٹوں کے بعد واپس آگیا اور انتظار کرنے لگا کہ اب سِلسلۂ کلام شروع ہوتا ہے۔ اب ہوتا ہے۔ آخر مَیں نے گزارش کی کہ رُشد و اِصلاح کا وہ سلسلہ دوبارہ شروع ہو تو حضرت چوہدری صاحب نے بڑے بشاشت آفریں لہجے میں فرمایا:

"ثاقب صاحب تواُڈے غسل جانے جان دے بعد
جیہڑی میرے نال ہوئی اے اوہ تواُنوں معلوم نئیں
ایہہ سارے دوست تے بہناں میرے گل پے گئیاں

کہ چوہدری صاحب تُسیں تاں چوتھے پنجویں مہینے فیر
آجانا ایں پر ایہہ بندہ فیر کدوں ؟ ساڈے ٹیپ
ریکارڈاں تے ای کجھ ترس کھاؤ ـــــ ایس واسطے
مَیں بس ہُن تُسیں اپناں کم شروع کرو ــــــ "

اللہ اللہ یہ حُسنِ اخلاق اور اندازِ دلجوئی ــــ مجھ ناچیز کے لئے دوستوں کے کہنے پر اپنی تقریر دلپذیر وہ شخص منقطع کر رہا تھا جسے بار بار سُننے اور سُنتے رہنے کے لئے خود مَیں سرتاپا اشتیاق تھا۔ دینی، دنیوی، اخلاقی، رُوحانی اعتبار سے جس نے اِس ناچیز کو کوئی نسبت ہی نہ تھی جبکہ چھوٹے چھوٹے افسروں اور معمولی معمولی مقرروں کی رعونت، تکبّر کا یہ عالم ہے کہ ؎
اِک ذرا ٹوکئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے

دلجوئی کا انداز : حضرت چوہدری صاحب کو اپنے سے چھوٹوں کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی سے حقیقی مسرت حاصل ہوتی تھی۔ یاد آیا ــــ میرے وہاں قیام کے آخری دنوں میں بی بی سی لندن اور برمنگھم ٹی وی والوں نے مجھے انٹرویو کے لئے بُک کیا حضرت چوہدری صاحب بھی اُن دنوں میں لندن ہی میں تھے۔ بی بی سی پر میرا پروگرام کوئی ۱/۲ ۷ منٹ کا تھا تین منٹ کی گفتگو (جو جناب اطہر علی صاحب سے ہوئی) اور ۱/۲ ۴ منٹ میں ایک تازہ ترین غزل۔ ہم "بُش ہاؤس" جانے کے لئے تیار ہوئے تو حضرت چوہدری صاحب نے امام صاحب سے دریافت فرمایا "کِس راستے سے جائیں گے ؟" امام صاحب نے رُوٹ بتایا تو فرمایا اِس رُوٹ سے تو آپ وقتِ مقررہ سے آدھ پَون گھنٹہ بعد پہنچیں گے کیونکہ اب دفاتر کو چھٹی ہوگئی ہے اور سڑکوں پر بے حد رش ہوگا اور پھر ایک کتاب لے کر اگلی سیٹ پر تشریف فرما ہوگئے کہ مجھے ایک "شارٹ کٹ" معلوم ہے چلئے مَیں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں اور یوں چوہدری صاحب کی رہنمائی میں ہم وقت سے کوئی دس منٹ پہلے پہنچ گئے۔ بُش ہاؤس پہنچ کر مَیں نے اُتر کر دروازہ کھولا تو فرمایا "آپ ہو آئیے ہم دونوں نیچے ہی رہیں گے" بلکہ محترم امام صاحب نے اشارے سے مجھے تاکید کی کہ اُوپر حضرت چوہدری صاحب کی موجودگی کا ذکر نہ کیا جائے مجھے خدشہ تھا کہ وہاں پاکستانی دوست مجھے روک لیں گے اور وہی ہوُا گو پروگرام ساڑھے سات منٹ کا تھا لیکن مجھے وہاں کوئی ۳۵ منٹ تک رُکنا پڑا۔ اطہر صاحب کے اصرار پر وہاں چائے بھی پینا پڑی۔ جب اِس سب کچھ کے بعد مَیں نیچے اُترا تو حضرت نے لپک کر مجھ سے بے ساختہ معانقہ فرمایا اور کہا "ثاقب صاحب مبارک ہو"۔ عرض کیا "خیر مبارک"۔ مگر کِس بات کی مبارک ؟ فرمایا ــــ "آپ پہلے احمدی ہیں جن کا اِنٹرویو بی بی سی سے نشر ہوگا"۔ عرض کی حضرت آپ کے تو نہ جانے کتنے اِنٹرویو نشر ہوچکے ہونگے۔ فرمایا "خبریں شاید نشر ہوئی ہوں انٹرویو کبھی نہیں ہوُا"۔ فرطِ تشکّر سے میری آنکھیں نمناک ہوگئیں کہ اللہ کے نیک بندے کِس طرح معمولی معمولی باتوں سے خیر و برکت کے پہلو نکال لیتے ہیں۔ پھر واپسی پر نہ صرف وہ گفتگو سُنی بلکہ وہ غزل بھی سُنی جس کے تین چار شعر مجھے آج بھی یاد ہیں ؎

آنکھوں سے اِس خمارِ ستم کو اُتار بھی
ظالم کبھی نگاہِ محبّت شعار بھی
پھولوں سے اُٹھ رہا ہے دھوُاں فرطِ رنگ سے
تپنے لگا ہے سایۂ ابرِ بہار بھی
پتھر کی خامشی سے بھی آواز آئے گی
پہلے کِسی کو دِل کی زباں سے پکار بھی
اہلِ جنوں میں ہدیۂ تبریک بن گئے
ملتے نہیں ہیں جیب و گریباں کے تار بھی

بے بے جی کی اُداسی : اور اب آخر میں اُس درد کی بات بھی سُن لیجئے جس نے انہیں اِس دُنیا کو چھوڑ جانے کے لئے مُضطرب کر رکھا تھا۔ مَیں پاکستان کو واپسی کے لئے تیار ہوُا اور سلام کے لئے حاضر ہوُا تو اُٹھ کر ازراہِ کرم گستری مجھے معانقہ سے نوازا۔ میری پیشانی پر بوسہ دیا اور حضور ایدہ اللہ بنصرہٖ العزیز کی خدمت میں بصد ادب ہدیۂ "سلام علیک" نذر کرنے کے لئے کہا مَیں نے معانقہ کے دَوران (سرگوشی کے سے انداز میں دعائیہ رنگ میں) کہا "اللہ آپ کو لمبی صحت والی اور برکتوں اور مسرّتوں بھری زندگی عطا فرمائے آپ کی شفقتوں نے میرے اِس سفر کو ایک یادگار و ایمان افروز سفر بنا دیا"۔ فرمایا "جزاک اللہ احسن الجزاء" لیکن لمبی زندگی کی دعا نہ کیجئے وہاں بے بے جی بہت اُداس ہیں۔ ؎

رُوح کو آواز دے کر لے گئی رُوحِ ارم
درد کا سیلاب جسمِ ناتواں کو لے گیا

حضرت چوہدری صاحب ہر قسم کے تعصب سے بالا تھے ــــــ

جناب ایئر مارشل (ریٹائرڈ) ظفر چوہدری
سابق چیف آف سٹاف پاکستان ایئر فورس

حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب جب اپنی آخری بیماری میں لاہور تشریف لائے تو مَیں تقریباً روزانہ ہی ان کے ہاں حاضر ہوتا رہا۔ آخری ایام میں میری حضرت چوہدری صاحب سے رفاقت بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ باقی چوہدری صاحب کی عنایات تو ساری عمر جاری رہیں لیکن یہ خاص موقع تھا کہ جب بیماری کی وجہ سے چوہدری صاحب کے ملاقاتیوں کی تعداد میں بھی کمی کرنی پڑی اور ملاقات کرانے کی یہ خدمت بھی میرے سپرد رہی۔

حضرت چوہدری صاحب کی زندگی کے بے شمار پہلو ہیں جو پہلو ابھی میرے ذہن میں آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ہر قسم کے تعصب سے بالا تھے۔ آپ کی نظریں انسانیت اور آدمیت کے پہلوؤں پر رہتی تھیں۔ آپ کو کسی سے نفرت نہ تھی چاہے کوئی دشمن ہی کیوں نہ ہو۔

مثال کے طور پر ایک واقعہ بیان کرتا ہوں ۱۹۴۹ء کی بات ہے نیویارک میں ایک بار حضرت چوہدری صاحب شام کے کھانے کے بعد سیر کر رہے تھے آپ کے ساتھ شیخ اعجاز احمد صاحب، چوہدری اسد اللہ خاں صاحب اور خاکسار بھی تھا۔ ہم چلتے چلتے یونہی ایک دکان کے سامنے رُک گئے۔ دکاندار نے اندر سے ہمیں دیکھ لیا۔ اس نے حضرت چوہدری صاحب کو پہچان لیا اور اُٹھ کر باہر آ گیا اور حضرت چوہدری صاحب سے مخاطب ہو کر بولا "آپ پاکستان کے وزیر خارجہ ہیں؟" حضرت چوہدری صاحب نے نیم مزاحیہ انداز میں، جیسے کبھی کبھار وہ کیا کرتے تھے اُسے مختصر جواب دیا "GUILTY" یعنی مَیں اپنے اِس جُرم کا اعتراف کرتا ہوں کہ مَیں پاکستان کا وزیر خارجہ ہوں۔ دکاندار بولا جو باتیں آپ کرتے ہیں اُن سے تو مَیں متفق نہیں ہوں لیکن آپ ایک عظیم آدمی ہیں مَیں آپ کا احترام کرتا ہوں مَیں مذہباً یہودی ہوں میرے لئے یہ بات اعزاز کا موجب ہو گی اگر آپ میری دکان میں تشریف لائیں اور آپ اور آپ کے ساتھی جو چیز چاہیں وہ مَیں نصف قیمت پر پیش کروں گا۔ حضرت چوہدری صاحب کو کوئی خریداری تو نہ کرنی تھی لیکن اُس شخص کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اس کی دلداری کی خاطر آپ اندر تشریف لے گئے۔

اقوامِ متحدہ میں مَیں کئی بار ان کے ساتھ گیا جس کو بھی ملتے نہایت خندہ پیشانی سے ملتے۔ چاہے روسی ہو یہودی ہو ہندو یا کسی بھی قوم و مذہب سے ہو۔ مَیں ایک واقعہ کا عینی شاہد تو نہیں ہوں لیکن اس کی صداقت کے بارے میں مجھے پختہ علم اور یقین ہے۔ جن دنوں ہندوستان کے ساتھ چپقلش زوروں پر تھی ایک دن آپ بھارتی وفد کی لیڈر مسز وجے لکشمی پنڈت سے باتیں کر رہے تھے کسی فوٹو گرافر نے ایسے زاویے سے فوٹو اُتاری کہ محسوس ہوتا تھا کہ آپ بھارتی وفد کی لیڈر کے سامنے نہایت تپاک اور گرمجوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ کسی بدخواہ کے ہاتھ وہ تصویر لگ گئی اُس نے یہ تصویر پاکستان کے وزیرِ خارجہ مسٹر منظور قادر کو پہنچا دی کہ پاکستانی وفد کا لیڈر بھارتی وفد کی لیڈر سے کتنی گرمجوشی کا اظہار کر رہا ہے۔ حضرت چوہدری صاحب کا مقام اتنا بڑا تھا کہ کسی کو جواب طلبی کی تو جرأت نہ ہونا تھی لہٰذا وہ فوٹو سیکرٹری خارجہ مسٹر ایس۔ کے دہلوی کے پاس پہنچ گئی جو حضرت چوہدری صاحب کو اچھی طرح جانتے تھے انہوں نے تصویر پر یہ ریمارک لکھا:

"اگر کوئی شریف آدمی سفارت کار بن جائے تو
وہ اپنی شرافت سے دستبردار نہیں ہو جاتا۔"

اِسی طرح ایک اَور واقعہ مجھے یاد آتا ہے۔ حضرت چوہدری صاحب کے ایک دوست تھے مسٹر گیسٹیٹنر (GESTETNER) یہ سٹیشنری بنانے والی ایک مشہور فرم کے مالک تھے۔ ان کے حضرت چوہدری صاحب سے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ چوہدری صاحب کو اپنے گھر بُلایا۔ مَیں بھی ساتھ تھا میزبان نے ہم کو اپنے مطالعہ کے کمرے میں بٹھایا اور خود اندر گھر میں گیا۔ اس کمرے کے اطراف میں الماریاں تھیں جن میں کتب رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت چوہدری صاحب کتب کو دیکھ کر

اُٹھتے اور ان کتابوں پر نظر دوڑانی شروع کی ۔ زیادہ تر کتب یہودیت کی مختلف تحریکوں اور ZIONISM کے بارے میں تھیں ان میں ZIONISM کے بانی وائزمین کی کتب بھی تھیں حضرت چوہدری صاحب کتب اُٹھاتے آخر میں اس کا اشاریہ دیکھتے ۔ اپنا نام " ظفراللہ " تلاش کرتے صفحہ نکالتے اور کتاب کا وہ حصہ مجھے پڑھاتے ۔ تھوڑے سے عرصہ میں چوہدری صاحب نے مجھے یہودیوں کے چوٹی کے لیڈروں کی کئی کتابیں دکھائیں اور متعلقہ حصہ مجھے پڑھایا ۔ اکثر کا مضمون یہ تھا کہ اگر کوئی ہمارا دشمن ایسا ہے جس سے ہمیں ڈرنا چاہیئے تو وہ ظفراللہ ہے اور ساتھ ہی چوہدری صاحب کی لیاقت اور قابلیت کی تعریف بھی کی گئی ہوتی ۔

حضرت چوہدری صاحب آخری دنوں میں خصوصاً آخری چند ماہ جو باتیں بار بار دوہرایا کرتے تھے وہ اپنی والدہ مرحومہ کی باتیں تھیں اور اس میں بھی اپنی بزرگ والدہ کی بیعت کا قصہ نمایاں ہوتا ۔ شاید ہر روز ہی یہ بات چھیڑتے اور پھر پوری تفصیل کے ساتھ بات بیان کرتے اور یہ بات میں نے اتنی بار ان کے مُنہ سے سُنی کہ مجھے بھی زبانی یاد ہو گئی ہے ۔

○

اپنے رَبّ پر پختہ ترین ایمان کا ڈنکے کی چوٹ اعلان ———

چوہدری فتح محمد صاحب ایم اے

سابق ڈائریکٹر لوکل فنڈ آڈٹ

جماعت احمدیہ لاہور کے ایک اہم رُکن محترم چوہدری فتح محمد صاحب ایم ۔ اے لوکل فنڈ آڈٹ کے سابق ڈائریکٹر جنرل رہے ہیں اور گذشتہ پانچ سال صوبہ پنجاب کی اعلیٰ سطحی کمیٹی، پبلک اکاؤنٹ کمیٹی پنجاب کے رُکن رہے ہیں آپ نے حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ :

حضرت چوہدری ظفراللہ خاں صاحب کی زندگی کا ہر پہلو ہی شان کا حامل ہے ۔ ان کی مذہبی زندگی، سیاسی زندگی، گھریلو زندگی غرضیکہ ہر شعبے میں ان کی زندگی دوسروں کے لئے نمونہ کا رنگ رکھتی ہے ۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قابلیتوں اور استعدادوں کے باعث دُنیاوی رنگ میں بھی اعلیٰ ترین مقام حاصل کیا اور دینی معاملات میں بھی ہمیشہ ممتاز اور نمایاں رہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ہر رنگ میں بھرپور اور کامیاب زندگی گزاری جو ہر شخص کے لئے قابلِ نمونہ ہے ۔ میرے نزدیک آپ اللہ تعالےٰ کے محبوب بندوں میں سے تھے ۔

ان کی زندگی کی سب سے بڑی بات جس نے مجھے متاثر کیا ہے ان کا وہ واقعہ ہے جب انہوں نے قائداعظم کی وفات پر ان کا جنازہ نہیں پڑھا ۔ آپ لاکھوں آدمیوں کی موجودگی میں کنارے پر بیٹھ گئے ۔ ملک کا وزیر خارجہ ہونے کے باوجود اور لاکھوں لوگوں کی نظریں آپ پر لگے ہونے کے باوجود اس سے بڑا کردار پیش [illegible] ممکن نہیں ۔ اس سے ان کے ایمان کی انتہائی پختگی کا پتہ چلتا [illegible] صرف اللہ تعالیٰ کی ذات حقیقی طاقت کا سرچشمہ ہے اس کے سوا نہ کوئی شخصیت ہے اور نہ کوئی حکومت ۔

حضرت چوہدری صاحب کی زندگی کے کسی اور واقعہ نے مجھے اِس سے زیادہ متاثر نہیں کیا ۔ غیر معمولی جرأت، بہادری، دلیری اور اپنے ربّ پر پختہ ترین ایمان کا گویا ڈنکے کی چوٹ اعلان تھا ۔ ایسے موقعوں پر بڑے لوگوں کا کمزوری دکھاجانا عام ہے ۔ ایسی شخصیت کی وفات کا موقع تھا جن کو ساری دُنیا جانتی ہے ۔ بڑا جذباتی موقع تھا ۔ اگر رائی کے دانے کے برابر بھی آپ کے ایمان میں کمی ہوتی تو جنازے کے وقت جاتے ہی نا ! کوئی بہانہ بنا دیتے ۔ اپنی بیماری کے باوجود اس کی آڑ نہ لی حالانکہ بیماری کا بہانہ بنایا جا سکتا تھا لیکن سب باتیں چھوڑ کر پہنچے ۔ ساری دُنیا کے سامنے ایک نہایت حساس موقع پر حساس ہجوم کے سامنے بالکل الگ ہو کر بیٹھ گئے میرے نزدیک یہ کردار کا نچوڑ ہے کیونکہ کسی کی شخصیت کا باتوں سے نہیں بلکہ عمل سے پتہ چلتا ہے اور یہ غیر معمولی واقعہ آپ کے کردار پر بڑی گہری روشنی ڈالتا ہے کہ احمدیت کے ساتھ ان کو کتنی وابستگی تھی کہ دینی اصولوں کو کسی بھی صورت میں ترک نہ کیا ۔ جس شخص نے یہ اتنی بڑی قربانی دی ہے وہ اگر باقی قربانیوں کا دعویٰ بھی کرے تو میں بلا چون وچرا اس پر ایمان لانے کو تیار ہوں !! تاہم جو لوگ سعید طبع نہیں ہوتے ان پر تو بڑی

سے بڑی دلیل کا اثر نہیں ہوتا اور سعید فطرت لوگ اپنی فراست سے بغیر دلیل کے بھی پہچان جاتے ہیں جیسے حضرت ابو بکرؓ نے حق کو پہچانا جیسے حضرت مولوی نورالدین نے پہچانا۔

غرضیکہ حضرت چوہدری صاحب کے کردار، مقام، دنیاوی اور دینی مرتبت کو پہچاننے، اللہ پر قوی ایمان اور مکمل یقین کے مرتبہ کو واضح کر دینے والا یہ واقعہ ـــــ بہت بڑا واقعہ تھا ـــــ بہت بڑا !!

مکرم چوہدری برکت علی ننگلی صاحب

سیکرٹری اصلاح وارشاد، زعیم انصار اللہ
دارالصدر غربی حلقہ لطیف۔ ربوہ

حضرت چوہدری صاحب کی قادیان میں واقع کوٹھی کی تعمیر کا کام میرے ذریعہ مکمل ہوا۔ یہ کوٹھی ربوہ میں واقع بیت الظفر سے قریباً دو گنا بڑی تھی۔ ۱۹۳۶ء کی بات ہے چوہدری صاحب نے کوٹھی کی تعمیر کا جائزہ لینے آنا تھا۔ چوہدری صاحب اس وقت وزیر ریلوے حکومتِ ہندوستان تھے۔ کام کرنے والے بعض شرارت پسند مزدوروں نے منصوبہ بنایا کہ سٹرائک کریں اور چوہدری صاحب کی کار کے آگے لیٹ جائیں۔ یہ لوگ اپنے بعض ناجائز مطالبات منوانا چاہتے تھے۔ مجھے پتہ چلا کہ چوہدری صاحب تشریف لا رہے ہیں میں نے اپنے ملازم کریم بخش کے ہاتھ پیغام بھجوایا کہ حضرت چوہدری صاحب گاڑی کے ذریعہ شہر کی طرف سے نہ آئیں بلکہ سیدھے کھیتوں سے ہوتے ہوئے پیدل آئیں۔ کریم بخش سٹیشن پر پہنچا۔ آپ کا خصوصی ڈبہ جو سیلون کہلاتا تھا سٹیشن پر آیا۔ کریم بخش نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ حضرت چوہدری صاحب اسے پہچانتے تھے اُس کے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ کیسے آنا ہوا۔ اُس نے خاکسار کا نام لیا اور کہا کہ "جی! آپ کیلئے ایک حکم ہے!" حضرت چوہدری صاحب اوّل روز ہی سے انکساری کا مجسمہ تھے فوراً مسکرا کر بولے "کہو کیا حکم ہے؟" اُس نے کہا کہ موٹر کے ذریعہ شہر کی طرف سے نہ آئیں بلکہ کھیتوں سے ہوتے ہوئے سیدھے آجائیں۔ حضرت چوہدری صاحب کو اگرچہ اصل وجہ نہ بتائی گئی تھی لیکن آپ نے اپنی طبعی سادگی میں کوئی سوال تک نہ کیا اور فوراً اس کے ساتھ پیدل چل پڑے اور کھیتوں وغیرہ سے ہوتے ہوئے زیرِ تعمیر کوٹھی پہنچ گئے جہاں میں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ حضرت چوہدری صاحب کی عاجزی اور سادگی نے میرے دل پر ایک خاص اثر چھوڑا۔

۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۶ء تک کے عرصہ میں کسی جلسہ سالانہ کا ذکر ہے جلسہ کے وقت سٹیج کے گیٹ پر میں آگے تھا اور حضرت چوہدری صاحب مجھ سے پیچھے تھے۔ میں داخل ہونے لگا تو ڈیوٹی پر موجود کارکن نے ٹکٹ طلب کیا میں نے دکھایا۔ حضرت چوہدری صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ ٹکٹ گھر پر بھول آئے ہیں فوراً آگے بڑھنے کی بجائے چند قدم پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے اور کسی کو دوڑایا کہ فوراً جا کر ٹکٹ لے آؤ۔ جب تک ٹکٹ نہ آگیا اندر داخل نہ ہوئے حالانکہ آپ ایسے مرتبہ کے بزرگ تھے کہ آپ سے کسی نے ٹکٹ پوچھنا ہی نہیں تھا لیکن آپ اس کا خیال کئے بغیر خاصی دیر تک علیحدہ ہو کر کھڑے رہے اور جب گھر سے ٹکٹ آگیا تو سٹیج پر تشریف فرما ہوگئے۔

اپریل ۱۹۴۷ء کی بات ہے حضرت چوہدری صاحب بھوپال میں تھے کہ میری ان سے وہاں ملاقات ہوئی۔ آپ نے بتایا کہ آپ تین بڑی مسلمان ریاستوں بھوپال، بہاولپور اور حیدرآباد کے آزادی کے بعد کے مسائل میں قانونی مشورہ دینے کے لئے نواب بھوپال کے آئینی مشیر کے طور پر تشریف لائے ہیں۔ میں نے عرض کیا چوہدری صاحب آپ فیڈرل کورٹ کے جج بھی ہیں۔ ریاستوں کے آئینی مشیر بھی ہیں۔ دیگر مصروفیات بھی آپ کی بے شمار ہیں آپ یہ سارے کام اکیلے کس طرح کر لیتے ہیں۔ آپ نے کہا یہی سوال مجھے لارڈ ولنگڈن نے بھی کیا تھا میں نے اُسے یہ جواب دیا تھا کہ تاکہ آپ کو یہ بتایا جا سکے کہ ہندوستان کے لوگ مستقبل میں اپنے ملک کا کاروبار آسانی سے سنبھال سکتے ہیں۔ میں یہ سارے کام آرام سے کرتا ہوں اور کوئی ایک بھی کام متاثر نہیں ہوتا۔ سارے کام اپنی اپنی جگہ پر پورے اطمینان سے طے پاتے ہیں۔

محترم میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی

سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ
سابق مربی سلسلہ امریکہ

پاکستان بننے کے بعد ایک دو سال کی بات ہے ہمارا اسکول ابھی چنیوٹ میں قائم تھا ربوہ میں آبادکاری کے ابھی ابتدائی مراحل شروع ہوئے تھے۔ چنیوٹ میں ایک روایتی مخالف مولوی تھا اس کے بیٹے نے اچھے نمبروں میں میٹرک پاس کیا تو مولوی صاحب کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ بیٹے کو کالج میں اعلیٰ تعلیم دلائیں لیکن غربت آڑے آ رہی تھی اعلیٰ تعلیم کا کوئی سبب بنتا دکھائی نہ دے رہا تھا۔ اعلیٰ تعلیم کے اخراجات استطاعت سے باہر تھے۔ اُس کے دل میں آئی کہ یہ جو نئے ملک کے وزیر، گورنر اور وزرائے اعلیٰ وغیرہ بنے ہیں ان کے دلوں میں شاید کسی کے لئے غریب پروری کا جذبہ نکل آئے چنانچہ اس نے مرکزی وزراء، وزرائے اعلیٰ، گورنروں وغیرہ کی ایک فہرست بنائی اور سب کو رجسٹرڈ خطوط لکھنے شروع کئے۔ ان میں اس شخص نے اپنی مدد کرنے کی التجا کی تھی تاکہ وہ اپنے بچے کو پڑھا سکے لیکن ہؤا یہ کہ کسی طرف سے مدد آنی تو کجا کسی ایک نے بھی خط کا جواب اور رسید تک نہ دی۔ مولوی صاحب تھک ہار کر ناامید ہو چلے تھے کہ ایک دن انہیں خیال آیا کہ یہ قادیانی جس کا نام ظفر اللہ خاں ہے اس کو بھی مدد کے لئے لکھا جائے۔ ہے تو قادیانی اور کافر اور اس کو اور اس کے ہم مذہبوں کو دن رات گالیاں نکالنا ہی میرا کام ہے لیکن کیا حرج ہے اگر آزما کر دیکھ لیا جائے چنانچہ اُس نے ایک عدد رجسٹرڈ چٹھی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے نام بھی لکھی اور جواب کا انتظار کرنے لگا۔ جواب آنے کی متوقع تاریخ سے ایک ہفتہ زیادہ گذر گیا۔ مولوی صاحب ناامید ہونے لگے کہ یہاں بھی کوئی توقع نہیں۔ آخر ایک دن اچانک اسے ایک خط ملا۔ اُس نے کھولا تو پتہ چلا کہ یہ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب وزیرِ خارجہ پاکستان کا خط ہے۔ اس میں چوہدری صاحب نے سب سے پہلے خط کا جواب تاخیر سے دینے کی معذرت کی تھی اس کے بعد اُس مولوی کے نام تین سَو روپے کا چیک تھا اور اُس کے بیٹے کی پڑھائی کے لئے ماہانہ وظیفہ کی رقم کا وعدہ تھا اور یہ یقین دلایا گیا تھا کہ جب تک اُس کا بیٹا تعلیم مکمل نہ کر لے اُس وقت تک یہ وظیفہ جاری رہے گا۔ چونکہ اُس مولوی کے نام چیک جماعتی امانت سے کیش ہونا تھا لہٰذا وہ یہ امانتی رقعہ لے کر ربوہ آیا اور اُس نے ربوہ میں بھی اور چنیوٹ میں بھی سب کو بتایا۔ اب بھی اگر وہ شخص یا اُس کا بیٹا یہ تحریر پڑھیں تو اس واقعہ کی صداقت کی گواہی دے سکتے ہیں۔

میرے امریکہ میں قیام کا ذکر ہے کہ ایک بار حضرت چوہدری صاحب امریکہ کے دَورہ پر آئے۔ دورانِ قیام ایک احمدی نے حضرت چوہدری صاحب کی دعوت کی۔ جب وہ دعوت کا بلاوا دینے آیا تو حضرت چوہدری صاحب نے پوچھا میاں صاحب (یعنی اِس خاکسار) کو بھی بُلایا ہے۔ اب اس شخص نے بُلایا تھا یا نہیں اس نے فوراً کہا کہ جی بُلایا ہے۔ اِس چھوٹی سی بات کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ میرے چوہدری صاحب سے کوئی خصوصی مراسم نہ تھے نہ کوئی ذاتی دوستی یا تعلق کا رشتہ تھا ہاں صرف ایک بات تھی کہ مَیں سلسلہ کا مربی تھا اور حضرت چوہدری صاحب مربیانِ کرام کی خاص عزّت و تکریم فرماتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ پروٹوکول کے لحاظ سے سلسلہ کے مربی کو ایسی کسی تقریب میں شامل کرنا ضروری ہے اور مربی کا احترام بھی اِس کا مقتضی ہے کہ اس کو ایسی جگہوں پر بُلا کر عزّت افزائی کی جائے چنانچہ جب تقریب ہوئی تو اختتام پر چوہدری صاحب میرے ساتھ اِس طرح گفتگو کرتے رہے جیسے اُس تقریب کا سب سے اہم آدمی مَیں ہوں اور دیگر بڑے بڑے لوگوں کو ایک رنگ میں کہا جائے کہ نظر انداز کر دیا تو بھی درست ہو گا۔

○

محترم میاں عبد السمیع نون صاحب

حضرت چوہدری صاحب سے میری پہلی ملاقات ۱۹۴۴ء میں اس وقت ہوئی جبکہ مَیں تعلیم الاسلام کالج قادیان میں داخلہ کے لئے گیا اس وقت داخل ہونے والوں میں سے میٹرک میں میرے نمبر سب سے زیادہ تھے۔ حضرت چوہدری صاحب نے محترم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب سے نئے داخل ہونے والوں کے متعلق پوچھا میرے بارے میں علم ہونے پر میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے میرے

کندھے پر ہاتھ رکھا حسب نسب دریافت فرمایا پتہ لگنے پر کہ زمیندار
ہوں اور نون خاندان سے ہوں بڑے خوش ہوئے اور فرمایا
"پھر تو جٹیٹے ہو"۔

اِس ابتدائی تعارف کے بعد سلسلہ ملاقات بڑھتا رہا اور
حضرت چوہدری صاحب سے شناسائی ہو گئی۔

چالیس سال کا عرصہ تو بہت طویل ہے ساری باتیں تو اب
یاد بھی نہیں البتہ ۱۹۴۷ء کا وہ تاریخی واقعہ نہیں بھولتا جب سر
خضر حیات ٹوانہ پنجاب کے وزیر اعظم تھے اور قائد اعظم کی ساری
کوششوں کے باوجود مسلم لیگ کے حق میں دستبردار ہونے کو تیار نہ
تھے۔ ایک دن معلوم ہوا کہ حضرت چوہدری صاحب قادیان سے
لاہور سر خضر حیات ٹوانہ کے ہاں گئے ہیں وہ انہیں قائد اعظم کے
فرمان کے مطابق مسلم لیگ کے حق میں سپر انداز ہونے پر آمادہ کریں گے
جہاں تک مجھے یاد ہے چوہدری صاحب دو دن لاہور میں قیام فرما
رہے اِس دوران قادیان میں مَیں حضرت چوہدری صاحب کی واپسی
کا بے تابی سے منتظر رہا آخر مغرب کی نماز کے وقت کالج کے کسی طالبعلم
نے کالج ہوسٹل میں یہ خبر پہنچائی کہ سر خضر حیات ٹوانہ کی کار حضرت
چوہدری صاحب کی کوٹھی بیت الظفر میں داخل ہوئی ہے اس سے
اس نوجوان نے اندازہ لگایا کہ وزیر اعظم سر خضر حیات ٹوانہ خود بھی
چوہدری صاحب کے ہمراہ آئے ہیں۔ مجھے اِس خبر کی تصدیق کے لئے
حضرت چوہدری صاحب کی کوٹھی پر بھجوایا گیا۔ مَیں جھجک رہا تھا کہ
چوہدری صاحب ابھی ابھی سفر سے تشریف لائے ہیں شاید ملاقات
نہ ہو سکے مگر وہ وجود تو سراپا احسان تھا پیغام ملنے پر فوراً باہر
تشریف لائے اور میرے سیدھے سوال پر کہ کیا سر خضر حیات ٹوانہ آئے
ہیں فرمایا "نہیں ان کی کار آئی ہے"۔ میرا دوسرا سوال تھا کہ آپکو
اپنے مشن میں کامیابی ملی ہے؟ فرمایا "دعا کرتے رہیں اور انتظار
کریں"۔ دوسری صبح سول اینڈ ملٹری گزٹ کی پہلی سُرخی یہی تھی:

KHIZER MINISTRY GOES

اس سے سارے ملک میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی ——— !

مجھے اسکے بعد ملک خضر حیات ٹوانہ سے ملاقات کے مواقع ملتے
رہے وہ خود اور ان کی بیگم صاحبہ اور صاحبزادیاں ہمارے گھر بھی
آتی رہیں وہ سب لوگ حضرت چوہدری صاحب کی بے حد تعریف کیا
کرتے تھے اور اپنے آپ کو حضرت چوہدری صاحب کا ممنونِ احسان
ظاہر کرتے تھے۔

پاکستان کے سابق وزیر اعظم ملک فیروز خان نون وزیر اعظم
بننے سے پہلے قیام پاکستان کے چند سال بعد حضرت چوہدری ظفر اللہ
خان صاحب کے ہمراہ حضرت فضل عمر سے ملنے کے لئے تشریف لائے
یہ واقعہ مجھے خود ملک فیروز خان نون صاحب نے سُنایا۔ انہوں نے
بتایا کہ ملاقات کے کمرہ میں قالین بچھا تھا ملک صاحب فرماتے تھے
مَیں نے سوچا یہاں حضرت صاحب شاید نماز بھی پڑھتے ہوں گے
اِس لئے مَیں اپنے جُوتے اُتار کر اندر داخل ہوا۔ دورانِ ملاقات
کسی خادم کا پاؤں لگنے سے میرا جُوتا ذرا دُور ہو گیا۔ ملاقات سے
فارغ ہو کر اُٹھے تو حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب جلدی سے
دروازے کی طرف لپکے اور خود میرا جُوتا اُٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا
ملک صاحب بڑی حیرانی سے فرمایا کرتے تھے کہ چوہدری صاحب عمر
میں، علم و فضل میں اور ہر لحاظ سے مجھ سے بڑے تھے اور مَیں ان کا
حد درجہ ادب و احترام کرتا تھا۔ جب وہ میرا جُوتا اُٹھا کر لائے تو
مَیں حیرت و ندامت میں ڈوب گیا لیکن مَیں اس بزرگ بھائی کے اعلیٰ
کردار اور انکسار کا پہلے سے زیادہ قائل ہو گیا۔

۱۹۷۶ء میں لندن کا واقعہ ہے مَیں محترم شیخ عبد اللطیف
صاحب پراچہ کے ساتھ حضرت چوہدری صاحب کی ملاقات کے لئے
حاضر ہوا فلیٹ پر جا کر گھنٹی بجائی اندر سے چوہدری صاحب نے
دروازے پر نصب شدہ فون کے ذریعہ فرمایا دُو منٹ میں دروازہ
کُھل جائے گا اُوپر آجائیں۔ ٹھیک دُو منٹ کے بعد دروازہ کُھلا
ہم اندر داخل ہوئے دیکھا کہ حضرت چوہدری صاحب نے قمیص
اور ٹائی پہنی ہوئی تھی اور پتلون کی بجائے پاجامہ تھا۔ فرمایا مَیں
کپڑے بدل رہا تھا کہ دو منٹ ختم ہو گئے آپ کو فوراً بلایا کہ باقی
لباس پھر بدل لوں گا۔ آپ تو اپنے عزیز ہیں۔

○

محترم شیخ اعجاز احمد صاحب

محترم شیخ اعجاز احمد صاحب جو علامہ اقبال کے حقیقی بھتیجے
ہیں حضرت چوہدری صاحب کے ان دو ذاتی اور قریبی دوستوں میں
سے ہیں جن سے حضرت چوہدری صاحب کا عمر بھر کا ساتھ رہا۔ اِس
لحاظ سے آپ کے پاس حضرت چوہدری صاحب کی زندگی کے واقعات
کا بڑا قیمتی خزانہ محفوظ ہے۔ آپ نے سالانہ اجتماع مجلس انصاراللہ
ضلع کراچی میں جو تقریر "حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی سیرت

کے چند پہلو" کے عنوان سے فرمائی جگہ کی تنگی کی وجہ سے اس میں سے صرف دو واقعات پیش ہیں۔

● حضرت چوہدری صاحب کے سکول کی تعلیم کے دنوں کے ایک غیر احمدی دوست تھے۔ وہ پنجاب میں کہیں اوورسیئر لگے تھے اور وہیں سے ریٹائر ہوئے۔ بچپن میں چوہدری صاحب کے بے تکلف دوست تھے اور "اوئے یارا" ان کا تکیہ کلام تھا۔ دوران ملازمت وہ ایک دفعہ حضرت چوہدری صاحب کو اس وقت ملنے آئے جبکہ وہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں متحدہ ہندوستان کے مرکزی وزیر کے عہدہ پر فائز تھے اور شملہ میں مقیم تھے۔ وہ صاحب حضرت چوہدری صاحب کے مہمان ہوئے مگر چوہدری صاحب کے مرتبہ کی وجہ سے اپنی بے تکلفی کو بھول گئے اور بڑے ادب لحاظ سے گفتگو کرتے رہے۔ ایک دن گذرا ئیں بھی وہیں تھا ماحول میں گھٹن سی محسوس ہو رہی تھی آخر حضرت چوہدری صاحب سے نہ رہا گیا دوسرے دن رات کے کھانے پر اُن صاحب کا نام لے کر اُن سے بے تکلفی سے پنجابی میں بولے، "توں کیوں اپنے آپ نوں پھائے لایا ہویا اے۔ تیرے سنگھ وچ "اوئے یارا" پھسیا ہویا اے۔ اینوں کڈ چھڈ۔ میں اوہی ظفر اللہ آں۔ میرے سر تے ہتھ لا کے ویکھ لے ویسرائے دی کونسل وچ آکے اے دے اُتے کوئی سینگ نئیں نکلے۔" (تم نے اپنے آپ کو خواہ مخواہ سُولی پر لٹکا رکھا ہے۔ تمہارے حلق میں "اوئے یارا" اٹکا ہوا ہے اسے نکال دو میں وہی ظفر اللہ ہوں میرے سر پر ہاتھ لگا کے دیکھ لو وائسرائے کی کونسل میں آکر اس پر کوئی سینگ نہیں نکلے)۔

چوہدری صاحب کا اتنا کہنا تھا کہ ہنسی کا ایک طوفان برپا ہو گیا اور اسی طوفان میں اُن صاحب کے حلق میں اٹکا ہوا "اوئے یارا" بھی بے اختیار نکل گیا۔

● حضرت چوہدری صاحب کی وفا کا ایک واقعہ سنئے جو انہوں نے اپنی وفات سے ایک سال قبل سنایا۔ سیالکوٹ میں انکے مکان کے قریب لوہاروں کا ایک گھر تھا۔ یہ لوگ غیر احمدی تھے چھوٹی کلاسوں میں ہم جماعت ہونے کی وجہ سے اور ایک ہی گلی میں رہنے کی وجہ سے اس گھر کے ایک لڑکے سے ان کی دوستی تھی اس بیچارے کو ٹی بی ہو گئی جو بڑھتے بڑھتے اسے موت کے کنارے پر لے گئی مرنے سے چند روز قبل چوہدری صاحب اُس کی عیادت کے لئے گئے اندازاً چوہدری صاحب کی عمر اُس وقت دس پندرہ سال کی ہو گی لڑکے نے کہا میں مَر جاؤں گا پتہ نہیں تم کبھی مجھے یاد بھی کرو گے یا نہیں۔ حضرت چوہدری صاحب نے مجھے فرمایا میں آج تک اپنی دعاؤں میں مغفرت والی دعاؤں کے حصہ میں اُس کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔ گویا چوہدری صاحب اپنی وفا کو نبھانے کیلئے لوہاروں کے اس معمولی سے لڑکے کے لئے جو احمدی بھی نہ تھا قریباً اسّی سال مسلسل دعا کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ اس پاکیزہ وجود کو اپنی لازوال محبت کی اُس دولت سے جی بھر کر مالا مال کر دے جس کی تمنا اُس ہستی نے ساری عمر کی اور مجھے یقین ہے کہ ربّ کی جناب سے یقیناً ایسا ہی ہوا ہو گا۔

○

ڈاکٹر عبدالرشید تبسم صاحب

محترم ڈاکٹر عبدالرشید تبسم صاحب نے حضرت چوہدری صاحب سے اپنی یادداشتوں کے ضمن میں ایک طویل مضمون رقم فرمایا ہے جگہ کی تنگی کی وجہ سے اس میں سے صرف ایک حصہ پیش خدمت ہے۔

ایک دفعہ میں نے حضرت چوہدری صاحب سے گذارش کی:

مجھے آپ کا تھوڑا سا قرب حاصل ہے۔ اس قرب کی وجہ سے مجھے معلوم ہے کہ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ رضائے الٰہی کے مطابق گذر رہا ہے۔ آپ کی ایک ایک سانس شریعتِ اسلام کی آئینہ دار ہے۔ آپ نے اسلام اور نوعِ انسان کی بھرپور خدمت حدِ امکان تک کی ہے۔ کسی انسان کے اعمال کو شریعت کے پیمانہ سے ہی ناپا جا سکتا ہے۔ شریعت کے میدان میں آپ نے جو ورزش فرمائی اس سے آپ کا باطن بھی سراسر نور بن چکا ہو گا۔ اس سے جزا و سزا کے معاملے میں آپ انتہائی خود اعتمادی اور نفسِ مطمئنہ حاصل کر چکے ہوں گے۔ دورِ حاضر میں آپ دُنیوی اعتبار سے ساری دُنیا سے افضل تر انسان ہیں اور دین کے معاملہ میں بھی آپ ایک نہایت ممتاز شخصیت ہیں۔ آپ کتنے خوش قسمت انسان ہیں!

اس پر حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا:

عجیب بات ہے کہ آج کی صحبت میں میرا ارادہ بھی جزا و سزا کے موضوع پر بات کرنے کا تھا اچھا ہوا وہ بات خود آپ نے چھیڑ دی۔ میرے اس خیال کی محرک در اصل ایک نصیحت ہے جو مجھے آپ کے ذہن میں بٹھانا تھی۔ اب میں بات وہی کہوں گا لیکن اسی موضوع پر آپکے انداز بیان کی وجہ سے اس کے فقروں کی ترتیب بدل دوں گا۔

"آپ نے میرے متعلق جو کچھ کہا ہے میں اس پر تبصرہ نہیں کرتا میرا حال یہ ہے کہ ایک شعر نے جو کتاب حقیقت یا فریب (صفحہ ۱۴۱) میں آپ نے استعمال کیا ہے مجھے تین راتیں بہت بُری طرح رلایا اور تڑپایا۔ میں بُری طرح تڑپا۔ شکر ہے اس وقت میرے قریب کوئی دوسرا شخص نہیں ہوتا رہا۔ وہ شعر تھا:

ہجر کی رات جاگنے والو!
کیا کرو گے اگر سحر نہ ہوئی

اصل بات اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ آپ نے جو کچھ میرے متعلق کہا ہے اگر کسی انسان میں اس سے سو گُنا زیادہ صفات بھی ہوں مگر اللہ تعالیٰ اسے مُنہ لگانا پسند نہ فرمائے تو وہ کیا کر سکتا ہے! اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جسے کوئی ایک لفظ کہنے کی بھی ضرورت نہیں۔ وہ ایسا کرنے کا صرف ارادہ کر لے تو پوری کائنات آنکھ جھپکنے میں مکمل طور پر نیست و نابود ہو سکتی ہے۔ اس کے سامنے انسان کی حیثیت ریت کے ایک چھوٹے سے چھوٹے ذرّے کے برابر بھی نہیں۔ پس اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے ریت کے چھوٹے سے چھوٹے ذرّے سے بھی حقیر سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر اسے یقین دلاؤ کہ تم کچھ نہیں ہو۔ بالکل کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے زمین پر بچھ جاؤ۔ اسکے حضور میں اپنی ناک اتنی رگڑو کہ صرف تمہارا شعور باقی رہ جائے جو تمہیں بتائے کہ تم بالکل مٹ چکے ہو۔ تم کو میری یہی نصیحت ہے۔"

یہ اُس شخص کی آواز تھی جو اقوامِ متحدہ اسمبلی کا صدر، عالمی عدالت کا پریذیڈنٹ، فیڈرل کورٹ آف انڈیا کا جج، چین کا سفیر، آل انڈیا مسلم لیگ کا پریذیڈنٹ اور قائدِ اعظم کے خود اپنے دستخط سے مقرر کردہ پاکستان کا پہلا وزیر امورِ خارجہ تھا!

کئی سال ہوئے ایک موسم سرما میں میرے دوست اُردو کے معروف شاعر احسان دانش مرحوم مجھ سے ملنے میرے مکان پر آئے تو باتوں باتوں میں اُن اہلِ علم لوگوں کا ذکر چھڑ گیا جو خود شاعر نہیں ہوتے مگر شعر سے متعلق ان کا ذوق نہایت سُلجھا ہُوا ہوتا ہے۔ اس گفتگو میں احسان دانش نے کہا:

"سُنا ہے محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اِس صَف میں سب سے آگے ہیں۔ دل بہت چاہتا ہے کبھی اُن سے ملاقات ہو جائے پھر ان کے دو قریبی دوست شیخ اعجاز احمد اور چوہدری بشیر احمد خان شاعر نہ ہوتے ہوئے بھی کانِ شعر کے ہیرے ہیں۔"

اب احسان دانش نے تقاضا شروع کر دیا کہ میں حضرت چوہدری صاحب سے ان کی ملاقات کرا دوں۔ میں نے اس سلسلہ میں حضرت چوہدری صاحب سے ٹیلیفون پر بات کی تو انہوں نے ازراہِ شفقت تیسرے دن بعد دوپہر ۳ بجے ۹ خورشید روڈ میں ملاقات کی اجازت دے دی۔ مقررہ وقت پر میں احسان دانش کو ساتھ لے کر ان کے پاس پہنچ گیا۔ اُس وقت حضرت چوہدری صاحب کے علاوہ شیخ اعجاز احمد اور چوہدری بشیر احمد خان بھی بہ نفسِ نفیس وہاں موجود تھے۔ اِس طرح احسان دانش کا تقاضا خود بخود سو فیصد پورا ہو گیا حالانکہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اُن دنوں شیخ اعجاز احمد کراچی سے حضرت چوہدری صاحب کے پاس لاہور آئے ہوئے ہیں اور نہ یہ قیاس تھا کہ چوہدری بشیر احمد خان کاہلوں اُس وقت وہاں موجود ہوں گے۔ حضرت چوہدری صاحب احسان دانش سے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ ملے۔ شیخ اعجاز احمد اور چوہدری بشیر احمد خان کاہلوں بھی بہت جلد احسان دانش سے گھل مل گئے۔ چائے کا وسیع دَور چلا اور حضرت چوہدری صاحب کے ارشاد پر احسان دانش نے اپنا کلام سُنایا۔ پہلے ایک حمد اللہ تعالیٰ، پھر دو نعتیں اور آخر میں تین چار غزلیں۔ دو گھنٹے وہ محفل انتہائی عروج پر رہی۔

دوسرے سال کے موسم سرما میں احسان دانش نے پھر مجھے آ پکڑا کہ چلو حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں چند لمحے گذار آئیں۔ ہم پھر حضرت چوہدری صاحب سے ملے۔ اب کے وہ اکیلے تھے۔ چائے کا انتظام حضرت چوہدری صاحب کے بھتیجے اور داماد محترم چوہدری حمید نصر اللہ خان نے کیا اور اس ملاقات میں وہ بھی شریکِ محفل رہے۔ حضرت چوہدری صاحب کے ارشاد پر احسان دانش نے اپنا کلام سُنایا اور اپنا ایک تازہ مطبوعہ شعری مجموعہ بھی پیش کیا۔

تیسرے سال حضرت چوہدری صاحب لندن سے لاہور پہنچے تو انہوں نے اخبارات میں یہ خبر پڑھی کہ احسان دانش شدید علیل ہیں۔ میں اُن دنوں اسلام آباد گیا ہُوا تھا۔ حضرت چوہدری صاحب مجھے ٹیلیفون کرتے رہے تاکہ احسان دانش کی عیادت کے لئے میں انکو اپنے ساتھ لے چلوں۔ میری عدم موجودگی میں حضرت چوہدری صاحب نے آخر خود ہی احسان دانش کے مکان کا پتہ اور محلِ وقوع معلوم کر لیا اور وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں احسان دانش کے پاس بیٹھے بڑی دیر تک ان سے باتیں کرتے اور تسلّی دیتے رہے۔ حضرت چوہدری صاحب کی اچانک تشریف آوری اور بے تکلف گفتگو سے احسان دانش بے حد متاثر ہوئے۔ تندرستی کے بعد وہ مجھ سے ملے تو بولے:

"یار! چوہدری صاحب کی اچانک آمد اور نہایت پُر خلوص

عیادت سے مجھے پورا یقین ہوگیا تھا کہ انہوں نے میرے لئے دعا بھی فرمائی ہوگی۔ اب نہیں اس بیماری سے نہیں مروں گا لیکن یہ خطرہ تھا کہ شادیٔ مرگ کا شکار نہ ہوجاؤں۔"

اُس بیماری سے احسان دانش صحیح بچ گئے مگر اس سے اگلے سال وہ ایک اَور بیماری سے راہیٔ ملکِ عدم ہوئے۔

محترم مولانا محمد یار عارف صاحب

سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ، سابق مربّی انگلستان

میرے والد محترم چوہدری غلام حسین صاحب حضرت بانیٔ سلسلہ کے رفیق تھے ان کے حضرت چوہدری صاحب سے بڑے دوستانہ تعلقات تھے۔ میرے والد صاحب ضلع سیالکوٹ کے اوسط درجہ کے زمیندار تھے اور تعلیم یافتہ بھی نہ تھے لیکن احمدیت سے والہانہ لگاؤ حضرت چوہدری صاحب کی دوستی کی وجہ اور قدرِ مشترک بنا۔ چنانچہ جب ۱۹۷۹ء میں میرے بیٹے عزیز طاہر عارف نے لاہور میں حضرت چوہدری صاحب سے ملاقات کی تو چوہدری صاحب نے اُس کے دادا کے ساتھ اپنے تعلق کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ ایک دفعہ مجھے سرگودہا کی عدالت میں لے گئے تھے۔ پھر وہ سارا واقعہ عزیز کو سُنایا۔ وہ واقعہ اُس وقت کا ہے جب چوہدری صاحب لاہور بار میں پریکٹس کرتے تھے اور بطور ایک چوٹی کے وکیل کے ان کی شہرت دُور دُور تک پھیل چکی تھی۔ ایک عدالت نے وعدہ خلافی کے الزام میں میرے والد صاحب کو تاوان ادا کرنے کا حکم دیا۔ والد محترم بالکل بے گناہ تھے اور الزام بھی وعدہ خلافی کا۔ انہوں نے لاہور جاکر حضرت چوہدری صاحب کو بات بیان کی اور ان سے درخواست کی کہ وہ اس مقدمہ میں بطور وکیل پیش ہوں۔ حضرت چوہدری صاحب نے کہا کہ تاوان کی معمولی رقم سے زیادہ تو میری فیس اور آنے جانے کا خرچ ہوگا لیکن والد صاحب مُصر رہے اور حتّٰی کہ انہوں نے حضرت چوہدری صاحب کو منا لیا چنانچہ چوہدری صاحب محض اپنے ایک دوست کی دلداری کی خاطر اُس وقت کے لحاظ سے سرگودھا جیسے دُور دراز اور دُور افتادہ قصبہ کی معمولی سی عدالت میں حاضر ہونے کو تیار ہوگئے اور مقدمہ لڑ کر اپنے دوست کو وعدہ خلافی کے الزام سے بَری کروا دیا۔ سرگودھا کے مقامی وکلاء نے حضرت چوہدری صاحب کو دیکھا تو بڑی حیرت کا اظہار کیا کہ آپ ایک چھوٹی سی عدالت میں کیس لڑنے کیسے آ گئے؟ حضرت چوہدری صاحب نے فرمایا کیس تو واقعی بڑا معمولی سا تھا لیکن "جَٹ دی اَڑی مینوں ایتھے لے آئی"۔ یعنی میرے دوست کی ضِد مجھے یہاں لے آئی۔ ضمناً عرض ہے کہ فیصلہ کی رُو سے پانچ سَو روپے کی رقم بطور تاوان میرے والد صاحب فریقِ ثانی سے حاصل کرنے کے حقدار تھے مگر آپ نے فیصلہ اپنے حق میں ہوجانے کے بعد یہ رقم معاف کر دی۔

خاکسار کے لندن میں بطور مربّیٔ سلسلہ قیام کے دَوران حضرت چوہدری صاحب نے میری تربیت اپنے ہاتھ سے کی چنانچہ اس کا نتیجہ ہؤا کہ آپ کا تربیت کردہ یہ عاجز خادم حضرت فضلِ عمرؓ کے ارشاد پر ہندوستان کی چوٹی کی شخصیات جناب قائدِ اعظم، گاندھی جی، علامہ اقبالؒ اور سر آغا خان سے ملتا رہا اور ہندوستان کی آئینی جدّ و جہد کے تاریخ ساز لمحات میں اہم گفتگوؤں میں شامل ہوتا رہا اور ۱۹۴۰ء کے جس جلسہ میں قرار دادِ پاکستان منظور ہوئی اس میں خاکسار اور حضرت مولوی نیّر صاحب جماعتِ احمدیہ کے وفد کے طور پر شامل ہوئے مختصر یہ کہ حضرت چوہدری صاحب نے حضرت فضلِ عمرؓ کی منشاء کے مطابق مجھ معمولی سے دیہاتی مربّی کو اپنی توجہ سے نہ صرف اعلیٰ انگریزی سکھائی بلکہ تاریخ پاکستان کے بعض اہم موڑوں پر گراں قدر خدمات کی انجام دہی کی بھی توفیق حاصل کرنے کے قابل بنا دیا۔

قرار دادہائے تعزیت

ادارہ انصاراللہ کو حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کی وفات پر جو قرار دادہائے تعزیت موصول ہوئی ہیں جگہ کی کمی کی وجہ سے صرف ان کے بھیجنے والوں کے نام درج کئے جاتے ہیں:-

صدر انجمن احمدیہ، مجلس تحریکِ جدید ربوہ، لجنہ اماء اللہ مرکزیہ، فضلِ عمر فاؤنڈیشن، مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ، مجلس انصاراللہ برطانیہ، مجلس انصاراللہ ضلع لاہور، مجلس انصاراللہ شہر سیالکوٹ، جماعتِ احمدیہ گوجرانوالہ، جماعتِ احمدیہ مغربی جرمنی، مجلس انصاراللہ بہاولپور شہر و ضلع، جماعتِ احمدیہ اسلام آباد، امرائے اضلاع پنجاب، جماعتِ احمدیہ لیّہ شہر، مجلس خدام الاحمدیہ ٹوکیو، احمدیہ تجار ایسوسی ایشن ربوہ، مجلس انصاراللہ ضلع کراچی، جماعتِ احمدیہ ضلع اوکاڑہ، جماعتِ احمدیہ پشاور۔ مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ۔

ایک دُعاگو بزرگ

محترم شیخ عبد القادر صاحب محقّق۔ لاہور

یہ خاکسار حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو بچپن سے ایک دعا گو بزرگ کے طور پر جانتا ہے۔ اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ میری عمر چودہ پندرہ سال کی تھی اور مَیں اکثر بیمار رہتا تھا اور اس وجہ سے تعلیم کا سلسلہ بھی جاری نہ رکھ سکتا تھا۔ میرے والد محترم شیخ عبدالرب صاحب نے جو ہندوؤں سے احمدی ہوئے تھے مجھے علاج کے لئے لاہور بھجوایا۔ یہاں حکیم احمد دین صاحب طبِ جدید والے میرا علاج کیا کرتے تھے۔ اِس دَوران میرے بہنوئی محترم مولانا نذیر احمد صاحب علی جو مغربی افریقہ سے واپس آئے تھے لاہور آئے اور ایک رات میرے پاس فروکش ہوئے۔ انہوں نے مجھے بڑے پیار سے نصیحت کی کہ عبدالقادر! اب تم چودہ پندرہ سال کے ہوگئے ہو تم نمازیں تو ادا کرتے ہو تہجّد بھی پڑھا کرو۔ مَیں نے عرض کیا میرے لئے دعا کریں اور مجھے آج تہجّد کے لئے جگا بھی دیں مَیں انشاء اللہ آج رات سے تہجّد شروع کر دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے تہجّد کے وقت مجھے جگا دیا ہم دونوں نے ایک ہی مصلّے پر نمازِ تہجّد ادا کی تہجّد کے بعد مَیں سو گیا مَیں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھے کہہ رہا ہے کہ چوہدری ظفر اللہ کو دعا کے لئے کہو۔

چوہدری صاحب کو اُس وقت مَیں بالکل نہ جانتا تھا۔ شاید کبھی ان کا نام کان میں پڑا ہو لیکن کسی قسم کی کوئی واقفیّت نہ تھی مَیں نے اپنے بہنوئی مولانا نذیر احمد صاحب علی کی خدمت میں گزارش کی کہ مَیں نے اِس طرح کا خواب دیکھا ہے اس پر انہوں نے مجھے حضرت چوہدری صاحب کا تعارف کروایا اور بتایا کہ وہ ہماری جماعت کے ایک انتہائی مخلص بزرگ ہیں۔ چونکہ خواب میں بتایا گیا ہے اِس لئے مجھے چاہیئے کہ مَیں ان کو دعا کے لئے لکھوں۔ تاہم انہوں نے شفقت کی کہ اپنی طرف سے ہی ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ عبدالقادر نامی یہ لڑکا شیخ عبدالرب صاحب نَو احمدی کا اکلوتا بیٹا ہے اکثر بیمار رہتا ہے اِسکی بیماری کی وجہ سے شیخ صاحب اس کے مستقبل کے بارے میں بڑے پریشان رہتے ہیں۔ مَیں نے اِس عزیز کو نمازِ تہجّد کی تلقین کی تھی اس نے تہجّد پڑھی اور اس کے بعد یہ خواب دیکھا جس میں اسے یہ تلقین کی گئی ہے کہ یہ آپ کو دعا کے لئے لکھے۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس عزیز کے لئے جو میرا برادرِ نسبتی ہے دعا کریں۔ محترم چوہدری صاحب کا جواب میرے والد صاحب کے نام آیا۔ اس میں مجھے ابھی تک یاد ہے آپ نے بڑی منکسر المزاجی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

من آنم کہ من دانم

مَیں خوب جانتا ہوں کہ مَیں کیا ہوں لیکن چونکہ عزیز نے خواب دیکھا ہے اِس لئے مَیں انشاء اللہ اس کے لئے دعا کروں گا ـــــ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت چوہدری صاحب کی دعاؤں کو قبولیت بخشی اور مَیں اس طویل بیماری سے صحتیاب ہوگیا جس نے کئی برسوں سے مجھے اور میرے گھر والوں کو پریشان رکھا ہؤا تھا۔ حضرت چوہدری صاحب ان دنوں ہندوستان کی انگریز حکومت میں مرکزی وزیر برائے ریلوے تھے۔

اِس کے بعد ایک دوسرا واقعہ قابلِ ذکر ہے۔ تقسیم ملک کے بعد ایک بڑا سیلاب آیا اس میں ربوہ کے قریب چنیوٹ کی سڑک بھی دب گئی۔ یہ ۱۹۵۰ء کے لگ بھگ کی بات ہے مَیں لائلپور سے ربوہ آ رہا تھا کہ بس ڈرائیور نے دیکھا کہ سڑک بظاہر ٹھیک ہے وہ بس کو لئے چلا آیا۔ اُوپر سے سڑک برابر تھی لیکن نیچے گڑھا بنا ہؤا تھا بس اس جگہ پہنچی تو پوشیدہ گڑھے میں دھنس گئی۔ اس حادثہ کے نتیجہ میں میرے گُھٹنے پر زبردست چوٹ آئی جو بعد میں خراب ہوکر ناسُور بن گیا جو کئی انچ گہرا تھا۔ مَیں قریبًا چھ ماہ ہسپتال میں رہا۔ ایک کے بعد دوسرا آپریشن ہوتا تھا لیکن ڈاکٹروں کو کامیابی حاصل نہ ہوتی تھی۔ اندازہ کریں کہ میرے چند ماہ میں پانچ آپریشن ہو چکے تھے مگر ناسُور ٹھیک ہونے کا نام نہ لیتا تھا۔ پانچویں آپریشن کے بعد مجھے پھر خیال آیا اور مَیں نے حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں خط لکھا۔ آپ اس وقت پاکستان کے

وزیر خارجہ تھے۔ مَیں نے خط میں آپ کو یاد دلایا کہ مَیں آپ کی دعاؤں کی قبولیت سے بچپن سے واقف ہوں اب میری حالت بڑی دگرگوں ہے میرے لئے دعا کریں۔ حضرت چوہدری صاحب کا جواب آیا میں انشاء اللہ دعا کروں گا۔ خدا تعالیٰ شفا دے۔ چنانچہ حضرت چوہدری صاحب کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر میرے حق میں قبول فرمایا اور میرا اچھا آپریشن جو مکرم ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب نے کیا خدا کے فضل سے کامیاب ہوگیا اور مَیں ایک بار پھر موت کے مُنہ سے نکل کر بھرپور زندگی گزارنے کے قابل ہوگیا اور دفتری فرائض کے بعد دینی اور علمی خدمات میں مصروف ہوگیا۔

اس کے بعد میرا مستقل تعلق حضرت چوہدری صاحب کے ساتھ قائم ہوگیا اور علمی تحقیق کے کئی میدانوں میں مَیں نے آپ کی سرپرستی سے استفادہ کیا۔ آپ ساری عمر مجھ پر شفقت فرماتے رہے اللہ تعالیٰ جنّت الفردوس میں ہر لمحہ آپ کے درجات بڑھاتا چلا جائے۔ آمین ٭

تقاریر حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب

برموقع جلسہ سالانہ از ۱۹۲۱ء تا ۱۹۸۰ء

(مرتبہ مکرم حبیب الرحمٰن صاحب زیروی اسسٹنٹ لائبریرین خلافت لائبریری ربوہ)

۱۹۲۱ء عیسائیت اور ہمارے اعتراضات۔
۱۹۲۲ء 〃 〃 〃
۱۹۲۳ء سلسلہ احمدیہ کا عیسائیت پر حملہ اور اس کا اثر۔
۱۹۲۴ء اسلامی شریعت موجودہ زمانہ اور ہر ایک ملک کے لئے موزوں ہے۔
۱۹۲۶ء موجودہ زمانہ میں اسلام کے خلاف عیسائیت کی کوششیں اور ان کے مقابلہ کا طریق۔
۱۹۲۸ء اسلام اور حفظانِ صحت۔
۱۹۲۹ء برہمو ازم اور اسلام۔
۱۹۳۳ء یورپ میں نو مسلمین پر اسلامی تعلیم کا اثر کس حد تک ہے اور یہ اثر آئندہ کے لئے امید افزا ہے۔
۱۹۳۴ء اسلام کے اصولی نظام کو کیپٹلزم اور سوشلزم پر کیا فوقیت ہے۔
۱۹۳۷ء ایک ضروری اپیل۔
۱۹۳۸ء تحریک جوبلی فنڈ۔
۱۹۳۹ء اسلامی خلافت اور ڈکٹیٹر شپ۔
۱۹۴۱ء (شبینہ اجلاس) دُنیا کے موجودہ نازک حالات میں ہمارا فرض۔
۱۹۴۱ء اسلامی نقطہ نگاہ سے تمدّنی مشکلات کا حل۔
۱۹۴۳ء حُرمتِ سُود۔
۱۹۴۴ء اسلامی سیاست کے اصول۔
۱۹۴۵ء بلادِ عربیہ میں احمدیت۔
۱۹۴۶ء اسلام میں دُنیا کے اقتصادی مسائل کا حل۔
۱۹۴۷ء اسلامی نظامِ حکومت کا خاکہ۔
۱۹۵۱ء اسلام کی تائید میں مغربی ممالک میں انقلابات۔
۱۹۵۲ء دَورِ حاضرہ میں جماعتِ احمدیہ کی بعض ذمہ داریاں۔
۱۹۵۵ء مغرب اور اسلام۔
۱۹۵۶ء مغرب کی اسلام میں بڑھتی ہوئی دلچسپی۔
۱۹۵۷ء ایمان باللہ کا انسان کے اخلاق اور اعمال پر اثر۔
۱۹۵۸ء احمدیت کا اثر عالَمِ اسلامی پر۔
۱۹۶۰ء اخروی زندگی۔
۱۹۶۰ء افریقہ میں اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ۔
۱۹۶۱ء سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یورپین مصنفین کی تحریروں کی روشنی میں۔
۱۹۶۴ء موجودہ زمانہ کے مذہبی رجحانات اور اسلام۔
۱۹۶۵ء اشاعتِ اسلام کے وسائل۔
۱۹۶۶ء مسلمانوں کی ترقی خلافت سے وابستہ ہے۔
۱۹۶۸ء اقتصادی مشکلات کا حل اسلام میں۔
۱۹۶۸ء اسلامی نماز اور دیگر مذاہب کی عبادتیں۔
۱۹۶۹ء نونہالانِ جماعت کی ذمّہ داریاں۔
۱۹۷۰ء زندہ خدا۔
۱۹۷۲ء موجودہ بڑھتی ہوئی عالمگیر بے چینی کی وجوہ اور اس کا علاج۔
۱۹۷۳ء حضرت فضلِ عمر کے متعلق میری یادیں۔
۱۹۷۹ء سیرت مولانا نورالدین۔
۱۹۸۰ء سیرت حضرت فضلِ عمر۔

انصاراللہ ربوہ ۱۶۹ نومبر، دسمبر ۱۹۸۵ء

اپنی صاحبزادی محترمہ امۃ الحی صاحبہ کے نام

لندن
بسم اللہ الرحمن الرحیم
۲۹ اگست ۱۹۷۹ء

نور چشمی عزیزہ امۃ الحی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں یہ خط نہایت کرب اور درد کی حالت میں لکھ رہا ہوں۔ عزیز ابراہیم سلمہ ربہ کی صحت کی حالت بہت تشویشناک درجے تک پہنچ گئی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ شافی مطلق ہے اور ہر بات پر قادر ہے اور کوئی بات اس کے لئے انہونی نہیں۔ لیکن گو ہم اس کی رحمت سے مایوس نہیں اور اس کے حضور عاجزانہ اور دردمندانہ مناجات سے غفلت نہیں کرتے اور اس کے انتہائی رحم کے امیدوار ہیں ہمارے دل ظاہری حالت کو دیکھتے ہوئے بے چین اور بے قرار ہیں اور ذہن پریشان ہوئے ہوئے ہیں۔ میں تمہارے اور تمہاری امی کے دلوں کی کیفیت کا اندازہ کرتا ہوں اور بہت دعائیں تم دونوں کے لئے بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارا سہارا اور تمہارا غمخوار ہو۔

میں نے پچھلے ہفتہ عشرہ میں دو خواب دو تین دن کے وقفے پر دیکھے۔ خواب میں ہی میرا دل نہایت درد کی کیفیت میں مبتلا ہوا۔ دوسرے خواب میں تو جو کیفیت میرے دل پر گزری اس کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں۔ خواب میں ہی اپنے اندازے کے مطابق دس پندرہ منٹ میں بلا ترتیب پورے دل سے بار بار شدت درد سے دہراتا چلا گیا یا اللہ تیری رضا منظور۔ یا اللہ تیری رضا منظور۔ یا اللہ تیری رضا منظور اور نیند کھل جانے پر بھی متواتر پانچ منٹ تک وہی کیفیت رہی اور یہی الفاظ پڑھتے درد کیا تو ... ختم ہوئے ... چلے گئے۔ بعد میں اس عرصے میں کبھی کبھی یہ خیال بھی دل میں سے گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کی آزمائش کی اور الحمدللہ کہ میرے دل کو ... برضا پر انتہائی کرب کی حالت میں راضی پایا اب شائد اس کی طرف سے رحمت اور شفقت کا ظہور ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

میرا دل تمام وقت آپ کی طرف لگا ہوا ہے اور آپ کے درد اور ... میں شریک ہے اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خواستگار ... وھو علیٰ کل شی قدیر۔ ... شفقت۔

والسلام
تمہارا جان نثار
ابا

لندن
۱۲ نومبر ۱۹۸۰ء
بسم اللہ الرحمن الرحیم

نور چشمی عزیزہ امۃ الحی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں یہ خط لکھنے ہی لگا تھا کہ آپ کے دونوں تار اکٹھے ہی مل گئے۔ جزاکم اللہ۔ معلوم نہیں اس قدر دیر کیوں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ ۳-۴ دن نہایت پریشانی اور اضطراب میں گزرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ غفلت تھی جسے اللہ تعالیٰ نے اس طریق سے دور فرمایا اور دعاؤں کی طرف توجہ دلائی اور دردمندانہ دعاؤں کی توفیق بخشی۔ فالحمدللہ۔

کل آپ سے بات کرنے کے بعد جلد ہی عزیز محمود ربانی نے بینک سے ٹیلیفون کیا اور میں نے انہیں تاکید کی کہ وہ فوراً دمشق میں سید منیر الحصنی صاحب سے ٹیلیفون پر بات کر کے عزیز حمید کے لئے یہ پیغام دیدیں کہ وہ عزیز مصطفیٰ کو اپنے ساتھ لندن لے آئیں۔ امید کل ہی یہ پیغام مل گیا ہوگا۔ امید ہے کہ دونوں باپ بیٹا انشاء اللہ جلد یہاں پہنچ جائیں گے۔

یہاں بھی عزیز مصطفیٰ کی عربی کی تعلیم کا انشاء اللہ خاطر خواہ انتظام ہو جائیگا اور میں خود اس کی انگریزی کی استعداد میں وسعت پیدا کرنے کی طرف توجہ کروں گا۔ واللہ الموفق۔ ھو المستعان۔ وھو علیٰ کل شی قدیر۔

عزیزان کے یہاں پہنچنے پر آپ کو فوراً اطلاع دی جائیگی۔ درمیانی عرصے میں بھی کسی امر کی اطلاع دینا مناسب یا ضروری معلوم ہوا تو انشاء اللہ آپ کو مطلع کیا جائیگا۔

آپ سب کو سلام اور پیار۔
اللہ تعالیٰ آپ سب کا ہر طرح حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

والسلام
تمہارا جان نثار
ابا

نوٹ: اِس خط میں جن عزیز ابراہیم صاحب کا ذکر ہے وہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے سب سے چھوٹے نواسے ہیں۔ ان کی عمر اس وقت پندرہ سال ہے اور وہ عرصہ آٹھ سال سے اعصابی تکلیف DESTROPHY OF MUSCLES میں مبتلا ہیں اور بہت بیمار ہیں۔ عزیز موصوف کی صحت یابی کیلئے حضرت چوہدری صاحب نے جلسہ سالانہ پر بھی احباب کی خدمت میں بہت درد سے دعا کی درخواست کی تھی۔ عزیز موصوف کی صحت یابی کے لئے خصوصی عاجزانہ دعاؤں کی درخواست ہے۔

(ادارہ)

اپنی نواسی عزیزہ مکرمہ عائشہ صاحبہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ اکتوبر ۱۹۸۰ء

نور چشمی عزیزہ عائشہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمہارا محبت نامہ جس پر لکھی ہوئی تاریخ صاف طور پر پڑھی نہیں جا سکی کل ملا - جزاکم اللہ -

عزیز ابراہیم کو چوٹ لگنے کی خبر سے بہت قلق ہوا - اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے عزیز کو ہر لحظہ اپنی حفاظت میں رکھے اور جلد کامل تندرستی عطا فرمائے - آمین -

تمہارا خط عزیز محمد کے نام بھی کل مل گیا تھا اور کل شام ہی عزیز کو دے دیا تھا - عزیز کا داخلہ کالج میں بفضل اللہ مکمل ہو گیا ہے اور اسے کالج کے ہوسٹل میں کمرہ بھی مل گیا ہے - فالحمد للہ

عزیز پرسوں اپنے ہوسٹل میں چلا گیا تھا - یہ ہوسٹل اس کے کالج کے بالکل قریب ہے - وہاں کمرہ مل جانے سے عزیز کا بہت سا وقت بچ جایا کرے گا - یہاں آنے کے لئے بھی اسے نسبتاً آسانی رہے گی -

یہاں عید ان شاء اللہ ۱۹ اکتوبر اتوار کے دن ہوگی اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ان شاء اللہ خطبہ ارشاد فرمائیں گے اور نماز پڑھائیں گے - اخبار میں چھپا ہے کہ پاکستان میں عید ۲۰ اکتوبر سوموار کے دن ہوگی - میری طرف سے آپ سب کو بہت بہت عید مبارک ہو -

اب تو میرے گھر آنے کا وقت بھی قریب آ رہا ہے - میرا ارادہ ہے کہ میں ان شاء اللہ ۱۶ نومبر اتوار کے دن شام کو یہاں سے روانہ ہو کر دوسرے روز صبح اسلام آباد کے رستے لاہور پہنچوں گا - واللہ الموفق -

گھر میں سب کو میرا سلام اور پیار پہنچا دیں -

اللہ تعالیٰ آپ سب کا ہر لحظہ حافظ و ناصر ہو - آمین -

والسلام
تمہارا جان نثار
ابا

لندن
۲۵ مارچ ۱۹۸۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نور چشمی عزیزہ عائشہ سلمہا اللہ -

آپ کا محبت نامہ ۱۷ مارچ کا لکھا ہوا ملا - جزاکم اللہ - آپ نے بہت اچھا کیا کہ جیسے ہی آپ کے امتحان ختم ہوئے ہیں آپ نے اپنی اور سب عزیزوں کی خیریت سے اطلاع دے دی جس سے اطمینان ہوا - آج مجھے لاہور سے روانہ ہوئے دو ہفتے ہو گئے ہیں اور صرف آپ کی طرف سے خیریت کی اطلاع ملی ہے جس کا میں بہت ممنون ہوں -

میں بفضل اللہ خیریت مطابق پروگرام واپس پہنچ گیا تھا - والحمد للہ! البتہ واپسی کے بعد تین چار روز تک بہت تکان محسوس ہوتی رہی - جو ایک طبعی امر تھا -

کل ڈاکٹر صاحب نے میرا معائنہ کیا تھا اور بفضل اللہ ہر پہلو سے اطمینان ظاہر کیا - فالحمد للہ -

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ کے سب پرچے اچھے ہو گئے - اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے آپ کو اور عزیز مصطفیٰ کو اعلیٰ کامیابی عطا فرمائے - آمین - آپ دونوں کی اعلیٰ کامیابی کے لئے متواتر دعا کی توفیق ملتی ہے -

عزیز محمد میرے یہاں پہنچنے پر مطار پر ہی مجھے مل گئے تھے -

۲. آپ کا خط انہیں دے دیا تھا - بفضل اللہ بخیریت ہیں - ابھی ان سے ملاقات نہیں ہوئی - امتحان کی تیاری میں مصروف ہیں -

آپ کا سلام اور پیار سب کو پہنچا دوں گا - ان شاء اللہ -

گھر میں سب کو میرا سلام اور پیار پہنچا دیں -

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو - آمین

والسلام
آپ کا جان نثار
ابا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کنگسٹن ۔
۳۱ جولائی ۱۹۸۲ء

نورچشمی عزیزہ عائشہ سلمہا ربہا ۔

آپ کا محبت نامہ بلا تاریخ دو دن ہوئے ملا ۔ جزاکم اللہ ۔

آپ کے ابو تو اس درمیان میں آپ کے پاس پہنچ چکے ہونگے ۔ انکے نام آپ کے پیغام تو آپ نے انہیں وہیں دے دئیے ہونگے ۔ باقی آپ کے سب پیغام بھی دئیے ہیں ۔ سب آپ کو سلام کہتے ہیں اور پیار بھیجتے ہیں ۔

آپ کی اماں جان کی بیماری کی خبر معلوم ہونے پر بہت تشویش ہوئی ۔ انکی کامل تندرستی کے لئے متواتر دعا کی توفیق ملتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے انہیں جلد کامل تندرستی عطا فرمائے ۔ آمین ۔

عزیز ابراہیم کی کامل تندرستی کے لئے بھی متواتر عاجزانہ دردمندانہ دعائیں جاری ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اپنے کمال فضل و رحم سے قبول فرمائے ۔ عزیز کو میرا بہت بہت پیار دیں ۔

عزیز محمد بفضل اللہ بخیریت ہے ۔ آپ سب کو سلام اور پیار بھیجتا ہے ۔

میں اب بفضل اللہ پوری طرح تندرست ہوں ۔ فالحمد للہ ۔

یہاں اب سپین کی کے افتتاح میں شمولیت کے پروگرام بن رہے ہیں ۔ یہ نہایت مبارک تقریب ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شمولیت کی توفیق عطا فرمائے اور سفر و حضر میں سب کا حافظ و ناصر ہو اور اس تقریب کو ہر قسم کی برکات اور اعلیٰ درجہ کی کامیابیوں کا موجب بنائے ۔ آمین ۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے آپ سب کو خیر و عافیت سے رکھے اور ہر لحظہ حافظ و ناصر ہو ۔ آمین ۔

میری طرف سے سب کو پیار اور سلام ۔

والسلام
تمہارا جان نثار
ابا

اپنے نواسے عزیز محمد نصراللہ کے نام

الرحمٰن الرحیم

London,
22.7.77

Dearest Muhammad,

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

Your very affectionate letter of 16th July reached me to-day, for which many thanks.

As you have made no mention o the state of health of your grand-mother, I presume that she is now, Allah's grace, in good health. الحمد للہ

I am glad to learn that your coll has opened and that your examinations will be held in October. I shall, of course, continue to pray for the high success of all of you.

I deeply appreciate your keen desire that you should all grow up righteous servants of God Almighty and that your lives should be wholly beneficent. I pray humbly and earnestly that God, of His grace, may be pleased to grant that every one of you should be blessed with a life of the highest beneficence. Amen.

My leg is much better, by Allah's grace. I am very grateful for your prayers and request that they may be continued.

Love to all of you.

May Allah bless you and keep you and watch over you. Amen.

Your Devoted
Abba

پولینڈ کے سفارتخانے کی تعزیت

کیپٹن ایچ اے ایاز خان عمومی نمائندہ برائے ہنگری مقیم کھاریاں کے نام پولینڈ کے سفارتخانے کا خط :-

پیارے مسٹر ایاز

آپ کے خط کا بہت بہت شکریہ ۔ ہمیں چوہدری ظفراللہ خان صاحب کی وفات کی خبر سنکر بہت افسوس ہوا ۔ براہ کرم ہمارے جذبات تعزیت مرحوم کے اہل خانہ تک پہنچا دیں ۔ . . . . . .

سٹیلا سمولن
تھرڈ سیکرٹری

نوٹ : پولینڈ کے سفارتخانہ اسلام آباد کے قائمقام سفیر مسٹر سمولن نے اس تعزیتی خط کے ساتھ سر ظفراللہ کے دورۂ پولینڈ اور پولینڈ کے مسلم لیڈروں کے ساتھ انکی ملاقات ۱۹۳۸ء کے اخبارات کے فوٹوسٹیٹ بھی بھیجے ہیں ۔

جناب ڈاکٹر سید عباس حیدر صاحب ابن جناب محمد شاہ صاحب کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Hameed Manzil.
Bhopal
2. 9. 47

پیارے عباس ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

[illegible]

شعر: [illegible]

[illegible]

ظفر اللہ خان

اپنے دوست جناب محمد شاہ صاحب کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

COUR INTERNATIONALE DE JUSTICE LA HAYE

15th June, 59

My dear Muhammad Shah,

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

An Urdu journal of Lahore has asked me to send them an appreciation of A. S. Bokhari. I enclose a copy of what I have sent them. You may be interested.

I hope you are in good health and are taking care of yourself. I had a disturbing dream a few days back, which may have had some reference to you, though I think not.

With kindest regards,

Affly.
Zafrulla

COUR INTERNATIONALE DE JUSTICE LA HAYE

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

INTERNATIONAL COURT OF JUSTICE THE HAGUE

My dear Afzal,

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

Please accept my sincere thanks for your kind letter of 2 April conveying your good wishes on my election to the Presidency of the International Court of Justice which I appreciate deeply.

I am delighted to learn that you have successfully performed the Pilgrimage. I pray that it may find full acceptance with the Lord of the Ka'aba.

Please convey my very affectionate regards to all members of the family.

Yours affectionately,
Zafrullakhan

Syed Afzal [illegible],
Advocate,
[illegible] Gulberg III,
Lahore,
West Pakistan.

ہر انگریزی خط کے اوپر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور السلام علیکم اپنے ہاتھ سے لکھ کر دستخط کرتے تھے

محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کے نام

بعض وفات یافتہ بزرگوں کا ذکرِ خیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیگب ـ
۱۰ اکتوبر ۱۹۶۰

مکرم مولانا ـ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپکا والا نامہ مورخہ ۵ اکتوبر شرف صدور لایا ـ جزاکم اللہ ـ الفضل میں پے در پے چند افسوسناک خبریں پڑھیں جن سے بہت قلق ہوا ـ انا للہ وانا الیہ راجعون ـ ان میں سے تین نہایت مفید وجودوں کی وفات کی خبریں ہیں جن کی دفعتاً سے ایسے دل کم لے بیٹھے اور ایسی آنکھیں اشکبار ہوئیں جو پہلے بہت ہی بیمار ہیں جن کا کم نیرا کم اور جن کے آنسو میرے آنسو ہیں ـ کاش میں خود موجود ہوتا اور اپنی ہمدردی اور انکے غم و اندوہ میں اپنی شرکت کا خود آکر حضرت میں اظہار کر سکتا گو شاید زبان تو کچھ بیان نہ کر سکتی لیکن

دردمندیم و خبر نیست ہمہ از سوز درون　　دہن خشک و لب تشنہ و چشم نہ ما

سے وہ میرے دل کی کیفیت کا اندازہ کر لیتے ـ اب آپ سے ملتجی ہوں کہ ان بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر اس دورِ افتادہ کی طرف سے ہمدردی اور غم کا اظہار کریں ـ اللہ تعالیٰ انکے دلوں کو تسکین بخشے اور اپنے کمال فضل و رحم سے انکے جدا ہونے والے پیاروں کو اپنی رحمت کے سایہ میں علیین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ـ آمین ـ (۱) مکرمی جناب ماسٹر محمد نذیر اللہ صاحب جنکی صالح اور نیکی اور مخلص رفیقۂ حیات ان سے جدا ہو گئیں جس جدائی سے انکی زندگی میں ایک گہرا خلا پیدا ہو گیا ـ (۲) مکرمی مولانا جلال الدین شمس صاحب جن کی بزرگ والدہ ماجدہ کا سایہ انکے سر سے اٹھ گیا

اور وہ گویا آج آغوشِ مادر کی شفقت ـ دعا کفت ـ خبرگیری سے محروم ہو گئے اور ماں کی محبت بھری درد مندانہ دعاوں کا سلسلہ مشیتِ ایزدی اور حکمتِ الٰہی کے ماتحت بند ہو گیا ـ ماں سے جدائی کا غم میرا دل خوب اندازہ رکھتا ہے ـ اپنی شفیق صاحبہ ماں کا جنازہ پڑھ جانے وقت شمس صاحب کے دل کی کیا کیفیت ہو گی ـ (۳) محترمی مولانا ابوالعطاء صاحب جنہیں اپنی سخت جگر کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا ـ وہ وجود بھی بہت صالح مفید با برکت وجود تھا ـ اللہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں جانے والوں اور پیچھے رہنے والوں پر ہوں وہ اپنے مولا کے حضور نے پر اس کے حضور حاضر ہو گئے اور پیچھے رہنے والوں نے اپنے مالک کی رضا کو صبرِ جمیل کیساتھ قبول کیا ـ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی عبودیت اور محبت کے تعلق کو مضبوط تر کر لیا ـ ملائکہ کز حبیب آمد ہزاراں مرحبا گفتم ـ

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیویارک ـ
۲۵ نومبر ۱۹۶۳

مکرم مولانا ـ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عزیز محترم برکات احمد کی اچانک وفات کی خبر سے بہت رنج اور صدمہ ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون ـ اللہ تعالیٰ عزیز کے ساتھ عفو و مغفرت کا سلوک روا فرمائے اور اپنے کمال فضل و رحمت سے عزیز کو علیین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین یا ارحم الراحمین ـ آپکے لئے اور جماعت اور جملہ متعلقین کے لئے یہ صدمہ دل دہلا دینے والا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے سوائے صبر و رضا کے اور کوئی چارہ نہیں ـ آپ جیسا عارف ان رموز کو اس خاکسار عاجز پُر خطا و عصیان سے بہت بہتر پہچانتا ہے اس لئے اس بارے میں مزید گذارش گستاخی شمار ہو گی ـ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے آپ سب کے دکھی دلوں کی ڈھارس ہو اور خود غمخواری فرمائے اور مونس و رفیق و وارث ہو ـ آمین ـ

والسلام
خاکسار
ظفراللہ خان

ایس ایم ظفر کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

PAKISTAN MISSION TO THE UNITED NATIONS
PAKISTAN HOUSE
8 EAST 65TH STREET
NEW YORK 21, N.Y.

Sept. 23. 65.

Dear Zafar, السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

I trust you had a comfortable journey back. I know I was utterly selfish in monopolising everything; but it was a case of having so much to say and so little time to say it in, and yet what needed to be said was left to be perceived as the motive and the urge behind all the frothy verbal cataract.

I plead guilty and have no excuse or even extenuation to urge, except

دانم کہ ادب لبِ بطرازاست　　در پردۂ خامشی نیاز است
اللہ چہ کنم کہ مثلِ تو ای　　مہر است بروں فتنہ زمینا

Blessings and prayers.

V. Affly.
Z.

مکرم محمود مجیب اصغر صاحب کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لندن -
۱۰ جولائی ۱۹۷۷ء

مکرمی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -
آپ کا والانامہ مرقومہ ۲ جولائی شرف صدور لایا - جزاکم اللہ -
خاکسار کی تحریر پر طبی پابندی ہے - مختصر جواب گذارش ہے -
آپ کے حسب ارشاد متعدد بار دعا کی بفضل اللہ توفیق ملی ہے
اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحم سے قبول فرمائے - آمین -
کامیابی کا گر اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کرنا ہے - اسلام کے
بھی یہی معنی ہیں - اللہ اکبر کا بھی یہی مفہوم ہے - لا الٰہ الا اللہ بھی یہی تعلیم
دیتا ہے - تمام راز اسلمت لرب العالمین میں ہے - لیکن لفظی وظیفہ
کافی نہیں - عمل درکار ہے کہ ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کیا جائے
یہاں تک کہ یہ طریق جزو فطرت بن جائے - یہ حالت بھی اللہ
تعالیٰ کے فضل سے ہی پیدا ہو سکتی ہے - اس کے حصول کا گر جو
خود اللہ تعالیٰ نے ہی سکھایا ہے ایاک نعبد وایاک نستعین ہے -
عبادات خصوصاً نماز میں توجہ اور خشوع ہو - قرآن کریم پر پورا عمل
ہو جس کا طریق یہ ہے کہ قرآن کریم پڑھتے وقت نفس کا محاسبہ
جاری رہے کہ کیا ہر حکم ہر ہدایت ہر نصیحت پر عمل ہے یا نہیں اور پوری
تعمیل کی دردمندانہ رنگ میں توفیق طلب ہوتی رہے - چھوٹی
سے چھوٹی نیکی کا موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے اور خفیف
سے خفیف نافرمانی سے پرہیز ہو -
ذکر اللہ اور صلوٰۃ علی الرسول پر مداومت ہو -
بندگانِ خدا کی ہمدردی اور خدمت شعار ہو -
اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحم سے آپ سب کا حافظ وناصر ہو -
آمین -

والسلام
خاکسار
ظفر اللہ خان

سابق سفیر سلطان محمد خان

۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء

محترمی نصر اللہ صاحب - اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

مکرمی چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے انتقال کی خبر سے میرے اور میری بیوی کے دل میں جو احساسات پیدا ہوئے ہیں ان کا اظہار الفاظ میں ہمارے لیے مشکل ہے - یوں سمجھئے کہ ہم بھی ان کے بیشمار مداحوں میں سے ہیں جن کو چوہدری صاحب کی دائمی جدائی کا بیحد رنج ہے اور آپ کے اور

امریکہ کی بیور کالج یونیورسٹی کے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو ڈاکٹر آف لاز کی اعزازی ڈگری عطا کی - اس موقع پر جو تحریر پڑھ کر سنائی گئی اس کا عکس ذیل میں درج ہے -

(ادارہ)

Mr. President:

I have the honor to present for the honorary degree of Doctor of Civil Law Sir Muhammad Zafrulla Khan, scholar and jurist, patriot and statesman, world citizen.

Sir Muhammad Zafrulla Khan was educated at Government College, Lahore, and at King's College, London. He was called to the bar from Lincoln's Inn and is the author of a number of works on jurisprudence. Linking knowledge and practice, he has served as a judge of the Indian Federal Court and more recently as judge and vice president of the International Court of Justice at The Hague.

Sir Muhammad has sat on the Punjab Legislative Council, as a delegate to the Indian Round Table Conference in London, on the Joint Select Committee of Parliament on Indian Reform, and as a member of the Viceroy's Executive Council. He was elected president of the All-India Moslem League. With the separation of India and Pakistan, he was appointed Pakistan's first Minister of Foreign Affairs and Commonwealth Relations.

Sir Muhammad headed India's delegation to the Assembly of the League of Nations in 1939 and has been associated with the United Nations since its earliest days. He has headed the Pakistani delegations to successive sessions of the General Assembly and was elected President of the General Assembly of the United Nations for the 17th Session. A man whose deep religious faith recognizes the brotherhood of man, Sir Muhammad has combined belief with action to bring the nations of the world closer together. In awarding him the degree of Doctor of Civil Law may we at Beaver College be reminded that we share the obligation of placing our knowledge in the service of mankind.

September 22, 1963
Beaver College
Glenside, Pennsylvania

انکی صاحبزادی کے شریک غم ہیں -

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

چوہدری صاحب کی شفقت عنایات اخلاص اور خلوص نے ہمارے دلوں پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں -

میں چوہدری صاحب کی بین الاقوامی کارکردگی اور شہرت یا وہ خدمات جو انہوں نے اپنے وطن کیلئے انجام دیں ان کا ذکر نہیں کر رہا ہوں کیونکہ وہ تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں - یوں بھی میرا اُس بارے میں کچھ کہنا چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق ہوگا - میں تو انکی انسانی خوبیوں کا گرویدہ تھا اور وہ ہمیشہ یاد رہیں گی -

اللہ تعالیٰ انکی روح کو مغفرت اور سکون نصیب کرے اور ان کی صاحبزادی کو، آپکو اور دیگر عزیز و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین -

خاکسار
سلطان محمد

ایک تاریخی تحریر

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے ۱۹۱۴ء میں بطور وکیل سیالکوٹ میں پریکٹس کے ذریعہ اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ آپکو اپنی صلاحیتوں پر خود کتنا اعتماد تھا اس کا اظہار اس تاریخی تحریر سے ہوتا ہے جس کا عکس ہم ذیل میں شائع کر رہے ہیں۔ یہ تحریر غالباً حضرت چوہدری صاحب کی وہ سب سے پرانی تحریر ہے جو آج ریکارڈ پر دستیاب ہے۔ یہ تحریر غالباً ۱۹۱۹ء - ۱۹۱۸ء کے لگ بھگ کی ہے۔ یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب حضرت چوہدری صاحب لاہور میں وکالت کے ابتدائی مراحل میں تھے۔ آپ نے اپنے دوست سید افضل علی صاحب مرحوم جو اس وقت اسسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس تھے کے گھر پر ایک کاغذ میں لکھی اور اس میں اپنے مستقبل کے عزائم کی پیشگوئی کے طور پر مستقبل میں حاصل ہونے والے عہدوں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں اپنی زندگی میں یہ تمام عہدے حاصل کروں گا۔ یہ تحریر لکھ کر آپ نے اپنے دوست میر افضل علی صاحب مرحوم کے حوالے کی کہ اس کو محفوظ رکھو ایک دن یہ صحیح ثابت ہوگی۔ حیران کن بات یہ ہے کہ آپ کی اس پیشگوئی کے بہت سے حصے مستقبل میں من وعن پورے ہوگئے بلکہ درحقیقت ان عہدوں سے بھی بہت بڑھ چڑھ کر اعزازات و امتیازات آپ نے حاصل کئے۔ اس میں آپ نے مستقبل میں جن عہدوں اور خطابات کے حاصل کرنے کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں۔ یہ عہدے آپ نے اس طریق سے درج کئے کہ جیسے یہ عہدے آپ کو مل چکے ہوں اور یہ عہدے ملنے کے بعد آپ کا نام جس طریق سے لکھا جانا تھا اس طریق سے اپنا نام

Zafrulla Khan
B.A., LL.B.
Bar-at-Law
Lahore

The Hon'ble
Khan Bahadur
Chaudhri Zafrulla Khan
President Legislative
Council Punjab
Lahore

The Hon'ble
Sir Mohd Zafrulla Khan
Minister for Education
to the Punjab Government
Simla

The Hon'ble
Mr Justice Mohd Zafrulla
Khan
Lahore

The Hon'ble
Sir Mohd Zafrulla Khan KB
Chief Justice
Lahore

The Hon'ble
Sir Mohd Zafrulla Khan
Member of the Gover-Genl's
Executive Council

His Excellency
Sir Mohd Zafrulla Khan
Governor Bihar & Orissa
Patna

درج کیا ہے۔ اِس تحریر کے شروع میں آپ نے اپنا وہ نام درج کیا ہے جو اس وقت آپ کا نام اور عہدہ تھا یعنی "ظفراللہ خان بی۔اے، ایل ایل بی۔ بار ایٹ لاء لاہور۔

۱۔ آنریبل خان بہادر چوہدری ظفراللہ خان پریذیڈنٹ لیجسلیٹو کونسل پنجاب لاہور۔ ۲۔ آنریبل سر محمد ظفراللہ خان وزیر تعلیم حکومت پنجاب شملہ۔ ۳۔ آنریبل مسٹر جسٹس محمد ظفراللہ خان۔ ۴۔ آنریبل سر محمد ظفراللہ خان بہادر چیف جسٹس لاہور۔ ۵۔ آنریبل سر محمد ظفراللہ خان ممبر گورنر جنرل ایگزیکٹو کونسل۔ ۶۔ ہزایکسیلنسی سر محمد ظفراللہ خان گورنر بہار، اڑلیسہ، پٹنہ۔

ہم جناب سیّد افضل حیدر صاحب ایڈووکیٹ لاہور کے ممنون ہیں جنہوں نے یہ قیمتی تاریخی تحریر اشاعت کی غرض سے ہمیں مرحمت فرمائی ہے۔ یہ تحریر میر افضل علی صاحب نے سید محمد شاہ صاحب ایڈووکیٹ کو دی جنہوں نے یہ تحریر اپنے صاحبزادے جناب سید افضل حیدر صاحب کو دی جو اس کو ایک قیمتی امانت کے طور پر آج تک سنبھالے ہوئے ہیں۔ (ایڈیٹر)

جناب آغا شاہی ــــ (سابق وزیر خارجہ پاکستان)

کا تعزیتی پیغام

کراچی
۵ ستمبر ۱۹۸۵ء

محترمہ مسز نصراللہ خان صاحبہ

آپ کے محترم اور بزرگ والد کی وفات کی خبر سنکر مجھے گہرا صدمہ پہنچا دنیا ایک انتہائی نمایاں حیثیت کے بزرگ سیاسی مدبّر سے اور پاکستان اپنے عظیم فرزند سے محروم ہو گیا ہے۔

چوہدری ظفراللہ خان کا نام پاکستان کی تاریخ میں اور خصوصاً تحریک آزادی کے حصہ میں ہمیشہ سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔

آپ کے والد محترم نے سالہا سال تک ہمارے ملک کی قسمت بنانے میں حصہ لیا اور سفارت کاروں کی ایک پوری نسل کو اس پیشے کے اسرار و رموز سکھائے ہیں۔

براہ کرم اس ناقابلِ تلافی نقصان پر میری طرف سے گہری ہمدردی کے جذبات قبول فرمایئے۔ اللہ انکی روح کو سکون بخشے۔

آپ کا مخلص
آغا شاہی۔

خود نوشت کتبہ

حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب نے اپنی زندگی میں اپنی قبر کا کتبہ تحریر فرمایا تھا حضرت چوہدری صاحب کی اس نادر تحریر کا عکس ذیل میں درج ہے۔

COUR INTERNATIONALE
DE JUSTICE
LA HAYE
LE PRÉSIDENT

INTERNATIONAL COURT
OF JUSTICE
THE HAGUE
THE PRESIDENT

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ واشھد ان محمد رسول اللہ

تیرا بندہ تیرا عاجز تقصیروار
اپنے ان گنت گناہوں سے شرمسار
تیرے بے شمار فضلوں کا شکرگزار
تیرے عفو اور بخشش کا طلبگار
تیری رحمت اور مغفرت کا امیدوار

رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین

ظفراللہ خان ولد نصراللہ خان

پیدائش ۶ فروری ۱۸۹۳ء وفات ــــــ

شکریہ

اِس خاص نمبر کی تیاری میں متعدد احباب نے تعاون کیا ہے مجلس انصاراللہ مرکزیہ ان سب کی ممنون و مشکور ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ ان احباب کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:۔

- محترمہ امۃ الحی صاحبہ - محترم چوہدری حمید نصراللہ خان صاحب
- محترم بشیر احمد رفیق خان صاحب - محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب - محترم ایئر مارشل (ریٹائرڈ) ظفر چوہدری صاحب
- مکرم مرزا خلیل احمد صاحب قمر اور یوسف سہیل شوق صاحب۔

(قائد اشاعت)

کراچی میں چوہدری عبداللہ خاں صاحب حضور کے دائیں ہیں۔

آیئے ہاتھ اُٹھائیں ہم سب —— ! (دائیں سے بائیں) جناب ثاقب زیروی، جناب حمید نصر اللہ، حضرت چوہدری ظفر اللہ خان

حضرت فضلِ عمر کے ساتھ۔ سفرِ یورپ ۱۹۵۵ء کے دَوران (فوٹو بشکریہ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب)

کراچی میں حضرت چوہدری صاحب کے برادرِ اصغر محترم چوہدری عبداللہ خاں صاحب امیر جماعت کراچی حضرت فضلِ عمر کے بائیں ہیں۔